وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

# اشرف الرسائل فی تحقیق المسائل

مجموعۂ رسائل اشرفیہ

تالیف

شیخ الاسلام حضرۃ العلام مولانا غلام علی قادری اشرفی اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ

کرماں والا پبلشرز • کراچی

وذکر فان الذکری تنفع المومنین

# اشرف الرسائل

# فی

# تحقیق المسائل

## (رسائل اشرفیہ)

تالیف

حضرت شیخ الاسلام علامہ مولانا ابوالفضل غلام علی قادری اشرفی اوکاڑوی

دامت برکاتہم القدسیہ

نام کتاب — اشرف الرسائل فی تحقیق المسائل
(مجموعہ رسائل اشرفیہ)

مولف — شیخ الاسلام حضرت مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی

مرتبہ — مفتی بشیر احمد (مرحوم)، صاحب زادہ محمد فضل الرحمن اشرفی
سید محمود الحق، صوفی سردار محمد

سن اشاعت — ربیع الاول ۱۴۱۷ھ (جولائی ۱۹۹۶ء)

تعداد — گیارہ سو

ہدیہ — دو سو روپیہ

Rs140.00

ناشر

کرماں والا پبلشرز

ملنے کا پتا

☆ دار العلوم اشرف المدارس، ملتان روڈ، اوکاڑا

☆ مکتبہ رضوان، حزب الاحناف، داتا دربار روڈ، لاہور

☆ جامع مسجد گل زار حبیب، گلستان اوکاڑوی، سولجر بازار، کراچی

# ترتیب


| شمار | عنوان | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۱ | ابجد | ۴ |
| ۲ | مولف کا مختصر تعارف | ٦ |
| ۳ | انتساب | ۳۱ |
| ۴ | الاہداء | ۳۲ |
| ۵ | پیش لفظ | ۳۳ |
| ٦ | البرکات | ۳٦ |
| ۷ | احکام خمر | ۱۱۷ |
| ۸ | التنویر لدفع ظلام التحذیر | ۱۸٦ |
| ۹ | معجزہ رد شمس (کشف اللبس) | ۲۵۸ |
| ۱۰ | عقائد اسلام | ۲۹۴ |
| ۱۱ | مسائل طلاق (اشرف الابحاث) | ۳۵۷ |
| ۱۲ | فقہ ' اجتہاد ' رائے اور امام اعظم | ۴۱٦ |
| ۱۳ | مسیح موعود اور مسیح کذاب | ۴۳۳ |
| ۱۴ | حیات انبیاء و شہداء | ۴۴۴ |
| ۱۵ | نبوت کی ذاتی اور عرضی تقسیم باطل ہے | ۴۵۲ |
| ۱٦ | تلخیص المسائل | ۴۵۷ |

باسمہٖ و بحمدہٖ تعالیٰ

# ابجد

آپ کے ہاتھوں میں چند تحریروں کا ایک مجموعہ ہے، دینی و مذہبی موضوعات پر مشتمل یہ تحریریں اپنی اہمیت و افادیت میں بیش بہا ہیں۔ حضرت مولانا جلال الدین رُومی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور "مثنوی شریف" میں کہیں فرمایا ہے کہ لفظ تو برتنوں کی طرح ہیں اور معنی اس میں بھری ہوئی چیز کی طرح..... حرف و لفظ کی ظاہری ساخت سے اس کے معنی و مفہوم کی گہرائی و گیرائی تک سفر کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ اس آبلہ پائی میں جگر، خون ہو جاتا ہے..... ہر علم و فن کا بیان اور تاریخ و تذکرہ، حرف و لفظ سے مشروط ہے اور کتنے اچھے ہیں وہ لفظ جو حق اور حقانیت کے بیان میں استعمال ہوتے ہیں اور بندے کو معبود سے رُوشناس کراتے ہیں، اسے مقصدِ حیات و کائنات سے آگاہ کرتے ہیں—— جو سینے سمندر کرتے اور نہاں خانے منور کرتے ہیں—— کسی ماہر نے کہا ہے کہ تخلیق (تحریر) کے مرحلے تو ہڈیوں کے گُودے میں طے ہوتے ہیں..... یوں انسان اپنی تمام توانائی استعمال کرتا ہے تب کہیں جا کے کوئی جملہ، کوئی شعر وَضع ہوتا ہے۔ جو کوئی ان مراحل میں حق اور حقیقت سے اپنی وابستگی پختہ رکھے وہ مبالغے اور مغالطے سے یقیناً بچتا ہے۔ کچھ ایسا ہی ہے، جس کی ترجمانی اس طرح کی گئی ہے کہ      از دل خیزد   بر دل ریزد——

یہ جو ہم کسی علامہ، فہامہ کہتے ہیں (اگر وہ فی الواقع ہو بھی) تو ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ عربی کے ۲۸ حروف تہجی سے آگہی کا ایسا مسافر ہے، جس کا سفر گود سے گور تک جاری رہنے والا ہے اور اس مسافت کے باوجود وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ سب کچھ جانتا پہچانتا ہے—— انسانِ اول حضرت آدم علیہ السلام کے لیے "وَعَلَّمَ آدَمَ الاسماءَ کُلَّھا" اور انسانِ کامل حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے لیے "وَعَلَّمَکَ مَالَم تَکُن تَعلَم" کی گواہی ہمیں اس کتابِ مجید سے ملتی ہے جو سرچشمہ ہے اور جس میں کوئی شبہ نہیں—— اور اسی کتابِ مجید سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی یہ شان بھی ہمیں معلوم ہوتی ہے کہ "وَمَا یَنطِقُ عَنِ الھَوٰی اِن ھُوَ الا وَحیٌ یُوحٰی——" اس زبانِ حق ترجمان کا مشہور فرمان ہے، (اِن کانَ صحیحا) عُلَماءُ اُمَّتِی کَاَنبیَاءِ بَنِی اِسرَائِیل—— یہ تشبیہ مِن وَجہ ہے۔ اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ علمائے کرام کو یہ مرتبت و سعادت اس لیے حاصل ہے کہ وہ

شہرِ علم و حکمت جنابِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کے وارث ہیں ـــــ ان کے لیے ارشاد ہے : اَلعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الانبیاء ـــــ فَضلُ العَالِمِ عَلَی العَابِدِ کَفَضلِی عَلٰی اَدنَاکُم ـــــ

اہلِ ایمان میں ان ناموں کی فہرست طویل ہے جو آسمانِ علم پر ستاروں کی کہکشاں کی طرح جگ مگا رہے ہیں ـــــ وہ حرف و لفظ اور علم و ادب کا اعتبار بھی ہیں اور افتخار بھی ـــــ اور بذاتِ خود علوم و معارف کا آسمان بھی ـــــ ان میں سے ہر ایک نام اپنی عظمت و مرتبت اور حیثیت و اہمیت کے لحاظ سے درجۂ استناد رکھتا ہے ـــــ

زیرِ نظر مجموعۂ رسائل بھی ایک ایسی ہستی کی نگارشات پر مشتمل ہے، جو اپنی ذات و صفات میں علوم و معارف کا ایک دلستاں ہے۔ بے شک حضرت قبلہ کو ایک جامع انسائکلو پیڈیا کہئے..... میں اپنی اس عقیدت کو حقیقت سمجھتا ہوں کہ شیخ الاسلام والمسلمین، محدثِ کبیر، فقیہِ شہیر، استاذ الاساتذہ و المشائخ، حضرت الحاج مولانا ابو الفضل غلام علی صاحب اشرفی اوکاڑوی دامت برکاتہم القدسیہ اس عہد میں رازی و رومی، غزالی و جامی جیسی یگانۂ روزگار ہستیوں کے سچے وارث و جانشین ہیں۔ پچاس برس سے زائد عرصہ تدریس میں گزارا، ہزاروں کو عالمِ دین بنایا اور علم کا نور اتنا پھیلایا کہ روشنی ہی روشنی ہے ـــــ لِکُلِّ فَنٍّ رِجَال ـــــ کی بات اپنی جگہ مسلم ہے مگر حضرت ممدوح، علم و عمل، درس و تدریس، تعلیم و تعلّم، خطابت و امامت، تحریر و تقریر، تصنیف و تالیف، تعمیر و تنظیم غرض ہر طرح مردِ میداں اور امیرِ کارواں نظر آتے ہیں ـــــ انہیں (دنیوی) مسائل و وسائل کی شدید تلخیوں کا سامنا نہ ہوتا تو ایسے متعدد مجموعے یادگار بناتے۔ عہدِ دوراں میں عربی و فارسی اور اردو میں یکساں مہارت رکھنے والے ایسے عالم کم ہی ہوں گے اور اہلِ علم سے ایسا خراجِ محبت و عقیدت بھی کم نے پایا ہو گا ـــــ

یہ مجموعہ، خاطر خواہ اہتمام سے مدوّن و مرتّب نہیں ہو سکا۔ ہمیں اعتراف ہے کہ بہت کمی رہ گئی ہے مگر یقین ہے کہ قارئینِ کرام کتابت و طباعت وغیرہ کی خامیوں سے زیادہ مندرجات پر توجہ فرمائیں گے۔ یوں ہماری کوتاہیاں ان تحریروں کی خوبیوں کے سبب نمایاں نہیں ہوں گی، اللہ کرے ایسا ہی ہو ـــــ

کراچی     طالبِ دعا! کوکب نورانی اوکاڑوی غُفِرَلہٗ

۱۹۹۵ء

# حضرت شیخ القرآن کا مختصر تعارف

نام : ابو الفضل غلام علی اشرفی اوکاڑوی

ولدیت : سلطان احمد چوہدری

نسب و قومیت : گورجر گوت کھٹانہ

مولد : رضا آباد (بَبانیہ) گجرات (پنجاب)

تاریخِ پیدائش : ۱۱ جون ۱۹۲۰ء (جمعۃ المبارک، ماہ رمضان ۱۳۳۸ ہجری)

ابتدائی تعلیم : چک عمر، پرائمری تک

مِڈل تک تعلیم : جوڑا کرنانہ مڈل اسکول (جو آج کل ہائی اسکول ہے۔)

ابتدائی دینی تعلیم : چک عمر (بخدمت شریف الاصل والنسل، نہایت متواضع اور منکسر المزاج مولانا شیخ سلام اللہ (مرحوم) ابن الاخ مناظرِ اسلام فاتحِ مرزائیت علامہ مفتی شیخ محمد عبداللہ (مرحوم)

قرآن پاک حفظ و ناظرہ کے لئے لاہور درس چھوٹے میاں میں داخلہ لیا (یہ درس گاہ شالامار باغ اور حضرت میاں مِیر کے مابَین ہے) کچھ دنوں کے بعد بعض وجوہات کی بناء پر جالندھر چلے گئے جالندھر میں مولوی خیر محمد جالندھری کے مدرسے کی شہرت اور خود اپنے مسلک سے بکمال واقف نہ ہونے کی وجہ سے مع ایک رفیق سید عباس علی شاہ جہلمی کے ساتھ مولوی خیر محمد جالندھری (دیوبندی) سے داخلے کے لئے سفارش کی مگر اللہ کی کرم نوازی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی باطنی نظر کی برکت سے حفاظت ہوئی اور مولوی خیر محمد جالندھری نے درمیان سال (یعنی سالانہ نصابِ تعلیم کا نصف سال) کا بہانہ بنا کر داخلے سے انکار کر دیا۔

مستقل تعلیم اور داخلہ : انہی ایام میں پکا باغ جالندھر میں مرکزی انجمن حزب

الاحناف لاہور کی ایک شاخ قائم ہوئی تھی، بعض مقامی لوگوں کی رہ نمائی سے وہاں پر پہنچے مدرسے کی گلی کے کنارے پر بڑے روڈ پر یہ بورڈ لگا تھا "مدرسہ عربیہ کریمیہ حنفیہ" اور بورڈ کے سرے پر مرقوم تھا۔

صد شکر کہ ہستیم و میانِ دو کریم　　　　یا رب تُو کریمی و رسولِ تو کریم

مدرسے میں حاضر ہوئے تو انتظامیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نوعمر اور دُور دراز سے آنے والے مہمان سمجھ کر ایسا استقبال کیا کہ حصولِ تعلیمِ دین کے طالبوں کی طبیعت وہاں مانوس ہو گئی۔ چونکہ ابتدائی فارسی پہلے پڑھی ہوئی تھی، استاذ مولانا حافظ عبدالمجید گورداسپوری (مرحوم) سے کم عرصے میں گلستان، بوستان، مالابُد پڑھی اور دوسرے استاذ حضرت علامہ محمد عبدالقادر کاشمیری (مرحوم) سے کافیہ تک صَرف و نحو پڑھی، بعد ازاں تمام کتب درسیہ متداولہ استاذالاساتذہ جامع معقول و منقول، فاضل محقق، علامہ مولانا عبدالجلیل صاحب ہزاروی (مرحوم) کی خدمت میں پڑھیں۔ حضرت استاذ کی نظرِ کرم نے بہت جلد کُندن بنا دیا۔ ۱۹۳۵ء کے اوائل میں داخل ہوئے تھے، ۱۹۳۸ء میں موقوف علیہ سے فارغ ہو گئے۔ اس ضمن میں یہ بات خصوصاً قابلِ ذکر ہے کہ استاد محترم چونکہ رات کو عشاء کی نماز کے بعد محلہ عالی جالندھر میں درسِ قرآن بیان کرتے تھے، کثرتِ اسباق کی وجہ سے انہیں دن کو مطالعہ کا وقت بہت کم ملتا اس لیے مغرب اور عشاء کے درمیان تفاسیر کا اس طرح مطالعہ فرماتے کہ منتہی طلباء میں سے کسی کو پڑھنے کا حکم فرماتے اور خود سنتے جاتے، حضرت استاذ کی شفقت اور اعتماد کی بناء پر یہ فریضہ اکثر حضرت شیخ القرآن ادا فرماتے اور حسبِ ضرورت اِعراب کی اصلاح اور پیچیدہ عبارات کا حل حضرت استاد صاحب بیان فرما دیتے۔ حضرت شیخ القرآن نے اپنے حالات بیان فرماتے ہوئے بتایا کہ "یہی وجہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے دورۂ قرآن کریم اور درسِ قرآن حکیم کی ایسی توفیق عطا فرمائی کہ ملک اور بیرونِ ملک کی اطراف و جوانب میں ہزاروں لوگ درسِ تفسیرِ قرآن سے مشرف ہوئے اور بحمد اللہ ہر سال نئے سے نئے مضامین بیان کئے جاتے تھے اور باقاعدہ لکھوائے جاتے تھے۔" چونکہ مدرسہ عربیہ کریمیہ حنفیہ، حزب الاحناف لاہور کا شعبہ تھا اس لئے سندِ حدیث یہیں سے جاری کی جاتی تھیں علاوہ ازیں حضرت استاد محترم نے

اپنی خصوصی مہربانی سے ایک قلمی سند تحریر فرما کر عطا کی جو برسوں بعد دارالعلوم اشرف المدارس کے ناظمین کی سستی کی وجہ سے بارشوں (کی سیلن) میں خراب ہوگئی۔

**تعلیم و تدریس و تبلیغ :** اولاً حضرت شیخ القرآن نے دورانِ تعلیم ہی میں جامع مسجد شیخاں ضلع ہوشیار پور میں خطابت اختیار کی۔ ہوشیار پور کی زمین بڑی سنگلاخ تھی، مسجد کمیٹی جو کہ خالص شیوخ پر مشتمل تھی اور شہر کی وہی جامع مسجد تھی، حضرت شیخ القرآن کے جانے سے پہلے اس میں (فاضل جالندھری) مولوی حبیب اللہ (دیو بندی) خطیب تھے، پنجاب کے اکثر شہروں میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شان و شوکت سے منائی جاتی ہے، ہوشیار پور میں بھی یہ تقریب بڑے اہتمام سے منائی جاتی تھی اور جلسہ و جلوس میں اپنے بیگانے سب جمع ہوجاتے تھے۔ حضرت شیخ القرآن نے فرمایا کہ "عید میلاد کمیٹی ہوشیار پور کے ارکان نے استاد محترم حضرت علامہ مولانا محمد عبدالجلیل صاحب ہزاروی کو بھی ایک سال مدعو کیا لیکن انہوں نے فارغ نہ ہونے کی وجہ سے مجھ جیسے ایک کم تجربہ کار آدمی کو بھیج دیا، معمول کے مطابق جلوس میں چند جگہ خطاب ہوا جس میں مجھے بھی موقع دیا گیا اور بالآخر اسلامیہ ہائی اسکول گراؤنڈ میں ایک شان دار جلسہ ہوا جس میں دیگر لوگوں کے علاوہ سلطان المقررین مولانا محمد یار صاحب چشتی فریدی آف گڑھی اختیار خاں کا بھی خطاب ہوا۔ آپ نے اپنے مسلک کو ایسے پیارے انداز میں بیان فرمایا کہ تقریباً تمام سامعین زبانِ حال و قال سے کہہ اٹھے کہ نورِ مجسم سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر جلسہ میلاد شریف میں تشریف لے آئے۔

آنکھ والا تیرے جلوے کا تماشہ دیکھے        دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اہلِ ہوشیار پور ایسے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مولوی حبیب اللہ جالندھری دیوبندی کو خطابت سے الگ کردیا اور استادوں سے کہہ کر مجھ کم علم ہیچ میرز کو طلب کرلیا۔ ہوشیار پور میں قیام کے واقعات کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں تاہم دو تین ضروری امور کا ذکر کیا جاتا ہے، پہلا واقعہ یہ پیش آیا کہ سابق خطیب مولوی حبیب اللہ نے کانگریسیوں کے مشورے سے مولوی حسین احمد ٹانڈوی صدر مدرس دیوبند کو بلا رکھا تھا اور اتفاق سے وہ میرے جانے کے بعد (تقریبا) پہلا جمعہ شریف ہی تھا، مسجد کمیٹی کو مولوی حبیب

اللہ اور شہر کے ہندو مسلم کانگریسیوں نے مجبور کیا کہ مولوی حسین احمد کا پروگرام چونکہ اس جمعہ شریف کو پہلے بن چکا تھا اس کے علاوہ شہر میں کوئی اور بڑی مسجد بھی نہیں ہے اس لیے مولانا غلام علی یہ جمعہ شریف نہ پڑھائیں اور چھٹی کرنا چاہیں تو چھٹی کرلیں، میرے اساتذہ اور بزرگوں کے فیضان اور حالتِ طالب علمی میں ہی اہلِ سنت اور وہابیہ کی کتابوں کا تقابلی مطالعہ کافی مستحضر تھا، اس لیے میں نے اپنوں بیگانوں سب سے صاف طور پر کہہ دیا کہ "یا تو مولوی حُسین احمد صاحب تقریر کرلیں اور جمعہ شریف کا خطبہ اور جماعت فقیر خود ادا کرے گا اور اگر وہ چاہیں مجھے وقت دیں میں دیوبندیوں کی چند کفریہ عبارات جن کی وجہ سے شدید بنیادی اختلاف ہے، پیش کرتا ہوں اور مولوی صاحب ان کا جواب دیں" مولوی حسین احمد نے عبارات کے جوابات میں اگرچہ خود شہاب ثاقب لکھی ہوئی تھی مگر میرے جیسے طفلِ مکتب سے مناظرانہ گفتگو کرنے سے انہوں نے صریح انکار کردیا اور میں بھی اپنی دِینی ضد پر اَڑا رہا اور یوں انہوں نے ایک گراؤنڈ میں جمعہ شریف کی نماز ادا کی۔"

**لطیفہ :** رات کو عشاء کی نماز کے بعد شہر کے مرکزی چوک میں کانگریس کے زیرِ اہتمام جلسہ ہوا جس میں صدر دیوبند اور صدر کانگریس نے طویل خطاب کیا، انگریزوں کی ساری تاریخ دُہرائی، ان کے مظالم کا ذکر کیا اور بالآخر ایک قومی نظریہ کے تحت ہندو مسلم اتحاد کی پُرزور دعوت دی اور عجب یہ ہے کہ جناب موصوف نے نہ بسم اللہ پڑھی اور نہ ہی تقریر کے دوران کوئی آیت یا حدیث پڑھی۔ حضرت شیخ القرآن نے بتایا کہ "ہوشیار پور میں مجھے اپنے استاد محترم کی تعلیمات کے مطابق صبح شام درسِ قرآن بیان کرنے کا بہت موقع ملا اس وقت میرے زیر مطالعہ اکثر تفسیر مدارک، بیضاوی، کشاف، خازن اور رُوح البیان رہتی تھیں۔"

**شاگردِ اول :** حضرت شیخ القرآن سے ان کے داماد علامہ حافظ محمد اشرف جلالی آف کامونکی کے والدِ محترم مولوی نور حسین صاحب نے سب سے پہلے بسم اللہ کی "ب" سے لے کر والناس کے "س" تک پورے قرآن پاک کا ترجمہ نہایت سمجھ بُوجھ کے ساتھ پڑھا۔ حضرت شیخ القرآن نے بتایا کہ "مولوی نور حسین مرحوم نہایت نیک آدمی تھے اور میرے نانا کے بھتیجے تھے

نہایت دینی شوق رکھتے تھے' ان کے والدِ محترم حافظ محمد عالم کا شمار اعلیٰ حُفاظ میں ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو چار بیٹے عطا فرمائے ہیں وہ چاروں حافظِ قرآن ہیں۔" ہوشیار پور کی جامع مسجد میں حضرت شیخ القرآن تقریباً دو سال خطیب رہے' ہوشیار پور میں پہلے اور کوئی قابلِ ذکر سُنّی عالِم نہیں تھا' ایک دوسری مسجد خالی ہونے پر مولانا سید غلام محی الدین صاحب کو وہاں پر بطور خطیب رکھا گیا' مولانا موصوف حضرت شیخ القرآن کے استاد بھائی تھے اور نہایت خوش بیان واعِظ تھے' پاکستان بننے کے بعد جب ہجرت کر کے وہ تشریف لائے تو رینالہ خورد میں ایک نہایت شاندار جامع مسجد تعمیر کرائی اور بعد ازاں جامع مسجد سندھی محلّہ اوکاڑا میں تشریف لائے اور یہیں انتقال ہوا۔ علاوہ ازیں ہوشیار پور میں ایک نہایت قابل طبیب مولانا غلام یاسین تھے جن کا پہلا نام مولانا شفقت حسین دہلوی تھا' بزرگ آدمی تھے۔ حضرت شیخ القرآن ان کی خدمت میں گاہے بگاہے جاتے رہتے تھے' اسی اثناء میں ان سے فاضل فارسی کی کتابیں بالخصوص ابوالفضل دفترِ اول' چہار مقالہ اور اخلاقِ جلالی خصوصی طور پر پڑھیں جس کی وجہ سے فارسی ادب سے ذہن نہایت مانوس ہو گیا۔ حضرت شیخ القرآن نے بتایا کہ "مولانا نے حکم فرمایا کہ کچھ مدت کے لیے تم حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مُراد آبادی کی خدمت میں چلے جاؤ تاکہ تقریر اور مناظرہ میں مزید مہارتِ تامہ حاصل ہو جائے' چنانچہ فقیر جامع نعیمیہ مراد آباد میں حاضر ہوا' اتفاق سے دو ساتھی اور بھی مل گئے وہ مسانیہ شریف ضلع گورداسپور کے سادات سے متعلق تھے' بعد میں انہوں نے پاکستان بننے کے بعد جامع رضویہ لائل پور میں داخلہ لے لیا۔ جب جامع نعیمیہ مراد آباد میں ہم حاضر ہوئے تو حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب بالخصوص حضرت صدر الافاضل کے صاحب زادگان کی تعلیم کے لیے دھوراجی سے بلائے گئے ان کے علاوہ حضرت مولانا محمد عمر نعیمی' مولانا امین الدین صاحب مدرس تھے اور قاضی احسان الحق صاحب محصل تھے۔ دن کو یہ فقیر مختلف اساتذہ کے اسباق میں سماع کے لیے بیٹھتا اور رات کو جہاں پروگرام ہوتا حضرت صدر الافاضل کی معیت میں رہتا اور ان سے اکتسابِ فیض کرتا' اس طرح تقریباً اُنیس بیس دن مراد آباد میں قیام رہا اور پھر واپس ہوشیار پور چلا آیا اور کچھ عرصے کے بعد تقریباً ۱۹۴۰ء کے قریب لالہ موسیٰ میں حضرت مولانا غلام قادر

صاحب اشرفی (مرحوم) کے تعاون سے جامعہ اشرفیہ قائم کیا' تقریباً دو سال وہاں قیام رہا' اسی دوران شادی خانہ آبادی بھی ہوئی' لالہ موسیٰ قیام کے دوران ارد گرد کے دیہاتوں میں تبلیغی پروگرام بکثرت ہوئے جس کے نتیجے میں مقامی علماء کو درپردہ اور اعلانیہ بہت حسد پیدا ہوا کیونکہ ان میں سے جو حضرات پہلے معروف تھے وہ قدیم انداز میں وعظ و خطبے بیان کرتے تھے جسے لوگوں نے پسند کرنا چھوڑ دیا' ادھر اتفاق یہ ہوا کہ گوہڑی تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤ الدین کے دو طالبِ علم حافظ محمد اقبال اور حافظ سردار علی (مرحوم) نے بہت زور لگایا اور اپنے گاؤں والوں سے مشورہ کر کے اس بات پر مجبور کیا کہ درس و تدریس کا سلسلہ لالہ موسیٰ کی بجائے گوہڑی منتقل کردیا جائے' اس طرح مصارف بھی بہت کم ہو جائیں گے' چنانچہ تقریباً ۱۹۴۲ء میں گوہڑی چلے گئے چونکہ یہ گوندل بار کا علاقہ سُنّی اہلِ علم سے تقریباً خالی تھا اس لیے علاوہ تعلیم و تدریس کے اس علاقے میں تبلیغی کام بہت ہوتا رہا اور اسی دوران جلال الملت والدین حافظ سید پیر جلال الدین صاحب کے ارشاد کے مطابق چیلیاں والا کے قریب نواں پنڈ میں مشہور غلام خانی مُبلّغ اور مناظر عنایت اللہ شاہ گجراتی سے نہایت کامیاب مناظرہ ہوا' دیو بندی مُناظِر نے راہِ فرار اختیار کی جب کہ علماء اہلِ سنت اپنے اسٹیج پر آخر تک موجود رہے۔ گوہڑی میں پاکستان بننے کے بعد تقریباً ۱۹۴۹ء تک قیام رہا ۴۹ء کے اخیر میں ستلج کاٹن ملز اوکاڑا کے مزدوروں اور افسروں نے حضرت مولانا محمد علم الدین صاحب فرید کوٹی (مرحوم) اور بابا گلاب خاں لودھی جالندھری کی وساطت سے اوکاڑا آنے کی دعوت دی جس کو دینی مصلحت کے ماتحت قبول کرلیا گیا کیونکہ اوکاڑا میں نہ کوئی بڑا سُنّی عالِم تھا اور نہ سندھی محلہ کی جامع مسجد کے علاوہ کوئی مسجد تھی۔" حضرت شیخ القرآن کے اوکاڑا آنے کے بعد شہر اور گرد و نواح چکوک اور فیکٹریوں سے اجتماعاتِ جمعہ میں اس قدر زیادہ ہجوم ہونے لگا کہ مسجد کے اندر تو درکنار اس کے نواح کے میدان میں بھی لوگ نہیں سماتے تھے' مِلز مسجد کمیٹی کے صدر اور بعد میں دار العلوم اشرف المدارس کے رکنِ خاص اور مڈل سکول اشرف المدارس کے چیئرمین قاضی عبد الحکیم ایم اے فرید کوٹی مرحوم تھے۔ ۱۹۵۴ء تک تبلیغ و اشاعت کا یہ سلسلہ جاری رہا' حضرت شیخ القرآن طلباء کو درس و تدریس کے علاوہ صبح و شام مسجد میں بھی قرآن و حدیث کا درس دیا کرتے تھے

جس میں کافی رونق ہوتی تھی، جب حضرت مولانا نے مسجد میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو سب سے پہلے اوکاڑا کے دو نوجوانوں نے فاضل فارسی کی تیاری شروع کی، ایک سید منور علی برادر سید منظور علی اور دوسرے محمد سلیم عُرف باغی تھے، باغی صاحب پروفیسر ہیں اور شاہ صاحب امریکا میں کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔ اس کے علاوہ مسجد اے کالونی میں سب سے اول دینی تعلیم کی تکمیل کرنے والوں میں حضرت خطیبِ اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (مرحوم و مغفور) تھے جو کسی تعارف کے محتاج نہیں، وہ اپنے اساتذہ و مشائخ اور مدرسہ و شہر بلکہ دنیائے اہلِ سنت کے لیے شہرت و عزت اور افتخار و اعتبار کا باعث تھے، ان کے علاوہ حضرت مولانا محمد رمضان خاکی تھے جو بڑے مجاہد آدمی ہیں، یہ اوکاڑا سے مولانا اوکاڑوی کی ترغیب پر پیدل گوھڑی بھی تشریف لے گئے اور آج کل ٹاؤن شپ لاہور میں سُنّیت کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا پیر محمد اسحٰق مرحوم، مولانا حکیم عبدالحمید مرحوم اور مولانا حافظ عبدالرحمن تلہ گنگی (خطیب اعلیٰ فوج) تلامذہ میں نمایاں تھے۔ طلباء کے شوق اور جگہ کی تنگی کے پیشِ نظر اور خطیبِ پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کی تحریک پر فروری ۱۹۵۴ء میں جی ٹی روڈ پر جامعہ حنفیہ دارالعلوم اشرف المدارس کی موجودہ مستقل عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا گیا، اس جگہ کے حاصل کرنے میں محترم صوفی محمود علی خاں صاحب ساکن چک نمبر ۵۲ کا سب سے زیادہ ہاتھ تھا۔ دارالعلوم کے پہلے مدرسین میں حضرت شیخ القرآن کے علاوہ علامہ قاری محبوب رضا بریلوی (فاضل الطِب وَالجراحہ (علی گڑھ)، فاضل علومِ درسیہ (دادوں)) اور حضرت صدر الشریعہ مصنف بہارِ شریعت مولانا امجد علی صاحب کے خاص تلمیذ) تھے۔ پہلے سال حضرت شیخ القرآن نے درسِ نظامی کے ساتھ طِب کی کلاس بھی جاری کی جو بعد میں بوجوہ بند کر دی گئی۔

**معاصرین :** دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑا کے سالانہ جلسوں میں حضرت شیخ القرآن کی وجہ سے اہلِ سنت و جماعت کے اکابر علما و مشائخ تشریف لاتے رہے، ان میں مفتیِ اعظم پاکستان سید المفسرین والمحدثین مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب اَلوَری قدس سرہ العزیز آف لاہور، غزالیِ دَوراں بیہقیِ زَماں جامع علومِ ظاہری وَباطنی مناظر اعظم علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی امروہی ثم ملتانی قدس سرہٗ الربّانی، غازیِ کشمیر مفسرِ قرآن علامہ ابوالحسنات سید

احمد صاحب (مرحوم) خطیب مسجد وزیر خاں صدرِ اول جمعیتِ علمائے پاکستان' محدثِ اعظم یادگارِ اسلاف حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری قدس سرہٗ القوی' حکیم الامت حجتہ السلف مصنف تصانیفِ کثیرہ حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب بدایونی گجراتی (مرحوم)' سلطان الواعظین امام المقررین حضرت علامہ مولانا محمد بشیر صاحب آف کوٹلی لوہاراں فاضل حزب الاحناف' امام المتکلمین سلطان المناظرین مولانا پیر ابوالحقائق محمد عبدالغفور صاحب چشتی گولڑوی ہزاروی مرحوم' حضرت امام المتکلمین مولانا غلام محمد صاحب ترنم امرتسری ثم لاہوری (مرحوم)' حضرت فخر الواعظین عندلیبِ رسول مولانا احمد حسن صاحب روہتکی مرحوم' فقیہِ اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب بصیرپوری مرحوم' فخرِ اہلِ سنت قائد ملت صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب آلومہاروی مرحوم (صدر جے یو پی مغربی پاکستان)' امام المقررین فخر الواعظین مولانا غلام دین صاحب گجراتی اشرفی مرحوم خطیب لوکوشیڈ لاہور' نمایاں ہیں۔ اور معاصر مشائخ کرام جو گاہے بگاہے دار العلوم میں تشریف لاتے رہے ان میں قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ طریقت حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی صاحب شرقپوری (جنھوں نے دار العلوم اور جامع مسجد غلہ منڈی کا سنگِ بنیاد رکھا)' اپنے زمانہ پاک میں سرپرست خصوصی شیخِ زماں قطبِ دوراں جامع شریعت و طریقت گنجِ کرم پیرِ سید محمد اسماعیل شاہ صاحب بخاری قدس سرہٗ و جامع علم و عمل شیخ طریقت صاحب زادہ پیر سید محمد علی شاہ (مرحوم) و صاحبِ جود و سخا پیکرِ صدق و وفا صاحب زادہ پیر سید عثمان علی شاہ (مرحوم) مخدوم و محترم حضرت صاحبزادہ پیر سید غضنفر علی شاہ (پیر صاحب دار العلوم کے سرپرست بھی تھے' منتظم بھی تھے اور اول سے آخر تک دینی تعلیم بھی دار العلوم ہی میں حضرت شیخ القرآن سے حاصل کی) (☆) نقیب الاشراف حضرت سیدنا پیر محمد طاہر علاؤالدین گیلانی بغدادی (مرحوم)' یادگارِ اسلاف شیخ اعظم جانشینِ امیر ملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب علی پور شریف' حضرت مخدوم شیخ طریقت رہبرِ شریعت مولانا محمد فضل الرحمٰن صاحب القادری الرضوی جانشینِ قطبِ مدینہ شیخ المشائخ مولانا ضیاء الدین احمد صاحب المدنی' مجاہد ابنِ مجاہد یادگار اسلاف حضرت مولانا سید برکات احمد صاحب امیر حزب اللہ و سجادہ نشین جلال پور شریف قابلِ ذکر ہیں۔

(☆)(پیرجی کا نام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحب قبلہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑے)

**سیاست اور سیاسی معاصرین :** حضرت شیخ القرآن نے سُنّی کانفرنس بنارس کے فیصلے کے بعد نظریۂ پاکستان کی حمایت میں بہت کھُل کر حصہ لیا چنانچہ یونینسٹ پارٹی کے مقابلے میں (جو کانگریس کی ہمنوا تھی) علماء کو ساتھ لے کر مسلم لیگ کے نمائندوں کو مکمل طور پر کامیاب کرایا اگرچہ علاقائی طور پر بعض لوگ ان کی شکایات کرتے تھے مگر امیر حزب اللہ (اول) حضرت پیر محمد فضل شاہ صاحب جلالپوری کے فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے دو قومی نظریہ کی پوری حمایت کی اور چوہدری جہان خاں بسال اور چوہدری سعی محمد گوندل ایم این اے کی نشستوں کے لیے کامیاب ہوئے اسی طرح چوہدری اصغر علی صاحب اجنالہ کے حلقے میں بھی کافی جدوجہد کی چنانچہ وہ کامیاب ہو گئے۔

**سُنّی سیاست اور سیاسی خدمات :** ملتان شریف میں ۱۹۴۸ء میں انوار العلوم کے سالانہ جلسے کے موقع پر پاکستان کے جلیل القدر سُنّی علماء کا ایک اجتماع ہوا جس میں حضرت شیخ القرآن حضرت محدثِ اعظم، چوہدری باطی خاں، چوہدری محمد دین سجادہ نشین گوہڑ کو گجرات سے ساتھ لے کر اور پھر لاہور میں سیدین کریمین کی معیت میں ملتان پہنچے علاوہ ازیں پاکستان کے بڑے بڑے علمائے کرام تشریف فرما تھے جن کے اسمائے گرامی جے یو پی کی تاریخ میں بارہا بیان ہوئے ہیں۔ حضرت قبلہ شیخ القرآن نے فرمایا کہ "علماء کے اس کفش بردار کی موجودی میں یہ فیصلہ ہوا کہ جمعیتِ علماء ہند کے مقابلے میں اہلِ سنت کی ایک سیاسی تنظیم ضروری ہے۔ نام میں اختلاف ہوا، قبلہ ابوالبرکات سید احمد صاحب لاہوری، مسلک کے اعتبار سے اس بات پر زور دیتے تھے کہ مجوزہ جماعت کا نام جمعیتِ علمائے اہلِ سنت رکھا جائے مگر اکثریت نے سیاسی نقطہ نگاہ سے جمعیتِ علمائے ہند کے مقابلے میں جمعیتِ علمائے پاکستان نام رکھنا پسند کیا، اس وقت بالاتفاق حضرت مولانا ابوالحسنات صاحب کو صدر مقرر کیا گیا اور حضرت علامہ کاظمی صاحب کو ناظمِ اعلیٰ، مگر بعد ازاں علامہ کاظمی نے اپنی دینی تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے جے یو پی سے عملاً استعفیٰ دے دیا اور کچھ مدت بعد جماعت کے دو حصے ہو گئے، اہل کراچی مولانا عبدالحامد بدایونی

صاحب کی قیادت میں الگ ہو گئے' اہلِ پنجاب حضرت مولانا ابو الحسنات کی زیر قیادت کام کرتے رہے' اس مدت میں جمعیت نے عملی سیاست میں کوئی حصہ نہ لیا' جلسے وغیرہ ہوتے رہے اور نفاذِ شریعت کے لیے حتی الامکان عملی کوششیں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ تقریباً ۱۹۶۸ء میں حضرت شیخ القرآن اور مولانا غلام مہر علی گولڑوی نے فریقین کو مع دیگر اکابر' حزب الاحناف لاہور میں جمع کیا اور سیدی مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ کی وساطت اور کوشش سے سب میں صلح کرائی اور اس کے بعد سُنّی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دار السلام) کی تیاریاں شروع کی گئیں' اس وقت جمعیت کی باقاعدہ تنظیم نہیں بنائی گئی صرف علامہ سید محمود احمد رضوی کو کنوینر مقرر کیا گیا' سُنّی کانفرنس ٹوبہ ان کی قیادت میں ہوئی' ملک بھر سے علما و مشائخ کو جمع کرنے کا فریضہ حضرت شیخ القرآن نے سرانجام دیا اور اکثر ان کے ہمراہ چوہدری محمد اعظم ہوتے تھے۔ حضرت شیخ القرآن کی سُنّی کانفرنس (ٹوبہ ٹیک سنگھ) کے لیے گراں قدر خدمات کا اعتراف تمام علمائے اہلِ سنت نے کیا' حضرت نے دُشوار گزار سفر کیے اور اَن تھک محنت کی۔

حضرت شیخ القرآن اب مدت سے کسی سیاسی جماعت کے رکن نہیں ہیں اور سیاست اور سیاسییّن کو بہت اچھی طرح دیکھ پَرکھ چکے ہیں' اس لیے انہوں نے مصلحت یہی سمجھی کہ سکون سے دِینی کام سرانجام دیا جائے' چنانچہ باوجود سخت علالت اور ضعف کے حضرت شیخ القرآن شب و روز حسبِ استطاعت تعلیم و تدریس' افتاء اور کتبِ دینیہ کے مطالعہ و تحقیق اور تصنیف و تالیف میں مشغول و مصروف رہتے ہیں' دُور دراز سے بکثرت افتاء آتے ہیں جن پر کوئی اجرت اور فیس وصول نہیں کی جاتی' اگر کوئی تعویذ یا فتوے پر کچھ دینے کے لیے مجبور کرے تو حضرت اکثر فرمادیتے ہیں کہ "میں یہ چاہتا ہوں کہ میری سوانح میں یہ لکھا جائے کہ نہ میں تعویذ فروش ہوں اور نہ اِفتاء فروش' نہ ضمیر فروش اور بحمد اللہ تعالیٰ نہ ہی دِین فروش' یہ اس لیے کہتا ہوں تاکہ بعد میں آنے والی نسل اسے پڑھ کر اچھا تاثر لے اور اہلِ علم اپنی زندگیوں کو محض لِلہ دِین کے لیے وقف کردیں الا لضرورۃ شدیدۃ"۔ حضرت شیخ القرآن نے سیاسی دور میں اپنی جماعت کے قائدین کی راہنمائی میں بے شمار اہم فریضے سرانجام دیئے مگر سب سے زیادہ سُنّی کانفرنس ٹوبہ' سُنّی کانفرنس نشتر پارک کراچی' سُنّی کانفرنس ملتان شریف اور

ان سب سے بڑھ کر میلادِ مصطفیٰ کانفرنس مصطفیٰ آباد (رائے ونڈ) اور میلادِ مصطفیٰ کانفرنس برمنگھم (برطانیا) میں حصہ لیا' دوسری ختمِ نبوت تحریک اور قومی اتحاد میں بھی حضرت شیخ القرآن سب سے پیش پیش تھے' جے یو پی پنجاب کے صدر تھے متحدہ محاذ کے بھی صدر تھے اور قومی اتحاد کے موقع پر فرائض جماعت ادا کرنے کے علاوہ لاہور اور اوکاڑا دو جگہ سے الیکشن میں حصہ لے رہے تھے کہ مارشل لاء لگ گیا' سیاست میں کہتے ہیں کہ کوئی حرفِ آخر نہیں ہوتا ہے مگر اس وقت کے حالات کو جاننے والے اور اس وقت کے سیاسی علماء وغیرہ اور لیڈر بھی جانتے ہیں کہ حضرت شیخ القرآن کی موجودی میں بحمد اللہ تعالیٰ کسی دوسرے مسلک کا آدمی نماز پڑھانے کی جرأت نہیں کرتا تھا' اب افسوس یہ ہے کہ ہمارے بعض حضرات سیاست میں ایسے مستغرق ہو گئے ہیں کہ اس کے اپنے مسلک کی اصولی باتوں کو بھی انہوں نے خیر باد کہہ دیا ہے' اللہ تعالیٰ سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور مسلکِ حق اہلِ سنت پر قائم رہتے ہوئے اپنے دین اور ملک کی خدمت کی صحیح توفیق عطا فرمائے۔

**انگریزی زمانے میں دینی مدارس کی حالت :** انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کے بعد اسلام کو ختم کرنے کے لیے ایک حربہ یہ بھی استعمال کیا کہ علماء اسلام کی عزت اور وقار کو بالکل گرا دیا اور آج تک انگریز کے نمک خوار چمچے وہی ذہنِ فاسد لیے پھرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان علمائے حق کو جزائے خیر دے جنہوں نے طرح طرح کی مالی اور مادی تکلیفیں برداشت کر کے دینِ اسلام کا جھنڈا سربلند رکھا۔ انگریز خبیث نے علماء اسلام کی تحقیر و تذلیل کے لیے دیہات کے اندر جس طرح نائی' ترکھان' لوہار وغیرہ کو دو دو ایکڑ زمین دیتے تھے' اسی طرح امام مسجد کو بھی دو ایکڑ زمین قابلِ کاشت دی جاتی تھی یعنی ایک عالمِ دین اور کمّی کہلانے والے میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا تھا' حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ "میں زیادہ تفصیل نہیں کہتا اپنے مدرسے کے بعض احوال مختصراً پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ خالص دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کو کس قدر مشقتوں کا سامنا تھا' ہمارے مدرسے میں ایک مدت تک کوئی مستقل آمدنی نہیں تھی' ایک طالبِ علم شام کو بازار میں جاتا اور متعلقہ دُکان داروں سے ایک ایک پیسہ چندہ کرتا اس طرح چار پانچ آنے روزانہ آمدنی ہو جاتی' طلباء باری باری خود آٹا گُوندتے اور روٹیاں تندور سے

لگوائی جاتیں اور سالن کے لیے ہر طالبِ علم کو ایک وقت کے لیے ایک پیسہ ملتا تھا اور سالن کے حوالے سے یہ خوبی اس زمانے میں تھی کہ ہمارے محلے کے نزدیک رینک بازار میں ایک ہوٹل قریب پڑتا تھا (جہاں قریب ہی ایک دکان پر حافظ فتح محمد صاحب جالندھری مرحوم سائیکلوں کا کام کرتے تھے) اس ہوٹل سے ہمیں ایک پیسے کی ایسی بہترین دال ملتی کہ اس میں اصلی گھی کا تڑکا لگا کر اس کے اوپر بہت عمدہ مسالے ڈالے جاتے تھے' دوسرا پہلو یہ تھا کہ پندرہ دن کے بعد ایک آنہ فی طالب علم دیا جاتا' اس میں سے دو پیسے کا صابن خریدتے اور دو پیسے حجامت بنانے والے نائی کی نذر کردیتے۔ پھر آہستہ آہستہ مدرسے کی شہرت ہوتی گئی تو کچھ دعوتوں کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا اور بعض مخیر حضرات ایک ایک طالبِ علم کو اپنے گھر لے جاکر کھانا کھلادیتے' اسی طرح جب طلباء میں وعظ و تقریر کی صلاحیت ہوجاتی تو معمولی خدمت پر کہیں اس کو خطیب مقرر کردیا جاتا' چنانچہ مجھے یاد ہے کہ میں کافی عرصے تک شاہ پور تحصیل نکودر میں بذریعہ ریل صبح جمعہ شریف پڑھانے کے لیے جاتا اور جمعہ شریف کے بعد بذریعہ ریل ہی واپس دارالعلوم میں آجاتا۔"

حصولِ تعلیم کے بعد قبلہ حضرت شیخ القرآن نے فوراً تدریس کا سلسلہ شروع کردیا اور اپنے حضرت استاد مرحوم کے وصال کے بعد تقریباً ایک سال تک اپنے مدرسہ کریمیہ حنفیہ میں درس دیتے رہے پھر دوسرا مدرس منگوالیا گیا' تبادلہ آبادی کے وقت حضرت علامہ مولانا محمد مختار الحق صاحب وہاں پر مدرس تھے جو وہاں سے منتقل ہوکر ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لائے اور دارالعلوم کا نام کریمیہ حنفیہ ہی رکھا' انہی کی جدوجہد اور برکت سے اہلِ ٹوبہ کو مرکزی سطح پر سُنّی کانفرنس کرانے کا شوق پیدا ہوا جو نہایت کامیاب ہوئی اور اس کی کامیابی پر سُنّیوں نے عملی سیاست یعنی الیکشن میں حصہ لینا شروع کردیا' الیکشن میں کھڑا کرنے کے لیے سب سے پہلے حضرت شیخ القرآن اور مفتی ظفر علی نعمانی کا نام پیش کیا گیا اور حضرت خواجہ قمرالدین صاحب سیالوی کو صدر مقرر کیا گیا اور علامہ سید محمود احمد رضوی شارحِ بخاری ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے وبعد ازاں شد آں چہ شد۔

**تدریسی خدمات :** ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۸ء تک قبلہ حضرت شیخ القرآن کتبِ درسیہ کی تدریس بلا

تنخواہ کرتے رہے' ایوبی مارشل لاء لگنے کے بعد مجاہد ملت مولانا محمد علم الدین صاحب فرید کوٹی (مرحوم) اور خطیبِ پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (مرحوم) نے (بحیثیت دار العلوم کی مجلس عاملہ کے خصوصی ناظم اور رکن ہونے کے) بہت مجبور کیا تو حضرت شیخ القرآن نے ایک صد روپے ماہانہ مدرسے سے لینا منظور کیا' اس کے علاوہ بہت قابل قابل مدرس دار العلوم میں کام کرتے رہے مثلاً جامع معقول و منقول علامہ سید زبیر احمد شاہ صاحب آف چکوال اور استاذ المدرسین جامع علومِ ظاہریہ و باطنیہ علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی اور فخر المناطقہ مولانا علامہ محمد یوسف یا غستانی وغیرہ جامع معقول و منقول علامہ مولانا محمد منظور احمد صاحب

**درسِ قرآن و حدیث :** اگرچہ حضرت شیخ القرآن مدارس میں مروّجہ درس کی تعلیم ایک مدت سے دے رہے تھے تاہم دورۂ حدیث شروع کرنے کے لیے پہلے مدینہ منورہ حاضری دی اور منبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر حجرہ شریفہ کی طرف مُنہ کر کے (اکثر نمازِ اشراق کے بعد) موطا امامِ مالک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں پیش کرتے رہے بعض اوقات حضرت سید محمد تیسیر دمشقی شامی بھی قرات التلمیذ عَلَی الشیخ کے طریقے سے سماع فرماتے رہے اس طرح موطا شریف کا کافی حصہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے پڑھا گیا اور اس طریقے سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درسِ حدیث کی روحانی اور معنوی اجازت حاصل کی گئی۔

**درسِ قرآن :** ۱۹۵۷ء میں اوکاڑا میں شروع کیا گیا' کل ۳۵ افراد شامل تھے جن میں مولانا اسحق صدیقی' صوفی محمد لطیف صاحب نقشبندی اور صوفی شیخ محمد حنیف صاحب نے جب حضرت کرماں والا شریف میں حضرت پیر صاحب کو حضرت شیخ القرآن کا خصوصی طریقے سے درس شروع کرنے کا بتایا تو حضرت قبلہ شاہ صاحب کرماں والے نے فرمایا کہ طلباء تھوڑے ہیں' ۱۰۰ طلباء ہونے چاہئیں۔ حضرت پیر صاحب کے ارشاد کا ظہور اس طرح ہوا کہ آئندہ سال مرکزی حزب الاحناف لاہور میں دورہ تفسیر کا انتظام کیا گیا تو ملک بھر سے آنے والے طلباء کی تعداد ۱۱۷ ہو گئی اور استاذ العلماء مولانا محمد مہردین صاحب اور فخر الفضلاء مفتی اعجاز ولی خاں صاحب

رضوی بریلوی اور حضرت شیخ القرآن نے ماہِ رمضان میں ۱۰، ۱۰ پارے تقسیم کر کے دورۂ تفسیر ختم کیا اور اختتام پر امتحان کے بعد ۱۰۰ افراد کی دستار بندی کی گئی۔ حضرت شیخ القرآن نے درس دورہ تفسیرِ قرآن کے پروگرام کو اتنا وسیع کیا کہ ایک دفعہ ہجویری مسجد لائل پور (فیصل آباد) میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ دَورہ ہوا، فارغ التحصیل اور منتہی طلباء نے کثرت سے حصہ لیا، ان میں علامہ محمد زبیر، علامہ حافظ محمد محمود صاحب خطیبِ اعظم واپڈا کالونی منگلا ڈیم اور مفتی محمد رفیق حسنی بھی شریک تھے۔ حافظ محمود صاحب نے ایک دفعہ سنایا کہ "اس مسجد کی خطابت کے لیے گورنمنٹ نے انٹرویو کے لیے بہت سے لوگوں کو بلایا اور بالآخر ہم گیارہ آدمی رہ گئے، تقرری کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی کا جب اجلاس ہوا تو ان کے نزدیک گیارہ افراد کے کوائف مساوی تھے اور فیصلہ نہایت مشکل تھا بالآخر جب اسانید دیکھی گئیں تو دورۂ تفسیر کی سند صرف میرے پاس تھی اور کسی کے پاس نہیں تھی اس لیے تفسیرِ قرآن کی برکت سے مجھے سب پر ترجیح دی گئی۔" دورہ تفسیر میں ہر سال عموماً حالاتِ حاضرہ کو دیکھ کر نئے سے نئے مضامین لکھائے جاتے تھے جو بعض قدر شناس حضرات کے پاس اب بھی موجود ہیں۔ دورۂ تفسیرِ قرآن کا سلسلہ حضرت خطیبِ پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت پر کراچی شہر میں بھی ہوا، پہلی مرتبہ دارالعلوم حنفیہ غوثیہ، پی ای سی ایچ سوسائٹی میں ہوا اور دوسری مرتبہ مسجد گُل زارِ حبیب" سولجر بازار میں ہوا جس کے اہتمام میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی بھی پیش پیش تھے۔ دورۂ تفسیر کا اختتام ۲۵ ویں شبِ رمضان میں ہُوا اور اسی موقع پر جامعہ اسلامیہ گُل زارِ حبیب، کراچی قائم ہوا۔ آخری دورۂ تفسیر جو تقریباً حالتِ بیماری میں اوکاڑا میں ہوا اس کی ریکارڈنگ کا اہتمام بھی کِیا گیا سورۂ احزاب تک تقریباً ۷۸ کیسٹس ریکارڈ کی گئی ہیں اسی طرح ایامِ بیماری ہی میں بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ تک تقریباً ۲۵ سے زیادہ کیسٹس ریکارڈ کی گئی ہیں۔

**تبلیغِ دین:** حضرت شیخ القرآن کی تقریباً تمام عمر باقی دیگر فرائض کے ساتھ ساتھ تبلیغ میں گزر رہی ہے اس سلسلے میں حضرت صاحب کا کا طریقۂ تبلیغ عام مُبلّغوں اور واعظوں کی طرح نہیں ہے بلکہ آپ زیادہ تر کتاب و سنت ہی کو اپنی وعظ و تقریر کا ماخذ بناتے ہیں، اہلِ سنت کے مسلکِ حق کو دلائلِ شرعیہ اور مخالفین کے مسلمہ اصولوں سے مُبرہَن کرتے ہیں اور بدمذہبوں

اور بددینوں کارد، حکمت اور موعظہ حسنہ سے فرماتے ہیں۔ دورِ شباب میں اپنے بیان کو مثنوی شریف، دیوانِ حافظ، کلیاتِ سعدی، اقبالیات، ذوقِ نعت اور حدائقِ بخشش کے منتخب و برمحل اشعار سے مزین کرتے تھے مگر اب طوالتِ علالت، پیری اور ضعیفی کی وجہ سے ترنم سے تو نہیں پڑھ سکتے ہیں تاہم موقع محل کے مطابق بعض عمدہ اشعار سے تقریر و بیان کو اور بلیغ بناتے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن کا حلقۂ تبلیغ پاکستان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ جماعت کی طرف سے برطانیہ بھی تشریف لے گئے اور نہایت محنت اور جاں فشانی سے میلادِ مصطفیٰ کانفرنس برمنگھم کے لیے فضا ہموار کی جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے علاوہ ازیں حضرت شیخ القرآن قاہرہ، دمشق (شام)، متحدہ عرب امارات اور عراق وغیرہ بھی تشریف لے گئے، جن علاقوں میں عربی سمجھنے جاننے والے لوگ موجود ہوتے بالخصوص اہلِ علم تو وہاں آپ کا خطاب فصیح عربی میں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جمیلہ سے قبلہ حضرت صاحب کو ایسا قادر الکلام کیا ہے کہ آپ کی عربی تقریر اور بیان سن کر اکثر اہلِ عرب یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے کہ مولانا عجمی اور پاکستانی ہیں اگرچہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں زیارت کے موقع پر اور سفر میں حضرت شیخ القرآن اکثر اپنے قومی سادہ لباس ہی میں رہتے ہیں اس سلسلے میں یہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرت شیخ القرآن نے پہلی مرتبہ حج و زیارت کا سفر ۱۹۵۶ء میں بذریعہ بحری جہاز کیا۔ اس سفر میں کراچی سے کئی صحیح العقیدہ اہلِ محبت بھی شریک تھے۔ مدینہ منورہ میں ۳۸ دن قیام کی سعادت ان کو حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ القرآن نے قیامِ مدینہ میں ۳۸ ایام مسلسل حضرت مجاہدِ ملت مولانا حبیب الرحمٰن اور الحاج مفتی ظفر علی نعمانی، الحاج سید نذر حسین شاہ، حاجی عبدالعزیز، حاجی عبدالشکور، حاجی احمد بیرسٹر وغیرہ کے ساتھ پنج وقتہ اعلانیہ باجماعت اپنی نمازیں ادا کیں، امامت کے فرائض اکثر حضرت مجاہدِ ملت انجام دیا کرتے تھے اور یومِ جمعہ مختلف مساجد میں ادا کرتے تھے، اس وقت مساجد کے بیش تر ائمہ ترکی باشندے تھے جو کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں اس سفر کے قیام کا آخری دن تھا اس لیے شام کو اسبابِ سفر باندھا اور عشاء کی نماز کے بعد مسجدِ نبوی شریف میں آئے اور اپنی نماز اعلانیہ باجماعت ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ وہاں کے محکمہ امر

بالمعروف (جو اصل میں امر بالنہی ہے) کے ایک باجُبہ وَدستار ملازم تشریف لائے اور کہا کہ امام مسجدِ نبوی و قاضیِ بلد مدت سے آپ کو یاد کر رہے ہیں، آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ چناں چہ یہ وفد اس کے ہمراہ امام صاحب کے مکان میں گیا۔ اس وقت امام کا رہائشی مکان بابِ جبریل اور بابِ نساء کے سامنے تھا جس کے متعلق تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ وہ دراصل دارِ عثمانؓ تھا۔ امام صاحب نے تعارف اور رسمی کلمات کے بعد سوال کیا کہ آپ لوگ ہماری اقتداء میں نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ اس وقت اس وفد میں عمر اور رتبے کے لحاظ سے حضرت مجاہدِ ملت بڑے تھے اس لیے انہوں نے گفتگو شروع کی اور فرمایا کہ پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ (امام) کی داڑھی سنت کے مطابق نہیں ہے۔ تو امام نے جواباً کہا کہ کیا آپ نے مجھے داڑھی ترشواتے دیکھا ہے؟ اگر دیکھا ہے تو گواہ پیش کرو۔ مجاہدِ ملت نے فرمایا کہ کوئی اور گواہ تو میرے پاس نہیں ہے البتہ آپ کی داڑھی خود گواہ ہے۔۔۔ امام صاحب نے جواباً کہا کہ آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے، میں داڑھی کٹواتا نہیں ہوں بلکہ قدرتی طور پر میری داڑھی ایسی ہے اور مجاہدِ ملت سے کہا کہ دوسری وجہ بیان کریں۔ مجاہدِ ملت نے فرمایا کہ آپ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھاتے ہیں اور ہمارے بہت سے اکابر اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں۔ امام صاحب نے جواباً کہا کہ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ مسئلہ مکبر الصوت میں علماء کا اختلاف ہے مگر اس اختلاف سے بچنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ آپ پہلی صف میں امام کے اتنے قریب کھڑے ہوں کہ امام کی آواز بغیر مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کے آپ تک پہنچ رہی ہو۔ مجاہد ملت نے فرمایا کہ اتنے بڑے اجتماع میں ہر نماز میں پہلی صف میں آپ کے قریب کھڑے ہونا اچھی خاصی تکلیف مالایطاق ہے۔۔۔ مجاہدِ ملت اردو میں گفتگو کر رہے تھے اور ایک ہندی شخص عربی میں ترجمہ کر رہا تھا اور ترجمہ کرتے ہوئے خاصی گڑ بڑ کر رہا تھا اور مجاہدِ ملت کے جملوں کا غلط مفہوم بیان کر رہا تھا۔ حضرت شیخ القرآن نے امام صاحب کو مخاطب کر کے عربی میں فرمایا کہ یہ کس قدر زیادتی ہے کہ اتنے اہلِ علم کی موجودی میں یہ مترجم صاحب ترجمہ کرتے ہوئے واضح طور پر گڑ بڑ کر رہے ہیں۔۔۔۔ امام صاحب نے حضرت شیخ القرآن سے فصیح عربی میں جب یہ بات سنی تو انہوں نے کہا کہ آپ مجھ سے بلاواسطہ (یعنی مترجم کے بغیر) بات کریں۔۔۔ حضرت شیخ القرآن نے فرمایا کہ ایہا الشیخ! انا رجل

عجمي كيف اتكلم مع جنابك في اللغة العربية، وانت رجل عالم مولدا، ومسكنا عربي ------ (اے شیخ! میں عجمی شخص ہوں میں آپ کے ساتھ کس طرح عربی میں بات کروں جب کہ آپ عالم ہونے کے علاوہ مولداً و مسکناً عربی ہیں)۔ اس پر امام صاحب نے کہا کہ آپ بلا تکلف جس طرح چاہیں کلام کریں، یہ اس صورت سے بہتر ہے کہ درمیان میں مترجم ہو اور میں بلاواسطہ متکلم، کلام سمجھ نہ سکوں ----- حضرت شیخ القرآن نے فصیح عربی میں روانی کے ساتھ گفتگو آگے بڑھائی تو امام صاحب اور ان کے رفقاء سامعین و ناظرین متحیر تھے کہ ایک عجمی کیسی روانی سے عمدہ عربی میں ان سے مخاطب تھا۔ (حضرت شیخ القرآن کی عمر شریف اس وقت ۳۵ برس تھی۔) حضرت شیخ القرآن نے فرمایا کہ حضرت مجاہد ملت نے عدم اقتداء کی جو وجوہ بیان کی ہیں وہ آپ سن چکے ہیں مگر میں بات کو مختصر کرتے ہوئے اصل حقیقت واشگاف کرتا ہوں کہ آپ لوگوں (وہابیہ نجدیہ) کے رد میں جو کتب عربی اور اردو میں لکھی گئی ہیں مثلاً سید احمد دحلان مکی کی الدرر السنیہ اور حسین احمد ٹانڈوی کی الشہاب الثاقب وغیرہ ان میں درج ہے کہ آپ کے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بعض خاص رفقاء جب اس مسئلے کو لکھتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے (معاذ اللہ) تو اس پر تمثیلاً یہ کہتے تھے ان عصای ہذہ خیر من محمد فانہ قدمات الخ بے شک میری یہ لاٹھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ہے اس لیے کہ رسول اللہ وفات پا گئے ہیں اور اب ان سے کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور میں اپنی لاٹھی سے سانپ وغیرہ مارنے کا اور دوسرے کئی کام لے سکتا ہوں..... (اشرفعلی تھانوی صاحب نے بھی اپنی تحریروں میں وہابیہ نجدیہ کے حوالے سے یہ جملے نقل کیے ہیں) (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ----- اس پر امام صاحب نے کہا احمد دحلان مکی ترکوں کا ایجنٹ تھا اس نے ہمیں بدنام کرنے اور ترکوں کو خوش کرنے کے لیے ہم پر بہت سے بے بنیاد الزام لگائے ہیں، رہے حسین احمد صاحب صدر دیوبند، انہوں نے جس وقت الشہاب الثاقب لکھی تھی، خود وہ بھی ترکی حکومت کے حامی و معاون تھے بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور اب وہ ہمارے مخلص دوستوں میں سے ہیں، چناں چہ امسال بھی یہاں آئے ہوئے ہیں اور کئی مرتبہ مجھ سے ملاقات ہوئی ہے ---- حضرت شیخ القرآن نے جواباً

فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں کہ احمد دحلان مکی نے آپ پر بے بنیاد الزام لگائے ہیں، آپ کی اِس بات کی تصدیق کے لیے ضروری ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کی کتابُ التوحید دیکھی جائے، آپ کے ذخیرۂ کُتب میں کتابُ التوحید کا قدیم غیر محرّف نسخہ ضرور ہو گا، آپ مہربانی کر کے وہ دِکھائیں اس میں بڑی وسعت کے ساتھ یہ مضمون ہو گا کہ انبیاء و اولیاء کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور اِسی طرح کی بہت سی شدید باتیں اس میں ہیں، آپ کے پاس وہ کتاب ضرور ہو گی، وہ لائیے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ یہ الزام ہے یا حقیقت!۔۔۔۔ حضرت شیخ القرآن کی بات سن کر امام صاحب مجلس سے اٹھے اور اپنے کتب خانہ کی الماریوں میں دیر تک جھانکتے رہے اور خاصی دیر لگانے کے باوجود خالی ہاتھ واپس آئے اور فرمایا کہ میں نے بہت تلاش کیا ہے، مجھے کتابُ التوحید کا کوئی نسخہ نہیں مل سکا۔ امام صاحب کا یہ فرمانا بلاشبہ راہِ فرار اختیار کرنے کا انداز تھا۔ حضرت شیخ القرآن نے فرمایا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قاضیِ بلد اور امام الحرم کا منصب رکھنے والے کے پاس اس کے مذہب و مسلک کی بنیادی اہم ترین کتاب نہ ہو۔۔۔۔ امام صاحب نے رات گیارہ بجے سے گفتگو شروع کی تھی اور رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا، وہ لاجواب ہو چکے تھے اس لیے انہوں نے تحکمانہ لہجے میں کہا کہ میں قاضیِ بلد ہونے کی حیثیت میں تمہیں حکم دیتا ہوں مسجد میں ہمارے ساتھ باجماعت نماز ادا کرو، ورنہ اپنے معلّم کے ڈیرے پر اپنی جماعت کرواؤ، یہاں مسجد میں اگر الگ جماعت کرواؤ گے تو تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔۔۔ وفد کے ارکان نے اس بات کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص نظرِ رحمت سمجھا کہ قاضیِ بلد نے یہ حکم اس وقت دیا جب کہ یہ لوگ رختِ سفر باندھ چکے تھے اور مکہ مکرمہ روانہ ہونے کے لیے تیار تھے اور یوں انہیں وہابیہ کی اقتداء پر مجبور نہ کیا جا سکا۔۔۔۔ حضرت شیخ القرآن نے بتایا کہ (غالباً) ۱۹۷۹ء میں ایک مرتبہ حاضری کے موقع پر مدینہ منورہ میں مقیم ایک عالمِ دین سے طے ہوا کہ ان کے ساتھ قاضیِ بلد اور حرمِ نبوی کے خطیب و امام شیخ عبدالعزیز صالح سے ملاقات کی جائے اور اس بات کا مزید اطمینان کیا جائے کہ ہم لوگ ان کی اقتداء نہیں کرتے تو ہمارا یہ فعل واقعی صحیح ہے یا نہیں؟ پھر خیال آیا کہ مقامی عالمِ دین کو ملاقات میں شریک نہ کیا جائے تاکہ قاضیِ بلد انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائے، چناں چہ حضرت شیخ القرآن نے تنہا ہی ملاقات کا ارادہ کیا اور بابِ جبریل سے باہر نکلتے

ہوئے قاضی صاحب کو کہا کہ آپ سے کچھ ضروری مسائل پر بات کرنی ہے' اگر کچھ وقت دیں تو بات ہو جائے۔ قاضی صاحب اسی وقت اپنے دفتر میں گفتگو کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت شیخ القرآن نے خیال کیا کہ ابتداء ہی میں سوال اور اعتراض کروں گا تو شاید قاضی صاحب بات آگے نہ بڑھنے دیں' اس لیے بات کی ابتداء یوں کی کہ قاضی صاحب مجھے اپنا مخالف نہ سمجھیں۔ چناں چہ حضرت نے کہا کہ آپ پاکستان کہ دورہ کر کے آئے ہیں لیکن وہاں آپ کا رابطہ ایک چھوٹے سے گروہ سے رہا اس لیے بھی ہم لوگ آپ کے پروگراموں میں شامل نہیں ہوئے' آپ ہم سے رابطہ کرتے تو آپ کو اندازہ ہوتا کہ ہم وہاں کی اکثریتی آبادی ہیں اور ہم ہی آپ کا صحیح استقبال کرتے اور ہم تو وہ لوگ ہیں جو شہرِ مدینہ کے کُتوں کے پاؤں چومنا بھی بڑی بات سمجھتے ہیں--- قاضی صاحب اس بات پر خوش ہو گئے۔ حضرت نے بات آگے بڑھائی اور فرمایا کہ شاید آپ کو یاد ہوگا کہ ۱۹۵۶ء میں آپ سے گفتگو ہوئی تھی (اور گفتگو کا خلاصہ سنایا) لیکن قاضی صاحب نے یہی ظاہر کیا کہ انہیں یاد نہیں۔ حضرت نے کہا کہ پہلا سوال آپ سے یہ ہے کہ ۱۹۵۶ء سے اب تک میں جتنی مرتبہ حَرَمَین کی زیارت و حاضری کے لیے آیا ہوں' خود بھی یہی دیکھا کہ اور یہاں مقیم لوگوں سے بھی یہی سنا کہ آپ نماز پڑھانے جب بھی اپنے حجرے سے محراب تک جاتے اور آتے ہیں آپ مواجَہ شریف میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کا ہدیہ پیش نہیں کرتے' کبھی ایک مرتبہ بھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے مواجَہ شریف کی طرف رُخ کیا ہو یا وہاں چند لمحے توقف کیا ہو اور سلام پڑھا ہو۔ قاضی صاحب نے تیکھے لہجے میں کہا جس طرح تم پاکستانی اور ہندی لوگ ہر نماز کے بعد یا ہر مرتبہ مسجد میں آنے پر مواجَہ شریف میں سلام پڑھتے ہو اس طرح ہر نماز کے بعد یا ہر مرتبہ آنے پر سلام پڑھنا ہمارے نزدیک صریح بدعت ہے اور یہ بدعت تم لوگوں نے جاری کی ہے۔ قاضی صاحب لہجے کو تلخ کر کے بہت کچھ نامناسب بھی کہتے رہے--- پھر کہنے لگے کہ عبداللہ بن عمر سفر سے واپس آئے تو انہوں نے مواجَہ شریف میں آکر صرف اتنا کہا' اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا رَسُولَ اللّٰہ اور پھر دونوں صحابہ کو بھی مختصر سلام کیا اور چلے گئے' اس لیے جو کوئی سفر سے آئے وہ ابنِ عمر کی طرح کرے..... حضرت نے کہا کہ قاضی صاحب آپ اس طرح مختصر سلام بھی کبھی پڑھ لیا کریں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ میں اِس طرح کروں گا تو تم

لوگ حجت بنالو گے۔ حضرت نے فرمایا کہ حضرت ابنِ عمر نے تو اس طرح کیا اور آپ خود اس کا بیان کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب کہنے لگے کہ یہ صحابہ کا طریقہ نہیں تھا' یہ طریقہ تم لوگوں نے بنایا ہے۔

حضرت نے قاضی صاحب کے فکر و عمل کو مزید جاننے کے لئے دوسرا سوال کیا کہ آپ لوگوں کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ شفاعت کے منکر ہیں' کیا واقعی ایسا ہے؟ قاضی صاحب نے کہا کہ یہ ہماری طرف غلط نسبت کردی گئی ہے' ہماری بات کو لوگ شاید نہیں سمجھتے ہیں جب کہ ہمارا موقف یہ ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ قیامت کے دن رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شفاعت کریں گے لیکن لوگوں کا رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ کہنا' "اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ یَا رَسُولَ اللہ" یہ حرام ہے کیوں کہ غیرُ اللہ سے سوال کرنا' جائز نہیں۔ اللہ سے کہنا چاہیے کہ وہ رسول اللہ کو ہمارا شفیع بنا دے' خود رسولُ اللہ سے شفاعت کا سوال کرنا شرک ہے۔ حضرت نے اس کے جواب میں جب دلائل بیان کرنے چاہے تو قاضی صاحب نے کھلم کُھلا کہا کہ وہ اپنے موقِف کے خلاف کچھ سننا نہیں چاہتے۔ حضرت نے تسلی کرلی کہ ان لوگوں کی اقتداء نہ کرنے میں ہم صحیح ہیں۔ آپ نے قاضی صاحب سے فرمایا کہ ایک آخری سوال کا جواب اور دے دیں' وہ سوال یہ ہے کہ اہلِ سنت و جماعت' ائمۂ اربعہ (امامِ اعظم ابو حنیفہ' امام شافعی' امام مالِک' امام احمد بِن حَنبل) میں سے کسی کی تقلید کرتے ہیں' آپ فرمائیں کہ آپ کس کی تقلید کرتے ہیں؟ قاضی صاحب نے کہا کہ مکمل طور پر تو ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے' البتہ کچھ مسائل میں امام احمد بن حنبل کی ہم پیروی کرتے ہیں' اصل ماخذ ہمارے نزدیک کتاب و سنت ہی ہے۔ حضرت نے فرمایا آپ مہربانی فرما کر مجھے اس ایک حدیث کی شرح سمجھا دیں "نھی عن بیع الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح الا سواء بسواء الخ" اس حدیث کی رُو سے ان چھ چیزوں ہی میں سُود ہے جن کا ذکر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے' یا ان کے علاوہ بھی کسی شے میں سُود ہو سکتا ہے؟ اگر صرف انہی چھ چیزوں میں سُود ہے تو آپ نے دنیائے اسلام کو باقی تمام چیزوں میں سُود کھانے کے لیے کھلی چھُٹی دے دی ہے؟ ائمہ

اربعہ کا فرمان ہے کہ سود کی حُرمت کی کوئی عِلت ہے، جہاں وہ علت پائی جائے، وہاں سود ہوگا اور جہاں وہ علت نہیں ہے، وہاں سود نہیں ہے۔ آپ وہ علت بیان فرمائیں مگر وہ علت، ائمہ اربعہ کی بیان کردہ عِلل میں سے نہ ہو کیوں کہ آپ مُقلّد نہیں ہیں اور علامہ شامی نے آپ لوگوں کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ آپ خود کو حنبلی ظاہر کرتے ہیں، حالاں کہ فی الحقیقۃ ایسا نہیں ہے۔ حضرت کے اس بیان کو سن کر قاضی صاحب مبہوت ہو گئے..... کچھ دیر وہ سر جھکائے خاموش رہے پھر انھوں نے ایک ساتھی عالِم کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس حدیث کی بابت اس شیخ کے سوال کا جواب دو، حضرت نے برجستہ فرمایا کہ قاضی صاحب! ابھی کچھ لمحے پہلے آپ کہہ چکے ہیں کہ غیرُاللہ سے مدد مانگنا حرام و شرک ہے، آپ اپنے ہی بیان کے خلاف کر رہے ہیں۔

قاضی صاحب کوئی جواب نہیں دے پائے، ان کے معاون کے تو قاضی صاحب سے زیادہ ہوش اُڑے ہوئے تھے۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ پہلے یہ بتایئے کہ آپ مجیب ہیں یا سائل؟ وہ خاموش رہا، پھر حضرت نے فرمایا، میں آپ لوگوں کے بارے میں جاننے کے لیے گفتگو کر رہا ہوں اور آپ کا موقف سمجھنا چاہتا ہوں لیکن آپ دونوں تو خاموش ہیں، کسی اور سے مدد لینا چاہیں تو اسے بھی بلالیں، مگر دونوں کچھ بھی نہ کہہ سکے اور کچھ لمحے بعد قاضی صاحب اٹھ کر چلے گئے..... اس سفر میں حضرت نے وطن واپسی سے ایک روز قبل پھر قاضی صاحب کو مسجدِ نبوی شریف سے نکلتے ہوئے راستے میں جالیا اور فرمایا کہ مزید کچھ بات ہو جائے لیکن قاضی صاحب نے گفتگو سے انکار کردیا اور پولیس کے عملے کے ساتھ تیزی سے اپنے دفتر میں داخل ہو گئے۔

تصانیف : سب سے پہلی معروف تصنیف جس کی اس وقت دورۂ تفسیر کے طلباء کے لیے شدید ضرورت تھی، اصولِ تفسیر (عربی) بنام "اشرف التحریر فیمایتعلق باصول التفسیر" عرب و عجم میں مقبول ہوئی اور اس کے حاشیہ پر "الفوز الکبیر" مترجم عربی طبع کرائی گئی۔ احکام القرآن کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا جو تفسیر سورۂ بقرہ تک لکھا گیا، کثرتِ مصروفیات کی وجہ سے یہ سلسلہ آگے نہ چل سکا تاہم چند رسائل و مسائل شائع ہوتے رہے ہیں جن کا پہلا مجموعہ ترتیب دیا جارہا ہے، طباعت اور اشاعت کا بیشتر کام عالمی مبلغِ اسلام علامہ کوکب نورانی زید مجدہٗ سرانجام دے رہے ہیں، علاوہ ازیں بعض مقالات ابھی غیر مرتّب ہیں، اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ان کی

اربعہ کا فرمان ہے کہ سود کی حُرمت کی کوئی عِلّت ہے، جہاں وہ علت پائی جائے، وہاں سود ہوگا اور جہاں وہ علت نہیں ہے، وہاں سود نہیں ہے۔ آپ وہ علت بیان فرمائیں مگر وہ علت، ائمہ اربعہ کی بیان کردہ عِلَل میں سے نہ ہو کیوں کہ آپ مُقلّد نہیں ہیں اور علامہ شامی نے آپ لوگوں کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ آپ خود کو حنبلی ظاہر کرتے ہیں، حالاں کہ فی الحقیقۃ ایسا نہیں ہے۔ حضرت کے اس بیان کو سن کر قاضی صاحب مبہوت ہو گئے..... کچھ دیر وہ سر جھکائے خاموش رہے پھر انھوں نے ایک ساتھی عالِم کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس حدیث کی بابت اس شیخ کے سوال کا جواب دو، حضرت نے برجستہ فرمایا کہ قاضی صاحب! ابھی کچھ لمحے پہلے آپ کہہ چکے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا حرام و شرک ہے، آپ اپنے ہی بیان کے خلاف کر رہے ہیں۔

قاضی صاحب کوئی جواب نہیں دے پائے، ان کے معاون کے تو قاضی صاحب سے زیادہ ہوش اُڑے ہوئے تھے۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ پہلے یہ بتائیے کہ آپ مجیب ہیں یا سائل؟ وہ خاموش رہا، پھر حضرت نے فرمایا، میں آپ لوگوں کے بارے میں جاننے کے لیے گفتگو کر رہا ہوں اور آپ کا موقف سمجھنا چاہتا ہوں لیکن آپ دونوں تو خاموش ہیں، کسی اور سے مدد لینا چاہیں تو اسے بھی بلا لیں، مگر دونوں کچھ بھی نہ کہہ سکے اور کچھ لمحے بعد قاضی صاحب اٹھ کر چلے گئے..... اس سفر میں حضرت نے وطن واپسی سے ایک روز قبل پھر قاضی صاحب کو مسجدِ نبوی شریف سے نکلتے ہوئے راستے میں جا لیا اور فرمایا کہ مزید کچھ بات ہو جائے لیکن قاضی صاحب نے گفتگو سے انکار کر دیا اور پولیس کے عملے کے ساتھ تیزی سے اپنے دفتر میں داخل ہو گئے۔

**تصانیف:** سب سے پہلی معروف تصنیف جس کی اس وقت دورۂ تفسیر کے طلباء کے لیے شدید ضرورت تھی، اصولِ تفسیر (عربی) بنام "اشرف التحریر فیما یتعلق باصول التفسیر" عرب و عجم میں مقبول ہوئی اور اس کے حاشیہ پر "الفوز الکبیر" مترجم عربی طبع کرائی گئی۔ احکام القرآن کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا جو تفسیر سورۂ بقرۃ تک لکھا گیا، کثرتِ مصروفیات کی وجہ سے یہ سلسلہ آگے نہ چل سکا تاہم چند رسائل و مسائل شائع ہوتے رہے ہیں جن کا پہلا مجموعہ ترتیب دیا جا رہا ہے، طباعت اور اشاعت کا بیشتر کام عالمی مبلغِ اسلام علامہ کوکب نورانی زید مجدہٗ سرانجام دے رہے ہیں، علاوہ ازیں بعض مقالات ابھی غیر مرتّب ہیں، اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ان کی

بھی اشاعت کی جائے گی۔ دار العلوم کی طرف سے مختلف اوقات میں ہزاروں پمفلٹ اور رسالے شائع ہوتے رہتے ہیں' علامہ ابو الاحسان نے اپنے مخصوص انداز میں دار العلوم اشرف المدارس (اوکاڑا) کی تاریخ بھی لکھی ہے جس کا نام "سمنان کا چاند" ہے۔ مصطفیٰ آباد (رائے ونڈ) میں میلادِ مصطفیٰ کانفرنس میں جو صدارتی خطبہ حضرت شیخ القرآن نے پڑھا اسے لاکھوں آدمیوں نے سنا اور نہایت پسند کیا اور بہت متاثر ہوئے۔

**روحانی تعلق :** حضرت شیخ القرآن طلبِ علم کے ابتدائی زمانہ تقریباً ۱۹۳۶ء ہی میں جامع شریعت و طریقت حضرت علامہ مولانا مفتی ابوالبرکات سید احمد صاحب اَلوَری علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر (جالندھر ریلوے اسٹیشن پر) سلسلہ عالیہ قادِریہ نقشبندیہ' قادِریہ رضویہ اور قادِریہ اشرفیہ میں شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے (حضرت سید صاحب قبلہ اپنے مدرسہ کی شاخ جالندھر میں ہونے کی وجہ سے ہر سال وہاں تشریف لاتے اور عموماً دیگر علماء و مشائخ کے علاوہ امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدّث علی پوری بھی تشریف لاتے اور فریضۂ صدارت سر انجام دیتے) بعد ازاں حضرت شیخ القرآن کو سیدنا پیر طاہر علاؤ الدین صاحب گیلانی بغدادی نے نظام الدین خیمے والے کے گھر میں سندِ خلافت اور خرقہ عطا فرمایا اور سلسلہ قادِریہ کے اعمال و مشائخ کی خصوصی اور عمومی اجازت دی' قبلہ حضرت شیخ القرآن نے وہ تبرکات اندورن دہلی دروازہ میں سید صاحب قبلہ کی گود میں لاکر رکھ دیئے' حضرت سید صاحب قبلہ نے نہایت مسرت اور محبت سے ان تبرکات کو اٹھا کر اپنی آنکھوں اور سر پر رکھا اور پھر حضرت شیخ القرآن کو اپنے دستِ مبارک سے عطا فرمایا اور ساتھ ہی بہت مبارک باد دی۔ شیخ العرب والعجم قطب مدینہ حضرت مولانا الشیخ ضیاء الدین احمد القادری مدنی نے مدینہ منورہ میں حضرت شیخ القرآن کو قادری سلسلۃ الذّہب اور دیگر تمام سلاسلِ طریقت کی اجازت و خلافت عطا کی۔ جس سال حضرت شیخ القرآن میلادِ مصطفیٰ کانفرنس برطانیا کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں سے حضرت شیخ القرآن واپسی پر قاہرہ گئے (اور وہاں کی زیارات سے فارغ ہو کر حرمین شریفین حاضری دی۔) قاہرہ میں حضرت محترم الشیخ سید حسین قادری شاذلی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے سلسلہ شاذلیہ کی خصوصی اجازت عطا کی اور حضرت شیخ القرآن سے اجازات چاہیں تو حضرت شیخ القرآن

نے اپنے سلاسل کی ان کو اجازت دی اور ایسا ہی دمشق (شام) میں ہوا، ڈاکٹر محمد سعید بوطی کے والد شام کے شیخ اعظم ملا محمد رمضان بوطی کُردی خالدی نقشبندی سے بالخصوص سلسلہ خالدیہ کی اجازت حاصل کی اور ان کی طلب پر اپنے سلاسل کی اجازت ان کو دی۔ عراق میں دوسری مرتبہ جب جانا ہوا تو عراق کی زیارات کے لیے تفصیلی دورہ کیا اور اسی دوران عراق کے مشہور شیخ علی قادری سے کرکوک میں ملاقات ہوئی، تقریباً دو دن وہاں قیام بھی ہوا اور وہاں کے دستور کے مطابق حلقہ ذِکر بھی ہوا (جس کی ریکارڈنگ بھی آڈیو کیسٹ میں محفوظ ہے) شیخ موصوف نے تقریباً چار صفحوں میں طویل خلافت نامہ واجازت نامہ برائے اعمالِ قادریہ بدست خود تحریر فرما کر مع خرقہ و شجرہ وکُلاہِ قادری عطا فرمایا۔

(اللہ تعالیٰ ان حضرات سے تادمِ حیات فیض یاب ہونے کی توفیق دے اور آئندہ مستفیضین قیامت تک ان مشائخ اور ان کے سلاسل سے استفادہ کرتے رہیں)

**دورۂ تفسیر سے فارغ ہونے والے چند مشہور علماء کے اسمائے گرامی :** پیرِ طریقت حضرت صاحبزادہ سید محمد عبدالخالق شاہ صاحب چشتی صابری قادری چک نمبر ۳۶۷ E.B تحصیل بورے والا، فاضلِ جلیل عالمِ نبیل حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب آف بورے والا، علامہ مولانا محمد اسحٰق صدیقی آف بھائی پھیرو۔ حامیِ سنت کا سرِ روس اہلِ بدعت خطیبِ اہلِ سنت مولانا محمد رمضان خاکی اشرفی لاہور، مجددِ مسلکِ اہلِ سنت، خطیبِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اکاڑوی، استاذ العلماء محققِ دوراں علامہ مولانا غلام فرید ہزاروی گوجراں والا، جامع معقول و منقول علامہ مولانا محمد شریف ہزاروی گوجراں والا، زینت دارالافتاء المدرس القدیم علامہ محمد بشیر اشرفی (مرحوم) نائب مفتی اشرف المدارس اوکاڑا، الحاج میجر احمد خاں بھٹی مرحوم، کراچی، پروفیسر محمد حسن قادری مرحوم، کراچی، حضرت مولانا محمد عبدالسبحان قادری، مولانا محمد عبدالعلیم قادری، عالمی مبلغِ اسلام علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، فخر الاساتذہ علامہ حافظ غلام یاسین اشرفی نائب مدرس اشرف المدراس اوکاڑا وغیرہ۔ (سیکڑوں علمائے کرام میں سے چند مشہور ہستیوں کے نام یہاں تحریر کیے گئے ہیں۔ تمام تلامذہ کے پتے اور دیگر تفاصیل دارالعلوم اشرف المدارس کے ریکارڈ میں اہتمام کے ساتھ محفوظ کیے جا رہے ہیں، اس تحریر

کے حوالے سے میری گزارش ہے کہ حضرت شیخ القرآن کے تمام تلامذہ ہم سے تعاون فرمائیں۔ مرتّب)

**دورۂ حدیث :** قبلہ حضرت صاحب دورۂ حدیث ایک خاص محدّثانہ انداز میں پڑھاتے رہے ہیں۔ الفاظ مشکلہ کی شرح، تخریجِ احادیث، مسائلِ مستنبطہ، تطبیقِ احادیث بقدر ضرورت اسمائے رجال کی بحث اور تمام مکاتبِ فکر سے دلائل کے ساتھ مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت کی حقانیت کا بیان اور مسائلِ فروعی میں تمام ائمہ دین کا اسم شریف نہایت ادب و احترام سے لینا اور ان کے اختیار کردہ دلائل کا کتاب و سنت اور اصولِ شرعی کے مطابق جواب دے کر حنفی مذہب کی ترجیح کرنا ان کی تدریسی خصوصیات ہیں۔ یوں حضرت شیخ القرآن کے فیض یافتہ تلامذہ فہم حدیث میں خاصی مہارت و ملکہ کے حامل ہوتے ہیں۔

**دورۂ حدیث کے چند مشہور تلامذہ :** حضرت علامہ مولانا محمد رمضان خاکی، لاہور۔ (یہ جماعت اول کے خوش نصیب فاضل ہیں جو ابھی تک بفضلہ تعالیٰ بقیدِ حیات ہیں اور ٹاؤن شپ میں اسلام اور سنّیت کے ڈنکے بجا رہے ہیں) انہی کے رفقاء سے خطیبِ اعظم پاکستان حضرت علامہ حافظ محمد شفیع اوکاڑوی (مرحوم و مغفور)، پیرِ طریقت مولانا محمد اسحٰق صاحب القادری (مرحوم) اوکاڑا، مولانا حکیم عبدالحمید عرف چراغدین (مرحوم) اوکاڑا، علامہ حافظ عبدالرحمٰن تلہ گنگ (خطیبِ اعلیٰ عساکرِ پاکستان)، حضرت علامہ مولانا سید نصیر اللہ شاہ سیالکوٹ، مولانا عطاء الرحمٰن حامی اوکاڑا، مولانا حافظ احمد بخش ناصر اوکاڑا، مدرس کہنہ مشق مولانا محمد اسلم چوہدری چیچہ وطنی، مولانا مفتی ظفر احمد صاحب چشتی اوکاڑا، مولانا محمد خضر اللہ دیپالپور، مولانا حافظ فیض رسول رضوی کہروڑپکا، فخرالقراء قاری محمد جہانگیر ثاقب ساہوکا (بورے والا)، علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کراچی، علامہ مولانا حافظ شاہ محمد صاحب شائق خطیب جامع مسجد شیخ راشد منڈی یزمان، مولانا حافظ محمد سلیم حاصل پور، مولانا نذر محمد صاحب گوجراں والا فخرالاساتذہ الاستاذ الشہیر حافظ محمد اشرف جلالی کامونکی وغیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صدقے حضرت

شیخ القرآن کی عمر اور صحت میں برکت فرمائے اور خلقِ خدا ان سے نفع کثیر پائے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

**از قلم و منجانب : خادمِ اہل سنت سید محمد محمود الحق شاہ غفرلہٗ معاون مفتی شعبہ دار الا**

جامعہ حنفیہ دار العلوم اشرف المدارس وخطیب مدینہ مسجد چراغ سندھو کالونی' اوکاڑا (پاکستان

# انتساب

- مفتیِ اعظم پاکستان، امام المحدثین، سیدی و سندی و کنزی و ذخری لیومی و غدی حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد قادری اشرفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، بانی و شیخ الحدیث دار العلوم انجمن مرکزی حزب الاحناف، لاہور
- حضرت نقیب الاشراف، فخر المشائخ، سیدنا پیر طاہر علاؤالدین جیلانی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ
- قطب مدینہ، شیخ المشائخ، حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی، مجاز سلاسلِ کثیرہ و خلیفہ اعظم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ
- شیخ تربیت و علمِ کلام، صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ
- جامع معقول و منقول، محققِ زمان، استادِ دوراں، سیدی و استاذی علامہ مولانا محمد عبد الجلیل ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ
- مجددِ مسلکِ اہلِ سنت، خطیبِ اعظم، صاحب التقریر و التحریر، حضرت علامہ مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ، جن کی دینی خدمات سے نہ صرف دار العلوم اشرف المدارس کو بلکہ شہر اوکاڑا کو عالمِ اسلام میں شہرتِ دوام ملی۔

اور

ان اکابر علمائے اہل سنت کے نام، جن کا، مؤلف اگرچہ تلمیذ اور شاگرد نہیں تاہم ان کے علم و فضل اور ہم عصر ہونے کی وجہ سے حسبِ ضرورت مسائلِ دینیہ میں ان سے بالمشافہ دینی اور بالخصوص مسلکی فیضان حاصل ہوتا رہا۔

- غزالیِ دوراں، امام الوقت، حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ (ملتان شریف)
- محدثِ اعظم پاکستان، محی السنۃ مناظر اسلام، قامع البدعہ، حضرت مولانا محمد سردار احمد حامدی رضوی رحمتہ اللہ علیہ (لائل پور۔ فیصل آباد)
- حکیم الامت، مفسر قرآن، شارح المشکوٰۃ، مصنف تصانیفِ کثیرہ، حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی بدایونی رحمتہ اللہ علیہ (گجرات)
- محدثِ اعظم ہند، صدر و داعیِ اعظم آل انڈیا سُنّی کانفرنس، حضرت سید محمد اشرفی کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ (کچھوچھا شریف)

خادم العلماء والمشائخ
فقیر قادری ابو الفضل غلام علی اوکاڑوی غفرلہٗ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

# الاہداء

یہ فقیر حقیر ہیچ مدان، علمائے حق اہل سنت و جماعت کا ایک ادنیٰ ترین خادم، اپنی اس ناقابل ذکر محنت اور کاوش (جو کہ اپنے دین ومذہب اور مسلک ومشرب کے ماننے والوں کے لیے تحریر کی گئی ہے) کا ہدیہ، حضور پر نور، رحمت عالم، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ان غلاموں کی خدمت میں پیش کرتا ہے جو اس سے استفادہ کریں۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم

خادم الاسلام والمسلمین فقیر قادری گدائے اشرفی، خاک پائے رضوی
ابوالفضل غلام علی الاوکاڑوی غفرلہ ولابائہ ولمشائخہ

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ ☆ صَلّٰی عَلَیهِ وَسَلَّمَا
نَحنُ عِبادُ مُحَمَّدٍ ☆ صَلّٰی عَلَیهِ وَسَلَّمَا

# پیش لفظ

یہ فقیر حقیر، ادیب ہے نہ صحافی، تاہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادِ گرامی "الدین النصیحۃ" پر عمل کرتے ہوئے کچھ اہم رسائل و مسائل کا یہ مجموعہ، قارئین و ناظرین کے پیش خدمت ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ یہ نافع و مفید رہے اور شرفِ قبول پائے۔ استفادہ میں آسانی کے لیے ان تحریرات کا مختصر تعارف سپردِ قلم ہے۔

☆ البرکات فی الاخلاق والشمائل لسید الکائنات : اس رسالے میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خصائل و عادات بروایاتِ صحیحہ درج ہیں۔

☆ احکامِ خمر : یہ رسالہ اس وقت لکھا گیا تھا جب کہ قومی اسمبلی پاکستان میں (مسٹر بھٹو کے دورِ حکومت میں) شراب کا مسئلہ پیش ہوا تھا، اس رسالے میں کتاب و سنت اور فقہ حنفی کے مطابق اس مسئلے کو مختصر مگر جامع طور پر تحریر کیا گیا ہے، یہ رسالہ ارکانِ اسمبلی میں تقسیم کیا گیا تھا، اب جدید طباعت میں مزید اور مفید اضافے بھی شامل ہیں۔

☆ التنویر لدفع ظلام التحذیر : اس رسالے میں اولاً سُنّی اور دیوبندی کتب سے متفقہ اصولِ تکفیر بیان کیے گئے ہیں، بعد ازاں مسئلہ ختمِ نبوت دلائلِ شرعیہ سے بیان کیا گیا ہے اور بانیِ مدرسہ دیوبند کے رسالہ تحذیر النّاس کی حمایت و موافقت میں جن دیوبندی اکابر نے بزعمِ خویش جوابات لکھے ہیں اور فتاویٰ حسامُ الحرمین پر اعتراض کیے ہیں ان تمام کا سنجیدگی کے ساتھ علمی اور تحقیقی رَد کیا گیا ہے۔

☆ معجزہ ردِ شمس (کشف اللبس عن حدیث ردِ شمس) : اس رسالے میں ابن تیمیّہ اور اس کے اَتباع کا بشمول جناب ابو الاعلیٰ مودودی مدلل رَدِ بلیغ کیا گیا ہے اور مشکل الآثار طحاوی کی اس سند کے تمام اسمائے رجال پر علیحدہ علیحدہ گفتگو کی گئی ہے، جن پر مخالف اعتراض کرتے ہیں۔

☆ عقائدِ اسلام : اس رسالہ میں اہلِ سنت و جماعت کے مطابق مختصر طور پر اسلامی عقائدِ حقہ کو بیان کیا گیا ہے اور ان قدیم عقائد کا بیان قدرے جدید انداز میں ہے، مزید برآں اس رسالہ میں طلباء اور اہلِ علم کے لیے بعض ضروری اصطلاحات کا اضافہ بھی شامل ہے۔

☆ مسائلِ طلاق (اشرف الابحاث فی الطلاق الثلاث) : اس رسالے میں بالخصوص ابنِ تیمیہ، ابنِ قیم اور دیگر وہابیہ کے بزعم خویش ناقابل جواب اعتراضات کا جواب کتاب و سنت سے پیش کیا گیا ہے، کسی بدمذہب کو اس رسالہ کا جواب لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی، بفضلہ تعالیٰ یہ تحریر اپنے موضوع پر لاجواب ہے۔ اس رسالہ میں کچھ ضروری مسائل بھی مذکور ہیں، اسی باعث اسے "مسائلِ طلاق" کا عنوان دیا گیا ہے۔

☆ فقہ، اجتہاد، رائے اور امامِ اعظم ابو حنیفہ : یہ مقالہ "امامِ اعظم کانفرنس" کراچی میں پڑھا گیا تھا اور پہلی مرتبہ اس مجموعے میں طبع ہوا ہے۔

☆ مسیح موعود اور مسیح کذاب : یہ مقالہ "تاج دارِ ختمِ نبوت کانفرنس" چنیوٹ میں پڑھا گیا تھا اور اپنے موضوع کی اہمیت کے حوالے سے اس مجموعے میں شامل کیا گیا ہے۔

☆ حیاتِ انبیاء و شہدا : یہ مضمون ریڈیو پاکستان کے پروگرام "حی علی الفلاح" میں حیات النبی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے خلاف، پروڈیوسر سرفراز قریشی کی ہرزہ سرائی کے جواب میں قلم بند کیا گیا تھا۔

☆ نبوت کی ذاتی اور عرضی تقسیم باطل ہے : یہ مختصر مقالہ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، دیوبندی علماء کے رد میں تحریر کیا گیا ہے۔

☆ تلخیص المسائل : کچھ اہم مسائل کے بارے میں یہ مختصر تحریر اس مجموعے کے آخر میں شامل کی گئی ہے۔

یہ مجموعہ اوکاڑا شہر میں وسائل کی کم یابی کے باوجود مدوّن کرنے میں فاضلِ نوجواں حضرت

مولانا مفتی بشیر احمد اشرفی، نائب مفتی دار العلوم اشرف المدارس، اوکاڑا، نے بڑی کاوش کی۔ ابھی کچھ کام باقی تھا کہ مفتی بشیر احمد صاحب وفات پا گئے۔ اللہ کریم ان کی مغفرت فرمائے۔ مفتی صاحب کے رحلت فرما جانے سے یہ فقیر اپنے ایک مخلص معاون اور اہلِ سنت و جماعت اپنے ایک فاضل عالِم سے محروم ہو گئے۔ باقی ماندہ کام عزیز محترم جناب مولانا سید محمد محمود الحق شاہ نے مکمل کیا۔ عالمی مبلغِ اسلام، صاحب التقریر و التحریر علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے عدیم الفرصت ہونے کے باوجود طباعت و اشاعت کا کام اپنے ذمہ لیا۔ ان مخلصین و محبین کے لیے استقامت علی الحق اور خیر و برکت کی دعا کرتا ہوں۔

## الاعتذار

اہلِ علم کا یہ ادنیٰ ترین کفش بردار خادم العلم الشریف، اہلِ علم و دانش حضرات کی خدمت عرض گزار ہے کہ کچھ تو اپنی طوالتِ علالت کی وجہ سے اور بعض مصروفیات کی وجہ سے تصحیح اور پروف ریڈنگ کا کام خود نہیں کر سکا، اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس مطبوع میں بعض لفظی یا معنوی اغلاط سرزد ہو گئی ہوں۔ ناظرین و قارئین سے عرض ہے کہ اگر ان کو کوئی لفظی یا معنوی غلطی طباعت میں نظر آئے تو مؤلف یا ناشر کو مطلع فرمائیں، آئندہ ایڈیشن میں بصد شکریہ اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔

المؤلف

فقیر ابو الفضل غلام علی اوکاڑوی اشرفی رضوی برکاتی

جامعہ حنفیہ دار العلوم اشرف المدارس،

ملتان روڈ، اوکاڑا۔ (پاکستان)

# البرکات

## فی اخلاق والشمائل

## لسید الکائنات

سن طباعت ------ ربیع الاول ۱۴۰۸ ہجری / ۱۹۸۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پیش لفظ

برادران اسلام :- آجکل تمام عالم اسلام جس دور انحطاط کا شکار ہے اور گوناگوں مصائب و آلام اور رسوائیوں سے دوچار ہے وہ کوئی محتاج بیان نہیں بلاشبہ اس کا سبب قرآن حکیم کی ابدی تعلیمات سے روگردانی اور کتاب اللہ کی زندہ جاوید تفسیر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و فرمانبرداری میں کوتاہی کے سوا اور کچھ بھی نہیں ان پستیوں سے نکلنے کے لیے جب تک ہم خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو اپنا کر اس پر عمل پیرا نہیں ہوں گے اس وقت تک کسی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے ہماری عظمت رفتہ اسی وقت واپس آسکتی ہے جبکہ ہم صحیح معنوں میں اُسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریں بقول سعدی علیہ الرحمہ

خلاف پیمبر کسے راہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
میندار سعدی کہ راہ صفا ۔۔۔ تواں رفت جز بر پئے مصطفے

حضرت الشاہ عبدالحق محدث دہلوی نے امت مسلمہ کو یہی درس دیا

ہر کہ عشق مصطفے سامان اوست ۔۔۔ بحر و بر در گوشہ دامان اوست

(شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے بھی یہی پیغام دیا)

در دل مسلم مقام مصطفے است ۔۔۔ آبروئے ما ز نام مصطفے است

لہذا اس سال ماہ ربیع الاول شریف ۱۴۰۸ھ (جو کہ زمان سعادت نشان ولادت سید الانس والجان کا مبارک مہینہ ہے) کے موقع پر شعبہ نشر و اشاعت دارالعلوم اشرف المدارس محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل کے چند ضروری ابواب پر مشتمل یہ رسالہ شائع کر رہا ہے تاکہ مسلمان اسے مشعل راہ بنا کر اپنی صحیح منزل مقصود تک پہنچ سکیں

طالب دعا:- صاحبزادہ محمد فضل الرحمن
ایم اے

# اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم - امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم = (اور بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں) حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق و محاسن افعال کی تکمیل و تتمیم کے لیے مبعوث فرمایا۔ (خزائن العرفان)

محترم حضرات :- افراد انسان میں سے انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کو مکارم اخلاق کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ انکا کام تبلیغ و تزکیہ ہے اسی واسطے بعنایت الٰہی انہیں اول خلقت سے ہی فطری طور پر محاسن اخلاق حاصل تھے جن کا ظہور حسب موقع انکی عمر شریف میں ہوتا رہا دیگر فضائل کی طرح اس کمال میں بھی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس کا یہ حصہ دیگر انبیائے کرام اور مصلحین عالم سے علانیہ ممتاز نظر آتا ہے آپ اپنی تعلیم کا نمونہ تھے انسانوں کے مجمع عام میں جو کچھ کہتے تھے گھر کے خلوت کدوں میں اسی طرح نظر آتے ہیں اخلاق و عمل کا جو نکتہ آپ نے دوسروں کو سکھایا خود اس کا عمل پیکر بن کر دکھایا اپنی بیوی سے بڑھ کر انسان کے اخلاق و عمل کا اور کون رازدان ہو سکتا ہے چنانچہ جب حضرت سعد بن ہشام وغیرہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی کہ آپ حضور کے اخلاق بیان کیجیے تو حضرت صدیقہ نے فرمایا کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ حضرت سعد نے جواب دیا ہاں پڑھتا ہوں تو حضرت ام المومنین نے فرمایا فان خُلق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القران (مسلم) یعنی آپ کا اخلاق قرآن تھا ارشاد صدیقہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر محامد و اخلاق مذکور ہیں وہ سب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے کتب سابقہ الہامیہ میں جو آداب و فضائل و اوصاف حمیدہ مذکورہ تھے قرآن مجید ان سب کا جامع ہے غرضیکہ دیگر کمالات کی طرح محاسن اخلاق میں بھی آپ کا مرتبہ دیگر انبیائے کرام سے بڑھا ہوا ہے

چنانچہ رب تبارک و تعالے نے آپ کا خلق عظیم پر ہونا بیان فرمایا ہے

وانک لعلیٰ خلق عظیم (سورہ قلم) اور بیشک آپ خلق عظیم پر ہیں

صاحب قصیدہ بردہ شریف امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فاق النبین فی خلق وفی خلق

ترجمہ :- لے گیا فوق انبیاء پر خلق میں اور خُلق میں

ولم یدانوہ فی علم ولا کرم

ترجمہ :- کس میں تھا اس کا علم اور کس میں اس کا سا کرم

چونکہ حضور سید المرسلین خاتم النبین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا اس لیے آپ کے اخلاق و عادات بطریق اسناد نہایت صحت کے ساتھ محفوظ ہیں تاکہ قیامت تک ہر زمانے میں ان کا اقتداء کیا جائے اور ان ہی کو دستور عمل بنایا جائے بعض سیرت نگاروں سے مسئلہ اخلاق کی نسبت یہ تساہل ہوا کہ انہوں نے صرف رحم رافت اور تواضع و خاکساری کو پیغمبرانہ اخلاق کا مظہر قرار دیا حالانکہ اخلاق وہ چیز ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں ہوتی ہے دوست دشمن عزیز بیگانہ صغیر و کبیر مفلس تونگر صلح و جنگ خلوت و جلوت غرض ہر جگہ اور ہر ایک تک دائرہ اخلاق کی وسعت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق انہی معنوں میں ہیں حضرات محترم اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں تاہم چند ضروری جزئیات پیش کی جا رہی ہیں وماتوفیقی الا باللہ

اخلاق حسنہ کا سب سے مقدم اور ضروری پہلو یہ ہے کہ انسان جس کام کو اختیار و پسند کرے اس پر نہایت عزم و استقلال کیساتھ قائم رہے گویا کہ وہ اس کی فطرت ثانیہ بن جائے اور اس پر اس طریقے سے عمل کرے کہ لوگ دیکھتے دیکھتے یقین کر لیں کہ اس شخص سے اس کے علاوہ اور کوئی بات سرزد ہو نہیں سکتی گویا اس سے یہ افعال اس طرح صادر ہوتے ہوں جس طرح کہ سورج سے روشنی درخت سے پھل اور پھول سے خوشبو کہ یہ خصوصیات اُن سے کسی حالت میں بھی الگ نہیں ہو سکتیں اسی کا نام استقامت حال اور مداومت عمل ہے

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کاموں میں اسی اصول کی پابندی فرماتے تھے جس کام کو جس طریقہ جس وقت آپ نے شروع فرمایا اس پر برابر شدت کے ساتھ قائم رہے شریعت مطہرہ میں لفظ سنت تقریباً اسی اصول سے پیدا شدہ ہے چنانچہ آپ کے تمام اخلاق و اعمال اور معمولات اس قدر پختہ اور مستحکم تھے کہ کبھی تمام عمر ان میں ذرہ بھر بھی فرق پیدا نہ ہوا ابو داؤد شریف کی ایک روایت میں ہے وَكَانَ اِذَا عَمِلَ عَمَلاً اَثْبَتَہٗ یعنی جب آپ کوئی کام کرتے تھے تو اس پر مداومت فرماتے تھے خود آپ کا ارشاد ہے اِنَّ اَحَبَّ الْعَمَلِ اِلَى اللهِ اَدْوَمُہٗ خدا کے نزدیک سب سے محبوب کام وہ ہے جس پر انسان سب سے زیادہ مداومت کرے

(بخاری کتاب الادب)

لہٰذا آپ نے عمر بھر جس خصلت کو اپنایا یا جس کام کے کرنے کا جو وقت مقرر فرمایا اس میں بلاعذر کبھی بھی تخلف نہ ہوا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں جن کو دیکھ کر آپ محبت سے مسکرا دیا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں حاضر خدمت ہوا اور آپ نے مسکرا نہ دیا ہو (مسلم) یوں ہی نماز تسبیح و تہلیل کے اوقات خواب اور بیداری کے مقررہ ساعات اور عوام و خواص کے ملنے جلنے کے طرز و انداز میں کبھی فرق نہ آیا (اب بھی مسلمانوں کی زندگی کا دستور العمل یہی ہونا چاہیے)

## صبر و حلم و عفو:-

ایسے اوصاف ہیں کہ فرائض نبوت ادا کرنے کے لیے ان کا وجود ضروری ہے حضور کی ذات اقدس میں یہ اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے قرآن مجید میں کئی جگہ ان اوصاف کا ذکر آتا ہے

---

سنت کی جامع مانع تعریف حضرات فقہاء نے یوں لکھی ہے وہ فعل جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ بیان جواز کے واسطے کبھی ترک بھی فرمایا ہو یا وہ کہ اسکے کرنے کی تاکید فرمائی مگر جانب ترک بالکل مسدود نہ فرمائی اسکا ترک اسائت اور کرنا ثواب

۱:- فاعف عنهم واصفح ان الله یحب المحسنین (مائدہ)

ترجمہ :- تو انہیں معاف کرو اور ان سے درگزر کرو بے شک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں

۲:- ولقد کذبت رسل من قبلک صبروا علی ما کذبوا و اوذوا حتی اتھم نصرنا (انعام)

ترجمہ :- اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے کہ انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی

۳:- خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجھلین (اعراف)

ترجمہ :- اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو

۴:- فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل ولا تستعجل لھم (احقاف)

ترجمہ :- تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کرو

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہ لیا مگر جو احکام الہی کی خلاف ورزی کرتا اللہ کے لیے اس کا بدلہ ضرور لیتے (بخاری مسلم) چنانچہ نبوت کے دسویں سال جب آپ قبیلہ ثقیف کو دعوت اسلام دینے کیلئے طائف تشریف لے گئے تو ان بدبختوں نے آپ کے ساتھ وہ تحقیر آمیز سلوک کیا جسکی یاد آپ کو مدتوں تک رہی بجائے راہ راست پر آنے کے انہوں نے آپ کو اس قدر اذیت دی کہ آپ کے نعلین مبارک خون آلود ہو گئے جب آپ وہاں سے لوٹے تو راستہ میں پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو چاہیں حکم دیں

اگر اجازت ہو تو اخشبین (دو پہاڑوں) کو ان پر الٹ دوں آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے

بندے پیدا کرے گا جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے ایک صاحب جنہوں نے ذی المجاز کے بازار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اسلام دیتے دیکھا تھا بیان کرتے ہیں کہ آپ فرمارہے تھے لوگو لا الٰہ الا اللہ کہو نجات پاؤ گے پیچھے پیچھے ابو جہل تھا وہ آپ پر خاک اڑا کر کہتا تھا لوگو اس شخص کی باتیں تم کو اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ کردیں گی یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے معبودوں لات وعزیٰ کو چھوڑ دو راوی کہتا ہے آپ اس حالت میں اس کی طرف مڑ کر نہ دیکھتے تھے (مسند احمد) حالانکہ غریب سے غریب آدمی بھی جب کسی مجمع عام میں جھٹلایا جائے تو وہ بھی غصہ سے کانپ اٹھتا ہے

ایک انسان کے لیے اس سے بڑھ کر طیش وغضب کا کوئی موقع نہیں ہوتا جبکہ کوئی اس کی پاک دامن بیوی کے لیے زبان درازی کرتا ہے اور اسے تہمت لگاتا ہے لیکن جبکہ منافقین نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ کو نعوذ باللہ تہمت لگائی کہ آپ کی محبوب ترین زوجہ اور صدیق اکبر جیسے یار غار عاشق جانثار کی صاحبزادی تھیں۔ شہر منافقون سے بھرا پڑا تھا۔ جنہوں نے دم بھر میں اس خبر کو جنگل کی آگ کی طرح تمام مدینہ میں پھیلا دیا۔ دشمنوں کی شماتت، ناموس کی بدنامی۔ محبوب کی رسوائی۔ یہ باتیں کسی عام آدمی کے پیمانہ صبر و تحمل میں نہیں سماسکتیں تاہم ایسے موقعہ پر بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے صبرو تحمل کا نمونہ پیش کیا۔ جسکی مثال ملنا مشکل ہے اس تہمت کا تمام ترباني رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا اور آپ کو اس کا بخوبی علم تھا بایں ہمہ آپ نے کسی غیظ وغضب کا اظہار نہیں کیا بلکہ درگزر فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس واقعہ کی تکذیب کردی اور تہمت لگانے والوں کو شرعی سزادی گئی لیکن عبداللہ ابن ابی کو اس بنا پر چھوڑ دیا گیا کہ اس کو تہمت لگانے کا اقرار نہ تھا اور ثبوت کے لیے شہادت شرعی موجود نہ تھی۔ (بخاری)

ایک دفعہ آپ نے ایک یہودی کے ہاں سے ایک جوڑا لباس کا بطور قرض منگوانے کے لیے ایک آدمی کو بھیجا تو اس گستاخ یہودی نے جواباً کہا کہ میں خوب سمجھتا ہوں کہ وہ چاہتے ہیں کہ میرا مال یونہی اڑالیں اور دام نہ دیں آپ نے یہ ناگوار جملے سن کر صرف اس قدر فرمایا کہ وہ خوب جانتا ہے کہ میں سب سے زیادہ محتاط اور سب سے زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں (ترمذی)

## دشمنوں سے عفوو درگذر اور حُسن سلوک

اپنے دشمنوں سے انتقام لینا انسان کا قانونی حق ہے لیکن باوجود طاقت اور قوت اور دشمن پر قابو پالینے کے معاف کر دینا بہت بڑی جوانمردی اور اخلاق کا اعلیٰ مرتبہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہ لیا۔

دشمنوں سے انتقام لینے کا سب سے بڑا موقع فتح مکہ کا دن تھا۔ جبکہ وہ تمام کینہ ور اور خون کے پیاسے آپ کے سامنے تھے جنہوں نے عمر بھر آپ کو گالیاں دیں راستوں میں کانٹے بچھائے۔ جسم اطہر پر نجاستیں ڈالیں گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا آپ کی شان میں گستاخیاں کیں نعوذ باللہ کبھی جادوگر کہا، کبھی دیوانہ کہا کبھی شاعر کہا۔ آج دس ہزار جان نثار ساتھ ہیں بدلہ لینے میں پوری قدرت حاصل ہے بایں ہمہ آپ نے یوں خطاب فرمایا اے گروہ قریش تم اپنے گمان میں مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتے ہو۔ تو وہ بولے گویا کہ انہوں نے زبان حال سے عرض کی کہ ہم اپنی شرارتوں کے عوض اس قابل ہیں کہ ہمارے مال واسباب لوٹ لیے جائیں ہمارے گھروں پر قبضہ کر لیا جائے۔ ہماری جائیدادیں ضبط کر لی جائیں اور ہم کو نہایت عذاب کے ساتھ قتل کر دیا جائے لیکن خیراًاخ کریم وابن اخ کریم۔

(ترجمہ) نیکی کی توقع رکھتے ہیں آپ شریف بھائی اور شریف زادہ ہیں

یہ سن کر رحمتہ اللعالمین نے بڑی بلند حوصلگی اور کشادہ پیشانی سے فرمایا۔

لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقآء

آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم آزاد ہو

بلاشبہ سوائے محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالی حوصلگی کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں پائی جاتی اس عفو عام کا ہی نتیجہ تھا کہ جنگ حنین میں تقریباً دوہزار طلقاء لشکر اسلام میں شامل تھے۔ وحشی جو کہ اسلام کے قوت بازو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ترین چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا مکہ میں رہتا تھا فتح مکہ کے بعد بھاگ کر طائف چلا گیا۔ آخر اہل طائف نے بھی سر اطاعت خم کیا تو وحشی کے لیے یہاں بھی جائے امن نہ رہی لیکن جب اس نے رحمت عالم کے عفو عام کے چرچے سنے تو ناچار دامن رحمت میں پناہ لی اور اسلام قبول کیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنا فرمایا کہ:-

میرے سامنے نہ آیا کرنا تم کو دیکھ کر مجھے اپنے چچا کی یاد آجاتی ہے۔ (بخاری)

علاوہ ازیں ھندہ زوجہ ابوسفیان جس نے سید الشہدا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چاک کیا دل اور جگر کے ٹکڑے کیے اور چبایا۔ عکرمہ بن ابوجہل جو اسلام سے پہلے اپنے باپ کی طرح آپ کا سخت ترین دشمن تھا۔ صفوان بن امیہ جو کہ روسائے قریش سے تھا اسلام کا شدید ترین مخالف تھا عمیر بن وہب کو انعام کا لالچ دے کر حضور کے قتل پر مامور کیا ہبار بن الاسود جس کے ہاتھ سے حضور کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو سخت تکلیف پہنچی تھی جب یہ سب مجرم مشرف بہ اسلام ہونے کے لیے حاضر خدمت ہوئے تو دفعتہً باب رحمت وا تھا اور دوست دشمن کی تمیز یکسر مفقود تھی اور سب کو معاف فرمادیا۔ (ملخصاً بخاری مسلم وفتح الباری وغیرہ)

# شفقت و رحمت

رب تبارک و تعالیٰ نے سید المرسلین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ۔اور ہم نے تمیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے اس لیے تمام مخلوق آپ کی شفقت و رحمت سے بہرہ ور ہے

## امت پر شفقت و رحمت

اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں یوں فرمایا

لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم۔(توبہ)

ترجمہ:- بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ میں ذکر فرمایا کہ امت کی تکلیف ان پر شاک گزرتی ہے ان کو دن رات یہی خواہش دامن گیر رہتی ہے کہ امت راہ راست پر آجائے چنانچہ آپ نے امت کی ہدایت و بہتری کے لیے سخت سے سخت مصیبتیں برداشت کیں لیکن کبھی بددعا نہ فرمائی بلکہ ہدایت کی دعا کی یہ اسی شفقت و رحمت کا تقاضا تھا کہ آپ نے فرش و عرش دنیا و آخرت میں کسی بھی مقام پر امت کو فراموش نہ فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگا کرتے تھے

اللھم من ولی من امر امتی شیأ فشق علیھم فاشقق علیہ ومن ولی من

کے تیروں نے جلا دیا آپ ان پر بد دعا فرمائیں تو آپ نے دعا فرمائی

**اللھم اھد ثقیفاً** (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی) خدایا ثقیف کو ہدایت دے

جنگ احد میں دانت مبارک کا کچھ حصہ شکستہ ہو گیا اور چہرہ مبارک خون آلود تھا مگر زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے

**اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون**

ترجمہ:۔ یا اللہ میری قوم کا یہ گناہ معاف فرما دے کیونکہ وہ جانتے نہیں

حضرت اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں کہ میری مشرکہ ماں میرے پاس آئی میں نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ وہ کچھ مانگتی ہے کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں تو آپ نے فرمایا

**نعم صلی امک** (بخاری) ترجمہ:۔ ہاں تو اپنی ماں سے صلہ رحم کر

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک منافقین کے ساتھ قابل غور ہے یہ لوگ سامنے تو چاپلوسی اور خوشامدیں کیا کرتے تھے اور پیٹھ پیچھے آپ کو اذیت دیا کرتے تھے اور آپ کے قتل کی تدبیریں سوچا کرتے تھے لیکن باوجود علم کے آپ ان کے ساتھ خلق سے پیش آتے اور ان کے لیے دعا و استغفار فرماتے اور ان کے جنازے کی نماز پڑھا کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا

## عورتوں پر شفقت و رحمت

اسلام سے قبل یہ صنف ضعیف (عورتیں) قعر مذلت میں گری ہوئی اور مردوں کے جور و استبداد کا تختہ مشق بنی ہوئی تھیں۔ حضور رحمتہ اللعالمین کی آمد سے اس ذلیل و مظلوم گروہ کی وہ حق رسی ہوئی کہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ بلاشبہ اسلام دنیا

کا سب سے پہلا مذہب ہے جس نے عورتوں کو عزت و منزلت کے دربار میں مردوں کے برابر جگہ دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة ط (البقرع ۲۸)

اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے مواقف اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے

آیہ کریمہ سے یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ ازدواجی زندگی میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں اگر مرد کو طلاق کا حق ہے تو دوسری طرف عورت کو بھی خلع کا حق ہے

دنیا کے کسی مذہب میں والدین یا شوہر کے ترکہ میں عورت کا کوئی حق نہ تھا اور اب بھی سوائے اسلام کے کسی مذہب نے عورت کو ترکہ میں کسی کا حق دار نہیں ٹھہرایا چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

وللنساۤء نصیب ما ترک الوالدان والا قربون مما قل منه او کثرط نصیباً مفروضاً (نساء)

اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔

غرضیکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورت کے بحیثیت ماں، بہن بیٹی بیوی وغیرہ ہونے کے علیحدہ علیحدہ حقوق کا تحفظ فرمایا ایک دن عورتوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ کے دربار پر انوار میں ہر وقت مردوں کا ہجوم رہتا ہے (اور ہم کو وعظ و پند اور مسائل دریافت کرنے کا موقعہ نہیں ملتا) اس لیے آپ ہمارے لیے ایک خاص دن مقرر فرمائیں چنانچہ آپ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کے لیے ایک خاص دن مقرر کر دیا وہ اس دن حاضر خدمت ہوتیں اور آپ ان کو وعظ

ونصیحت فرماتے (بخاری کتاب العلم) ذیل میں ہم چند فرمودات نبوی کا ذکر کرتے ہیں جن میں آپ نے عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کی تلقین کی اور خود اپنے طرز عمل سے اسکی تاکید فرمادی ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا

"میں تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں تم میری وصیت کو قبول کرو کیونکہ عورت پہلو کی ہڈی (پسلی) سے پیدا کی گئی ہے اور پہلو کی ہڈیوں میں سب سے ٹیڑھی چیز اس کا بالائی حصہ ہے اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی پس تم عورتوں کے بارہ میں میری وصیت کو قبول کرو"

حدیث مبارکہ میں الفاظ سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے کا مطلب طلاق ہے اور بلا وجہ شرعی طلاق دینا خدا اور رسول کے ہاں ناپسند فعل ہے آپ نے ارشاد فرمایا

خیر کم خیر کم لاھلہ وانا خیر کم لاھلی (ترمذی وغیرہ)

ترجمہ:- تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ سب سے اچھا ہو اور میں اپنے اہل کے لیے تم سب سے اچھا ہوں

حجۃ الوداع کے خطبہ میں یوں ارشاد فرمایا۔

فاتقو اللہ فی النسآء فانکم اخذ تموھن بامان اللہ (مشکوٰۃ حجۃ الوداع)

ترجمہ:- پس عورتوں کے معاملہ میں تم خدا سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے ان کو خدا کے عہد کے ساتھ لیا ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ناقابل التفات سمجھتے تھے مدینہ میں نسبتاً عورتوں کی قدر تھی، لیکن نہ اسقدر جسکی وہ مستحق تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنے ارشادو احکام سے ان کے حقوق قائم کیے آپ کے برتاؤ نے اور زیادہ ان کو قوی اور نمایاں کر دیا ایک بار قرابت کی بہت

سی بیبیاں بیٹھی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہی تھیں اتنے میں حضرت عمر تشریف لے آئے تو سب اٹھ کر چل دیں آپ ہنس پڑے۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ خدا آپ کو ہمیشہ خنداں رکھے آپ کیوں ہنسے فرمایا ان عورتوں پر تعجب ہوا کہ وہ تمہاری آواز سنتے ہی سب آڑ میں چھپ گئیں تو حضرت عمر نے ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے اپنی جان کی دشمنو مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ سے نہیں ڈرتیں تو سب نے کہا تم رسول کریم کی نسبت سخت مزاج ہو (بخاری مناقب عمر)

حضرت انس کی والدہ ام سلیم کو آپ سے نہایت عقیدت و محبت تھی آپ جب کبھی ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بستر بچھاتیں آپ آرام فرماتے جب سو کر اٹھتے تو وہ آپ کا پسینہ شیشی میں جمع کر لیتیں مرتے وقت انہوں نے وصیت کی کہ جب میرے کفن میں حنوط ملایا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کو بھی ساتھ ملایا جائے (بخاری)

عورتیں نہایت دلیری کے ساتھ آپ سے مسائل شرعیہ دریافت کیا کرتی تھیں اور صحابہ کو انکی اس جرات پر حیرت ہوئی تھی لیکن آپ کسی قسم کی ناگواری ظاہر نہیں فرمایا کرتے تھے

## یتیموں مسکینوں اور بیوگان پر شفقت و رحمت

یتیموں اور غریبوں پر آپ کی بڑی شفقت تھی چنانچہ ترمذی حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص محض رضائے خدا کے لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے اس کے لیے ہر بال کے مقابلے میں جس پر اس کا ہاتھ پھرتا ہے نیکیاں ہیں اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ نیکی کرتا ہے میں اور وہ بہشت میں ان دو انگلیوں (آپ نے سبابہ یعنی انگشت شہادت اور وسطی یعنی درمیانی

بڑی انگلی کو ملا کر فرمایا) کی مانند ہوں گے (مشکوا بحوالہ احمد و ترمذی) ایک شخص نے عرض کیا میرا دل سخت ہے اس کا کیا علاج ہے؟ آپ نے فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو (مشکوہ بحوالہ احمد) بیوگان و مساکین کی خبر گیری کا ثواب آپ نے یوں بیان فرمایا کہ بیوگان و مساکین پر خرچ کرنے والا راہ خدا میں (جہاد و حج) میں خرچ کرنے والے کی مانند ہے (متفق علیہ)

حضرت اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفر طیار) بیان کرتی ہیں کہ جس دن حضرت جعفر (غزوہ موتہ) میں شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے کہ میں آٹا پیس کر اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیل مل چکی تھی آپ نے فرمایا اسما جعفر کے بچے کہاں ہیں میں نے ان کو حاضر خدمت کیا آپ نے ان کو سینہ سے لگایا پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ رو پڑے میں نے عرض کی یا رسول اللہ شاید جعفر کی کوئی خبر آئی ہے فرمایا ہاں وہ آج شہید ہو گئے یہ سن کر میں چلانے لگی عورتیں جمع ہو گئیں فرمانے لگے اسماء لغو نہ بول اور سینہ نہ پیٹ (طبقات ابن سعد)

## بچوں پر شفقت

حضور رحمتہ اللعالمین بچوں سے بھی نہایت شفقت اور محبت فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ جب آپکا بچوں پر گزر ہوتا تو ان کو سلام کیا کرتے تھے (بخاری) آپ بچوں کو چومتے اور پیار کیا کرتے تھے ایک روز آپ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو چوم رہے تھے اقرع بن حابس تمیمی نے دیکھ کر کہا کہ میرے تو دس لڑکے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو نہیں چوما آپ نے فرمایا من لم یرحم لایرحم جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ یوں ہی ایک بدو نے کہا کہ تم بچوں کو چومتے ہو ہم نہیں چومتے تو آپ نے فرمایا جب اللہ تمہارے دل سے رحمت نکال لے تو میں کیا کر سکتا ہوں (بخاری) حضرت جابر بن

سمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ظہر پڑھی نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنے گھر تشریف لے گئے میں آپ کے ساتھ ہو لیا راستے میں بچے ملے آپ نے ہر ایک کے رخسار پر دست شفقت پھیرا اور میرے رخساروں پر بھی میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ مبارک عطار کے صندوقچہ میں سے نکالا (مسلم)

علاوہ ازیں جب کبھی آپ سفر سے واپس آتے تو استقبال کرنے والے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنے ساتھ سواری پر اپنے آگے یا پیچھے سوار کر لیتے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اس کے پاس دو لڑکیاں تھیں اس نے مجھ سے کچھ مانگا اس وقت میرے پاس صرف ایک کھجور تھی میں نے وہی اسے دے دی اس نے دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دی پھر وہ چلی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو میں نے یہ قصہ آپ سے عرض کیا آپ نے فرمایا جس شخص کے ہاں لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش اچھی طرح کرے تو وہ آتش دوزخ اور اس کے درمیان آڑ بن جائیں گی (بخاری کتاب الادب) غزوات کے موقعہ پر غازیان اسلام کو آپ کی طرف سے یہ خصوصی ہدایت ہوئی تھی کہ بچوں عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے

حضور رحمتہ اللعالمین کا وجود مسعود لڑکیوں کے لیے خصوصیت سے رحمت تھا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں بعض قبائل عرب افلاس و غربت کے ڈر سے لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے چنانچہ ایک صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ہم اہل جاہلیت بت پرست تھے اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے میرے ہاں ایک چھوٹی سی لڑکی تھی میں نے اسے بلایا وہ خوشی خوشی میرے ساتھ ہو لی جب میں نزدیک ہی ایک کنویں پر پہنچا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنویں میں گرا دیا۔ وہ ابا ابا کہتی تھی۔ اور میں اوپر سے

مٹی کے ڈھیلے ڈال رہا تھا اس بے دردی کو سن کر آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے آپ نے فرمایا یہ قصہ مجھے پھر سناؤ اس شخص نے دہرایا تو آپ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر ہو گئی (مسند دارمی) ایڈورڈ گبن کی تحقیق کے مطابق دختر کشی کی رسم بد عرب کے باہر بلاد ہند اور رومتہ الکبری وغیرہ میں بھی پائی جاتی تھی بعض بادشاہوں نے لوگوں کو اس ظالمانہ اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کی اس کے لیے قانون بنائے لیکن وہ سب بے اثر ثابت ہوتے لیکن یہی رسم جس کا انسداد کسی دنیوی قوت سے نہ ہو سکا حضور رحمتہ اللعالمین کی برکت سے عرب بلکہ آہستہ آہستہ تمام دنیا سے اٹھ گئی آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا۔ ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات وواد البنات (مشکوٰۃ باب البر والصلتہ)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام فرما دیا ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا (ملخصاً سیرت رسول عربی)

## غلاموں پر شفقت

حضور سید المرسلین غلاموں پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ لوگو یہ (غلام) تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاتے ہو ان کو کھلاؤ جو خود پہنتے ہو ان کو پہناؤ آپ نے ارشاد فرمایا جو کوئی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کا ایک عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے (مشکوٰۃ) چنانچہ آپ کی ملکیت میں جو غلام آتے ان کو آپ ہمیشہ آزاد فرما دیتے لیکن وہ رحمتہ اللعالمین کی احسان وکرم کی زنجیر سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کر سکتے تھے ماں باپ بھائی بہن قبیلہ رشتہ دار چھوڑ کر عمر بھر آپ کی غلامی کو سرمایہ حیات سمجھتے تھے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلام

تھے آپ نے ان کو آزاد کر دیا انکو انکے باپ اور چچا لینے کے لیے آتے لیکن وہ آستانہ رحمت پر اپنے باپ کی شفقت و رحمت کو ترجیح نہ دے سکے اور جانے سے انکار کر دیا حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی ابو مسعود جان لو کہ تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے اس سے زیادہ خدا کو تم پر اختیار ہے میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے رضائے خدا کے لیے آزاد کر دیا آپ نے فرمایا دیکھو اگر تم ایسا نہ کرتے تو دوزخ کی آگ تمہیں جلاتی (مسلم) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غلاموں کی بہبودی کا اس قدر خیال تھا کہ جب وصال شریف کا وقت قریب آپہنچا تو آپ یوں وصیت فرما رہے تھے **الصلوۃ وما ملکت ایمانکم** :- تم نماز اور غلام (کا ہمیشہ خیال رکھنا)

## چوپایوں پر شفقت و رحمت

انسان تو درکنار آپ حیوانات پر بھی نہایت رحم فرماتے تھے ان بے زبانوں پر جو ظلم مدت سے چلے آ رہے تھے وہ سب موقوف کرا دیئے ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ اونٹوں کی کوہان اور بھیڑ بکری کی سرین کا گوشت (کھانے کے لیے) کاٹ لیا کرتے تھے آپ نے فرمایا جو گوشت کسی زندہ جانور سے کاٹا جائے وہ مردار ہے اس کو کھانا نہ چاہیئے (مشکواۃ بحوالہ ترمذی) جانوروں کی دم اور بال کاٹنے سے بھی منع فرمایا اسی طرح جانوروں کو باہم لڑانے سے بھی منع فرمایا (مشکواۃ بحوالہ ترمذی ابوداؤد) ایسے ہی ایک بے رحمی کا یہ بھی دستور تھا کہ کسی جانور کو باندھ کر نشانہ بناتے تھے اور مشق تیر اندازی کرتے تھے اس سنگدلی کی بھی قطعاً ممانعت کر دی (بخاری مسلم) ایک روز آپ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک اونٹ

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ رو پڑا اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے آپ اس کے قریب آئے اور اس کے پس گوش (کانوں کے پیچھے) ہاتھ پھیرا وہ چپ ہو گیا آپ نے اس کے مالک سے فرمایا تو اس چوپائے کے بارے میں خدا سے نہیں ڈرتا اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور بہت تکلیف دیتا ہے

(تیسیر الوصول) ایک دفعہ آپ کا گزر ایک گدھے پر ہوا جس کے چہرہ پر داغ دیا ہوا تھا آپ نے فرمایا لعنت کرے اللہ اس شخص پر جس نے اسے داغ دیا ہے (مسلم) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں گئی جس نے اسے باندھ رکھا اور کھانا نہ کھلایا اور نہ چھوڑا کہ وہ خود اپنی خوراک تلاش کرتی تاکہ وہ حشرات الارض کھاتی (بخاری مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے حالت سفر میں ایک کتا دیکھا جو پیاس کے مارے زبان باہر نکالے ہوئے تھا اور مٹی کھا رہا تھا چنانچہ وہ شخص کنوئیں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا بھرا اسے اپنے منہ میں پکڑا اور باہر آیا اور کتے کو پلایا خدا تعالی نے اس کی مغفرت و بخشش فرما دی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چوپایوں میں ہمارے لیے کچھ اجر ہے آپ نے فرمایا ہر ذی روح میں اجر ہے (ملخصا بخاری مسلم وغیرہ) چوپایوں کے علاوہ پرندے اور حشرات الارض بھی آپکی رحمت شفقت سے محروم نہ تھے ایک صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کے پاس چادر میں چھپے ہوئے کسی پرندے کے بچے تھے آپ نے دریافت فرمایا تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ میرا گزر درختوں کے ایک جھنڈ سے ہوا میں نے وہاں ایک جھاڑی میں پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں تو میں نے ان کو پکڑ لیا اتنے میں انکی ماں آئی اور میرے سر پر منڈلانے لگی جب میں نے چادر ہٹائی تو وہ

بھی ان پر گر پڑی اور وہ سب میرے پاس ہیں تو آپ نے فرمایا ان کو رکھ دو تو اس نے رکھ دیے لیکن ان کی ماں نے ان کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا آپ نے فرمایا تم بچوں پر ماں کے رحم کرنے کا تعجب کرتے ہو اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان بچوں کی ماں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو ان کو واپس لے جا جہاں سے پکڑا ہے وہیں رکھ آؤ (مشکوٰۃ)

ایک دفعہ آپ نے چیونٹیوں کا گھر دیکھا جسے لوگوں نے جلا دیا تھا آپ نے فرمایا جائز نہیں کہ خدا کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب دے (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

## حسن خلق

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ حضرت انس حضرت ہند بن ابی ہالہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرات جنہوں نے اپنی زندگیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزاریں ان سب کا متفقہ بیان ہے کہ آپ نہایت نرم مزاج خوش اخلاق اور نیک سیرت تھے آپ کا چہرہ ہنستا تھا وقار متانت سے گفتگو فرماتے تھے کسی کی خاطر شکنی نہیں کرتے تھے ہر کسی سے بوقت ملاقات پہلے خود سلام کرتے مصافحہ کرتے جب کسی سے ہاتھ ملاتے جب وہ خود نہ چھوڑ دے اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے (ابوداؤد ترمذی وغیرہ) شدید سردیوں کے موسم میں صبح کے وقت نوکر چاکر لونڈیاں وغیرہ خدمت اقدس میں پانی لے کر آتے کہ آپ اس میں ہاتھ ڈال دیں تاکہ متبرک ہو جائے آپ کبھی انکار نہ فرماتے :- (مسلم)

کسی شخص کی کوئی بات ناپسند آتی تو آپ مجلس میں نام لیکر اسکا ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ طرز تخاطب یہ اختیار فرماتے کہ لوگ ایسا کہتے ہیں بعض لوگوں کی یہ عادت ہے اور یہ طریقہ اس لیے اختیار فرماتے تاکہ شخص مخصوص کی ذلت و رسوائی نہ ہو حضرت ام المومنین

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا آنے دو وہ اپنے قبیلے کا اچھا آدمی نہیں ہے جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرمی اور کشادہ روئی سے گفتگو فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس پر تعجب ہوا۔ اور عرض کی کہ آپ تو اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے پھر آپ نے اس کے ساتھ تازہ روئی اور کشادگی چہرہ سے کلام فرمایا آپ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے برا شخص وہ ہو گا جس کی بد زبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں (بخاری) اگر کوئی شخص حاضر خدمت ہوتا اور مجلس میں جگہ تنگ ہوتی تو آپ اس کے لیے اپنی ردائے مبارک (چادر) بچھا دیتے چنانچہ آپ ایک دفعہ مقام جعرانہ میں اپنے ہاتھوں سے گوشت تقسیم فرما رہے تھے اتنے میں ایک عورت آئی اور آپ کے پاس چلی گئی جب آپ نے اسے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی اور اپنی چادر مبارک اس کے لیے بچھا دی راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ یہ کون عورت تھی تو لوگوں نے کہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی (1) ماں (حلیمہ) تھیں باوجودیکہ رب تبارک و تعالیٰ نے آپ کو مقام قاب قوسین کے علو مرتبت سے سرفراز فرمایا تاہم آپ سب سے بڑھ کر متواضع تھے آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ بارگاہ رب العزت سے حکم ہوا کہ اگر آپ چاہیں تو پیغمبری کے ساتھ بندگی اور فقر اختیار کریں اور اگر چاہیں تو نبوت کے ساتھ بادشاہت اور امیری لے لیں آپ نے پیغمبری کے ساتھ بندگی کو پسند فرمایا (مشکواۃ بحوالہ شرح السنۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو مدح میں مبالغہ کرنے سے روکتے اور فرماتے میری تعریف میں تم مبالغہ نہ کرو جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کی تعریف میں کیا

(1) یا رضاعی بہن

میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا کرو (مشکواۃ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ و خدام اور اصحاب سے نہایت تورصنع سے پیش آیا کرتے تھے۔ اپنے گھر میں گھریلو کام خود کر لیا کرتے تھے آپ نے کبھی کھانے کو عیب نہ لگایا خواہش ہوتی تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے متواتر دس سال تک آپ کی خدمت کی اس عرصہ میں آپ نے کبھی ان کو اف نہ کہا اور نہ یوں فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہ کیا (بخاری) آپ اپنے نعل مبارک کو خود پیوند لگا لیتے اپنے کپڑے سی لیتے اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے آپ بیماروں کی عیادت فرماتے جنازے کے پیچھے چلتے غلاموں کی دعوت قبول فرما لیتے (مشکواۃ) آپ اپنے ساتھیوں سے ممتاز بننا پسند نہ فرماتے تھے چنانچہ ایک سفر میں آپ نے فرمایا بکری ذبح کر لو ایک نے کہا ذبح کرنا میرے ذمہ دوسرے نے کہا کھال اتارنا میرے ذمے ایک اور بولا پکانا میرے ذمے آپ نے فرمایا لکڑیاں چن کر لانا میرے ذمے صحابہ نے عرض کیا یہ کام ہم خود کر لیتے ہیں آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ اس بندے کو پسند نہیں فرماتا جو اپنے ساتھیوں سے ممتاز بنتا ہے اس کے بعد آپ لکڑیاں جمع کر کے لاتے (مواہب لدنیہ) آپ ہمیشہ اپنے اصحاب کی دلجوئی فرماتے عتبان بن مالک اصحاب بدر میں سے تھے ان کی بینائی میں فرق آگیا تو انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ میں اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہوں لیکن جب بارش ہو جاتی ہے تو مسجد تک جانا مشکل ہو جاتا ہے اس لیے آپ اگر میرے گھر تشریف لا کر نماز پڑھ لیں تو میں اسی جگہ کو سجدہ گاہ بنالوں چنانچہ آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ان کے گھر گئے اور دریافت فرمایا کہ کہاں نماز پڑھوں انہوں نے جگہ بتادی آپ نے تکبیر کہہ کر نماز ادا کی (بخاری)

# حسنِ معاملہ

اعلان نبوت سے پہلے جن لوگوں کے ساتھ آپ کے تاجرانہ تعلقات تھے انہوں نے ہمیشہ آپ کی دیانت وامانت اور حسن معاملہ کا اعتراف کیا اسی لیے اہل مکہ نے متفقہ آپ کو امین کا خطاب دے رکھا تھا اعلان نبوت کے بعد بھی گو قریش کے دل بغض وکینہ سے لبریز تھے آپ کی جان کے دشمن تھے تاہم ان کے مال و دولت کے لیے محفوظ ترین مقام آپ کا کاشانہ اقدس ہی تھا عرب کے مشہور تاجر سائب رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہو کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے مدحیہ الفاظ میں آپ سے تعارف کرایا آپ نے فرمایا میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں سائب نے کہا میرے ماں باپ فدا مال وتجارت میں آپ میرے ساجھی تھے لیکن آپ نے معاملہ ہمیشہ صاف رکھا (ابوداؤد)

آپ نے ایک دفعہ کسی شخص سے پیالہ مستعار لیا اتفاقاً وہ گم ہو گیا تو آپ نے اس کا تاوان ادا فرمایا (ترمذی)

ایک دفعہ آپ نے کسی سے اونٹ قرض لیا جب واپس کیا تو بہتر اونٹ واپس کیا اور فرمایا سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض کو خوش معاملگی سے ادا کرتے ہیں (ترمذی) ایک بدو آیا جس کا کچھ قرض آپ پر تھا چونکہ بدو عموماً وحشی مزاج ہوتے ہیں اس نے نہایت سختی کے ساتھ گفتگو شروع کی صحابہ نے اس گستاخی پر اسکو ڈانٹا اور کہا کہ کیا تجھ کو معلوم ہے کہ تو کس سے ہمکلام ہے وہ بولا میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں تو آپ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو اسی کا ساتھ دینا چاہیئے کیونکہ یہ حقدار ہے (قرض خواہ کو بولنے کا حق ہے) اس کے بعد صحابہ کو اس کا قرض ادا کرنے کا حکم دیا اور زیادہ دلوایا (ابن ماجہ)

آپ کا معمول تھا کہ کوئی جنازہ لایا جاتا تو پہلے فرماتے کہ میت پر کچھ قرض تو نہیں ہے

اگر معلوم ہوتا کہ مقروض ہے تو صحابہ سے فرماتے کہ جنازہ کی نماز پڑھادو خود شریک نہ ہوتے بعد ازاں مقروض کا قرض خود ادا فرمادیتے (بخاری کتاب النفقات)

طارق بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا قافلہ مدینہ منورہ کے باہر اترا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت ہم آپ کو جانتے نہیں تھے اور ہمارے پاس سرخ رنگ کا اونٹ تھا آپ نے اس کی قیمت دریافت کی ہم نے قیمت (کھجوروں کی مقدار بتائی آپ نے فرمایا منظور ہے اور اونٹ کی مہار پکڑی اور چل پڑے اور ہمارے دیکھتے دیکھتے شہر میں داخل ہو گئے بعد میں ہم کو خیال آیا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ بے جان وپہچان بغیر قیمت وصول کیے اونٹ ان کے حوالے کر دیا اس حماقت پر پورے قافلہ کو ندامت تھی لیکن قافلہ کے ساتھ ایک خاتون بھی تھی اس نے کہا مطمئن رہو

واللہ لقد رایت رجلا کان وجھہ قطعۃ القمر لیلۃ البدر انا ضامنہ لثمن جملکم لا یغدر بکم (المستدرک حاکم دار قطنی وغیرہ)

ترجمہ :- خدا کی قسم میں نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مثل تھا تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں (مجھے یقین ہے) کہ وہ تمہارے ساتھ دھوکہ نہیں کرے گا

چنانچہ جب شام ہوئی تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے یہ کھجوریں بھیجی ہیں خوب پیٹ بھر کر کھا بھی لو اور اپنے اونٹ کی قیمت بھی پوری کر لو

## جود و سخا

جود و سخا میں فرق یہ ہے کہ سخی وہ ہوتا ہے جو خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے اور جواد وہ ہے جو خود نہ کھائے بلکہ دوسروں کو بغیر کسی غرض و غوض کے کھلاتے او۔

بخیل وہ جو نہ خود کھائے اور نہ دوسروں کو کھلائے جود حقیقی حق سبحانہ کی صفت ہے جس
نے بغیر کسی غرض و عوض کے تمام ظاہری و باطنی نعمتیں اور تمام حسی و عقلی کمالات مخلوق
پر افاضہ فرماتے ہیں اللہ جل مجدہ العظیم کے بعد اس کائنات میں اجوادالا جودین اس کے
حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بلاشبہ جود و سخا آپ کی فطرت تھی ابن عباس
رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ سخی اور خصوصا رمضان المبارک
میں آپ اور زیادہ سخاوت فرماتے تھے (بخاری)

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آپ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہ کیا گیا کہ اس کے مقابل
میں آپ نے لا (نہیں) فرمایا ہو یعنی آپ کسی کا سوال رد نہ فرماتے تھے اگرچہ موجود ہوتا
تو عطا فرماتے اور اگر پاس نہ ہوتا تو قرض لے کر دیتے یا وعدہ عطا فرماتے

واہ کیا جود و کرم ہے شہہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

ایک دفعہ ایک شخص نے کچھ مانگا آپ نے فرمایا اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے
مگر یہ کہ تو مجھ پر قرض کرے جب ہمارے پاس آئے گا ادا کر دیں گے حضرت
عمر فاروق نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے پاس کچھ موجود نہیں تو آپ پر کیا ذمہ
داری ہے ایک اور صاحب حاضر تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ دیتے جائیے اور
عرش والے خدا سے نہ ڈریے وہ آپ کو محتاج نہ کرے گا یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا
اور آپ کے چہرہ اقدس پر تازگی اور خوشحالی پائی گئی فرمایا مجھے اسی کا حکم کیا گیا ہے
(شمائل ترمذی)

جس روز آپ حنین کی غنیمتیں تقسیم فرما رہے تھے صفوان بن امیہ نے اس روز بکریوں کا
سوال کیا جن سے دو پہاڑوں کا درمیانی جنگل پُر تھا آپ نے وہ سب اس کو دے دیں
اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا اے میری قوم تم اسلام قبول کر لو اللہ کی قسم محمد صلی اللہ

علیہ وسلم ایسے فیاض اور سخی ہیں (کہ سب کچھ دے دیتے ہیں) اور خود مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے (مسلم ترمذی)

حضرت جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں غزوہ حنین کے غنائم کو تقسیم کرنے کے بعد واپس آرہے تھے تو بدوؤں کو خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ادھر سے ہونے والا ہے تو وہ آس پاس سے دوڑ کر آتے اور حضور سے لپٹ گئے کہ آپ ہمیں بھی کچھ عطا فرمائیں آپ ہجوم سے گھبرا کر ایک ببول کے درخت کی آڑ میں ہو گئے ان بادیہ نشینوں نے آپکی چادر مبارک تھام لی جو کہ اس کشاکش میں جسم اطہر سے اتر کر ان کے ہاتھوں میں آگئی آپ نے فرمایا میری چادر دے دو خدا کی قسم اگر ان جنگلی درختوں کے برابر بھی میرے پاس جانور ہوتے تو میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا تم مجھ کو بخیل نہ پاتے اور نہ دروغ گو اور نہ بزدل (بخاری کتاب الجہاد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ نے کوہ احد کو دیکھا تو فرمایا اگر یہ پہاڑ میرے لیے سونا بن جائے میں پسند نہ کروں گا کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین راتوں سے زیادہ رہے لیکن ہاں وہ دینار جس کو ادائے قرض کے لیے رکھ چھوڑوں (بخاری کتاب الاستقراض)

بحرین سے اس قدر کثیر رقم اور خراج آیا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا مال و دولت نہ آیا تھا آپ نے حکم دیا کہ اس کو مسجد کے صحن میں ڈال دو نماز سے فارغ ہو کر آپ نے تقسیم شروع کی جو سامنے آتا اس کو دیتے چلے جاتے جب کچھ بھی نہ رہا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے (بخاری)

مسند ابن ابی شیبہ میں بروایت حمید بن ہلال بطریق ارسال مروی ہے کہ وہ مال ایک لاکھ درہم تھا جو کہ علاء بن الحضرمی نے بحرین کے خراج میں بھیجا تھا اور یہ پہلا مال تھا جو کہ آپ کے پاس لایا گیا الغرض آپ کے جود و سخا کا باب بڑا وسیع ہے اس کائنات میں دین

و دنیا کی جو نعمت کسی کو ملی اور ملے گی وہ سب آپ کے جود و کرم کا صدقہ ہے آپ کا ارشاد ہے

**انما انا قاسم واللہ یعطی**

ترجمہ:- میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے (بخاری)

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

# ایثار

آپ کے اخلاق و عادات میں جو وصف سب سے زیادہ نمایاں اور جس کا اثر اکثر مواقع پر نظر آتا تھا وہ ایثار تھا آپ کو اپنے اہل و عیال سے بے حد محبت تھی اور ان میں سے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا اس قدر عزیز تھیں کہ جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ فرط محبت سے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے اور ان کو بوسہ دیتے پھر اپنی جگہ بٹھاتے جب حضور ان کے ہاں تشریف لے جاتے وہ کھڑی ہو جاتیں اور حضور کا ہاتھ پکڑ لیتیں اور بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں (رواہ ابوداؤد عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

تاہم حضرت سیدہ کی عسرت تنگدستی کا یہ حال تھا کہ گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی خود چکی پیستیں خود ہی پانی کی مشک بھر کر لاتیں چکی پیستے پیستے ہتھیلیوں پر آبلے پڑ گئے اور مشک کے اثر سے جسم پر نیل پڑ گئے تھے ایک دن خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں خود تو حیا و شرم کی وجہ سے عرض حال نہ کر سکیں چنانچہ سیدنا علی المرتضی نے یہ حالت عرض کی کہ فلاں غزوہ سے جو کنیزیں آئی ہیں ان میں سے ایک کنیز مل جائے تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تم کو خادمہ دوں اور اہل صفہ بھوکے رہیں میں اسیران جنگ کو بیچ کر ان کی قیمت اہل صفہ پر خرچ کروں گا جب دونوں اٹھنے لگے تو آپ نے

فرمایا کہ میں تمہیں کنیز سے بہتر چیز بتاتا ہوں اور وہ یہ کلمات ہیں کہ ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرو سبحان اللہ دس بار الحمد للہ دس بار اور اللہ اکبر دس بار اور سوتے وقت پہلے دونوں ۳۳ ۳۳ بار اور آخری کلمہ ۳۴ بار (مشکواۃ بحوالہ ترمذی)

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت چادر لے کر آئی اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے یہ اپنے ہاتھ سے تیار کی ہے اور آپ کے لیے لائی ہوں آپ کو ضرورت تھی اس لیے آپ نے لے لی اور پھر اس کو بطور تہ بند باندھ کر ہمارے طرف نکلے ایک صاحب نے دیکھ کر کہا کہ کیا اچھی چادر ہے مجھے عطا فرما دیجئے آپ نے فرمایا ہاں کچھ دیر بعد آپ مجلس سے اٹھ گئے اور واپس لوٹے تو وہ چادر لپیٹ کر اس صحابی کو دیدی صحابہ کرام نے اس سے کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا تجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا سوال رد نہیں فرماتے اس صحابی نے کہا اللہ کی قسم میں نے صرف اس واسطے سوال کیا کہ جس دن میں مروں یہ چادر میرا کفن بنے حضرت سہل فرماتے ہیں کہ وہ چادر اس کا کفن بنی (بخاری کتاب اللباس) ایک دفعہ قبیلہ غفار کا ایک شخص آکر مہمان ہوا رات کو کھانے کے لیے صرف ایک بکری کا دودھ تھا وہ آپ نے اس کی مہمان نوازی پر صرف کر دیا اور یہ تمام رات خانہ نبوی میں فاقہ سے گزری حالانکہ اس سے پہلی شب میں بھی یہاں فاقہ تھا (مسند احمد) عرب میں باغات سب سے بہتر جائیداد سمجھے جاتے ۳ ہجری میں بنو نضیر میں سے مخیریق نامی ایک شخص نے اپنے سات باغ مرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت کر دیے لیکن آپ نے سب کو خیرات کر دیا یعنی وہ خدا کی راہ میں وقف تھے جو کچھ پیدا ہوتا تھا غریبوں مسکینوں کو دے دیا جاتا تھا (اصابہ)

## زہد

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں یہ وصف بھی بدرجہ اتم موجود تھا غیر مسلم متعصب مستشرقین یورپ کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں تھے پیغمبر تھے اور جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو بادشاہ بن گئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام عرب زیر نگیں ہو جانے کے باوجود زہد کا وصف آپ کی ذات اقدس میں بدرجہ کمال پایا جاتا تھا حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو میرے گھر میں سوائے آدھ پیمانہ جو کے کچھ کھانے کو نہ تھا (بخاری

باب فضل الفقر) اور آپ کی زرّہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے عوض گروی تھی جو کہ آپ نے اپنے اہل و عیال کے نفقہ کے لیے حاصل کیے تھے (بخاری) آپ نے جن کپڑوں میں وفات پائی ان میں اوپر تلے پیوند لگے ہوئے تھے حالانکہ یہ وہ دور تھا جبکہ تمام عرب میں حدود شام سے لے کر عدن تک اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے صحن میں سونے چاندی کے انبار لگے نظر آتے تھے لیکن کاشانہ نبوت میں بعض دفعہ دو دو مہینے تک آگ روشن نہ ہوا کرتی تھی اور صرف پانی اور کھجوروں پر گزارہ ہوتا تھا (بخاری) حضرت ابوہریرہ کو ایک بھنی ہوئی بکری کا گوشت کھانے کی دعوت دی گئی تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی زمانہ ایلاء میں جو کہ ۹ ھ کا واقعہ ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ حضور سید عالم تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم برگ خرما (کھجور کے پتوں) کی بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی توشک گدا وغیرہ نہیں بوریائے خرما (کھجور کے پٹھوں) کے نشان

آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے ہیں اور بدن مبارک پر ایک تہبند کے سوا کچھ نہیں سرہانے ایک تکیہ ہے جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی ہے ایک کونہ میں مٹھی بھر جو پاؤں مبارک کے قریب درخت سلم کے کچھ پتے اور سر مبارک کے پاس ایک کھونٹی پر تین کھالیں لٹک رہی ہیں یہ دیکھ کر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابن خطاب کیوں روتے ہو تو حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور خدا کے برگزیدہ رسول کا یہ حال کہ پہلوئے مبارک پر چارپائی کے کھجور کے بان کے نشان پڑے ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے ابن خطاب کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ آخرت ہمارے واسطے اور دنیا ان کے لیے (مسلم) حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے ایک دفعہ ایسی ہی حالت میں دیکھ کر عرض کیا کہ آپکو گدا بنوا دیتے ہیں آپ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا غرض دنیا میں میرا حال اس سوار کی مانند ہے جو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ جاتا ہے پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے (ترمذی)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آپ نے قیام مدینہ سے لے کر وصال تک کبھی دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی (ترمذی)

**ولا یطوی لہ ثوب** کبھی آپ کا کوئی کپڑا تہ کر کے نہیں رکھا گیا یعنی صرف ایک جوڑا ہوتا تھا دوسرا نہیں ہوتا تھا جو کہ تہ کر کے رکھنے کی نوبت آئے برادران اسلام یہ ہے شہنشاہ عرب و عجم کی زاہدانہ زندگی جن کے غلام آج دنیا جہاں کی نعمتوں سے ان کے صدقے بہرہ ور ہو رہے ہیں

بوریا ممنون خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

لیکن واضح رہے کہ آپ کا یہ زہد اختیاری تھا خدا تعالیٰ نے تو زمین کے خزانوں کی کنجیاں

آپ کے سپرد فرما دیں (مسلم) لیکن آپ کی ہمت عالی نے عبودیت و زہد کو پسند فرمایا آپ فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا اگر تو چاہے تو تیرے واسطے وادی مکہ کو سونا بنادوں مگر میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں یہ نہیں چاہتا بلکہ یوں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور دوسرے روز بھوکا رہوں جب بھوکا رہوں تو تیرے آگے زاری و عاجزی کروں اور جب سیر ہو جاؤں تو تیری حمد اور تیرا شکر ادا کروں (جامع ترمذی)

آپ کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے - مالک کل کہلاتے یہ ہیں

## عدل وانصاف

اگر کوئی شخص تمام دنیاوی تعلقات سے اعراض کر کے گوشہ نشین ہو کر بیٹھ جائے تو اس کے لیے عدل وانصاف سے کام لینا آسان ہوتا ہے لیکن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے ان قبائل سے واسطہ تھا جو کہ آپس میں ایک دوسرے کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے ان حالات میں ایک کے موافق فیصلہ کرنا دوسرے کو دشمنی کی دعوت دینا تھی لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کٹھن ماحول اور دیگر مشکلات کے باوجود عدل وانصاف کے پلہ کو کسی طرف جھکنے نہ دیا ایک دفعہ خاندان بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی قریش نے اپنے عزو وقار کی بنا پر چاہا کہ وہ سزا سے بچ جائے چنانچہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید سے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب خاص تھے) درخواست کی کہ آپ سفارش کیجئے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ تم حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو؟ تم سے پہلے (بنی اسرائیل) اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے تھے اور امیروں کو چھوڑ دیتے تھے

واللہ لو سرقت فاطمۃ بنت محمد لقطعت یدھا (بخاری)۔

ترجمہ:- خدا کی قسم اگر بالفرض فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایسا کرتی تو میں اسکا ہاتھ کاٹ دیتا

آپ کے عدل وانصاف کا یہ اثر تھا کہ مسلمان تو مسلمان۔ یہود بھی باوجود آپ کے سخت ترین دشمن ہونے کے اپنے مقدمات اسی بارگاہ عدالت میں لاتے تھے (ابوداؤد) حضرت ابوحدرد سلمی کا بیان ہے کہ مجھ پر ایک۔ یہودی کا چار درہم قرض تھا اس نے مجھ سے تقاضا کیا میں نے مہلت مانگی وہ نہ مانا اور مجھے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا آپ نے دو دفعہ فرمایا کہ اس کا حق ادا کر دو میں نے عذر پیش کیا لیکن آپ نے پھر فرمایا کہ اس کا حق ادا کر دو قاعدہ یہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کے لیے تین دفعہ فرما دیتے تھے پھر کوئی عذر باقی نہ رہتا میرے بدن پر ایک تہبند اور سر پر عمامہ تھا میں نے اپنا تہبند چار درہم کے عوض۔ یہودی کو دیا اور عمامہ اتار کر کمر سے لپیٹ لیا ایک عورت میرے پاس سے گزری تو اس نے اپنی چادر مجھے دے دی (سیرت رسول عربی بحوالہ معجم صغیر طبرانی)

حضرت سرق ایک صحابی تھے انہوں نے ایک بدوی سے اونٹ خریدا لیکن بر وقت قیمت ادا نہ کر سکے بدوی نے ان کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے ان کو قیمت ادا کرنے کا حکم دیا انہوں نے اپنی ناداری کا عذر پیش کیا تو آپ نے اس بدو سے فرمایا کہ تم اس کو بیچ کر اپنی قیمت وصول کر لو چنانچہ اس بدوی سے لوگ ان کی قیمت پوچھنے لگے تو اس نے پوچھا تم اس کو خرید کر کیا کرو گے تو لوگوں نے کہا کہ ہم آزاد کر دیں گے یہ سن کر اس صاحب حق بدوی نے کہا میں تمہاری نسبت ثواب کا زیادہ مستحق و طالب ہوں یہ کہہ کر آزاد کر دیا (مستدرک حاکم)

عدل وانصاف کا سب سے نازک ترین پہلو یہ ہے کہ خود اپنی ذات اور اپنے قریبوں

عزیزوں کے مقابلہ میں بھی حق کا دامن چھوٹنے نہ پاتے اس باب میں بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اذا قلتم فاعدلو اولو کان ذاقربی من یعدل اذالم اعدل، کی زندہ جاوید عملی تفسیر نظر آتی ہے چنانچہ جب آپ غنائم حنین تقسیم فرمارہے تھے توذوالخویصرہ راس النجدیہ نے کہا یارسول اللہ عدل کیجئے آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس من یعدل اذالم اعدل اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا اگر میں عادل نہیں تو تو نا امید و خاسر ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسکی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا اسے جانے دو کیونکہ اس کے ساتھی ایسے ہیں کہ ان کی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے وہ دین سے یوں نکل جاتے ہیں جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے (بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام ص ۵۰۹۱)

غزوہ بدر کے موقعہ پر جب آپ غازیان اسلام کی صف آرائی کر رہے تھے تو حضرت سواد بن غزیہ انصاری صف سے آگے نکلے ہوتے تھے آپ نے ایک تیر کی لکڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور فرمایا استویا سواد (اے سواد برابر ہو جاؤ) حضرت سواد نے عرض کی یارسول اللہ آپ نے مجھے سخت تکلیف دی مجھے قصاص (بدلہ) دیں یہ سن کر آپ نے اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور فرمایا کہ اپنا قصاص لے لو اس پر حضرت سواد دوڑ کر آئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے لپٹ گئے اور آپ کے شکم مبارک کو بوسہ دیا تو آپ نے پوچھا اے سواد تو نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ موت حاضر ہے میں نے چاہا کہ آخیر عمر میں میرا بدن آپ کے بدن اطہر سے مس ہو جائے یہ سن کر آپ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی (سیرت ابن ہشام)

مرض الموت میں آپ نے مجمع عام اعلان کیا کہ اگر میرے ذمہ کسی کا قرض آتا ہو یا میں نے کسی کی جان مال عزت آبرو کو صدمہ پہنچایا ہو تو میری جان مال آبرو حاضر ہے وہ

اسی دنیا میں مجھ سے انتقام لے لے مجمع میں سناٹا تھا صرف ایک شخص نے چند درہم کا دعوی کیا جو دلوا دیئے گئے (ابن ہشام)

معزز حضرات حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا باب بڑا وسیع ہے مقالہ کی طوالت کے پیش نظر انہی چند جزئیات پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ شجاعت و قوت عزم و استقلال راست گفتاری ایفائے عہد مہمان نوازی گداگری سے نفرت صدقہ سے پرہیز عیب جوئی اور مداحی کی ناپسندیدگی سادگی اور بے تکلفی امارت پسندی سے اجتناب مساوات و تواضع شرم وحیا اپنے ہاتھ سے کام کرنا دوسروں کے کام کردینا عیادت و تعزیت خوف و عبادت امانت و دیانت کے عنوانات کے تحت آپ کی عملی زندگی میں ایمان افروز مثالیں موجود ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الذی سید المرسلین و خاتم النبین امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے (کنز الایمان) یعنی ان کا اچھی طرح اتباع کرو دین الہیٰ کی مدد کرو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑو اور مصائب پر صبر کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر چلو یہ بہتر ہے (خزائن العرفان)

انسان محبت الہیٰ کے دعویٰ میں جو سب سے بڑا ثبوت پیش کر سکتا ہے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم

ترجمہ:- اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا (کنزالایمان)

بلاشبہ یحببکم اللہ کا مژدہ سننا اور یغفر لکم ذنوبکم کی بشارت حاصل کرنا ایک مسلمان کی زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد ہے اور اس اہم مقصد کا حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قول و فعل میں پوری پوری اتباع درکار ہے لیکن اس گوہر مقصود تک پہنچنے کے راستہ میں جا بجا امتحان و آزمائش کی سخت گھاٹیاں سدراہ ہیں قدم قدم پر کڑی دشواریاں درپیش ہیں کہیں ذاتی و فطری رجحانات متابعت رسول سے مزاحم ہیں کہیں خاندانی و آبائی رسم ورواج کی پیروی اتباع رسول سے مانع ہیں کہیں صحبت احباب اور اقوام غیر سے میل جول دامن گیر ہے لیکن ایک سچا مومن مسلمان ان تمام دشوار گزار راہوں کو طے کر کے کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے اور دنیا میں ہی رضی اللہ عنہم کا تمغہ حاصل کرتا ہے ایک مسلمان کے لیے اپنی زندگی کی ایک ایک حرکت وسکون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں مقید کر دینے کا نام اتباع رسول ہے اسی سے انسانی ترقی کے سارے مدارج و مراحل طے ہوتے ہیں اور یہی اس کی ولایت و کرامت ہے سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سے متعلق ایک سبق آموز قصہ مشہور ہے کہ کوئی عقیدت مند دور دراز کا سفر طے کر کے آیا تاکہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر روحانی فیض حاصل کرے لیکن ایک مدت تک آپکی صحبت با برکت میں رہ کر واپسی کا ارادہ کیا آپ کے استفسار پر کہنے لگا کہ بندہ کی حاضری کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر سعادت دارین حاصل کروں لیکن اس مدت قیام میں آپ کی کوئی کرامت (خوارق عادت امر) نہ دیکھ سکا اس لیے اب اس امید کو دل میں ہی لیے بے نیل و مرام واپس جا رہا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اپنی مدت

قیام میں میرا کوئی قول و فعل سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پایا اس نے عرض کی نہیں تو ارشاد ہوا کہ اس سے بڑھ کر کونسی کرامت دیکھنا چاہتے ہو اتباع رسول ہی سب سے بڑی کرامت ہے

الاستقامتہ خیر من الف کرامتہ دین پر قائم رہنا ہزار کرامتوں سے بڑھ کر ہے حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی جو کہ اس نے تیار کیا تھا میں حضور علیہ السلام کے ساتھ گیا جو کی روٹی اور گوشت اور کدو سے تیار شدہ سالن پیش کیا گیا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالے کے اطراف میں کدو کی قاشیں تلاش کرتے تھے اس لیے میں اس دن کے بعد سے ہمیشہ کدو کو پسند کرتا ہوں (بخاری مسلم) امام ابو یوسف رحمتہ اللہ کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے ایک شخص نے کہا کہ انا ما احبہ (میں اس کو پسند نہیں کرتا) یہ سن کر امام موصوف نے تلوار سونت کر فرمایا جدد الایمان والا لاقتلنک (مرقات) تجدید ایمان کرو ورنہ میں تجھے ضرور قتل کردوں گا

اللہ اکبر طبیعت کا ذوق جو کہ غیر اختیاری ہوتا ہے اس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فطری ذوق کے مطابق ڈھال لینے کو صحابہ سعادت دارین سمجھتے تھے وہ حضرات احکام شرعیہ میں ہی نہیں بلکہ امور عادیہ میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ اپنی اونٹنی ایک مکان کے گرد پھرا رہے ہیں اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا میں نہیں جانتا مگر اتنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا اس لیے میں نے بھی کیا (مسند امام احمد وغیرہ)

عبید ابن جریج نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتا

پہنتے ہو اس کی کیا وجہ ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی جوتا پہنتے ہوئے اور اس میں وضو فرماتے ہوئے دیکھا اس لیے میں ایسے جوتے پسند کرتا ہوں (شمائل ترمذی)

مندرجہ بالا واقعات کو پیش نظر رکھ کر اگر ہم اپنی موجودہ حالت پر غور کریں تو ہم کو معلوم ہو گا کہ ہماری پہنیتیں اور ہمارے خیالات صراط مستقیم سے کسی قدر بھٹک چکے ہیں اور ہماری زندگیاں دینی مرکز سے کتنی دور جا چکی ہیں خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایسی قوم سے محبت رکھتا ہے جن سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی آپ نے فرمایا

**المرء مع من احب** :- یعنی انسان قیامت کے دن ان لوگوں کے زمرہ میں اٹھے گا جن سے وہ محبت رکھتا تھا (مشکوۃ) حضرت انس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کب ہو گی؟ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس تو نے اس دن کے لیے کیا تیار کیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے کچھ تیار نہیں کیا ہاں خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے محبت رکھتا ہے (در منثور بحوالہ طبرانی) اس حدیث کے تحت برکتہ المصطفٰے فی دیار الہند حضرت الشیخ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں

| | |
|---|---|
| چوں خدارا دوست می داری | جب تو خدا کو دوست رکھتا ہے تو تو اس |
| در جوار رحمت و عزت وے خواہی بود | کی رحمت و عزت سے قریب ہو جائے گا |
| چوں رسول خدار دوست داری نیز از | اور جب رسول خدا کو دوست رکھے گا تو ان |
| مقام قربت و عنایت وے بہرہ ور باشی | کے مقام قربت و عنایت سے بہرہ ور |

ہو جائیگا

| | |
|---|---|
| اگرچہ مقام او بلند تر و عزیز تر است کہ کسے | اگرچہ ان کا مقام اس سے بہت بلند اور |
| بآنجا نرسد اما نور محبت و تبعیت وے | عزیز ہے کہ کوئی آدمی اس جگہ پہنچ سکے |
| بر محبان و تابعان وے خواہد تاخت و | تاہم آپ کی محبت اور اتباع کا نور اور |
| بمعیت قربت وے مشرف خواہد ساخت | محبوں اور تابعین پر چمکے گا آپ کی معیت |
| (اشعتہ اللمعات) | قربت سے مشرف ہو جائے گا |

افسوس کہ ہم سے اکثر کی زندگی تو یکسر متابعت رسول سے خالی نظر آتی ہے اور بعض حضرات نے صرف عبادات میں متابعت کو محدود کر دیا حالانکہ احکام شرعیہ کے علاوہ آپ کے ایک ایک فعل ایک ایک عادت و خصلت اور طبیعت کے ذوق کو اپنانا ہی صحیح متابعت ہے جیسا کہ حضرات صحابہ تابعین کے طرز عمل سے ہم کو سنن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خاص ذوق ملا ہے جس کے مطابق ہماری الگ ایک تہذیب و تمدن ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ہمیں کسی دوسرے کی تہذیب و فیشن کو اپنانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی آج کے اس پر فتن دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ارشاد باری تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے منشاء کو صحیح طور پر سمجھیں اور اپنے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے سونے جاگنے گفتار و لباس وغیرہ میں آپ کی مبارک سنن پر عمل پیرا ہو کر سچا مسلمان ہونے کا ثبوت دیں اور اپنے آپ کو سعادت دارین کا مستحق کریں چنانچہ ذیل میں ہم شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے آپ کے عادات و خصائل کا ذکر کرتے ہیں جو کہ محب صادق کے لیے سرمایہ ایمان ہیں حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جو شخص یہ نہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میری جان کے مالک ہیں اور یہ نہ سمجھا کہ تمام حالات میں آپ کی ولایت (حکم و تصرف) نافذ ہے اس نے کسی حال میں آپ کی سنت کی حلاوت نہیں

چکھی کیونکہ آپ اولیٰ بالمومنین ہیں (سیرت رسول عربی)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ کھانے پینے کے بارے میں

* آپ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے اور سیدھے ہاتھ سے بسم اللہ شریف پڑھ کر اپنے سامنے سے کھانا نوش فرماتے آپ نے فرمایا کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو (ہاتھ منہ دھونا) محتاجی دور کرتا ہے اور مرسلین کی سنتوں میں سے ہے (طبرانی عن ابن عباس)

* آپ نے ٹیک لگا کر کبھی کھانا نوش نہ فرمایا (شمائل) بلکہ دوزانو بیٹھتے یا بدن کے نیچے کے حصہ کو زمین پر ٹیک کر پیر دوزانو کھڑے کر کے بیٹھتے یا اکڑو بیٹھتے اور اسی آخری نشست کے آپ بہت زیادہ عادی تھے (رواہ مسلم بمعناہ)

* آپ نے میز کرسی پر بیٹھ کر کبھی کھانا نوش نہیں فرمایا بلکہ زمین پر دسترخوان بچھایا جاتا اور اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرماتے (بخاری عن انس)

* آپ اکثر تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے یعنی انگوٹھا شہادت کی انگلی اور اس کے ساتھ والی بعد میں انگلیاں چاٹ لیا کرتے (شمائل ترمذی)

* خطابی نے فرمایا کہ بعض بیوقوف انگلیاں چاٹنے کو ناپسند اور قبیح سمجھتے ہیں یہ انکی سخت غلطی ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو قباحت کی طرف منسوب کرنا اندیشہ کفر ہے (ملخصا جمع الوسائل)

* آپ کھانا بھرے ہوئے برتن کی چوٹی سے نہیں بلکہ اپنے سامنے کی جانب سے شروع کرتے اور فرماتے کہ کھانے میں برکت بیچ میں ہی ہوتی ہے (ابن ماجہ ترمذی)

* آپ حلوہ شہد سرکہ کھجور خربوزہ ککڑی بہت پسند فرماتے (بخاری شمائل وغیرہ) گوشت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دست گردن اور پیٹھ کا گوشت بہت پسند تھا (شمائل ترمذی)

* اگر کوئی کھانا طبع مبارک کو ناپسند ہوتا تو کبھی اس کی برائی نہیں فرماتے بلکہ خاموشی سے اس کو چھوڑ دیتے (بخاری)

* آپ نے چھنا ہوا آٹا کبھی نہیں کھایا (شمائل ترمذی)

* کھجور یا روٹی کا ٹکڑا کسی پاک جگہ پڑا ہوتا تو اس کو پونچھ کر کھا لیتے (ابن ماجہ)

* بہت گرم کھانا جس سے بھاپ نکل رہی ہوتی تناول نہیں فرماتے بلکہ اس کو ٹھنڈا ہونے دیتے فرماتے کہ گرم کھانے میں برکت نہیں (ابوداؤد حاکم)

* کھانے پینے کے برتن کو ڈھکوا کر رکھتے (رواہ البخاری والمسلم)

* آپ سالن کے نیچے کا حصہ بہت پسند فرماتے اور اکثر اس کو بعد میں پی لیتے (شمائل ترمذی)

* گھر میں گوشت لا کر دیتے تو ہدایت فرماتے کہ اس میں شوربا رکھنا تاکہ اس سے پڑوسی کو دیا جاسکے (رواہ الطبرانی والدیلمی)

* کھانے پینے کی چیز میں پھونک نہیں مارتے تھے اور اس کو برا جانتے (طبرانی ابن عباس)

* کسی مجمع میں کھانا تناول فرماتے تو سب سے آخر میں آپ ہی کھانے سے اٹھتے کیونکہ بعض دیر تک کھاتے رہنے کے عادی ہوتے ہیں اور ایسے جب دوسروں کو کھانے سے اٹھتا دیکھتے ہیں تو شرم کی وجہ سے خود بھی اٹھ جاتے ہیں لہذا ایسے لوگوں کا لحاظ فرماتے (ابن ماجہ)

* جو شخص بغیر بسم اللہ کہے کھانا شروع کر دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ پکڑ لیا کرتے اور اس کو بسم اللہ کہنے کے لیے تاکید فرماتے (مسلم مسند احمد ابوداؤد)

* کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے (ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ)

* گوشت کے شوربہ میں ڈبوئی ہوئی روٹی بہت مرغوب طبع تھی (ابن ماجہ ترمذی دارمی)

* جب آپ کھانا تناول فرما چکتے تو فرماتے الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا و جعلنا المسلمین (ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ)

* جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے گھر کھانا تناول فرماتے تو داعی (صاحب خانہ) کے لیے ان الفاظ سے ضرور دعا فرماتے اللھم بارک لھم فی مارزقتھم واغفر لھم وارحمھم

# پینے کا بیان

* پینے کی چیزوں میں آپ کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی مرغوب تھا (ترمذی) بعض اوقات بیر سقیا جو مدینہ طیبہ سے کئی میل پر تھا وہاں سے میٹھا پانی منگا کر نوش جان فرمایا کرتے تھے (شرح شمائل)

* آپ رات کے باسی پانی کو (جو کہ گھڑے یا مشکیزے میں بھرا ہوتا) پسند فرماتے (بخاری)

* سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ پانی تین سانسوں میں چوس چوس کر نوش فرماتے تھے (بخاری) غٹ غٹ کر کے گھونٹوں کی آواز سے کبھی نہیں پیتے تھے

* آپ عموماً بیٹھ کر بسم اللہ کہہ کر برتن منہ کو لگاتے اور جب ہٹاتے تو اللہ کی حمد کرتے (ترمذی) اور کبھی والشکر للہ بھی بڑھا دیتے

* کھڑے ہو کر پینے اور برتن میں (پیتے وقت) سانس لینے اور پھونکنے سے منع فرماتے (بخاری ابوداؤد ابن ماجہ)

* آب زمزم شریف اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمانا آپ سے ثابت ہے (بخاری و مسلم)

* دودھ بھی طبیعت پاک کو مرغوب تھا (شمائل ترمذی)

* کبھی صرف دودھ استعمال فرماتے اور کبھی ٹھنڈا پانی ملا (کچی لسی بناکر) نوش فرماتے (بخاری مسلم عن انس)
* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کا جو کنارہ ٹوٹا ہوا ہوتا وہاں سے (منہ لگاکر) پینے سے منع فرماتے (ابوداؤد)
* پیٹ کے بل جھک کر پانی میں منہ ڈال کر پینے سے منع فرماتے (ابن ماجہ)
* سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرماتے (بخاری مسلم)
* سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خورد ونوش کے برتنوں میں ایک لکڑی کا موٹا پیالہ تھا جس پر لوہے کے پترے لگے ہوتے تھے (شمائل ترمذی)

روایت ترمذی میں اس قدر ہی ہے لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ ٹوٹ گیا ہو اور اسے لوہے کے تاروں اور پتروں سے جوڑ دیا گیا ہو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی پیالہ سے پانی شہد دودھ وغیرہ پلایا بعد میں یہی پیالہ حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہ کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم میں فروخت ہوا تھا اور امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے بصرہ میں اس پیالہ سے پانی بھی پیا (شرح شمائل)

# لباس مبارک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خاص لباس نہ تھا جس کا التزام کیا جاتا ہو بلکہ جو کچھ میسر ہوتا بلا تکلف زیب تن فرماتے (مدخل)
* لباس کے متعلق کسی قسم کا التزام نہ تھا عام لباس چادر قمیص اور تہبند تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قمیض کو بہت پسند فرماتے تھے۔ (زادلمعاد مواہب اللدنیہ)
* آپ کے قمیض کی آستین ہاتھ مبارک کے گٹ تک ہوتی (ترمذی ابوداؤد)

* قمیض مبارک کا گریبان سینہ پر ہوتا (اشعۃ اللمعات و سفر العادۃ)

* جب آپ کرتہ مبارک زیب تن فرماتے تو داہنے سے شروع کرتے (ترمذی (سیدھا ہاتھ سیدھی آستین اور پھر الٹا ہاتھ الٹی آستین میں)

* بعض اوقات آپ نے اونی جبہ شامیہ بھی استعمال فرمایا جس کی آستین اس قدر تنگ تھی کہ وضو کرنا چاہا تو چڑھ نہ سکی اور ہاتھ کو آستین سے نکالنا پڑا جبہ کسروانی بھی پہنا جس کی جیب اور دونوں آستینوں پر دیبا کی سنجاف تھی (خیال رہے) یہی وہ جبہ تھا جو آپ نے وصال کے بعد پہلے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ان کے بعد حضرت اسماء بنت ابی بکر کے پاس محفوظ تھا وہ فرماتی ہیں کہ ہم اسے دھوکہ بغرض شفا بیماروں کو پلاتے ہیں (مسلم)

* یمن کی دھاری دار چادریں جن کو عربی میں حبرۃ کہتے ہیں. بہت زیادہ پسند فرماتے تھے

* آپ نیا لباس جمعہ کے روز پہنتے (الفتح الکبیر)

* آپ کے اوڑھنے کی چادر لمبائی میں چار گز اور چوڑائی میں دو گز ایک بالشت ہوتی تھی (زاد المعاد)

* آپ کبھی چادر کو اس طرح اوڑھتے کہ چادر کو سیدھی بغل سے نکال کر الٹے کندھے پر ڈال لیتے

* آپ نے ایک ایسی اونی چادر بھی پہنی جس پر کجاوہ کی شکل بنی ہوئی تھی (مسند امام احمد بن حنبل)

* آپ نے ہمیشہ تہبند باندھا ہاں امام احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے شلوار کا کپڑا خریدنے کی روایت کی لیکن پائجامہ یا شلوار پہننا صراحۃ ثابت نہیں

* آپ تہبند ہمیشہ ناف سے نیچا باندھتے اور نصف پنڈلی سے اونچا رکھتے (مواہب

اللدنیہ)

* حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند کا اگلا حصہ پچھلے سے قدرے نیچا ہوتا (ابوداؤد عن عکرمہ عن ابن عباس)

* بعض روایات میں ہے کہ آپ نے حلہ حمرا۔ بھی استعمال فرمایا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چاندنی رات تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حلہ اوڑھے ہوتے لیٹے تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور کے چہرہ انور کو۔ بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا فَاِذَاھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ :- کہ حضور چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں (مشکواۃ بحوالہ ترمذی دارمی)

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا

بھیک تیرے نام کی ہے استعارا نور کا

خیال رہے کہ حمرا۔ اگرچہ سرخ رنگ کو کہتے ہیں لیکن آپ نے خالص سرخ رنگ کا لباس کبھی نہ پہنا بلکہ حلہ حمرا۔ ایک قسم کی یمنی چادر تھی جس میں سرخ دھاریاں ہوتی تھیں اگرچہ آپ کی تمام زندگی فقر وسادگی کی مظہر ہے تاہم آپ نے کبھی کبھی نہایت قیمتی اور نفیس لباس بھی زیب تن فرمایا جیسا کہ اوپر ذکر گزرا

## پسندیدہ رنگ

تمام رنگوں میں سفید رنگ بہت پسند تھا ارشاد فرمایا سفید کپڑے پہنو وہ زیادہ پاک اور ستھرے ہیں اور انہیں میں اپنے مردوں کو کفناؤ (امام احمد ترمذی وغیرہ) زرد رنگ بھی مرغوب تھا کبھی کبھی آپ تمام کپڑے یہاں تک کہ عمامہ بھی زرد رنگ میں رنگوا کر پہنتے تھے (ابوداؤد) سبز رنگ بھی نہایت پسندیدہ تھا ابورمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو دو سبز چادریں اوڑھے منبر شریف پر خطبہ دیتے دیکھا (سفر

السعادة) سیاہ رنگ کا عمامہ بھی استعمال فرمایا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن آپ سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے (ترمذی)

## ناپسندیدہ رنگ

خالص سرخ رنگ کے لباس کو (مردوں کے لیے) ناپسندیدہ فرماتے تھے چنانچہ ایک دفعہ عبد اللہ بن عمرو کو سرخ رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا ماھذا یہ کیا لباس ہے؟ انہوں نے جاکر آگ میں ڈال دیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا جلانے کی ضرورت نہ تھی کسی عورت کو پہنادیا ہوتا (ترمذی ابوداؤد)

ایک سفر میں صحابہ نے اپنے سواری کے اونٹوں اور کجاووں پر سرخ رنگ کی چادریں ڈالدیں تو آپ نے فرمایا الا اری ھذہ الحمرۃ قد علتکم (ابوداؤد) یعنی میں یہ نہیں دیکھنا چاہتا کہ یہ سرخ رنگ تم پر چھا جائے صحابہ جلدی سے اٹھے اور اپنے اپنے اونٹوں سے وہ چادریں اتار دیں روایات مندرجہ بالا میں ان لوگوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ جو اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود ایشیا سرخ ہے کے نعرے لگاتے ہیں اور کمیونزم کے اختیار کر وہ سرخ رنگ کو مرغوب سمجھتے ہیں ایک سچے مسلمان کے لیے خالص سرخ رنگ نا مرغوب ہونا چاہیے جب آپ نیا لباس پہنتے تو کپڑے کا نام لے کر یہ کلمات اپنی زبان سے ادا فرماتے

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَ مَاصُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَاصُنِعَ لَہٗ (سفر السعادہ)

## عمامہ ٹوپی

* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سر مبارک پر عمامہ باندھتے تھے

* کبھی اگر عمامہ نہ ہوتا سر اور پیشانی مبارک پر رومال باندھ لیا کرتے (الحاوی للفتاوی)

* آپ کے عمامہ مبارک کا شملہ اکثر دونوں کندھوں کے درمیان پس پشت ہوتا تھا

* کبھی شملہ دائیں کندھے پر ڈال لیتے (شرح سفر السعادۃ)

* کبھی شملہ بائیں جانب بھی ہوتا

* کبھی دونوں شملے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا لیتے (زاد المعاد بحوالہ مسلم)

* عمامہ شریف کا شملہ کم از کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ ہوتا

* کبھی کبھی شملہ ہوتا ہی نہ تھا (مواہب)

* کبھی کبھی آپ تحنیک فرمایا کرتے یعنی دستار مبارک کا ایک پیچ بائیں جانب سے ٹھوڑی مبارک کے نیچے سے گزار کر سر مبارک پر لپیٹ لیتے عام حالات میں آپ کا عمامہ شریف تین گز نماز پنجگانہ کے لیے سات گز اور جمعہ عیدین اور وفود سے ملاقات کے وقت بارہ گز کا ہوتا تھا (انوار المحمود) ج ۶ ۴۴۴

* عموماً آپ عمامہ کے نیچے ٹوپی اور چادر اوڑھے باہر تشریف لاتے

* کبھی عمامہ اور ٹوپی میں باہر نکلتے اور کبھی آپ صرف ٹوپی پہنے ہوئے جلوہ فرما ہوتے آپ کی ٹوپی مبارک سر کے ساتھ چپٹی ہوئی ہوتی تھی (مدخل ابن ماجہ)

* لڑائیوں کے موقعہ پر مغفر (لوہے کی ٹوپی جسے خود بھی کہتے ہیں) پہنتے

## انگوٹھی مبارک

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی اور قیصر روم وغیرہ کو خطوط لکھنا چاہے تو لوگوں نے عرض کی کہ سلاطین عجم بغیر مہر کوئی تحریر قبول نہیں کرتے اس بنا پر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی (مسلم)

* آپ چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے (مسلم)

* آپ نے انگوٹھی سیدھے اور الٹے دونوں ہاتھوں کی چھنگلیاں میں پہنی ہے (ابوداؤد نسائی)

* مگر امام بیہقی فرماتے ہیں کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا منسوخ ہے (بہار شریعت)

* انگوٹھی کا نگینہ آپ نے کبھی چاندی کا رکھا اور کبھی حبشی پتھر کا (بخاری و مسلم شرح سفر السعادة)

* آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ انگوٹھی کا نگینہ، ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے (متفق علیہ)

* آپ کی انگوٹھی مبارک پر تین سطروں میں نیچے سے اوپر محمد رسول اللہ اس طرح لکھا ہوا تھا کہ سب سے نیچے محمد اس کے بعد لفظ رسول پھر لفظ اللہ جل و علی۔ خیال رہے کہ آپ نے مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی کو حرام فرمایا چنانچہ ابوداؤد اور نسائی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ سے مروی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لیا اور فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اتار کر پھینک دی اور فرمایا کہ کیا کوئی اپنے ہاتھ میں انگارہ پہنتا ہے؟ جب حضور تشریف لے گئے تو کسی نے ان صاحب سے کہا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور کسی کام میں صرف کر لینا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم میں اسے کبھی نہ لوں گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا (مسلم)

آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ چاندی کی انگوٹھی بنواؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو (ترمذی ابوداؤد نسائی عن بریدہ رضی اللہ عنہ)

# نعلین (جوتا) مبارک

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریفین چپل نما ہوا کرتی تھیں آپ کے جوتا

مبارک کے دو دوہرے تسمے ہوتے تھے ایک تسمہ انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی میں اور دوسرا تسمہ درمیانی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی میں ہوتا (شرح سفر السعادۃ)

آپ کا جوتا مبارک ایک بالشت دو انگل لمبا تھا تلوے کے پاس سات انگل چوڑا اور دونوں تسموں کے درمیان پنجے پر سے دو انگل کا فاصلہ ہوتا تھا آپ جب جوتا پہنتے تو پہلے سیدھا پاؤں سیدھے جوتے میں ڈالتے پھر الٹا پاؤں الٹے جوتے میں ڈالتے اور اتارتے وقت پہلے بایاں پاؤں جوتے سے نکالتے اور پھر دایاں پاؤں۔ داہنا پہننے میں پہلے اور اتارنے میں پیچھے (بخاری مسلم عن ابی ہریرہ)

* آپ نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا (ترمذی ابن ماجہ) خیال رہے کہ یہ حکم ان جوتوں کا ہے جن کو کھڑے ہو کر پہننے میں دشواری ہوتی ہے اور جن میں تسمے باندھنے کی ضرورت ہوتی ہے اگر تسمہ یا فیتہ باندھنے کی ضرورت نہیں تو کھڑے ہو کر جوتا پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ آجکل چپل یا بغیر تسمہ کے بوٹ وغیرہ

* جب کبھی آپ اپنا جوتا اٹھاتے تو بائیں ہاتھ سے اٹھاتے آپ نے شاہ حبشہ کے بطور ہدیہ بھیجے ہوئے دو سادہ سیاہ رنگ کے موزے بھی پہنے پھر وضو کیا اور ان پر مسح فرمایا (شرح سفر السعادۃ)

حضرات یہ وہی نعلین مبارک ہیں کہ شب معراج جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر تشریف لے گئے تو بقول صوفیہ کرام باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ نعلین سمیت عرش کو شرف بخشیے کسی نے کیا خوب کہا ہے

لَدَی الطُّوْرِ مُوسیٰ نُوْدِیَ اخْلَعْ وَ اَحْمَدُ عَلَی الْعَرْشِ لَمْ یُوذَنْ بَخَلْعِ نِعَالِہٖ

(جواہر البحار)

ترجمہ:۔ طور کے پاس جانے کے وقت موسیٰ علیہ السلام کو جوڑا اتارنے کا حکم نہیں

فرمایا گیا

حضرت الشیخ الشاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

| | |
|---|---|
| وتمثال نعل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک |
| خواص وبرکات بسیار دارد وبعضے از | کا نقشہ بہت سے خواص وبرکات رکھتا ہے |
| اکابر محدثین رسالہ جدادر بیان آں جمع کردہ | بعض اکابر محدثین نے اس کے بیان میں |
| وگفتہ کہ نگاہداشتن آں باعث وجود حرزو | علیحدہ رسالہ جمع کیا اور فرمایا ہے کہ |
| است از شر بغی وعداوت وحسد | نقشہ مبارک تو نگاہ رکھنا امن وامان کا |
| اشرار واز شر شیطان ماردواگرزنے | باعث ہے ظلم اور علاوت اور شریروں |
| کہ دشوار شدہ باشد زائیدن وے آنرا | کے حسد اور شیطان سرکش کے شر سے اور |
| نگاہدارد آسان شود بروے این دشواری | اگر وہ عورت جس پر بچہ جننا دشوار ہو جائے |
| وبعضے ازمحبان رااز علماء محدثین اشعار | اس کو نگاہ رکھے تو اس پر یہ مشکل آسان |
| وقصائد است درمدح آن | ہوجاتی ہیاور بعض اہل محبت علماء مشائخ |
| (سفر السعادت ومواہب اللدنیہ) | سے نقشہ نعل شریف کی مدح میں اشعار |
| | اور قصائد منقول |

چنانچہ حضرت عارف جامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اویم طائفی نعلین پاکن

شراک از رشتۂ جانہائے ماکن

طائفی جوڑا پاؤں میں پہنو اور اسی کا تسمہ ہماری جانوں کے رشتہ سے بنایئے حضرت مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور

تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

انی خَدَمْتُ مِثَالَ نَعْلِ المصطفےٰ لَاعِیْشُ فی الدَّادَیْن تحت ظلا لھا

سعد اُبنُ مسعُود بخدمَتة نعلہ وانا السعید بخدمتی لمثا لھا

تحقیق میں نے نعل مصطفےٰ کے نقشہ کی خدمت کی ہے تاکہ میں دارین میں اس کے سایہ میں زندگی گزاروں ابن مسعود خدمت نعل سے سعادت مند ہوا اور میں نے مثال نعل کی خدمت سے سعادت حاصل کی ہے تفصیل کے لیے جواہر البحار ثالث دیکھیے

## سید عالم کی مبارک عادات تیل لگانے اور کنگھا کرنے میں

* حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہوتے یا حضر میں ہمیشہ بوقت خواب آپ کے سرہانے سات چیزیں رکھی رہتیں تیل کی شیشی کنگھا سرمہ دانی قینچی مسواک آئینہ اور ایک لکڑی کی پچی (سیخ)، جو سر وغیرہ کھجانے کے کام آتی تھی (غنیۃ الطالبین وغیرہ)

* آپ اپنے سر مبارک میں اکثر تیل استعمال فرمایا کرتے تھے اور داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے (شمائل ترمذی)

* سر مبارک میں تیل لگاتے تو پہلے پیشانی کے رخ سے شروع فرماتے (کتاب عمل الیوم واللیہ)

* داڑھی مبارک میں تیل لگاتے تو داڑھی کے اس حصہ سے شروع فرماتے جو گردن سے ملا ہوا ہے

* آپ پانی لگا کر بھی داڑھی مبارک میں کنگھا کر لیا کرتے تھے

* جب آپ آئینہ میں چہرہ انور دیکھتے تو یہ الفاظ زبان مبارک پر ہوتے

اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ وَاَوْسِعْ عَلَیَّ فِیْ رِزْقِیْ

## حجامت و ناخون وغیرہ کٹوانے کے معمولات

* آپ نے عمر شریف کے اکثر حصہ میں سر پر بال رکھے ہیں اور ان بالوں کی درازی میں مختلف روایات آتی ہیں

(۱) :- نصف کانوں تک (۲) کانوں کی لو تک (۳) کندھوں کے نزدیک تک (شمائل ترمذی)

ان سب روایتوں میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ ان کو مختلف اوقات واحوال پر محمول کیا جائے یعنی جب آپ کٹوا دیتے تو نصف کان تک رہ جاتے پھر بڑھ کر کانوں کی لو تک یا شانہ مبارک تک پہنچ جاتے

* ابتدا میں آپ سر کے بالوں کو بغیر مانگ نکالے ویسے ہی چھوڑے رکھتے مگر بعد کی زندگی میں آپ مانگ نکالنے لگے تھے (شمائل ترمذی، ایضا بخاری مسلم)

* آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت سے ہیں (انبیاء سابقین علیہم السلام کی سنت سے ہیں ۱۔ ختنہ کرنا ۲۔ موئے زیر ناف مونڈنا ۳۔ مونچھیں کم کرنا ۴۔ ناخن ترشوانا بغل کے بال اکھیڑنا (بخاری ومسلم)

* آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی اسے کنگھی کیا کرتے تھے

* مونچھ مبارک کٹوایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مشرکین کی مخالفت کرو یعنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو خوب کٹواؤ (متفق علیہ)

* آپ ریش مبارک کی چوڑائی اور لمبائی سے کچھ فیا مع الکلام شیہ کرتے تھے (ترمذی)

داڑھی بڑھانا سنت انبیاء سی ہی موڈوانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے ہاں ایک مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہو اس کو کٹوا سکتے ہیں (احمد مختار)

جمہور علمائے امت نے مشت بھر داڑھی کے وجوب کا قول کیا ہے اور جنہوں نے سنت لکھا ہے اسکا مطلب یہ ہے اسکا وجوب سنت سے ثابت ہے چنانچہ اس بارے میں ایک مکمل مقالہ اسی مجموعہ میں چھپ رہا ہے

* آخیر عمر شریف میں آپکی داڑھی مبارک اور سر مبارک میں بیس کے قریب سفید بال آگئے تھے (شمائل ترمذی)

* آپ نے فرمایا جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا یہ بالوں کی سفیدی اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگی (ترمذی نسائی)

* انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ناخن کٹوانے مونچھیں ترشوانے بغلوں کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف بال مونڈنے میں ہمارے لیے وقت مقرر کیا گیا تھا کہ چالیس روز سے زیادہ نہ چھوڑیں (مسلم) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پندرہویں روز ناخن کٹواتے تھے (ابن عساکر عن ابن عمر)

* جمعہ کے دن ناخن کٹوانا مستحب ہے ہاں اگر زیادہ بڑھ گئے ہوں تو جمعہ کا انتظار نہ کرنا چاہیئے کسی روز بھی کٹوالے کیونکہ ناخنوں کا بڑا ہونا تنگی رزق کا سبب ہے (بہار یعت) لیکن بدھ کے روز ناخن کٹوانے سے احتراز کرے کہ حدیث میں نہی وارد ہے بلکہ مورث برص ہے (فتاوی رضویہ جلد دہم بحوالہ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض (طحطاوی حاشیہ در مختار وغیرہ)

* ناخن کٹوانے کا طریقہ جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ سے مروی ہے کہ داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کرے اور چھنگلیا پر ختم کرے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اس کے بعد داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن

ترشوائے اس صورت سے داہنے ہاتھ سے شروع ہوا اور داہنے ہاتھ پر ختم (درمختار) ناخن دانت سے نہ کترے جائیں کہ یہ مکروہ ہے اور (معاذ اللہ) مرض برص پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے (عالمگیری)

* پاؤں کے ناخن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس ترتیب سے کاٹتے تھے پہلے دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرتے اور بالترتیب انگوٹھے پر ختم ہوتے پھر بائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع فرماتے اور انگوٹھے پر ختم کرتے اس زمانہ میں داڑھی مونچھ میں طرح طرح کی تراش خراش کی جاتی ہے بعض داڑھی مونچھ کا بالکل صفایا کر دیتے ہیں بعض مونچھوں کی دونوں جانب مونڈ کر بیچ میں ذرا سی باقی رکھتے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ ناک کے نیچے دو مکھیاں بیٹھی ہیں کسی کی داڑھی فرنچ کٹ اور کسی کی کرزن فیشن ہوتی ہے یہ سب کچھ یہود ہنود اور نصاریٰ (عیسائیوں) کی اتباع و تقلید میں ہو رہا ہے صد افسوس کہ مسلمانوں کے جذبات ایمانی اتنے کمزور ہو گئے ہیں کہ وہ اپنے وقار اور شعار کو کھو چکے ہیں اور حمیت اور غیرت ایمانی یہاں تک کم ہو گئی کہ دوسری قوموں کی نقالی میں فخر محسوس کرتے ہیں حالانکہ قوم مسلم کے ہر فرد کو تعلیمات اسلام کا مجسمہ اور اخلاق سلف صالحین کا نمونہ ہونا چاہیئے اسلامی شعار کی حفاظت کرنی چاہیئے تاکہ دوسری قوموں پر اسکا اثر پڑے

بعض داڑھی منڈے تو یہاں تک بے باک ہوتے ہیں کہ وہ داڑھی کا مذاق اڑاتے ہیں اور شریعت کے مطابق داڑھی رکھنے پر پھبتیاں کستے ہیں خیال رہے کہ داڑھی مونڈوانا حرام اور گناہ عظیم ہے لیکن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کا مذاق اڑانا کفر ہے بعض داڑھی منڈوں کو جب سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند ہونے کی تلقین کی جائے تو وہ بے سروپا عذر لنگ اور حجت بازی سے کام لے کر اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرتے ہیں چنانچہ ایک شخص حجام کی دکان پر بیٹھا داڑھی منڈوا رہا

ھا کہ کسی صاحب دل نے اسے دیکھا اور فرمایا آغاریش می تراشی؟ کہا تو داڑھی ترشواتا

ہے تو اس نے فورا جواب دیا بلے ریش می تراشم مگر دل کس نمی تراشم داڑھی منڈواتا

وں مگر کسی کا دل تو نہیں دکھاتا (دل دکھانا بڑا گناہ ہے) اس خدا کے نیک بندے نے

یاختہ فرمایا آرے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم می خراشی رسول اللہ کے دل کو تو

کھاتا ہے مطلب یہ کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوگی کہ فلاں شخص

یری سنت کے خلاف کر رہا ہے تو انکو کس قدر دکھ ہو گا یہ سن کر اس شخص کی آنکھیں

کھل گئیں اور زبان حال سے کہہ اٹھا

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی

مرابا جان جان ہمراز کر دی

نی تم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے میں تو اندھا تھا آج معلوم ہوا کہ مجھ سے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تکلیف پہنچ رہی ہے

## سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے جاگنے کے معمولات

حضور اقدس رات کے اول حصہ میں آرام فرماتے اور پچھلی رات کے حصہ میں اٹھ

تے مسواک کرتے اور وضو فرماتے (مواہب اللدنیہ) نماز تہجد ادا فرماتے پھر سو جاتے

ر پھر اذان فجر کے بعد اٹھتے اور سنت فجر گھر میں ہی ادا کر کے مسجد میں تشریف لے

تے (مشکواۃ) تعداد رکعات کے بارے میں شرح سفر السعادت میں آٹھ صورتیں نقل

ی گئی ہیں مگر اکثر محدثین نے آٹھ رکعت کو ترجیح دی ہے

عموماً آپ نماز عشاء باجماعت ادا فرما کر گھر تشریف لے جاتے اور چار رکعت (نوافل)

ھ کر سو جاتے (ابوداؤد)

سوتے وقت یہ معمول تھا کہ تکیہ پر سر رکھنے کے بعد قل ھو اللہ احد قل اعوذ برب

الفلق اور قل اعوذ برب الناس تینوں سورۃ ایک ایک مرتبہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں
ہتھیلیوں پر پھونک لیتے پھر ان کے پورے بدن مبارک پر جہاں تک ہاتھ جاتا پھیر
اور پھر ہاتھوں کو سر اور چہرے سے نیچے کی جانب پھیرتے اس طرح تین مرتبہ کر
(شمائل ترمذی)

* جس وقت آپ آرام فرماتے اپنے دائیں ہاتھ کی، ہتھیلی پر اپنا دایاں رخسار رکھ لیتے
تین مرتبہ یہ الفاظ اپنی زبان مبارک سے ادا فرماتے

ربِّ قِنِیْ عذابک یَوْمَ تبْعَثُ عِبادَکَ (شمائل ترمذی مواہب اللدنیہ)

* بستر مبارک میں کوئی التزام نہ تھا کبھی تو آپ کھجور کی چھال سے بھرے ہو
چمڑے کے گدے پر کبھی چٹائی پر کبھی ٹاٹ پر کبھی صرف چمڑے پر کبھی صرف زمی
آرام فرماتے (مواہب اللدنیہ)

بوریا ممنون خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

* سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم جس ٹاٹ پر آرام فرماتے اس کو دو تہہ کر کے بچھا
کا حکم دیتے ایک رات چار تہہ کر کے بچھایا گیا تاکہ زیادہ نرم ہو جائے تو دوسری ر
آپ نے منع فرمادیا کہ کل اس نے نماز میں غفلت پیدا کر دی (سفر السعادت)

* بوقت ضرورت آپ لحاف اور تکیہ بھی استعمال فرماتے آپ کا تکیہ چمڑے کا
میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے تھے کبھی آپ کھجور کے بان کی بنی ہوئی چارپائی پر آ
فرماتے (شرح سفر السعادۃ)

* آپ کبھی چت لیٹتے اور پاؤں پر پاؤں رکھ کر آرام فرماتے مگر اس طرح کہ ستر
(بخاری مسلم) اگر ستر کھلنے کا اندیشہ ہو تو آپ نے چت لیٹ کر پاؤں پر پاؤں ر
سے منع فرمایا (مسلم)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے پہلے کبھی نہیں سوتے تھے (بخاری)

* نماز عصر کے بعد بھی سونے کو ناپسند فرماتے تھے (ابو یعلی عن عائشہ رضی اللہ

نہا) آپ رات کو سونے سے پہلے دونوں آنکھوں میں تین تین مرتبہ سرمہ لگاتے

* حالت سفر میں جب رات کو کسی منزل پر اترتے تو داہنی کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح

سے کچھ پہلے اترتے تو داہنے ہاتھ کو کھڑا کرتے اور اس کی ہتھیلی پر سر رکھ کر لیٹتے

شرح سنہ)

* آپ نماز عشاء کے بعد دنیاوی بات چیت کرنا ناپسند فرماتے تھے (بخاری)

خیال رہے کہ نماز عشاء کے بعد باتیں کرنے کی تین صورتیں ہیں اول علمی گفتگو کسی سے

مسئلہ پوچھنا اس کا جواب دینا یا اسکی تحقیق و تفتیش کرنا سونے سے افضل ہے دوم

جھوٹے قصے کہانی مسخرہ پن اور ہنسی مذاق کی باتیں کرنا یہ مکروہ ہے (حضور صلی اللہ علیہ

وسلم اس قسم کی باتوں کو ناپسند فرماتے) سوم :- موانست کی بات چیت کرنا جیسے میاں

بیوی یا مہمان سے اس کے انس کے لیے کلام کرنا یہ جائز ہے چاہیے کہ آخر میں ذکر الہی

میں مشغول ہو جائے اور تسبیح و استغفار پر کلام ختم کرے اور سو جائے (بہار یعت)

* آپ پیٹ کے بل اوندھا لیٹنا ناپسند فرماتے بلکہ کسی کو اس طرح لیٹے ہوئے دیکھتے

تو ناراض ہوتے اور پاؤں سے ٹھوکر لگا کر اس کو اٹھا دیتے (ابن ماجہ ابوداؤد)

* جس چھت پر روک (دیوار یا منڈیر) نہ ہوتی اس پر سونے سے منع فرماتے (ابوداؤد)

* آپ لوگوں کو تنہائی میں سونے سے منع فرماتے (امام احمد)

* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ کلمات اپنی زبان سے

ادا فرماتے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْر

اس خدا کا شکر جس نے موت کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف حشر ہوگا (شمائل ترمذی)

آپ کی عادت کریمہ تھی کہ جب بیدار ہوتے تو پہلے مسواک فرماتے پھر وضو کرتے ا
آٹھ رکعت ادا فرماتے (رواہ ابوداؤد و عن ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا) تعداد رکعا
کے بارے میں دوسری روایات میں کمی بیشی وارد ہے جیسے چاہے عمل کرے

## سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات سفر

* سفر ہجرت کے علاوہ حج عمرہ اور زیادہ تر سفر جہاد کی ضرورت پیش آیا کرتی تھی چنا
سفر میں معمول یہ تھا کہ ازواج مطہرات پر قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ پڑھتا وہ ہمسف
ہوتیں (بخاری باب حدیث الانک وکتاب المغازی)

* سفر حج میں تمام ازواج مطہرات کو ساتھ لے جاتے (سفر السعادۃ)

* حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے روز سفر پر روانہ ہونا پسند فرما
(بخاری ابوداؤد)

* سفر پر علی الصبح روانگی کو پسند فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہفت
کے دن صبح کو کسی جانب حاجت کی طلب سے نکلا تو میں اس کے پورا ہونے کا ضا
ہوں (مرقات از حاشیہ مشکواۃ)

* افواج اسلام کو بھی جب کسی مہم پر روانہ کرتے تو اسی وقت روانہ فرمایا کرتے (ابوا
سفر السعادۃ)

* جب سواری سامنے آتی اور قدم مبارک رکاب میں رکھتے تو بسم اللہ کہتے اور جب
سواری کی پشت پر سوار ہو جاتے تو تین بار تکبیر کہتے اور اس کے بعد یہ آیت کر
تلاوت فرماتے

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (
۲۵) (سفر السعادۃ)

ترجمہ:- پاک ہے وہ ذات جس نے اس (جانور) کو ہمارا فرمانبردار بنادیا حالانکہ ہم خود کو مطیع نہیں کرسکتے تھے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں

اس کے بعد اور دعائیں بھی پڑھا کرتے جو کہ سفر سعادۃ اور ترمذی وغیرہ میں مذکور ہیں

* جب سواری کسی بلند مقام پر چڑھتی تو تکبیر کہتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح پڑھتے صحابہ بھی آپ کے ہم آواز ہوکر تکبیر و تسبیح کا آوازہ بلند کرتے (سفر السعادت)

* آپ جب (رات کو) کسی منزل پر اترتے تو یہ دعا پڑھتے

يَا اَرْضُ رَبِّي وَرَبُّكِ اللهُ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وشرِّ ما فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وشَرِّ ما يَدُبُّ عَلَيْكِ وَاعوذ بِكَ مِن اَسَدٍ وَ اَسْود وَمِنَ الحَيَّةِ وَالْعقرب ومن ساكنى البَلَدِ ومِن والد وَما وَلَدَ (زاد المعاد)

ترجمہ:- اے زمین میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے میں تیری برائی سے جو تیرے اندر ہے اور اس چیز کی برائی سے جو تیرے اندر پیدا کی گئی ہے اور اس چیز کی برائی سے جو تجھ پر چلتی ہے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں یا اللہ میں تجھ سے شیر سانپ بچھو اور اس گاؤں کے رہنے والوں اور سب آدمیوں سے پناہ مانگتا ہوں

* سفر میں کہیں پڑاؤ کرتے تو جب تک نماز دوگانہ ادا نہ فرماتے وہاں سے روانہ نہ ہوتے (الفتح الکبیر عن انس)

* سفر سے واپسی پر عادت کریمہ تھی کہ پہلے مسجد شریف میں جاتے اور دو رکعت نماز نفل ادا کرکے پھر گھر تشریف لے جاتے (بخاری مسلم)

* سفر سے واپس تشریف لاتے تو راستہ میں ملنے والے بچوں کو اپنی سواری پر بٹھالیتے (مشکواۃ بحوالہ مسلم)

* جب آپ کسی سفر سے واپس آتے تو رات کے وقت اپنے اہل کے پاس نہ آتے بلکہ صبح یا شام کو تشریف لاتے (بخاری و مسلم)

* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنہا سفر کرنے کو ناپسند فرماتے (بخاری)

* جب آپ رات کے وقت کسی جگہ پر پڑاو کرتے تو عام راستہ سے ہٹ کر ڈیرہ ڈالتے (مسلم)

* حالت سفر میں آپ رات کے وقت بھی کچھ سفر طے فرمایا کرتے تھے ارشاد فرمایا کہ رات کے وقت زمین لپیٹ دی جاتی (ابو داود) یعنی رات میں چلنے سے راستہ جلد طے ہو جاتا ہے

* آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی سفر سے واپس آئے تو اہل خانہ کے لیے کچھ ہدیہ لائے (ابن عساکر)

* حالت سفر میں آپ اپنے ہم سفروں کے ساتھ ہوتے اور کوئی کام کرنا ہوتا تو آپ بھی اس میں حصہ لیتے مثلاً ایک سفر میں کھانا تیار کرنے کی ضرورت در پیش آئی تو ہر ایک نے ایک کام اپنے ذمہ لیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑیاں چن کر لانے کا کام اپنے ذمہ لے لیا (مواہب وغیرہ)

* جب کوئی مسافر سفر سے آکر خدمت اقدس میں حاضری دیتا تو آپ اس سے معانقہ کرتے اور بعض کی پیشانی پر بوسہ دیتے

* جب کسی کو سفر کے لیے رخصت کرتے تو اس سے دعا کا مطالبہ کرتے

* جب آپ کسی کو سفر کے لیے رخصت کرتے تو یہ الفاظ مبارکہ زبان پر ہوتے

اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وخواتیم عملک (ابو داود)

* میں تیرے دین وامانت اور تیرے عمل کے خاتموں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں

## سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ گفتگو میں

* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو الفاظ نہایت ٹھہر ٹھہر کر ادا

فرماتے سننے والا بآسانی یاد کر لیتا (شمائل ترمذی) بلکہ اگر کوئی آپ کے الفاظ کو گننا چاہتا تو گن بھی سکتا

* (بعض مرتبہ حسب ضرورت) آپ اپنے کلام مبارک کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں (شمائل)

* آپ بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے آپ کی تمام گفتگو ابتداء سے انتہا تک منہ بھر کر ہوتی (یہ نہیں کہ نوک زبان سے کٹتے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی بات زبان سے کہی اور آدھی خود بات کرنے والے کے ذہن میں رہی جیسا کہ جو موجودہ زمانہ کے متکبرین کا دستور ہے)

* آپ کا کلام شریں حق و باطل میں فرق کرنے والا نہ حد سے کم نہ حد سے زیادہ گویا آپ کا کلام لڑی کے موتی ہیں جو گر رہے ہیں (استیعاب)

* جس بات کا تفصیلاً ذکر نامناسب ہوتا تو آپ اس کو اشارۃً بیان فرماتے

* کسی بات پر زور دینا ہوتا اور آپ ٹیک لگائے ہوتے تو ٹیک چھوڑ کر سیدھے بیٹھ جاتے

* جب آپ بوقت گفتگو کسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے فرماتے صرف انگلی سے اشارہ نہیں کرتے تھے (شمائل ترمذی)

* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے بات کرتے تو مسکراتے اور نہایت خندہ پیشانی سے گفتگو کرتے

* آپ دوران گفتگو کسی کی بات پر تعجب کا اظہار کرتے تو ہتھیلی کو الٹ دیتے (شمائل ترمذی)

* کبھی کسی فکر یا سوچ کے وقت زمین کو لکڑی سے کریدتے

* دوران گفتگو جب کسی بات کو زیادہ واضح کرنا مقصود ہوتا تو ہاتھ کی انگلی کے اشارہ

سے اس کو واضح فرماتے مثلاً کسی دو چیزوں کا ساتھ ساتھ ہونا بتاتے تو شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کے ساتھ ملا کر اشارہ فرماتے جیسا کہ یتیم کی خبر گیری کرنے والے کا درجہ بتانے کے لیے آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان کچھ کشادگی رکھ کر فرمایا میں اور یتیم کا متکفل جنت میں یوں ہوں گے (مشکواۃ)

* اگر کسی چیز کی مضبوطی کو بتلانا ہوتا تو ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرماتے (مشکواۃ)

* آپ کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے جو بات ناپسند ہوتی اس سے تغافل فرماتے اور ٹال جاتے مجالس میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا آپ بھی شامل ہو جاتے ہنسی اور مہذب ظرافت میں بھی شریک ہوتے

* جب کوئی اچھی بات کہتا تو آپ اس کی تحسین فرماتے اور نامناسب گفتگو کرتا تو اسکو مطلع فرما دیتے (شمائل)

* عین سلسلہ تقریر میں کوئی بات پوچھ بیٹھتا تو آپ سلسلہ تقریر قائم رکھتے اور فارغ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوتے (بخاری کتاب العلم)

* کبھی کبھی آپ حاضرین کی (جودت فکر اور اصابت رائے) ذہانت وفطانت کا اندازہ لگانے کے لیے بطور امتحان سوال کرتے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ نے ایک دفعہ پوچھا کہ وہ کون سا درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ مسلمانوں سے مشابہت رکھتا ہے لوگوں کا خیال جنگلی درختوں کی طرف گیا میرے ذہن میں آیا کہ کھجور کا درخت ہو گا لیکن چونکہ میں کم عمر تھا اس لیے (بزرگوں کی موجودگی میں) جرات نہ کرسکا بالاخر لوگوں نے عرض کی کہ حضور آپ بتائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کھجور عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ مجھے تمام عمر حسرت رہی کاش میں جرات کر کے اپنا خیال ظاہر کر دیتا (ابن ماجہ)

# حضور رحمتہ اللعالمین کی عادات ستودہ صفات چلنے کے بارے میں

* حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم چلتے وقت اپنا بدن مبارک آگے کی طرف جھکا کر چلتے جس طرح کہ کوئی بلندی سے پستی کی طرف اتر رہا ہے

* جب آپ چلتے تو قدم کشادہ رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے

* آپ قوت سے قدم اٹھا کر رکھتے (قدم گھسیٹ کر نہیں رکھتے تھے

* آپ اپنا قدم مبارک زمین پر آہستہ رکھتے زور سے نہیں مارتے تھے

* آپ تیز رفتار تھے (معمولی رفتار سے چلنے والا آپ کیساتھ چلنے سے قاصر رہتا) مواہب اللدنیہ)

* جب آپ صحابہ کے مجمع میں چلتے تو اپنے ساتھیوں کو آگے کر دیتے اور خود پیچھے چلتے (شمائل) فرماتے کہ میرے پیچھے فرشتوں کو چلنے دو (مواہب)

(مندرجہ بالا جواہر پارے ایک طویل حدیث سے لیے گئے ہیں جو کہ شمائل ترمذی میں ہے)

* آپ چلتے وقت بدن کو مجتمع (چست اور سمٹا ہوا) رکھتے تھے ڈھیلا نہیں چھوڑتے تھے (مواہب)

* چلتے وقت جب آپ کسی چیز کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر ادھر دیکھتے (صرف گردن یا نظر گھما کر ادھر نہیں دیکھتے تھے) (شمائل)

* چلتے ہوئے آپ کی نظر اکثر نیچی رہتی تھی (شمائل)

* راستہ میں جس سے ملاقات ہوتی سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے (شمائل) کبھی کبھی چلتے ہوئے آپ اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لیتے

* جب آپ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو زمین پر آپ کا سایہ نہ پڑتا تھا (مواہب اللدنیہ سیرت حلبیہ)

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

# معمولات وعظ و تقریر

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تلقین کا فیض اگرچہ سفر و حضر جلوت و خلوت نشت و برخاست غرضیکہ ہر وقت جاری رہتا تھا تاہم پھر بھی آپ نے وعظ و نصیحت کے لیے کچھ خاص وقت مقرر کر رکھے تھے تاکہ لوگ پہلے سے مطلع رہیں اور استفادہ کر سکیں

* مجالس تعلیم وارشاد عموما مسجد نبوی شریف میں ہی منعقد ہوتی تھیں ابتداء آپ کی نشست گاہ کے لیے کوئی ممتاز جگہ نہ تھی باہر سے آنے والے اجنبی لوگوں کو آپ کے پہچاننے میں دقت ہوئی تو صحابہ نے آپ کے لیے مٹی کا ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا دیا آپ اسپر تشریف رکھتے دونوں طرف صحابہ حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے (ابوداؤد عن ابی ذر و ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما)

* خطبہ جمعہ کے علاوہ آپ تقریبا ہر نماز کے بعد مختصراً وعظ و نصیحت فرماتے اور خاص طور پر نماز فجر کے بعد آپ بیٹھ جاتے کبھی آپ وعظ و نصیحت فرماتے (ترمذی ابوداؤد) اور کبھی آپ حاضرین سے پوچھتے کہ رات کو کسی کو کوئی خواب آیا ہو تو بیان کرے کبھی خود اپنے رات کے خوابوں کا تذکرہ فرماتے

* ان اوقات عامہ کے علاوہ آپ کبھی کبھی خاص طور پر افادہ عام کے لیے جلسہ عام منعقد فرما کر وعظ و تلقین فرمایا کرتے تھے چنانچہ حدیث شریف یہ الفاظ مذکور ہیں کان یوما بارز اللناس کہ آپ ایک دن عام طور پر لوگوں کے لیے باہر نکلتے تھے (ابن ماجہ)

* آپ وعظ و نصائح کی مجالس ناغہ دے کر منعقد فرماتے تھے (بخاری عن ابن مسعود)

* وعظ و نصیحت کے لیے عورتوں کے لیے ایک خاص دن مقرر تھا (بخاری کتاب العلم)

* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں وعظ فرماتے تو عصائے مبارک پر ٹیک لگا کر قیام فرماتے اور اگر میدان جہاد میں خطاب فرماتے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے (ابن ماجہ)

* کبھی آپ منبر پر وعظ فرماتے اور کبھی سواری پر بھی

* بوقت خطاب آپ کی آنکھیں سرخ اور آواز نہاتی بلند ہو جاتی غصہ بڑھ جاتا انگلیاں اٹھتی جاتی تھیں گویا کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی فوج کو جنگ کے لیے ابھار رہے ہیں (مسلم باب تخفیف الصلواۃ)

* کبھی کبھی جوش بیان میں جسم مبارک دائیں بائیں جھوم جھوم جاتا (مثال دیتے وقت کبھی مٹھی بند کر لیتے کبھی کھول دیتے (ابن ماجہ)

کبھی دوران خطبہ ہاتھوں کو حرکت دینے سے پٹھوں کے چھنکنے کی آواز آتی تھی (مسند امام احمد)

* دوران وعظ جس امر پر زور دینا ہوتا اس پر ان الفاظ سے قسم کھاتے والذی نفسی بیدہ یعنی قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خطبہ دیتے آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے والذی نفسی بیدہ یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائے اور پھر جھک گئے لوگوں پر یہ اثر ہوا جو جہاں تھا وہ وہیں سر جھکا کر رونے لگا راوی حدیث کہتے ہیں کہ ہم کو بھی ہوش نہ رہا کہ آپ قسم کس بات پر کھا رہے ہیں (سنن نسائی کتاب الزکواۃ)

* آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات اس قدر پر تاثیر اور رقت انگیز ہوتے تھے کہ جو سنتا متاثر ہوتا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک دن ایسا

خطبہ دیا کہ میں نے پہلے کبھی نہ سنا دوران تقریر آپ نے فرمایا لوگو جو میں جانتا ہوں اگر تم وہ جانتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ اس فقرہ کا آپ کی زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ لوگوں کی حالت یہ ہو گئی کہ اپنے مونہوں پر کپڑے ڈال کر بے اختیار رونے لگے (بخاری تفسیر سورۃ مائدہ)

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح

حضور اقدس تاجدار عرب و عجم کی مجالس میں اگرچہ وقار و سنجیدگی کی فضا ہر وقت قائم رہتی یہاں تک کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ہم لوگ (مالک کونین سلطان دارین) کی پاکیزہ مجالس اس طرح باادب وباتمکین بیٹھتے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں مگر پھر بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی کی جھلک ان متبرک محافل کو خوشگوار بناتی رہتی تھی کیونکہ ایک طرف تو آپ پیغمبر خدا ہونے کی وجہ سے احترام رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ تلقین میں مصروف رہتے تو دوسری جانب آپ صحابہ کے ساتھ ایک بے تکلف دوست اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے میل جول بھی رکھتے اگرچہ آپ کی مجالس زیادہ وقت دینی درسگاہ بنی رہتیں جن میں فیوض روحانی کا سرچشمہ جاری رہتا تو کچھ دیر کے لیے خوش طبع مہذب دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی جس میں ظرافت کی باتیں بھی ہوتیں اور گھربار کے حالات و واقعات بھی بیان ہوتے غرضیکہ بے تکلفی سے آپ صحابہ اور صحابہ آپ سے گفتگو کرتے ہم لوگ ہر چیز میں حد اعتدال کو کھو بیٹھتے ہیں اگر خوش طبع بنتے ہیں تو اس قدر کہ تہذیب ہم سے کوسوں دور ہوتی ہے اور اگر ہم سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اتنے کہ خوش طبع اور ظرافت ہم سے کوسوں دور رہتی ہے اس لیے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہمارے لیے ایک خاص معیار اور نمونہ ہے جس کو ہمیں سامنے رکھنا ہے (ملخصاً نبوی لیل ونہار)

چنانچہ آپ کی ظرافت کی تعریف آپ کی زبان مبارک سے سن لیجئے کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے آپ سے تعجباً پوچھا کہ

اِنَّکَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّی لا اَقُوْلُ اِلَّا حَقاً (شمائل ترمذی)

ترجمہ:- (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا (میرا مزاح بھی سراسر حق اور سچائی ہوتا ہے)

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ہر وہ چیز لکھ لیتا تھا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا اس فعل سے میرا مقصد حضور کے ارشادات کو یاد کرنا تھا تو مجھے قریش نے منع کر دیا اور کہا کہ تو ہر بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا ہے لکھ لیتا ہے اور حضور علیہ السلام انسان ہیں کبھی غصے میں بھی کلام فرماتے ہیں تو میں لکھنے سے رک گیا پس اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو حضور نے فرمایا

اُکْتُبْ فوالذی نفسی بیده مَا خَرَجَ مِنِّی الا الحق (رواہ احمد ابوداؤد ابن کثیر زیر آیت وما ینطق عن الهوی الایۃ)

ترجمہ:- (یعنی حکم فرمایا) کہ لکھتا رہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میرے منہ سے سوائے حق کے کوئی بات نہیں نکلتی

اس کے مقابلہ میں آجکل ہمارا مذاق ومزاح وہ ہے جس میں جھوٹ غیبت. بہتان طعن وتشنیع اور بے جا مبالغوں سے پورا پورا کام لیا جاتا ہے جو کہ سراسر حرام اور ناجائز ہے۔ اب ذیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظرافت کے چند واقعات مندرج کیے جاتے ہیں ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان واقعات کی روشنی میں اپنی ظرافت و مزاح کا صحیح تخیل اور معیار قائم کرے

* ایک بوڑھی عورت خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ

حضور دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ مجھے جنت میں داخل فرمائے تو آپ نے فرمایا کوئی بوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہوگی تو وہ عورت روتی ہوئی واپس لوٹنے لگی تو آپ نے فرمایا اس سے کہہ دو کہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوگی بلکہ حق تعالیٰ سب اہل جنت کو نو عمر کنواریاں بنا دے گا آپ کا اشارہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی طرف تھا۔

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا :- ترجمہ ۔ بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا ۔ اور انہیں کنواریاں بنایا (کنزالایمان)

* ایک روز ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ مجھ کو کوئی سواری عنایت فرمایئے ارشاد ہوا کہ تم کو اونٹنی کا بچہ دوں گا اس نے کہا یا رسول اللہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا آپ نے فرمایا ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے (شمائل ترمذی) سائل کا گمان یہ ہوا کہ وہ چھوٹا ناقابل سواری ہوگا اس حدیث میں علاوہ مزاح اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آدمی کو گفتگو میں دوسرے کی بات کمال غور و فکر سے سننی اور سمجھنی چاہیے

* ایک بدوی صحابی جن کا نام زاہر تھا وہ جب بھی حاضر خدمت ہوتے تو جنگل کے پھل (سبزیات) وغیرہ حضور کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا کرتے جب وہ آپ سے رخصت ہوتے تو آپ شہر کی چیزیں (کپڑا وغیرہ) انکو دیا کرتے تھے حضور ان سے خصوصی محبت فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ زاہر ہمارا جنگلی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں ایک روز آپ بازار کی طرف نکلے تو دیکھا کہ زاہر رضی اللہ عنہ اپنا کچھ سامان فروخت کر رہے ہیں آپ نے پیٹھ کی طرف سے جا کر ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور انکو گود میں لے لیا وہ بولے کون؟ مجھے چھوڑ دو جب مڑ کر دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے پس اپنی پیٹھ اور بھی حضور کے سینہ اقدس سے (بغرض تبرک) لپٹانے لگے تو حضور نے فرمایا۔

مَنۡ یَشۡتَرِیۡ ھٰذَا الۡعَبۡدَ فقال الرَّجُلُ یا رَسُولَ اللہ اِذًا وَاللہ تَجِدُنِی کَاسِدًا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لٰکِنۡ عِنۡدَ اللہ لَسۡتَ بِکَاسِدٍ او قال اَنۡتَ عِنۡدَ اللہ غَالٍ (شمائل ترمذی)

ترجمہ :- کون ہے جو اس غلام کو خریدے تو (زاہر نے) عرض کیا حضور اگر آپ مجھے فروخت فرمادیں گے تو آپ مجھے کم قیمت پائیں گے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تم اللہ کے نزدیک بیش قیمت اور گراں قدر ہو۔

علاوہ ازیں آپ بچوں پر بہت سفقت فرماتے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے پیار کرتے اور کبھی کبھی خوش طبعی فرمایا کرتے

* چنانچہ آپ اپنے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ جو کہ بچے تھے یا ذالا ذنین یعنی اے دو کانوں والے کہہ کر پکارتے (شمائل ترمذی) اس میں یہ نکتہ تھا کہ حضرت انس نہایت اطاعت شعار تھے اور ہر وقت حضور علیہ السلام کے ارشاد پر کان لگائے رکھتے تھے

* حضرت انس کے ایک چھوٹے بھائی تھے انہوں نے ایک چڑیا (ممولا یا بلبل) پال رکھی تھی جس سے وہ کھیلا کرتے اتفاقاً وہ مر گئی اور وہ کچھ رنجیدہ ہو گئے اس کے بعد جب وہ حاضر خدمت ہوتے تو آپ خوش طبعی کے طور پر فرماتے

یا ابا عمیر ما فعل النغیر :- یعنی اے ابو عمیر وہ چڑیا کہاں گئی (مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین)

* بعض اوقات آپ کئی بچوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دیتے اور آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ تم سب دوڑ کر ہمارے پاس آؤ جو بچہ ہم کو سب سے پہلے چھوئے گا ہم اس کو یہ اور یہ دیں گے بچے بھاگ کر آپ کے پاس آتے کوئی آپ کے پیٹ پر گرتا کوئی سینہ پر آپ ان کو سینہ اقدس سے لگاتے اور پیار کرتے (لیل و نہار نبوی)

* کبھی آپ لیٹے ہوتے بچوں کو قدموں کے تلووں پر اور کبھی سینہ اطہر پر بٹھالیتے (لیل ونہار نبوی)

## مزکی اعظم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نفاست پسندی

آپ کے مزاج اقدس میں لطافت اور نفاست تھی لیکن اہل عرب بدویت کے اثر سے نظافت ونفاست (پاکیزگی اور صفائی) کا نام بھی نہیں جانتے تھے اس بنا پر آپ اس باب میں خاص اہتمام فرماتے تھے اگر کوئی میلے کچیلے کپڑے پہنے سامنے آتا تو آپ اسے صاف ستھرا لباس پہننے کی تلقین کرتے

* ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال پریشان ہیں اور کپڑے نہایت میلے پہنے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہوسکتا کہ بالوں کو درست کرے اور کپڑے دھولیا کرے (ابوداؤد)

* ایک مرتبہ ایک شخص خراب کپڑے پہنے حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تیرے پاس کوئی مال و دولت ہے اس نے عرض کیا ہاں تو ارشاد فرمایا کہ خدا نے نعمت دی ہے تو اس کا صورت سے بھی اظہار ہونا چاہیئے (ابوداؤد)

* ایک دفعہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے کاروباری لوگ میلے کچیلے کپڑوں میں چلے آئے مسجد نبوی تنگ تھی پسینہ آیا تو تمام مسجد میں بو پھیل گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہا کر آتے تو اچھا ہوتا (ابوداؤد) چنانچہ اسی دن سے غسل جمعہ ایک حکم شرعی بن گیا (غسل جمعہ سنت ہے)

* بدوی لوگ تہذیب وتمدن سے کم آشنا ہونے کی وجہ سے مسجد میں آتے تو عین حالت نماز میں دیواروں پر یا سامنے زمین پر تھوک دیتے آپ اس کو نہایت ناپسند فرماتے بلکہ مسجد کی دیواروں سے تھوک کے دھبوں کو خود چھڑی کی نوک سے کھرچ کر مٹا دیتے ایک

دفعہ مسجد شریف کی دیوار پر تھوک کا دھبہ دیکھا تو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا ایک انصاری عورت اٹھی اور اس نے وہ دھبہ مٹا دیا اور اس کی جگہ خوشبو لا کر ملی آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا اس نے بہت اچھا کام کیا (نسائی کتاب المساجد)

* راستہ میں بول و براز کرنے کو آپ نہایت ناپسند فرماتے اور اس سے منع فرماتے بلکہ آپ نے راستہ میں یا درختوں کے سایہ کے نیچے پیشاب پاخانہ کرنے والوں پر لعنت کی

* بودار چیزوں مثلاً پیاز لہسن کچی مولی وغیرہ سے نفرت تھی اور حکم تھا کہ کوئی یہ چیزیں کھا کر مسجد میں نہ آئے (بخاری)

* آپ اپنی مجلس مبارک میں بھی نفاست اور صفائی کا خیال رکھتے چنانچہ کبھی کبھی مجلس عالی میں خوشبو کی انگیٹھیاں سلگائی جاتیں جن میں اگر اور کبھی کافور ہوتا (نسائی)

* امام ابن سبع کا قول ہے کہ آپ کی نفاست پسندی کا یہ عالم تھا آپ کا لباس اس قدر صاف ستھرا ہوتا تھا کہ اس پر مکھی نہ بیٹھتی تھی آپ کے کپڑوں میں جوں نہ ہوتی کیونکہ جوں عفونت اور پسینے سے پیدا ہوتی ہے حضور تو نور اور اطیب الناس تھے آپکا پسینہ خوشبودار ہوتا تھا اور بوجہ لطافت آپ کے بدن مبارک پر کپڑا میلا نہ ہوتا تھا (خصائص کبریٰ)

# سید الطاہرین صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو پسندی

حضور سید المرسلین رحمتہ المعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے خوب خوشبو مہکتی تھی اگرچہ آپ خوشبو کا استعمال فرماتے یا نہ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر نہ مشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے جسم مبارک سے نکلنے والی) خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی لوگ آپ کا پسینہ بجائے خوشبو کے استعمال کرتے تھے مسلم شریف وغیرہ میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی روایت موجود

ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے ہوئے تھے اور آپ کے جسد اطہر سے پسینہ نکل رہا تھا انہوں نے اسے ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کر دیا آپ بیدار ہوئے اور دریافت فرمایا کہ کیا کر رہی ہو تو انہوں (ام سلیم) نے عرض کی یا رسول اللہ یہ آپ کا پسینہ ہم اپنی خوشبو میں لائیں گے کیونکہ یہ سب سے زیادہ معطر ہے ابو یعلیٰ وغیرہ نے روایت کیا کہ جس گلی کوچہ سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے تھے بعد کے آنے والے اس کوچہ کو خوشبو سے مہکا پا کر سمجھ جاتے تھے ابھی اس کوچہ سے سید الانبیاء محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا ہے امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں

جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

جب آ گئی ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں

جلتے بجھا دیے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا؟

رد رد کے مصطفے نے دریا بہا دیے ہیں

مرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں

اب بھی مدینہ منورہ کے در و دیوار سے خوشبوئیں آ رہی ہیں جنہیں اہل محبت اور عاشقان مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم شامہ محبت سے محسوس کرتے ہیں ابن بطال کا قول ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ میں رہتا ہے وہ اس کی خاک اور دیواروں سے خوشبو محسوس کرتا ہے اور اشبیلی نے فرمایا کہ خاک مدینہ میں ایک عجیب مہک ہے جو کسی خوشبو میں نہیں اور یاقوت نے کہا کہ من جملہ خصائص مدینہ اس کی ہوا کا خوشبودار ہونا ہے اور وہاں کی بارش میں بوئے خوشبو ہوتی ہے جو کسی اور جگہ کی بارش میں نہیں ہوتی ابو عبد اللہ عطار رحمتہ اللہ علیہ

نے خوب فرمایا

بِطِیْبِ رَسُوْلِ اللہِ طَابَ نَسِیْمُھَا نَمَا اُلِمُسْک مَا اُلکَافُوْرُ مَا اُلصَنْدلُ الرَّطَبُ

ترجمہ :- رسول اللہ کی خوشبو سے نسیم مدینہ خوشبودار ہوگی پس کیا کستوری کیا کافور اور کیا ہے صندل ترو تازہ

باوجودیکہ آپ کا جسم اطہر اطیب و معطر تھا پھر بھی آپ خوشبو کا استعمال اکثر فرماتے اور خوشبو کو بھی پسند فرماتے کوئی خوشبو کی چیز ہدیتہ بھیجتا تو رد نہ فرماتے (شمائل ترمذی)

آپ کے پاس ایک خاص قسم کی خوشبو یا عطر ہوتا جسے سکتہ کہتے ہمیشہ آپ کے استعمال میں رہتا (شمائل)

آپ ریحان (نیازبو) کو بہت پسند فرماتے فرمایا کہ اس کی اصل جنت سے نکلی ہے (شمائل)

مہندی کے پھول کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت محبوب رکھتے سونے سے بیدار ہونے تو قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد وضو کرتے اور پھر خوشبو منگا کر استعمال کرتے

## سلطان دارین معلم الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات قضائے حاجت کے بارے میں

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا لکم مثل الوالد لولدہ اعلمکم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلو القبلۃ ولا تستد بروھا وامر ثبلثہ احجار ونہی عن الروث والرمۃ ونہی ان یستطیب الرجل بیمینہ (رواہ ابن ماجتہ والدارمی)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے

لیے ایسا ہوں جیسا باپ اپنی اولاد کے لیے میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم قضائے
حاجت کے لیے آؤ تو قبلے کی طرف نہ منہ کرو نہ پیٹھ کرو اور تین پتھروں کے استعمال
حکم فرمایا اور لید اور ہڈی کے استعمال سے منع کیا اور اس بات سے منع فرمایا کہ کو
شخص اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا کرے

* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو بایاں قدم پہلے اند
رکھتے اور جب باہر نکلتے تو دایاں قدم باہر رکھتے

* جب آپ بیت الخلا میں جاتے تو یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ
وَالْخَبائِثِ (صحیحین)

* جب آپ باہر تشریف لاتے (قضائے حاجت سے فارغ ہو جاتے) تو یہ دعا پڑھتے
اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِی اَذْھَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وعَافَانِی (ابن ماجۃ)
اور کبھی یوں فرماتے غفرانک (ترمذی دارمی وغیرہ)

* جب آپ حالت سفر میں قضائے حاجت کے لیے جاتے تو اتنی دور نکل جاتے
ساتھیوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے (زاد المعاد ابوداؤد) بعض اوقات دو دو میل د
نکل جاتے (زاد المعاد)

* جب آپ قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے تو جب تک آپ زمین سے بالکل قریب
ہو جاتے اپنا ستر نہ کھولتے (ابوداؤد ترمذی)

* آپ جب پیشاب کرنا چاہتے تو نرم جگہ تلاش کرتے اگر زمین نرم نہ ملتی تو لکڑی
کسی اور چیز سے سخت زمین کھود کر نرم کر لیتے اور پھر پیشاب کرنے بیٹھتے (زاد المعاد)

* جب قضائے حاجت کے لیے جاتے تو انگوٹھی اتار لیتے کیونکہ اس میں آپ کا نا
مبارک کندہ تھا (ابوداؤد ترمذی نسائی)

* قضائے حاجت کے بعد صفائی کے لیے آپ ڈھیلے ضرور استعمال فرماتے جو کہ تعد

میں طاق ہوتے (مسند امام احمد) بعد میں پانی سے بھی استنجاء فرماتے (متفق علیہ)

* استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ کو مٹی سے رگڑ کر دھوتے اور پاک کرتے (ابوداؤد دارمی وغیرہ)

* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے تو قبلہ شریف کی طرف منہ کرتے نہ پیٹھ (ابن ماجہ و دارمی)

* آپ غسل خانہ میں اور حشرات الارض (کیڑوں مکوڑوں) کے بلوں (سوراخوں) میں پیشاب کرنے کو ناپسند فرماتے اور منع کرتے (ابوداؤد نسائی)

* آپ گھاٹ پر راستہ کے درمیان درخت کے سایہ میں قضائے حاجت جو ناپسند فرماتے فرمایا کہ یہ لعنت کا سبب ہیں (ابوداؤد ابن ماجہ)

* کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ناپسند فرماتے (ترمذی)

## تقسیم اوقات

حضرت سیدنا امام عالی مقام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد محترم سے دریافت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو وقت اپنے دولت خانہ میں گزارتے تھے اس میں آپ کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے تو اس میں قیام کے وقت کے تین حصے کر لیتے ایک حصہ اللہ (کی عبادت) کے لیے دوسرا اپنے اہل خانہ کے ادائے حقوق میں صرف کرتے (مثلاً ان سے ہنسنا بولنا بات چیت کرنا ان کے حالات کی تحقیق کرنا وغیرہ تیسرا اپنی ذات اقدس کے لیے پھر اپنے ذاتی حصہ کو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان تقسیم کر لیتے خواص صحابہ جو دولت خانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ان کی وساطت سے عوام کو جو حاضر نہ ہوتے تبلیغ احکام فرماتے اور نصیحت وہدایت کی کوئی بات پوشیدہ نہ رکھتے امت

کے اس حصہ میں آپ کا طرز یہ تھا کہ آنے والوں میں اہل فضل اہل علم و عمل کو حاضری کی اجازت میں ترجیح دیتے اور اس وقت کو ان کی دینی فضیلت کے لحاظ سے ان پر تقسیم فرماتے کسی کو ایک دینی مسئلہ پوچھنا ہوتا کسی کو دو اور کسی کو بہت سے مسائل دریافت کرنا ہوتے پس آپ ان اصحاب حاجات کی طرف توجہ فرماتے اور ان کو ایسے امور میں مشغول فرماتے جو خود ان کی اور تمام امت کی اصلاح کے لیے مفید اور کار آمد ہوں حضور ان کے مناسب حال احکام بیان فرماتے اور اس کے بعد آپ حاضرین مجلس سے فرماتے کہ تمہیں چاہیے کہ بقیہ امت کو جو، حاضر نہیں، یہ احکام پہنچا دو اور فرماتے کہ جو لوگ کسی عذر (پردہ شرم رعب یا بیماری) کی وجہ سے مجھ تک اپنی حاجتیں نہیں پہنچا سکتے تم لوگ ان کی ضرورتیں مجھ تک پہنچا دیا کرو اس لیے کہ جو شخص بادشاہ تک کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچاتے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ثابت قدم رکھے گا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں ضروری اور مفید باتوں کا ہی تذکرہ ہوتا اور ایسے امور ضرور یہ آپ صحابہ سے بخوشی سنتے (اس کے علاوہ لایعنی اور فضول باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہ ہوتی تھیں)

جو لوگ آپ کی خدمت میں دینی امور کے طالب بن کر حاضر ہوتے وہ بغیر کچھ چکھے وہاں سے نہیں آتے تھے (چکھنے سے مراد استفادہ علوم بھی ہو سکتا ہے)

اور حسی چکھنا بھی اس لیے کہ آپ کے پاس جو کچھ موجود ہوتا اس سے انکی تواضع فرماتے سید المرسلین کی مجالس سے لوگ ہدایت اور بھلائی کی مشعل اور دوسروں کے رہبر و راہنما بن کر نکلتے تھے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو وقت گھر سے باہر گزرتا تھا آپ اس میں کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ آپ اکثر خاموش رہتے اور سوائے مفید ضروری امر کے لب کشائی نہ فرماتے آپ لوگوں کو (حسن خلق سے) اپنا گرویدہ بناتے آپ

کوئی نفرت آمیز بات نہ کرتے ہر قوم کے سردار کی عزت کرتے اور اس کو خود اپنی طرف سے اسی قوم پر متولی اور سردار مقرر فرما دیتے آپ لوگوں کو عذاب الٰہی کا ڈر سناتے (یا نقصان دہ امور سے بچنے کی تاکید فرماتے یا لوگوں کو دوسروں سے احتیاط رکھنے کی تاکید فرماتے) اور خود بھی لوگوں کے تکلیف یا نقصان پہنچانے سے اپنی حفاظت فرماتے (لیکن باوجود احتیاط رکھنے اور احتیاط کی تاکید کے) کشادہ روئی اور حسن خلق میں کسی سے دریغ نہ فرماتے اپنے ساتھیوں کی خبر گیری فرماتے (مثلاً مریض کی عیادت، مسافر کے لیے دعا اور میت کے لیے دعائے استغفار وغیرہ) اپنے خاص اصحاب سے لوگوں کے حالات دریافت فرمات (تاکہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیں) آپ اچھی بات کی تحسین فرما کر اس کی تقویت فرماتے اور بری بات کی برائی بتا کر اسکی تردید فرماتے اور اسکو روک دیتے آپ ہر معاملہ میں اعتدال اور میانہ روی اختیار فرماتے نہ کہ تلون (کبھی کچھ فرما دیا اور کبھی کچھ) آپ لوگوں کی تذکیر و تعلیم اور اصلاح سے غفلت نہ فرماتے مبادا وہ دین سے غافل ہو جائیں یا کسی امر میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے دین سے اکتا جائیں ہر کام کے لیے آپ کے یہاں ایک خاص انتظام تھا امر حق میں نہ کبھی کوتاہی فرماتے نہ حد سے تجاوز فرماتے آپ کی خدمت میں حاضر رہنے والے حضرات لوگوں میں سے بہترین افراد ہوتے سب سے افضل آپ کے نزدیک وہ ہوتا جو سب مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا اور مرتبہ میں بڑا آپ کے نزدیک وہ ہوتا جو محتاجوں کی غم خواری کرنے والا اور مشکل کاموں میں اپنے بھائیوں کی مدد کرنے والا ہوتا۔

حضرت سیدنا امام عالی مقام فرماتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے حالات دریافت کیے تو انہوں نے فرمایا کہ مجلس میں بیٹھنا اور اٹھنا بغیر ذکر الٰہی کے نہ ہوتا جب آپ کسی جگہ تشریف لے جاتے تو جو جگہ خالی پاتے وہیں بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی حکم دیتے (یہ امر جداگانہ ہے کہ جس جگہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم تشریف رکھتے وہی جگہ صدر مجلس بن جاتی آپ حاضرین میں سے ہر ایک کو حسب حال کشادہ روئی اور تعلیم و تفہیم سے بہرہ ور فرماتے آپ کے پاس ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا کہ حضور میرا سب سے زیادہ اکرام فرما رہے ہیں جو آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی حاجت کے لیے آپ سے کلام کرتا تو آپ اس کے پاس بیٹھے رہتے۔ یہاں تک کہ وہ خود اٹھنے کی ابتداء کرے جو کوئی آپ سے کسی حاجت کا سوال کرتا آپ اس کو پورا کر دیتے یا (اگر نہ ہوتی)، تو نرمی سے جواب فرماتے آپ کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں کیلیے عام تھی آپ بلحاظ شفقت) تمام خلقت کے باپ تھے اور تمام مخلوق حقوق میں آپ کے نزدیک برابر تھی آپ کی مجلس علم و حیا۔ اور امانت و صبر کی مجلس ہوا کرتی تھی نہ اس میں شور و شغب ہوتا تھا نہ کسی کی عزت و آبرو اتاری جاتی تھی۔ اس مجلس مبارک میں اگر کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تو اسکو شہرت نہیں دی جاتی تھی آپ کی مجلس میں سب برابر شمار کیے جاتے تھے (حسب و نسب کی بڑائی کا اعتبار نہ ہوتا تھا) البتہ ایک دوسرے پر فضیلت بلحاظ تقویٰ ہوتی تھی ہر شخص دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آتا تھا بڑوں کی توقیر و تعظیم اور چھوٹوں پر رحم و شفقت کرتے تھے اور صاحب حاجت کو اپنی پر ذات پر ترجیح دیتے تھے اجنبی اور مسافر کی خبر گیری کرتے تھے (شمائل ترمذی)

## حلیہ شریف

جن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیا ہے۔ انہوں نے اگرچہ آپ کے اوصاف بیان کرنے میں حسب طاقت بشری فصاحت و بلاغت کے اکمل ترین قوانین سے کام لیا تاہم وہ حد جسے وہ حضرات پہنچے صرف یہی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کی صرف ایک

جھلک کا ادراک کیا اور حقیقت وصف کے ادراک سے عاجز رہ گئے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا لم یعلمنی حقیقۃً غیرُ ربی (مجھے حقیقتاً میرے رب کے سوا کسی نے نہیں جانا) مطالع المسرات)

الشاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زنان مصر نے یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بعض ان کو دیکھ کر مر جاتے تھے مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی ایسی حالت نہیں ہوتی۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمالی مستورٌ عن اَعیُنِ الناسِ غیرۃً مِن اللہِ عزوجل ولو ظَہَرَ لفَعَلَ النّاسُ اَکْثَرَ مِمّا فَعَلُوا حسین رَ اَوُ یوسف (در الثمین فی مبشرات النبی الامین)

ترجمہ:- تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا جمال لوگوں کی آنکھوں سے اللہ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے اور اگر ظاہر ہو جائے تو لوگوں کا حال اس سے بھی زیادہ ہو جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوتا تھا

خلاصہ کلام:- ہمارا عقیدہ ہے کہ کمال خلق کی طرح کمال خلقت میں بھی اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو حضور کا مثل پیدا نہیں کیا اور نہ کرے گا چنانچہ علامہ کمال الدین الدمیری صاحب حیوۃ الحیوان فرماتے ہیں

لَمْ یُخْلَقِ الرحمٰنُ مثلَ محمد - اَبداً وعلمی انہ لا یُخلَقُ

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل پیدا نہیں کیا اور مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی بھی پیدا نہیں کرے گا

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بیان میں جو تشبیہات وارد

ہوتی ہیں وہ صرف حسب عرف وعادت شعراء لوگوں کو سمجھانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں ورنہ حقیقت میں مخلوقات میں کوئی شے آپ کی صفات خلقیہ و خلقیہ کے مماثل نہیں ہے ذیل میں ہم شمائل ترمذی سے سیدنا علی المرتضیٰ کی حلیہ مبارکہ کے بارہ روایت کردہ ایک حدیث کا ترجمہ نقل کرتے ہیں حضرت ابراہیم بن محمد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وقت سیدنا علی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے تو ارشاد فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بے ڈھب لمبے اور نہ بدنما پست قد کہ ایک عضو دوسرے میں گھٹا ہوا ہو آپ صحابہ میں مائل بہ درازی تھے آپ کے بال مبارک نہ تو بہت زیادہ گھنگھریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے بلکہ خمیدہ (کنڈل دار) تھے اور نہ آپ کا وجود مبارک موٹا تھا اور نہ ہی چہرہ بالکل گول تھا بلکہ رخ تاباں کتابی تھا آپ کے رنگ مبارک میں سفیدی اور سرخی کا امتزاج تھا آپ کی آنکھیں کشادہ خوب سیاہ تھیں آپ کے ابرو مبارک لمبے لمبے اور انتہائی خوب صورت تھے اور دونوں شانوں کا درمیانی حصہ بھی مضبوط تھا وجود اقدس پر بال نہ تھے مگر سینہ مبارک سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط تھیں آپ کے ہاتھ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پرگوشت تھے جب آپ چلتے تو ایسے مضبوط قدم اٹھاتے جیسے فراز سے نشیب کی طرف گام فرسا ہوں کسی طرف متوجہ ہوتے تو اچھی طرح متوجہ ہوتے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی آپ خاتم النبیین ہیں آپ دل کے سخی زبان کے سچے اور طبیعت میں سب سے زیادہ نرم تھے آپ کا قبیلہ قبائل عرب میں سب سے زیادہ معزز و محترم تھا جو شخص اچانک آپ کو دیکھتا تو ڈر جاتا جو شخص حصول معرفت کے لیے متواتر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تو وہ آپ کو اپنا محبوب بنالیتا آپ کا حلیہ بیان کرنے والے کی زبان عالم حیرت میں کہہ اٹھتی

لَمْ اَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ایسا حسین جمیل تو نہ آپ سے پہلے دیکھا گیا اور نہ ان کے بعد "

والحمد لله رب العالمین اکمل احمد علی کل حال والصلوۃ والسلام الاتمان علی سید المرسلین کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون وعلی آلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین

# احکام خمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# احکام خمر

# کتاب وسنت وفقہ کی روشنی میں

یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما البقرہ ۲۱۹

ترجمہ:- تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے

# شان نزول

حضرت عمر بن الخطاب اور معاذ بن جبل اور انصار کی ایک جماعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ حضور ہمیں خمر اور میسر کے بارے میں فتویٰ ارشاد فرمایئے اس لیے کہ یہ دونوں عقل کے زایل کرنے والے اور مال کے لے جانے والے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی بعض مفسرین نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو اہل مدینہ شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے تو انہوں نے اس بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا تو بعض لوگوں نے شراب ترک کر دی اور بعض منافع للناس کی بناء پر استعمال کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کے ہاں ایک دعوت ہوئی اور اس میں شراب کا دور بھی چلا اسی اثناء میں نماز مغرب کا وقت ہوا حاضرین میں سے ایک صاحب نے امامت کا فریضہ سرانجام دیا اور سورہ قل یایھا الکفرون پڑھی

اور لا چھوڑ گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے (لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری) نازل فرمائی آیت کے نزول کے بعد صحابہ نے اوقات صلوۃ میں مسکرات کا استعمال بند کر دیا پھر ایک موقعہ پر غسان بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک دعوت کی جس میں دیگر مسلمانوں کے علاوہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی مدعو کیا اس دعوت میں حضرت عتبان نے اونٹ کا سر بھون کر پیش کیا تمام مدعوین نے کھانا کھایا اور شراب پی یہاں تک کہ حالت نشہ میں ہو گئے پھر آپس میں ایک دوسرے پر فخر و مباہات کرنے لگے اور اشعار پڑھنے لگے حضرت سعد نے ایسے اشعار پڑھے جن میں انصار کی ہجو تھی اور اپنی قوم کی بڑائی بیان کی تو ایک انصاری نے اونٹ کے سر کی ہڈی (جبڑے) اٹھائے اور سعد کے سر پر دے مارے جس سے ان کا سر سخت زخمی ہو گیا حضرت سعد بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور انصار بھی حضرت سعد کی شکایت لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو حضور علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا

اللھم بین لنار ایک فی الخمر بیانا شافیاً اس پر آیہ کریمہ انما الخمر و المیسر و الانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان الایۃ

نازل ہوئی اور خمر ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دی گئی یہ واقعہ غزوہ احزاب کے بعد وقوع میں آیا (روح المعانی)

بعض دیگر مفسرین نے فرمایا ہے کہ غزوہ احد کے بعد یہ واقعہ ہوا امام جصاص رازی صاحب احکام القرآن فرماتے ہیں کہ آیت یسئلونک عن الخمر والمیسر تحریم خمر کی مقتضی ہے اور اگر اس آیت کے سوا کوئی اور آیت تحریم خمر میں نازل نہ ہوتی تو یہی کافی تھی کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالے نے خمر اور میسر کو اثم کبیر قرار دیا ہے

والاثم کلہ حرام          اور تمام اثم حرام ہیں

لقولہ تعالیٰ قل انما حرم ربی الفواحش ماظھر منھا و مابطن والاثم

ترجمہ:- فرما دیجیے کہ میرے رب نے ظاہری و باطنی تمام بے حیائیوں اور اثم ہی کو حرام کیا ہے۔

اس آیت سے تحریم اثم ثابت ہوئی آیت بقرہ سے شراب کا نہ صرف اثم بلکہ اثم کبیر ہونا اور منافع للناس سے اباحت شرعی ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ ان منافع سے دنیاوی منافع مراد ہیں اور حرام میں بعض دنیاوی منافع کا ہونا اس کی اباحت اور حلت کی دلیل نہیں ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمادیا کہ

اثمھما اکبر من نفعھما۔ ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے

یعنی عذاب اخروی نفع دنیوی سے بہت بڑا ہے صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ یہ استدلال اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب کہ آیت انما حرم ربی الفواحش الخ کا نزول آیت سورہ بقرہ سے پہلے ہوا ہو اور اتقان سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ الاعراف سوا چند آیات کے مکی ہے اور سورۃ البقرہ مدنی ہے لہذا آیت انما حرم ربی الفواحش الخ کا نزول تو اس سے پہلے ہی ہے (واللہ اعلم)

(س) روایات صحیح سے ثابت ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت کے نزول کے بعد بعض مسلمان شراب پیتے رہے اور بعض نے اس کو چھوڑ دیا اگر اس آیت یسئلونک عن الخمر والمیسر سے شراب اور جوا کی حرمت ثابت مانی جائے تو شان صحابہ سے یہ امر بعید ہے کہ وہ نزول تحریم کے بعد بھی کھلم کھلا اس کا ارتکاب کرتے رہیں

(ج) علامہ جصاص رازی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ

جائز ان یکونوا تاوّلوا فی قولہ (ومنافع للناس) جواز استباحۃ منافعھا فان الاثم مقصور علی بعض الاحوال دون بعض فانما ذھبوا عن حکم ھذہ الآیت بالتاویل۔

ترجمہ:- یعنی جائز ہے کہ انہوں نے (منافع للناس) کے پیش نظر شراب کے بعض منافع

(دنیوی) کے مباح ہونے کے جواز کی تاویل کی ہو (اور یہ سمجھے ہوں) کہ گناہ بعض احوال پر مقصور ہے سوائے بعض کے پس وہ تاویل کی وجہ سے اس آیت کے حکم پر عمل نہ کر سکے

علامہ جصاص کی رائے میں آیات خمر کے نزول کی ترتیب یوں ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا فرمائی

اللھم بین لنا فی الخمر

اے اللہ ہمارے لیے شراب کے بارے میں بیان فرما

تو (لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ماتقولون) نازل ہوئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اللھم بین فی الخمر تو (قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما) نازل ہوئی پھر عرض کی اللھم بین لنا فی الخمر تو یہ آیت سورہ مائدہ نازل ہوئی انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ (الایۃ)۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

انتھینا انھا تذھب المال وتذھب العقل

ہم رک گئے اس لیے شراب اور جوا سے عقل اور مال چلے جاتے ہیں

بقول رازی آیت بقرہ اگرچہ تحریم پر دال تھی مگر چونکہ اس میں تاویل کی گنجایش تھی اس لیے مزید بیان کی درخواست کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مائدہ سے اس کی قطعی تحریم نازل فرمادی

## الخمر

قال الجمھور الاعظم من الفقھاء اسم الخمر فی الحقیقۃ یتناول التی المشتد

من ماء العنب ۔ فقہاء سے جمہور اعظم (حنفیہ) نے کہا ہے کہ اسم خمر حقیقت میں انگور کے تیز کچے پانی کو متناول ہے۔

اور اہل مدینہ سے ایک فریق اور امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ

ان کل ما اسکر کثیرہ من الاشربۃ فھو خمر

تمام وہ شرابیں جن کا کثیر مسکر ہے وہ خمر ہیں

اور امام اعظم کے نزدیک اجماع اہل لغت سے خمر کا اطلاق ماء العنب پر ہی ہوتا ہے یعنی جب کہ انگور کا کچا پانی جوش کھائے اور تیز ہو جائے اور جھاگ پھینکنے لگے اور باقی شرابیں جب حد مسکر کو پہنچ جائیں تو مجازاً بطور استعارہ ان پر خمر کا اطلاق ہوتا ہے امام اعظم کے نزدیک کل مسکر خمر میں مسکر کا حکم بیان ہوا ہے کہ ہر مسکر حکم خمر میں ہے نہ کہ بیان نعت اور تفصیل انشاء اللہ آگے چل کر آرہی ہے

## المیسر

مصدر ہے جیسے موعد اور میسر قمار (جوا) ہے صاحب مظہری فرماتے ہیں کہ جوئے کو میسر اس لیے کہتے ہیں

لانہ اخذ مال الغیر بیسیر او سلب یسار الغیر

جوئے کو یا تو میسر اس لیے کہا جاتا ہے کہ جوئے کے ذریعے غیر کا مال آسانی سے ہاتھ آ جاتا ہے یا اس لیے کہ دوسرے کا مال اس سے چھن جاتا ہے

قمار مقامرہ بمعنی مغالبہ سے ماخوذ ہے کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے پر غالب آنا چاہتا ہے۔

## قمار شرعاً

دو آدمیوں کا آپس میں شرط لگا کر جوا کھیلنا کہ دونوں میں جو غالب آجائے وہ مغلوب سے کوئی چیز مال وغیرہ لے گا ہر وہ کھیل جس میں دونوں طرف سے شرط لگائی جائے حرام ہے اور اگر ایک طرف سے ہو تو جائز ہے مگر لازم نہیں ہے یعنی اگر ایک دوسرے پر غالب آگیا تو جبراً یا قاضی کے ہاں دعویٰ کر کے شرط کی رقم نہیں لے سکتا ہے۔

مظہری اور تفسیرات احمدیہ وغیرہ میں ہے کہ:-

ان اللعب بالقمار ای لعب کان حرام بالاجماع

جوئے کی طرح شرط لگا کر جو کھیل بھی کھیلا جائے بالاجماع حرام ہے

اور شطرنج چوسر وغیرہ یہاں تک کہ تیروں سے شرط لگا کر کھیلنا اور اخروٹ اور گولیاں کھیلنا سب ممنوع اور ناجائز ہیں اور حکم میسر میں ہیں (واللہ اعلم)

۳:- یایھا الذین امنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ماتقولون۔

اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس مت جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو۔ (نساء پ ۵ ع ۶)

یہ آیت شریفہ بقول عامہ مفسرین تیسری آیت ہے جو شراب کے بارے میں نازل ہوئی اور بقول جصاص رازی دوسری کما مرانفا اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اوقات نماز میں شراب پینا منع قرار دیا گیا شان نزول پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۴:- یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ٥ انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم لعداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون ٥ (مائدہ پ ۷ ع ۱۲)

ترجمہ:- اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا شاید تم فلاح پاؤ شیطان بھی یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے۔ کیا تم باز آتے

## حل لغات

خمر اور میسر کا مفوم سورہ بقرہ کی آیت کے تحت قدرے بیان ہو چکا ہے والتفصیل سیاتی انشاء اللہ۔ اَنْصَاب جمع نَصَب کی ہے بمعنی بت کیونکہ بت پرست بتوں کو عبادت کے لیے کھڑا کرتے تھے اس لیے ان کو انصاب کہا گیا ہے سمیت بذالک لانہا تنصب وترفع للعبادۃ۔

اَزْلَام جمع زلم کی ہے۔ زلم کے معنی تیر ہیں کعبہ شریف کے خادموں نے سات تیر رکھے ہوئے تھے بعض پر لکھا تھا امرنی ربیّ میرے رب نے حکم دیا بعض پر لکھا تھا نہانی ربّی میرے رب نے روکا بعض پر غفل وغیرہ لکھا تھا سفر وغیرہ کسی کام کا ارادہ کرتے تو ہبل کے پاس آتے اور صاحب قداح (تیروں والا) کو سو درم دے کر ان تیروں سے قرعہ ڈالتے تھے اگر اَمَرَنِی رَبِّی نکلتا تو کام پر چلے جاتے اور اگر نَہَانِیِ رَبِّی نکلتا تو نہ جاتے اور اگر غفل وغیرہ نکلتا تو دوبارہ قرعہ ڈالتے اس طرح استقسام کو بھی اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا سورہ مائدہ کی ابتداء میں محرمات کا بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَام۔ اور تیروں سے قسمت طلب کرنا تم پر حرام کیا گیا ہے اس آیۃ کریمہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے تحریم خمر ومیسر کو کئی تاکیدوں کے ساتھ موکد کیا ہے

۱:- آیت کو انما سے شروع کیا ہے

٢:- شراب اور جوئے کو بتوں اور جوئے کے تیروں کے ساتھ ملایا ہے

٣:- ان کو رجس قرار دیا ہے

٤:- انہیں عمل شیطان قرار دیا ہے

٥:- شراب سے اجتناب کا امر فرمایا ہے

٦:- اس سے بچنے کو فلاح کا دار ومدار ٹھہرایا اتنی تاکیدات کے باوجود پھر شراب اور جوئے کے دنیوی اور دینی مفاسد بیان فرماتے دنیوی مفاسد اور قبائح کو (انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر) میں بیان فرمایا ہے فی الخمر والمیسر میں فی سبب کے لیے ہے یعنی شراب اور جوئے کے سبب شیطان تمہارے مابین عداوت اور بغضاء ڈالتا ہے اور مفاسد دینیہ کو ویصد کم عن ذکر اللہ وعن الصلوة میں بیان فرمایا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے شیطان تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتا ہے نماز اگرچہ ذکر اللہ میں داخل ہے لیکن نماز کی اہمیت شان کے لیے تخصیص بعد التعمیم کے طور پر ذکر کے بعد خصوصیت سے نماز کا ذکر کیا گیا اور نماز سے روکنا گویا دین وایمان سے روکنا ہے اس لیے کہ نماز دین کا ستون ہے اور سب سے آخر فهل انتم منتهون فرما کر گویا تمام عذروں کو ختم کر دیا کہ اتنی خرابیاں ہونے کے باوجود بھی تم اس نجس وناپاک چیز کا استعمال کرو گے؟ چنانچہ اس آیۃ کریمہ کے نزول پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:-

انتهینا یارب     اے میرے پروردگار ہم رک گئے

یہ وہی فاروق اعظم ہیں جن کے بارے میں پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی تھی کہ اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا اے اللہ ہمارے لیے شراب کے بارے میں بیان شافی نازل فرما۔

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے جس شخص کے پاس اس میں سے کچھ حصہ بھی ہو وہ نہ اسے پیے اور نہ فروخت کرے تمام مسلمانوں نے مدینہ کی گلیوں میں شراب انڈیل دی اور وہ پانی کی طرح بہنے لگی۔

حضرت ربیع سے مروی ہے کہ جب آیہ کریمہ نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

ان ربکم یقدم فی تحریم الخمر تمہارا رب تحریم خمر کے لیے مقدمہ بیان فرماتا ہے

پھر جب آیۃ نساء نازل ہوئی تو پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا رب تحریم خمر کا مقدمہ بیان فرماتا ہے پھر جب آیۃ مائدہ نازل ہوئی تو اس آیت کے نزول پر شراب کو قطعی حرام قرار دیا گیا اور مسلمانوں نے اس ام الخبائث سے اس قدر شدید اجتناب کیا اور اس سے نفرت کا اظہار کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں

لو وقعت قطرۃ فی بئر فبنیت فی مکانہا منارۃ لم اؤذن علیہا ولو وقعت فی بحر ثم جف فبنیت فیہ الکلاء لم ارعہ دابتی.

یعنی اگر بالفرض شراب کا ایک قطرہ کنوئیں میں گر جائے اور اس جگہ پر ایک مینار تعمیر کیا جائے تو میں اس پر کھڑا ہو کر اذان نہیں کہوں گا اور اگر شراب کا ایک قطرہ دریا میں گر جائے اور وہ دریا خشک ہو جائے اور وہاں گھاس پیدا ہو تو میں اپنے چارپایوں کو گھاس نہیں چراؤں گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کسی ساتھی سے فرمایا اگر میں شراب میں ایک انگلی بھی ڈالوں تو تو میرے پیچھے نہ لگنا وھذا ھو الایمان والتقی حقا (ھذہ خلاصۃ مافی روح المعانی تحت ایت البقرۃ والمائدہ)

اور ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اس آیت سے تحریم خمر پر آٹھ دلائل پیش کیے

ہیں

۱:- خمر رجس ہے اور ہر رجس حرام ہے

۲:- خمر عمل الشیطان سے ہے وماھو من عملہ فھو حرام فالخمر حرام

۳:- قولہ تعالی فَاجْتَنِبُوْ اور اللہ تعالی نے جس چیز سے اجتناب کا امر فرمایا وہ حرام ہے

۴:- لعلکم تفلحون۔ تاکہ تم فلاح پاؤ اور جس چیز سے اجتناب پر رجاء فلاح کو معلق کیا جاتے وہ حرام ہے

۵:- انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر مسلمانوں میں عداوت اور بغض حرام ہے لہذا حرام کا سبب اور مقدمہ بھی حرام ہے

۶:- ویصد کم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ اور جس چیز کے ذریعے شیطان اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتا ہے فھو حرام

۷:- قولہ:- فھل انتم منتھون ای انتھوا اور اللہ تعالی جس چیز سے انتہاء حکم اس طرح دیتا ہے وہ حرام ہے

۸:- شراب (خمر) کو اوثان وانصاب (بتوں) کے ساتھ ذکر کیا ہے اور جو چیز اس طرح کفر سے مقترن ہو وہ کفر نہیں تو کم از کم حرام ضرور ہوگی اور زجرا اور تغلیظا بتوں کے ساتھ اس کا ذکر ہوا ہے اسی لیے حدیث میں وارد ہے

شارب الخمر کعابد الوثن وشارب الخمر کعابد اللات والعزی مرقات ج ۷ ص ۱۹۳

# الاحادیثُ المرْویۃ فِی الخمرِ وَ المُسکراتِ (خمر)

# شراب اور دیگر مسکرات کے بارے میں احادیث

۱:- عن ابن عمران رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من شرب الخمر فی الدنیا ثم لم یتب منہا حرمہا فی الاخرۃ رواہ الجماعۃ الا الترمذی (منتقی)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دنیا میں شراب پی پھر اس سے توبہ نہ کی وہ آخرت میں شراب (طہور) سے محروم رہے گا

اس حدیث میں شراب پینے والوں کے لیے دخول جنت کی محرومی پر شدید وعید ہے بعض لوگوں نے حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ استدلال کیا ہے کہ شرابی کبھی جنت میں داخل نہیں ہو گا لیکن اہل سنت کے نزدیک دوسری آیات واحادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ شرب خمر کبائر سے ہے اور بقیہ کبائر کی طرح اس کی بخشش بھی مشیت الہیٰ پر موقوف ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ معاف فرمادے تو جنت میں داخل ہو سکتا ہے یا اس مقام پر وہ شرابی مراد ہے جو شراب کو حلال سمجھ کر پیے ایسا ہی باقی کبائر کا بھی حکم ہے۔

والمسئلۃ مفصلۃ مبرھنۃ فی کتب الکلام من شاء فلیراجعہا۔

۲:- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدمن الخمر کعابد وثن رواہ ابن ماجہ (منتقی الاخبار)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شراب نوشی پر ہمیشگی کرنے والا مثل بت پرست کے ہے

اس میں بھی وعید شدید ہے اس لیے کہ عابد وثن سخت کافر ہوتا ہے شراب نوشی کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے اس میں سخت مبالغہ اور زجر شدید ہے لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید

۳:- عن عائشة رضي الله عنها قالت سئل رسول الله صلے الله علیه وسلم عن بتع وهو نبیذ العسل فقال کل شراب اسکر فهو حرام متفق علیه (مشکواة)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بتع کے بارے میں سوال کیا گیا اور بتع نبیذ عسل کو کہتے ہیں پس حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شراب جو مستی لائے پس وہ حرام ہے پس اگر نبیذ عسل بھی مستی لائے تو حرام ہے نبیذ عسل یہ ہے کہ شہد کو کسی برتن میں ڈال کر محفوظ رکھیں یہاں تک کہ اس میں تیزی پیدا ہو جائے۔

۴:- عن ابن عمر (رضی الله تعالی عنهما) قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل مسکر خمر و کل مسکر حرام فمن شرب الخمر فی الدنیا فمات و هو یدمنها لم یتب لم یشر بها فی الآخرة (رواه مسلم مشکوة)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسکر خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے (یعنی قلیل ہو یا کثیر) اور جو شخص دنیا میں شراب پیے اور اسی حالت میں مر گیا کہ ہمیشہ شراب پیتا رہا اور توبہ نہ کی تو وہ آخرت کی شراب نہیں پیے گا۔

یدمنھا:- ادمان سے ہے اور ادمان کا معنی لغت میں پیوستہ شراب خوردن بیان کیا گیا ہے۔ کمافی الصراح

۵:- عن جابر ان رجلا قدم من الیمن فسل النبی صلے الله علیه و سلم عن شراب یشربونها بارضهم من الذُّرَة یقال له المِزْر فقال النبی صلی الله علیه وسلم اومسکر هو؟ قال نعم قال کل مسکر حرام - رواه مسلم

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یمن سے ایک آدمی آیا پس اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شراب کے بارے میں سوال کیا جسے اہل یمن اپنی

سرزمین میں پیتے تھے وہ زرہ (چنیا) سے بنتی تھی جس کو مزر کہا جاتا ہے (اور قاموس میں ہے کہ مزر نبیذ ذرہ اور شعیر پر بولا جاتا ہے) پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مسکر یعنی مستی لانے والی ہے اس نے عرض کی ہاں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہر مسکر حرام ہے۔

۶:- عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شرب الخمر لم یقبل اللہ لہ صلوٰۃ اربعین صباحًا فان تاب تاب اللہ علیہ فان عادلم یقبل اللہ لہ صلوٰۃ اربعین صباحافان تاب تاب اللہ علیہ فان عادلم یقبل اللہ لہ صلوٰۃ اربعین صباحافان تاب تاب اللہ علیہ فان عاد فی الرابعۃ لن یقبل اللہ لہ صلوۃ اربعین صباحافان تاب لم یتب اللہ علیہ و سقاہ من نہر الخبال رواہ الترمذی ورواہ النسائے وابن ماجہ والدارمی عن عبد اللہ بن عمر

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شراب پی اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کرے گا پس اگر اس نے رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر رجوع فرمائے گا پس اگر وہ لوٹا تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرمائے گا پس اگر اس نے رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر رجوع فرمائیگا پس اگر وہ لوٹا تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کریگا پس اگر چوتھی مرتبہ پھر لوٹا تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرمائے گا پس اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کریگا اور اسے نہر خبال سے پلائے گا۔

نہر خبال سے دوزخیوں کی پیپ اس قدر کثرت سے جاری ہوگی کہ مثل نہر کے ہو جائے گی اس کا نام نہر خبال ہے

**بعض فوائد حدیثیہ** :- (۱) لم یقبل اللہ لہ صلوٰۃ اربعین صباحایعنی

شرابی کو لذت مناجات حاصل نہیں ہوگی اور نہ وہ حضور جو نماز کی روح ہے اگرچہ فرض وقت کا مطالبہ ساقط ہو جائے گا۔ اور نماز کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ شراب ام الخبائث ہے جیسا کہ دار قطنی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے اور نماز ام العبادات ہے ام الخبائث کے مقابلہ میں ام العبادات کا ذکر کیا گیا۔

۲- چالیس صباح کی قید شاید اس وجہ سے ہے کہ شراب کا اثر غالبا اتنی مدت تک اس کے باطن میں باقی رہتا ہے نیز عدد اربعین کو طاعت یا معصیت کی طرف لوٹانے میں تاثیر بلیغ ہے چنانچہ مروی ہے کہ :-

من اخلص لله اربعین صباحاً یوماً اظهر الله ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه- رواه ابو نعیم فی الحلیه عن ابی ایوب-

جو شخص اللہ کے لیے چالیس راتیں صبح خلوص کے ساتھ گذارے اللہ تعالیٰ حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر ظاہر فرما دیتا ہے

## نیز حدیث میں وارد ہے :-

من حفظ [1] علی امتی اربعین حدیثا بعثه الله فقیها رواه جماعة من الصحابة

جس نے میری امت کو چالیس احادیث نقل کیں اللہ تعالیٰ اسے فقیہ اٹھائے گا۔

---

(۱) من حفظ ای نقل وان لم للفظ ولا عرف المعنی اذبه بحصل انتفاع المسلمین یعنی حفظ نقل کے معنیٰ میں ہے اگرچہ لفظ یاد نہ کیا اور نہ معنی کو پہچانا کیونکہ اس سے مسلمانوں کو نفع حاصل ہوتا ہے

(فتح المبین ص ۲۷)

خود قرآن کریم میں وارد ہے:- واذ وعدنا موسی اربعین لیلة
اور جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا فیصلہ کیا۔
اور چونکہ ۴۰ کے عدد کو تاثیر بلیغ ہے اسی لیے کہا گیا کہ
من بلغ اربعین ولم یغلب خیرہ شرہ فالموت خیر لہ :- جو شخص چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے اور اس کی نیکی برائی پر غالب نہ ہو تو اس کے لیے موت اچھی ہے کذافی المرقاۃ

۷:- وعن جابران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ماالسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ الترمذی وابو داو وابن ماجہ وقال القاری و کذا احمد وابن حبان فی صحیحہ ورواہ احمد والنسائی وابن ماجہ عن ابن عمر
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا کثیر مسکر اس کا قلیل بھی حرام ہے (ای من المائعات وسیاتی تفصیلہ فی الاحکام انشاء اللہ تعالی)

۸:- وعن عائشۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ما اسکر منہ الفرق فملاء الکف منہ حرام" رواہ احمد والترمذی، وابو داؤد
ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی کہ جس شراب کا ایک فرق مسکر ہو اس کا ایک چلو بھر بھی حرام ہے۔
فرق :- بفتح الفاء وسکون الراء و بفتح۔ مدینہ شریف کا ایک مشہور پیمانہ ہے جس کی مقدار میں قدرے اختلاف ہے محقق ابن ہمام نے یہ فرمایا ہے کہ فرق اہل لغت کے نزدیک راء کی حرکت سے ہے اور محدثین اس کو سکون را سے پڑھتے ہیں اور یہ ایک معروف پیمانہ ہے جس کی مقدار ۱۶ رطل ہوتی تھی

۹:- وعن انس قال لقد حرمت الخمر حین حرمت وما نجد خمر الاعناب الا

قلیلا وعامتہ خمرنا البسر والتمر (رواہ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شراب حرام قرار دی گئی جس وقت کہ حرام قرار دی گئی (یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام پر اس کی تحریم نازل فرمائی) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نصاً اس کی تحریم بیان فرمائی اس لیے کہ صحابی جب یہ فرماتے کہ ہم حکم دیئے گئے یا ہم پر حرام کیا گیا یا اس کے مثل تو صحابی کا ایسا ارشاد مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتا ہے انگوری شراب بہت کم پاتے تھے اور عام طور پر ہماری شراب بسر اور تمر ہوتی تھی

درخت خرما سے کھجور کا پھل جب ظاہر ہوتا ہے تو اسے اہل عرب طلع سے تعبیر کرتے ہیں ازاں بعد خلال ازاں بعد بلح اس کے بعد بسر اس کے بعد رطب اور رطب یعنی تر کھجور جب خشک ہو جائے تو تمر کذا فی الاشعتہ

۱۰:- عن وائل الحضرمی ان طارق ابن سوید سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر فنھاہ فقال انما اصنعھا للدواء فقال انہ لیس بدواء لکنہ داءٌ -(رواہ مسلم

وائل حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ طارق بن سوید نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے شراب پینے یا بنانے کے متعلق سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس سے منع فرمایا اس نے عرض کی کہ میں اس کو دوا کے لیے بناتا ہوں پس حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بے شک شراب دوا نہیں بلکہ بیماری ہے

علامہ نووی نے فرمایا:- فیہ تصریح بانھا لیست بدواء فیحرم التداوی بھا یعنی اس میں صراحت کی گئی ہے کہ شراب دوا نہیں پس اس کا دوا کے طور پر استعمال حرام ہے

جب اس میں دوا نہیں ہے تو اس کا تناول و استعمال بلا سبب ہوا اور حنفیہ کے نزدیک

یہی اصل مذہب ہے کہ شراب کا استعمال دواءً حرام ہے الا اکراھا واضطرارا

وسیاتی بیانہ انشاء اللہ تعالیٰ

۱۱:۔ عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخمر من ھاتین الشجرتین النخلۃ ابی والعنبۃ (رواہ مسلم۔ مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ خمران دو درختوں سے ہے درخت خرما اور درخت انگور

ان دو درختوں کی تخصیص اس لیے ہے کہ اکثر شرابیں ان سے تیار ہوتی ہیں نہ کہ ان کے سوا کسی چیز کی شراب بنتی ہی نہیں چنانچہ اگلی حدیث ملاحظ ہو

۱۲:۔ عن ابن عمر قال خطب عمر علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہ قدنزل تحریم الخمر فھی من خمستہ اشیاء العنب والتمر و النطۃ والشعیر والعسل۔ الخمر ماخامر العقل۔ (رواہ البخاری)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا۔ پس فرمایا کہ تحقیق شان یہ ہے کہ شراب (خمر) کی تحریم کا حکم نازل ہوا اور وہ پانچ چیزوں سے ہے انگور سے، خرما سے اور گندم سے اور جو سے اور شہد سے شراب وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپے اور اس کا ازالہ کرے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خمران پانچ چیزوں میں ہی منحصر نہیں ہے ان کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی تیار ہو سکتی ہے اگر مخامرت عقل سے موصوف ہو تو اس پر بھی مجازاً خمر کا اطلاق ہو سکے گا۔

۱۳:۔ عن ام سلمتہ قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر

ومفتر (رواہ ابوداود)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر سے منع فرمایا۔

مسکر :- نشہ دینے والا مفتر سست کرنے والا نہایہ میں فرمایا مفتر وہ چیز ہے جب اس کو پیا جائے تو جسم گرم ہو جائے اور جسم کو فتور ضعف اور انکسار لاحق ہو جائے۔ افتر الرجل اس وقت کہتے ہیں جب اس کی پلکیں کمزور ہو جائیں اور گوشہ چشم منکسر ہو جائے اور قاموس میں ہے فتور جسم جوڑوں کی سستی نرمی اور ضعف کو کہا جاتا ہے

۱۴ :- عن ابی موسیٰ الاشعری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ لا تدخل الجنتہ مدمن الخمر و قاطع الرحم و مصدق بالسحر (رواہ احمد)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے ہمیشہ شراب پینے والا اور قطع رحمی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا یعنی یہ اعتقاد رکھنے والا کہ جادو موثر بالذات ہے ورنہ تصدیق سحر اس معنی میں کہ اس کی تاثیر ثابت ہے اور وقوع اس کا اللہ تعالےٰ کے خلق سے ہے صحیح ہے اور جادو کرنا بعض صورتوں میں حرام اور بعض میں کفر ہے۔

۱۵ :- (۱) قال حرمت الخمر بعینها قلیلها و کثیر ها والمسکر من کل شراب وفی لفظ وما اسکر من کل شراب۔ (رواہ النسائی)

---

(۱) حرمت الخمر۔ اس کی اسناد پر تفصیلی بحث کیلیے ملاحظہ ہو۔ نصب الرائیہ للزیلعی ج ۴ ص ۳۰۶، ۳۰۷۔ احکام القرآن للجصاص الرازی عن علی مرفوعاً ج ۱ ص ۳۸۳۔ فتح القدیر۔ روح المعانی ج ۲ ص۔ نسائی ج ۲ ص ۳۲۱، ۳۲۲ قال النسائی الی عون اشبہ بما رواہ الثقات عن ابن عباس وروی عنہ ایضاً مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام القرآن جامع المسانید ص ۲۰۲۔ طحاوی شریف ج ۲ فی الاشرب۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (خمر) بعینہ حرام کیا گیا ہے اس کا قلیل وکثیر اور ہر شراب (ماسوا خمر کے) اس وقت حرام ہے جب حد سکر کو پہنچ جائے روایت کیا اس کو نسائی نے بطرق عدیدۃ۔

بغرض اختصار چند احادیث صحیحہ ذکر کی گئی ہیں ورنہ تحریم خمر کے بارے میں احادیث کثیرہ متواترہ موجودہ ہیں چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:- وقد جائت السنۃ المتواترۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حرم الخمر وعلیہ انعقد اجماع الامۃ

## احکام فقہیہ

لغت میں ہر پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور فقہا کی اصطلاح میں شراب کا اطلاق ما یشرب ویسکر پر ہوتا ہے یعنی جو پی جائے اور نشہ لائے شراب کی کئی قسمیں ہیں

### ا۔ خمر:-

انگوری شراب سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی تعریف یہ ہے

هی النّی من ماء العنب اذا غلا واشتد وقذف بالزبد

خمر انگور کا کچا پانی ہے جب اس میں جوش آجائے اور تیز ہو جائے اور جھاگ پھینکنے لگے (کذا فی عامۃ المتون والشروح)

غلیان کا معنی ابلنا جوش میں آنا یعنی نیچے کا حصہ اوپر آجائے اور اشتداد کا مفہوم یہاں پر لذت مطربہ ہے مولانا عبد الحی فرماتے ہیں:- الاشتداد الصلاحیت للاسکار یعنی اس میں نشہ دینے کی صلاحیت پیدا ہو جائے اور صاحبین کے نزدیک قذف بالزبد بھی شرط نہیں

ہے

## احکام خمر:۔

خمر بعینہ حرام ہے اس کی حرمت قطعی ہے کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اس کا قلیل وکثیر سب حرام ہے پیشاب کی طرح نجس ہے اور اس کی نجاست غلیظ ہے جو اس کو حلال بتائے کافر ہے کیونکہ نص قرآنی کا منکر ہے مسلمان کے حق میں مال متقوم نہیں یعنی اگر کسی نے مسلمان کی یہ شراب تلف کردی تو اس پر ضمان نہیں اور مسلمان کے لیے اس کا خریدنا درست نہیں نہ دوا کے طور پر استعمال کر سکتا ہے نہ جانور کو پلا سکتا ہے نہ اس سے مٹی بھگو سکتا ہے نہ حقنہ کے کام میں لائی جا سکتی ہے اس شراب کے پینے والے پر حد لگائی جائے گی اگرچہ نشہ نہ ہو درمختار وغیرہ بہار شریعت جانوروں کے زخم میں بھی بطور علاج اس کو نہیں لگا سکتے صاحب ہدایہ نے احکام خمر بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔ ان الطبخ لایوثر فیھا یعنی خمر کو خمر بن جانے کے بعد اگر پکایا جائے تو وہ پکانے سے حلال نہیں ہو جاتا ہے کیونکہ طبخ صفت اسکار کے ازالہ کے لیے موثر ہے اور خمر کی حرمت بعینہ ہے۔ غیر معلول بالسکر ولا موقوف علیہ سکر سے معلول نہیں اور نہ اس پر موقوف ہے لانہ رجس والرجس ماھو محرم العین

## ۲۔ طلا

حرام شرابوں سے دوسری شراب طلا ہے یعنی انگور کا کچا پانی اگر پکایا جائے اور وہ دو تہائی سے کم جل گیا (شرح وقایہ) اور مولانا عبدالحی صاحب بحوالہ محیط فرماتے ہیں کہ طلا اسم مثلث ہے یعنی انگور کا کچا پانی جب پکایا جائے اور دو تہائی جل جائے اور تہائی باقی رہ جائے اور نشہ دینے والا ہو جائے) اس کو طلا اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی

اللہ عنہ نے فرمایا:-

ماأشبہ هذا بطلاء البعير (حاشیہ شرح وقایہ)

یہ شراب گاڑھا ہونے میں طلاء بعیر کے کیا ہی مشابہ ہے

طلاء بعیر (گندھک کا لیپ) جو خارش والے اونٹ کو کیا جاتا ہے

**۳۔ سکر:-** حرام شرابوں سے تیسری قسم سکر ہے اور وہ تر کھجور کا کچا پانی ہے جب ابل جائے اور تیز ہو جائے اور جھاگ دینے لگے

بیان آیات میں آیت نمبر ۱:- یعنی تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا سے بعض نے اس کی حلت پر استدلال کیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ نص ما قبل التحریم پر محمول ہے فیکون منسوخا یا آیت میں سکر سے مراد فقط نبیذ تمر ہے جو نشہ کی حد تک نہ پہنچے۔ کما سیجیٔ

**۴۔ نقیع الزبیب:-** یہ چوتھی قسم شراب حرام ہے یعنی منقی کا بھگویا ہوا کچا پانی صاحب شرح وقایہ نے ان تینوں شرابوں (طلا سکر نقیع الزبیب) کا ذکر کر کے فرمایا

والکل حرام اذا غلا واشتد وحرمتها دون حرمة الخمر فلا یکفر مستحلها بخلاف الخمر۔

اور یہ تینوں کل شرابیں حرام ہیں جب ان میں جوش آجائے اور سخت اور تیز ہو جائیں اور ان کی حرمت خمر کی حرمت سے کم ہے ان کو حلال جاننے والا کافر نہیں ہو گا بخلاف الخمر۔

## اشربہ

چار شرابیں حلال ہیں

۱:- نبیذ تمر (خرما) اور مویز منقی اگر ان کو تھوڑا سا پکا لیا جائے اگرچہ تیز ہو جائے جب کہ

اتنی مقدار میں پیا جائے جو نشہ نہ لائے بشرطیکہ لہو و طرب کے لیے نبیذ تمروزبیب:-
کھجور یا منقے کو پانی میں بھگویا جائے اور نشہ پیدا ہونے سے پہلے اس کو پیا جائے

۲:- خلیطان کھجور اور منقی کا پانی ملایا جائے اور دونوں کو ملا کر تھوڑا سا پکایا جائے اور چھوڑا جائے یہاں تک کہ اس میں جوش آجائے اور سخت ہو جائے

۳:- شہد انجیر گندم جو اور چینا کا بھگویا ہوا پانی پکایا جائے یا نہ پکایا جائے جب کہ لھو (کھیل) اور طرب (مستی) کے لیے نہ ہو (کذافی شرح الوقایہ وسائرالکتب المعتمدہ)

۴:- مثلث عنبی:- انگور کا پانی جب پکایا جائے اور پکانے سے دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے ھدایہ میں ہے

وعصیر العنب اذاطبخ حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلث حلال وان اشتد وھذا عندابی حنیفتہ وابی یوسف وقال محمد ومالک والشافعی حرام وھذا الخلاف فیما اذاقصدبہ التقوی اما اذاقصدبہ التلھی لا یحل بالاتفاق۔

ہدایہ ج ۲ ص ۵۰۱ فی الاشربتہ

انگور کا نچوڑا ہوا پانی جب پکایا جائے اور اس کا دو تہائی حصہ چلا جائے (یعنی جل جائے) اور تہائی باقی رہ جائے اور اگرچہ وہ تیز ہو جائے اور اس مثلث کی حلت امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور امام محمد اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ حرام ہے اور یہ اختلاف ائمہ اس صورت میں ہے جب اس کے پینے سے غرض طاعت و عبادت پر قوت پانا ہو لیکن اگر اس کا پینا کھیل اور مستی کے قصد سے ہو تو بالاتفاق حلال نہیں ہے عنقریب ہم ائمہ حنفیہ کے فتاویٰ ذکر کریں گے کہ یہ زمانہ چونکہ فساد کا ہے اس لیے فتویٰ امام محمد وغیرہ جمہور کے قول پر ہے کہ یہ تمام شرابیں حرام ہیں اس زمانہ میں غلبہ فساد کی وجہ سے فتوی امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے قول پر ہے کہ ہر مسکر حرام ہے اور نجس ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ کے نزدیک خمر کا اطلاق صرف انگوری شراب

پر ہوتا ہے اور اس کی حرمت لعینہا ہے چاہے نشہ دے یا نہ دے اس کا قلیل وکثیر حرام ہے اور یہ حرمت قطعی ہے اس کو حلال جاننے والا کافر ہے اور باقی شرابوں کی حرمت اجتہادی ہونے کی وجہ سے ظنی ہے اور جب تک ان کے استعمال سے پینے والا حد سکر کو نہ پہنچے اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی اور امام محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک ظاہر حدیث کی بنا پر ہر نشہ دینے والی شراب حرام ہے اور فساد زمان کی وجہ سے متاخرین ائمہ حنفیہ نے بھی امام محمد اور جمہور کے قول پر فتویٰ دیا ہے یعنی ہر شراب حرام اور نجس ہے اکلاً، شرباً دواءً داخلی یا خارجی طور پر ہر طرح اس ام الخبائث کا استعمال ناجائز ہے دوا تو درکنار اگر شراب کا ایک قطرہ کنواں میں گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد گرامی پہلے گزر چکا ہے۔

## اب نصوص اکابر ائمہ حنفیہ ملاحظہ فرمائیں

۱- در مختار میں ہے (وحرمها محمد) ای الا شربة المتخذة من العسل والتین ونحوهما قال المصنف (مطلقا) قليلها وكثيرها ر وبه يفتى) ذكر الزيلعى وغيره واختاره شارح الوهبانية وذكر انه مروى عن الكل والكل حرام عند محمد وبه يفتى انما هو عند قصد التقوى و اما عند قصد التلهى فحرام اجماعا انتهى

در مختار مطبوعہ حاشیہ الشامی ص ۴۰۲، ۴۰۳، ۴

(ترجمہ) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے شہد انجیر وغیرہ سے بنی ہوئی تمام شرابوں کو حرام قرار دیا ہے مصنف تنویر الابصار نے لفظ یا مطلقا فرمایا یعنی قلیل وکثیر سب حرام ہے اور اسی پر فتویٰ ہے زیلعی وغیرہ نے اسی کو ذکر کیا اسی کو شارح وھبانیہ نے مختار مانا اور ذکر کیا کہ یہی سب سے مروی ہے اور امام محمد کے نزدیک سب شراب حرام ہیں اسی

صورت پر ہی فتوئ دیا جاتا ہے اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے کہ شہد و انجیر وغیرہ کے نبیذ جب عبادت پر قوت حاصل کرنے کے لیے استعمال کیے جائیں اور اگر لہو ولعب مقصود ہوں تو بالاجماع یہ سب شرابیں حرام ہیں

## ۲۔ علامہ امام ابن عابدین المعروف بالشامی فرماتے ہیں

وبہ یفتی ای بقول محمد وھو قول الائمتہ الثلثتہ لقولہ علیہ السلام کل مسکر خمر و کل مسکر حرام رواہ مسلم و قولہ علیہ السلام ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ احمد وابن ماجتہ و الدار قطنی و صححہ و قالہ غیرہ کصاحب المنتقی والمواھب والکفیتہ والنھایۃ والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار والقھستانی والعینی حیث قالو الفتوی فی زماننا علی قول محمد لغلبتہ الفساد۔

اور امام محمد کے قول پر ہی فتوئ دیا جاتا ہے اور ائمہ ثلثہ کا بھی یہی قول ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے کہ ہر مسکر خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے روایت کیا اس کو مسلم نے اور حضور علیہ السلام کے اس قول کی وجہ سے کہ جس شراب کا کثیر نشہ دینے والا ہے اس کا قلیل بھی حرام ہے روایت کیا اس کو امام احمد اور ابن ماجہ نے اور دار قطنی نے اس کی روایت کی اور اس کو صحیح کہا (قولہ وغیرہ) جیسے صاحب منتقے مواہب کفایہ نہایہ معراج شرح مجمع شرح درر البحار قہستانی اور عینی کیونکہ ان سب نے فرمایا کہ اس زمانے میں فتوی قول محمد پر ہے غلبہ فساد کی وجہ سے۔ شامی ص ۴۰۲ ج ۵

فکل حرام وبہ یفتی وان لہ یکفر مستحلھا کمامر (رمز الحقایق شرح کنز للعینی - در المنتقی)۔ ص ۵۷۲ ج ۲ مجمع الانہر ص ۵۷۲ ج ۲

یہ سب حرام ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ ان کو حلال سمجھنے والے کو کافر نہیں کہ

جائے گا جیسا کہ پیچھے گذرا۔

حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی طویل گفتگو کے بعد فرماتے ہیں

شاید کہ حق ہمان قول جمہوراست ہمین است احوط در دین و در دست سد ذرایع بر فاسقین و

جاہلین کمالا یخفیٰ واللہ اعلم و علمہ احکم ۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۳۰۰) لایق یہ ہے کہ

حق قول جمہور ہی ہے یہی دین میں احوط ہے اور اسی میں فاسقوں اور جاہلوں پر (گناہ

کے ذریعوں کا بند کرنا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے واللہ اعلم و علمہ احکم

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

والحق عندنا فی ہذہ المسلتہ ماھو عند الجمھور ۔ فتاویٰ عزیزی ج ا ص ۱۸۱

ہمارے نزدیک اس مسئلہ (خمر) میں حق وہی ہے جو جمہور کا مذہب ہے

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا محمد احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ دواؤں میں شراب

کے استعمال کے متعلق فرماتے ہیں انگریزی دواؤں میں جتنی دوائیں رقیق ہوتی ہیں

جنہیں ٹنکچر کہتے ہیں ان سب میں یقیناً شراب ہوتی ہے وہ سب حرام ہیں اور ناپاک بھی

۔ کما حققناہ فی فتاوانا

ان اسبار تو وھی روح النبیذ خمر قطعاً بل من اخبث الخمور فھی حرام و نجس

نجاستہ غلیظتہ کالبول

سپرٹ جو کہ شراب کا جوہر ہے قطعاً خمر ہے بلکہ ناپاک ترین شراب ہے پس وہ حرام

ہے اور نجس بنجاست غلیظ ہے جیسے پیشاب۔

مسلمان اتنا خوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں ۔ نجاستوں سے بچیں

خصوصاً سخت آفت اس وقت ہے کہ ان علاجوں میں قضا آجائے اور مسلمان اس حالت

میں مرے کہ معاذ اللہ اس کے پیٹ میں شراب ہو۔ والعیاذ باللہ رب العالمین فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۰۴

## علامہ شامی ج ۱ ص ۲۵۵ میں فرماتے ہیں

وینبغی ترجیح التغلیظ فی الجمیع یدل علیہ مافی غرر الافکار من کتاب الاشربۃ حیث قال و ھذہ الاشربۃ عند محمد و موافقیہ کخمر بلاتفاوت فی الاحکام وبھذا یفتی فی زماننا اھ

اور تمام شرابوں کے بارے میں نجاست غلیظ کی ترجیح دینا واجب ہے اس پر وہ عبارت دال ہے جو صاب غرر الافکار کتاب الاشربہ میں لائے ہیں جہاں انہوں نے کہا ہے اور یہ شرابیں امام محمد اور ان کے موافقین کے نزدیک احکام میں بلا تفاوت خمر کی طرح ہیں اور اس زمانہ میں اسی کے ساتھ ہی فتویٰ دیا جاتا ہے

## علامہ سید محمود آلوسی بغدادی صاحب روح المعانی فرماتے ہیں

وافتی المتاخرون بقول محمد فی سائر الاشربۃ وذکر ابن وھبان انہ مروی عن الکل ونظم ذلک بعضھم فقال وفی عصرنا اختیر حدواوقعوا طلاقا لمن من مسکر الحب یسکرؔ وعن کلھم یروی وافتی محمد بتحریم ماقد قل وھو المحررِ

متاخرین نے امام محمد کے قول پر تمام شرابوں کے بارے میں فتویٰ دیا ہے اور ابن وھبان نے کل سے مروی ہونا ذکر کیا ہے اور اس کو نظم میں بیان کیا ہے اور ہمارے زمانے میں حد اختیار کی گئی ہے اور اس شخص کی طلاق واقع کی ہے جو مٹکے کی شراب سے نشہ میں آجائے اور سب سے روایت کیا جاتا ہے کہ امام محمد نے قلیل

شراب کی تحریم کا فتویٰ دیا ہے اور وہ محرر مذہب ہیں

## اس کے بعد علامہ آلوسی اپنی رائے بیان کرتے ہیں

کہ میرے نزدیک حق یہ ہے جس سے عدول لائق نہیں کہ ماسوای العنب بھی جتنے شراب ہیں جیسے بھی ہوں اور جن نام سے بھی ہوں جب اس حد تک پہنچ جائے کہ غیر عادی شخص اس کو پیئے تو وہ نشہ آور ہو حرام ہے اور اس کا قلیل کثیر کی مانند ہے پینے والے کی طلاق واقع ہوگی اور اس کی نجاست غلیظ ہے صحیحین میں ہے کہ حضور علیہ السلام سے فصیح کے بارے میں سوال کیا گیا فصیح نبیذ عسل کو کہتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

کل شراب اسکر فھو حرام ۔ ہر شراب جو مسکر ہو سو وہ حرام ہے

اور آخر میں لکھا:۔

نعم حرمتہ ھذہ الاشربۃ دون حرمت الخمر حتی لا یکفر مستحلھا کما قدمناہ لانھا اجتھادیۃ دلو ذھب ذاھب الی القول بالتکفیر لم یبق فی محیذ ومن الناس الیوم الاقلیل ۔ (روح المعانی ملخصاً ص ۹۷، ۹۸ ج ۲)

ہاں ان تمام شرابوں کی حرمت خمر کی حرمت سے کم ہے یہاں تک کہ ان کو حلال جاننے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس لیے کہ ان کی حرمت اجتہادیہ ہے پس اگر کوئی قول تکفیر کو اختیار کرے تو اس کی رو سے آج مسلمان بہت ہی کم رہ جائیں گے

## مولانا عبدالحیؒ لکھنوی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں

بمذہب مفتی بہ جتنے اشربہ اور اشیاء سیالہ مسکر ہیں وہ سب نجس ہیں اور ایک قطرہ بھی

ان کا حرام ہے اگرچہ نشہ نہ پیدا کرے۔ مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۶ علامہ لکھنوی نے اس مسئلہ کو احادیث کے ماتحت اسی فتاویٰ میں ص ۹۱ سے ص ۹۷ تک نہایت بسط سے تحریر فرمایا ہے من شاء فلیراجع الیھا

حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی صاحب نے بھی بہار شریعت کتاب الانجاس میں تصریح فرمائی ہے کہ تمام شرابیں نجس بنجاست غلیظ ہیں

## فائدہ

سابقہ تصریحات سے یہ امر ناظرین پر واضح ہو چکا ہے کہ قول جمہور کے مطابق تمام شرابوں کی نجاست غلیظہ ہے تاہم جن بعض فقہاء نے ان کی نجاست خفیفہ مانی ہے ان کے قول کے مطابق بھی اگر کوئی ایسی چیز جس کی نجاست خفیفہ ہو پانی وغیرہ کسی مائع میں گر جائے تو اس کو ناپاک کر دے گی۔ اور اس میں ربع یا درھم کا اعتبار نہیں کیا جائے گا چنانچہ در مختار میں ہے

ثم الخفۃ انما تظھر فی غیر الماء فلیحفظ

پھر نجاست خفیفہ ظاہر ہوتی ہے غیر سیال اشیاء میں پس اس سے بچنا چاہیئے۔

اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں

والحاصل ان المائع متی اصابتہ نجاسۃ خفیفۃ او غلیظۃ وان قلت تنجس ولا یعتبر فیہ ربع ولا درھم نعم تظھر الخفۃ فیما اذا اصاب ھذا المائع ثوباً او بدناً فیعتبر فیہ الربع کما افادہ الرحمتی۔ (شامی ج ۱ ص ۲۹۷)

ماحصل بحث کا یہ ہے کہ سیال اشیاء کو جب نجاست خفیفہ یا غلیظہ لگ جائے اگرچہ وہ تھوڑی ہو تو وہ اسے ناپاک کر دے گی اور اس میں نجاست کے ربع یا درہم کا خیال نہیں کیا جائے گا ہاں نجاست خفیفہ کا اس وقت لحاظ کریں گے جب یہ مائع (جس میں

نجاست خفیفہ مل گئی ہے، کسی کپڑے یا بدن کو لگ جائے اس میں ربع کا لحاظ رکھیں گے جیسا کہ رحمتی نے ذکر کیا ہے۔

## علامہ ابن نجیم بحث فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں

وینبغی ترجیح التغلیظ للاصل المتقدم کما لا یخفی فلا فرق بین الخمر وغیرها وکون الحرمة فیه لیست قطعیة لا یوجب التخفیف لان دلیل التغلیظ لا یشترط ان یکون قطعیا۔ بحر الرائق ج ۱ ص ۲۳۰

اور نجاست مغلظہ کی ترجیح ضروری ہے اصل سابق کی وجہ سے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے پس خمر اور باقی شرابوں کی نجاست میں کوئی فرق نہیں ہے اور باقی اشربہ کی حرمت قطعی نہ ہونا موجب تخفیف نہیں ہے اس لیے کہ دلیل تغلیظ کا قطعی ہونا شرط نہیں۔

پس جن ادویہ اور رنگوں اور سیاہی میں سپرٹ (الکحل) ڈالا جائے وہ سب نجس اور ناپاک ہیں لیکن کسی معین شے پر ناپاکی کا حکم اس وقت لگایا جائے گا جب کہ اس کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس میں شراب ملائی گئی ہے

لان الیقین لا یزول بالشک

کیونکہ یقین شک سے زایل نہیں ہوتا

هذا ما ظهر لی والله اعلم

## شراب کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیا کا حکم

۱:- گھوڑی کے دودھ میں بھی نشہ ہوتا ہے اس کا پینا بھی ناجائز ہے در مختار اور بزازیہ میں ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک اس کی کراہت تنزیہی ہے

۲:- بھنگ اور افیون اتنی استعمال کرنا کہ عقل فاسد ہو جائے ناجائز ہے (در مختار) اور اگر

نہایت قلیل مقدار استعمال کی گئی کہ عقل میں فتور نہ آئے جیسے بعض نسخوں میں افیون قلیل جز ہوتا ہے کہ استعمال کرنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ افیون کھائی ہے اس میں حرج نہیں (در مختار)

۳:- چانڈو اور مدک بھی افیون کے استعمال کے طریقے ہیں کہ ان کا دھواں پیا جاتا ہے جیسا کہ تمباکو کو پیتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے بلکہ غالباً افیون استعمال کرنے کی سب صورتوں سے یہ صورت زیادہ قبیح اور مضر ہے (بہار شریعت)

۴:- چرس اور گانجا بھی ایسی چیز ہے کہ اس سے عقل میں فتور آجاتا ہے اس کا بھی پینا ناجائز ہے۔

۵:- جوز الطیب میں نشہ ہوتا ہے اس کا استعمال بھی اتنی مقدار ناجائز ہے کہ نشہ پیدا ہو جائے اگرچہ اس کا حکم بھنگ سے کم درجہ کا ہے (جوز الطیب عربی میں جوزبوا اور ہندی میں جائفل کو کہتے ہیں)

۶:- خشک چیزیں جو نشہ لاتی ہیں جیسے بھنگ وغیرہ یہ نجس نہیں ہیں لہذا ضماد وغیرہ میں خارجی طور پر ان کو استعمال کرنے میں حرج نہیں کہ اس طرح استعمال میں نشہ نہیں پیدا ہو گا پھر ناجائز کیوں؟

۷:- قہوہ کافی چائے کا پینا جائز ہے کہ ان میں نشہ نہیں ہے نہ عقل میں فتور لائیں

۸:- جس شخص کو افیون کی عادت ہے اسے لازم ہے کہ ترک کرے اگر ایک دم چھوڑنے سے ہلاکت کا اندیشہ ہے تو آہستہ آہستہ کمی کرتا رہے یہاں تک کہ عادت جاتی رہے اور ایسا نہ کیا تو گنہگار و فاسق ہے (شامی)

۹:- حقہ کے متعلق علما کے مختلف اقوال ہیں مگر قول فیصل یہ ہے کہ اس کی متعدد صورتیں ہیں اور ہر صورت کا الگ الگ حکم ہے اگر ایسا تیز تمباکو پینا جس سے بیہوشی ہو گئی یا عقل میں فتور آگیا تو اس قسم کا حقہ پینا حرام ہے اور اگر اسکار (۱) و افتار (۲) کا

موجب نہ ہو مگر منہ میں بدبو پیدا ہو گئی تو مکروہ ہے ایسی صورت میں بغیر منہ صاف کیے مسجد میں جانا مکروہ ہے جس طرح کچے لہسن پیاز کا حکم ہے تیسری صورت یہ ہے کہ تمباکو بھی اچھا ہو اور حقہ بھی بار بار تازہ کیا جائے کہ پینے سے منہ میں بدبو نہ پیدا ہو یہ مباح ہے مطلق ہر صورت پر منع یا جواز کا فتویٰ صحیح نہیں تاہم اس سے اجتناب ہی چاہیئے قوم کا بے شمار روپیہ سگرٹ تمباکو پر بے فائدہ صرف ہو رہا ہے

۱۰:- اپریشن وغیرہ یا کسی طبی ضرورت کے لیے شراب کے علاوہ کوئی اور ایسی چیز استعمال کرنا جس سے وقتی طور پر درد محسوس نہ ہو جائز ہے (شامی فی آخر کتاب الاشربہ) پہلے تو اپریشن کے لیے کلوروفارم سونگھا کر مریض کو بیہوش کر لیا جاتا تھا مگر آج کل اس قسم کا انجکشن استعمال ہو رہا ہے جس کے استعمال کے بعد جسم کا مطلوبہ حصہ سن ہو جاتا ہے اور درد وغیرہ محسوس نہیں ہوتا فلا باس بہ للضرورۃ واللہ اعلم

## حد شراب

۱:- مسلمان عاقل بالغ ناطق غیر مضطر بلا اکراہ شرعی خمر کا ایک قطرہ بھی پیئے تو اس پر حد قائم کی جائے گی جب کہ اسے اس کا حرام ہونا معلوم ہو کافر یا مجنون یا نابالغ یا گونگے نے پی تو حد نہیں یونہی اگر پیاس سے مرا جاتا تھا اور پانی نہ تھا کہ پی کر جان بچاتا اور اتنی پی کہ جان بچ جائے تو حد نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پی تو حد ہے یونہی اگر کسی نے شراب پینے پر مجبور کیا یعنی اکراہ شرعی پایا گیا تو حد نہیں۔ شراب کی حرمت کو جانتا ہو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ واقع میں اسے معلوم ہو کہ یہ حرام ہے دوسرے یہ کہ دارالسلام میں رہتا ہو تو اگرچہ نہ جانتا ہو حکم یہی دیا جائے گا کہ اسے معلوم ہے کیونکہ دارالاسلام میں جہل عذر نہیں (در مختار مع شامی ۳-۲۲۴)

---

(۱)۔ اسکار:- نشہ لانا ---------- افتار:- سستی پیدا کرنا

۲:- خمر کے ساتھ پانی ملالیا اور پانی کم ہو جب بھی خالص خمر کے حکم میں ہے اور پانی زیادہ ہو تو جب تک نشہ نہ ہو حد نہیں (شامی ج ۳ ۲۴۴)

۳:- خمر کے علاوہ اور شرابیں پینے سے حد اس وقت ہے کہ نشہ آجائے (اوسکر فی نبیذ مابہ یفتی) در مختار ص ۲۲۵

۴:- شراب خوار پکڑا گیا اور اس کے منہ میں ابھی بو موجود ہے اگرچہ افاقہ ہو گیا ہو یا نشہ کی حالت میں لایا گیا اور گواہوں سے شراب پینا ثابت ہو گیا تو حد ہے اور اگر جس وقت انھوں نے پکڑا تھا اس وقت نشہ تھا بو تھی اور عدالت دور ہے وہاں تک لاتے لاتے نشہ اور بو جاتی رہی تو حد ہے جبکہ گواہان بیان کریں کہ ہم نے جب پکڑا تھا اس وقت نشہ تھا اور بو تھی (در مختار ص ۲۲۶)

۵:- نشہ دار اگر ہوش آنے کے بعد شراب پینے کا خود اقرار کرے ہنوز بو موجود ہے تو حد ہے اور بو جاتی رہنے کے بعد اقرار کیا تو حد نہیں ھذا عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالی (عالمگیری ج ۲ ۳۳۲)

۶:- شراب کی حد میں اسی کوڑے مارے جائیں گے اور بدن کے متفرق حصوں میں ماریں گے یہ حد آزاد کے لیے ہے (کذافی عامۃ المتون)

۷:- نشہ کی حالت میں اپنی زوجہ کو طلاق دے دی تو طلاق ہو گئی یا اپنا کوئی مال بیچ ڈالا تو بیع ہو گئی (در مختار)

۸:- بھنگ اور افیون پینے سے نشہ ہو تو حد قائم نہ کریں گے مگر سزا دی جائے اور اگر نشہ کی حالت میں طلاق دی تو ہو جائے گی جب کہ نشہ کے لیے استعمال کی ہو اور اگر علاج کے طور پر استعمال کی ہو تو نہیں (رد المحتار ۲۲۹)

۹:- سکران (نشہ والا) اس شخص کو کہتے ہیں جو مرد عورت اور آسمان زمین میں تمیز نہ کر سکے اور صاحبین کے نزدیک جس کا غالب کلام مختلط ہو یعنی بیہودہ بکنے لگے و بختار

للفتوی (در مختار ۳۲۲۸)

# فائدہ ضروریہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ کا اس امر پر اجماع ہوگیا کہ حد خمر اسی درے ہے اور اس بارے میں پھر کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں :- قال ابو عمر الجمهور من علماء السلف والخلف علی ان الحد فی الشرب ثمانون :- جمہور علمائے سلف وخلف کے نزدیک حد شرب اسی درے ہیں :- وقال اتفق اجماع الصحابة فی زمن عمر علی الثمانین فی حد الخمر ولا مخالف لهم منهم وعلی ذالک جماعتہ التابعین وجمہور فقهاء المسلمین والخلاف فی ذالک نشذوذ المحجوج بالجمهور :- اور فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حد خمر کے بارے میں اسی دروں پر اجماع صحابہ کا اتفاق ہوگیا اور اس کی کسی نے بھی ان سے مخالفت نہ کی اور اسی پر جماعت تابعین اور جمہور فقہائے مسلمین ہیں اور اس میں خلاف شاذ ہے جو جمہور کے مقابلہ میں محجوج ہے امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں :- عن السائب بن یزید قال کان یوتی بالشارب علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرة ابی بکر وصدرا من خلافتة عمر فنقوم علیہ باید ینا ونعا لناوارد تینا حتی کان آخر امرة عمر فجلدار بعین حتی اذاعتوا وفسقوا جلد ثمانین رواہ البخاری

مشکواۃ مع المرقات ص ۱۷۶-۷ سائب بن یزید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں اور

---

۱ - تامارُوی من جلد علی اربعین بعد عمر فلم یصح مرقات ۱۷۷-۷

حضرت عمر کے ابتدائی زمانہ خلافت میں شرابی لایا جاتا تو ہم اپنے ہاتھوں اور جوتوں اور چادروں سے اس کو مارتے پھر حضرت عمر نے چالیس کوڑے کا حکم دیا پھر جب لوگوں کے سرکشی کی (یعنی شرابیوں نے) اور حد سے نکل گئے تو اسی کوڑے کا حکم دیا اور

مؤطا میں ہے ان عمر ابن الخطاب استشار فی الخمر یشربها الرجل فقال له علی ابن ابی طالب نری ان تجلده ثمانین فانه اذا شرب سکر واذا سکر هذا واذا هذا افتری او کما قال فجلد عمر فی الخمر ثمانین (موطا امام مالک ص ۳۵۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شراب کے بارے میں مشورہ لیا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہماری رائے یہ ہے کہ آپ اس کے لیے اسی کوڑوں کا حکم دیں اس لیے کہ جب کوئی شخص شراب پیئے گا بیہودہ بکے گا افترا کرے گا لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑوں کا حکم دیا اور در قطنی میں افتری کے بعد ہے وعلی المفتری ثمانون جلدة فامر عمر فجلده ثمانین (عینی ص ۱۲۶ ج ۱۱)

وقال صلی اللہ علیه وسلم علیکم بسنتی وسنته الخلفاء الراشدین من بعدی وهذا آخر ما اوردناه فی هذا الزمان بفضل الله المنان وبه اثقته وعلیه التکلان والصلوة والسلام الاتمان الاکملان علی سید الانس والجان وعلی آله واصحابه واتباعم فی کل حین وآن

فقیر ابوالبیان غلام علی اشرفی خادم التفسیر والحدیث والافتاء بالجامعته الحنفیه دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑا پاکستان

## از قلم فیض رقم اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خاں فاضل بریوی قدس سرہ

# وضع ضابطہ۔ کلیہ دریں باب و تفرقہ در حکم عظام و شراب

## اقول وباللہ التوفیق

واضح ہو کہ کسی شی حرام خواہ نجس کے دوسری چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے شخصی یعنی ایک فرد خاص کی نسبت تیقن مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کوئیں میں نجاست گری ہے اور ۲ نوعی یعنی مطلق نوع کی نسبت یقین اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں ایک اجمالی یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے نہ یہ کہ علی العموم اس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو جیسے کفار کے برتن کپڑے۔ کوئیں۔ دوسرا کلی یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول و عموم و دوام و التزام اس معنی کا ثبوت ہو مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیز اس ترکیب کا جزو خاص ہے کہ جب بناتے ہیں اسے شریک کرتے ہیں اور یہ وہیں ہو گا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو ورنہ بلا وجہ التزام متیقن نہیں ہو سکتا جیسے پانی وغیرہ کسی شئی کو ہڈیوں سے صاف کریں کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخواں کی کوئی خصوصیت نہیں جو مقصود ان سے حاصل پاک و حلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر کما لا یخفی **اور وہ اشیاء** بھی جن کا کسی ماکول و مشروب یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سنا جانا سو جب تردد تشویش و باعث سوال و تفتیش ہو دو قسم ہیں ایک ماحنہ محذور یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود بعض ان میں حرام و نجس بھی ہیں اور بعض حلال و طاہر جیسے عظام۔ یہاں منشاء توہم صرف ان لوگوں کا بیباک و نا محتاط ہونا ہے جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے کہ جب ان اشیاء

ہیں حرام و نجس بھی موجود اور ان کو پرواہ و احتیاط مفقود تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے اسی لئے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں کے تعلق ہو تو خاطر پر اصلا تردد نہ آئے گا اور صدور محذور و کی طرف ذہن سلیم نہ جائے گا دوسری ما ہو محذور یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں جن کی کوئی فرد حلال و طاہر نہیں جیسے شراب بجمیع اقسامہا علی مذہب محمد ن الماخوذ الفتوی یہاں باعث احتراز و تنزہ خود اس شئی کی نفس حالت ہے نہ بنانے والوں کی جرات و جسارت یہاں تک کہ ابتداء اہل کارخانہ کی وثاقت و عدالت معلوم ہونا اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی بلکہ یہ سن کر ان کی وثاقت و احتیاط میں شک آسکتا ہی اسی وجہ سے ان دو صورتوں میں ہنگام نظر و تنقیح حکم بوجوہ فرق واقع ہوتا ہے

## صورت اولی

میں مجرد اس شئی مثلا استخواں کے پڑنے پر تیقین عام ازاں کہ شخصی ہو یا نوعی اجمالی ہو یا کلی خواہی نخواہی جزی یا نوع میں مخالطت حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا ممکن کہ صرف افراد طیبہ و مباحہ استعمال میں آئے ہوں اسی طرح خاص افراد محرمہ و نجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم و تجنیس کا مورث نہیں کہ ہر جزی خاص میں استعمال فرد طاہر و حلال کا احتمال قائم وہذا افراد قسمین کا بازار میں اخلاط مانع اشترا و تناول نہیں کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کرسکتے کما حققنا کل ذلک فی المقدمۃ الثامنۃ والتاسعۃ بخلاف

## صورت ثانیہ

کہ وہاں صرف اس کے پڑنے کا یقین شخصی خواہ نوعی کلی اس جزی خاص یا تمام نوع کی

تجنیس و تحریم میں بس ہے جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا اور وہ احتمالات کہ بوجہ تنوع افراد صورت اولی میں متحقق ہوتے تھے یہاں قطعاً منقطع کمالا یخفی اسی صورت اولی میں اگر بالخصوص افراد حرام و ناپاک ہی پڑنیکا ایسا ہی یقین یعنی شخصی یا نوعی کلی ہو تواس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورت اولی صورت ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی لانتفاء التنوع فی الافرادفان الیقین تعلق بخصوص الا فرادالمحرمۃ والنجسۃ وھی لاتتنوع لے محذور و غیر محذور یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں کہ جب علی وجہ العموم والالتزام تیقن نہیں تو ہر فرد کی محفوظی محتمل جب تک کسی جزی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت یہ یقین یقین شخصی کی طرف رجوع کر جائے گا وھو مانع کماذکرنا

# بالجملہ

خلاصۂ ضابطہ یہ ہے کہ مامنہ محذور میں کسی قسم کا یقین بکار آمد نہیں جب تک وہ ماہو محذور کیطرف رجوع نہ کرے اور ماھو محذور میں ہر قسم کا یقین کافی مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط و غیر مثبت ممانعت ہے جتبک یقین شخصی کی طرف آئل نہ ہو یہ نفیس ضابطہ قابل حفظ ہے کہ شائد اس رسالہ عجالہ کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اگرچہ جو کچھ ہے کلمات علما سے مستنبط اور انھیں کی کفش برداری کا تصدق والحمد للہ رب العلمین

# الشروع فی الجواب بتوفیق الوہاب

کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور و واجب النظراب مقدمۃ ۴، ۵ کی تقریریں پیش نگاہ رکھ کر لحاظ در کار اگر یہ اخبار افواہ بازار یا منتہائے سند بعض مشرکین و کفار تو بالکل مردود و محض بے اعتبار ہاں صورت اخیرہ میں اگر ان کا صدق دل پر جمے تو احتیاط بہتر

ہم گناہ نہیں اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلا پرواہ نہیں اور اگر فساق بد اعمال یا مستور نا معلوم الحال کی خبر تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر اگر دل اس امر میں ان کے کذب کی طرف جھکے تو کچھ باک نہیں مگر احتراز افضل کہ آخر مسلمان ہیں عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں خصوصاً مستور کہ اس کی عدالت معلوم نہیں تو فسق بھی تو ثابت نہیں اور اگر قلب ان کے صدق پر گواہی دے تو بے شک احتراز چاہیے کہ ایسے مقام پر تحری حجت شرعیہ ہے اگرچہ وہ خبر بنفسہ حجت نہ تھی مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمت قطعیہ تک تجاوز نہ کرے گا

لان التحری متمحل الخطاء کما فی الهدایة والظنون ر بمانکذب کمافے الحدیث

اور وہ بھی اسی کے حق میں جس کا دل انکے صدق کی طرف جائے

فان شهادة قلبک لیست حجة الا علیک و ذالک فی القاطع کالو جدان فکیف بالظنون

پس اگر دوسرے کے دل پر ان کا کذب جمے اس کے حق میں وہی پہلا حکم ہے کہ احتراز بہتر ورنہ اجازت

فی صلاة ر دالمحتاط استفید مماذ کر انہ بعد الفجر عن الا دلة المارة علیہ ان یتحری ولا یقلد مثلہ لان المجتهد لا یقلد مجتهد االخ ہاں اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے تو بیشک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم دیا جائیگا۔ اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ سب مخبر فساق وفجار بلکہ مشرکین وکفار ہوں فان العدالة بل والا سلام ایضالا یشترط فی التواتر عندا لجمهور خلا فاً للا مام فخر الا سلام علی ماالشتهر مع ان کلامہ قرس سرہ ایضاً غیر نص فی الا شتراط کما افادہ بحر المولی العلوم فی القوغ واسور

الفوائد و الله اعلم اسی طرح اگر منتہائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو جب بھی احتراز واجب اور برف حرام و نجس فان فلدیانات لایشترط العدد و یقبل خبر الواحد العدل بلا تردد مگر یہ ضرور کہ وہ خود اپنے معائنہ سے خبر دے ورنہ سنی سنائی کہنے میں اس کا قول خود اس کا قول نہیں یہانتک کہ جب اکابر علما نے دیبائے فارسی کی نسبت لکھا اس میں پیشاب پڑتا ہے امام علامہ ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی وغیرہ ائمہ نے فرمایا اگر یہ بات تحقیق ہو جائے تو اس سے نماز ناجائز ہوگی تو کیا وجہ کہ ان علماء کا خود مشاہدہ نہ تھا۔ لہذا ہنوز معاملہ تحقیق طلب رہا فی البدائع ثم الحلیۃ بعد ذکر ما نقلنا عنہما فی المقدمۃ الثامنۃ فان صح انہم یفعلون ذلک فلا شک انہ لاتجوز الصلاۃ معہ اھ وفی ردالمختار علی ماثرنا عن الدر المختار ثم ان کان کذلک لا شک انہ نجس تاتر خانیۃ اھ اسی طرح تواتر کے بھی یہ معنی کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معائنہ سے بیان کرے نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں جس سے پوچھئے سنا بیان کرتا ہے کہ اس صورت میں اگر اصل مخبر کا پتہ نہیں تو وہی افواہ بازاری ہے ورنہ انتہائے خبر اس مخبر پر رہے گی اور ناقلین درمیان سے ساقط ہو جائیں گے صرف نظر اس اصل پر اقتصار کرے گی۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک متواترات سے ملتبس ہو جاتی ہیں حالانکہ عند التحقیق تواتر کی بو نہیں

قال المولی الناصح سیدی عبدالغنی قدس سرہ نے مبحث افتۃ الرقص من شرح الطریقۃ اما خبر التواتر من الناس لیبعضہم بعضا بذلک (۱) فھو ممنوع لاستناد الکل فیہ الی الظن والتوہم والتخمین واستفادۃ الخبر من بعضہم بعض. بحیث لو سالت کل واحد منہم عن رویتہ ذالک ومعاینتہ

(۱) ای بما ذکر من مصائب المتصوفۃ المدعین لہ بالکذب اذا اخبر بذلک عن رجل معین ۱۲ منہ

لقال لم اعاینہ وانما سمعت ومن قال عاینتہ تستکشف عن حالیہ فتراہ الا

مستندا الی ظنون وامارات وھمیتہ وعلامات ظنیتہ وربما اذتا ملت

وتفحصت بحدت خبر ذلک التواتر الذی تزعمہ کلہ مستندافے الاصل الی

خبر واحداواثنین الی اخر ماطال واطاب رحمہ اللہ تعالے

الحاصل جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس ترکیب کا جزو ہے تو برف کی حرمت و نجاست میں کلام نہیں اور علی العموم اس کے تمام افراد ممنوع و محذور اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو محض مہمل و مہجور کہ یہ ماھو محذور میں یقین نوعی کلی ہے اور ایسی جگہ یہ احتمالات یکلخت مضمحل وغیر کافی (دیکھو ضابطہ کلیہ کی تحریر اور مقدمہ ۸ کی صدر تقریر) یہاں تک کہ ایسی شئے کا دوائیں بھی استعمال ناروا مگر جب اس کے سوا دوا نہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہو جائے گی جیسے بحالت اضطرار پیاسے کو شراب پینا یا بھوکے کو گوشت مردار کھانا شرع مطہر نے جائز فرمایا کہ اس سے پیاس اور اس سے بھوک کا جانا یقینی ہے نہ مجرد قول اطباء کہ ہرگز موجب یقین نہیں بارہا اطباء نسخے تجویز کرتے اور ان کے موافق آنے پر اعتماد کلی رکھتے ہیں پھر ہزار دفعہ کا تجربہ ہے کہ ہرگز ٹھیک نہیں اترتے بلکہ کبھی بجائے نفع مضرت کرتے ہیں اور قرابادین کی بالا خوانیاں کون کون نہیں جانتا یہانتک کہ اکذب من قرابادین الاطباء مثل ہو گی علی الخصوص اس بارے میں ڈاکٹروں کا قول بدرجۂ اولی قابل قبول نہیں کہ نہ انھیں دین اسلام کے حلال و حرام کا غم و اہتمام نہ اس ملک والوں کی معرفت مزاج و طرق علاج و عمل تحقیق علامات میں حذاقت کامل و مہارت

وھذاالذی اخترناہ فی مسئلت التداوی بالحرم ھو الصواب الواضع الذی بمہ

بحصل التوفیق وارتضاہ ائمۃ النقد والتحقیق قال فے ردالمحتار قولہ

اختلف فی التداوی بالحرم ففی النھایۃ عن الذخیرۃ .بجوز ان علم فیہ شفاء

ولم یعلم دواء اخر وفی الخانیۃ فی معنی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ لم

یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم کما رواہ البخاری ان مافیہ شفاء لا باس

بہ کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورۃ وکذا اختارہ صاحب الھدایۃ فی

التجنیس اھ من البحر وافاد سیدی

عبد الغنی انہ لا یظھر الاختلاف فی کلامھم لاتفاقھم علی الجواز للضرورۃ

واشتراط صاحب النھایۃ العلم لا ینافیہ اشتراط من بعدہ الشفاء ولذا قال

والدی فی شرح الدرر ان قولہ للتداوی محمول علی المظنون والا فجوازہ

بالیقینی اتفاقی کما صرح بہ فی المصفی اھ اقول وھو ظاھر موافق لما مر

فی الاستدلال لقول الامام لکن قد علمت ان قول الاطباء لا یحصل بہ العلم

والظاھر ان التجربۃ یحصل بھا غلبۃ الظن دون الیقین الا ان یرید وابالعلم

غلبۃ الظن وھو شائع فی کلامھم تامل اھ مافی ردالمحتار مع بعض اختصار

اقول اما ما ذکر من امر التجارب فللعبد الضعیف ھھنا تنقیح شریف

واریدان احقق المسئلۃ فی بعض رسائلی ان یسر المولی سبحانہ وتعالی واما

عن رواہ الحدیث للبخاری فلم ارہ فی البحر ولا فی الخامنتۃ وانمار واہ

الطبرانی فی المعجم الکبیر بسند صحیح علی اصول (1) الحنفیہ نعم رایتہ فی

اشربتہ الجامع الصحیح باب شرب الحلواء والعسل عن ابن مسعود رضی اللہ

تعالے عنہ من قولہ تعلیقا فلیتنبہ واللہ تعالے اعلم اور اگر ایسی خبر ے

ثبوت نہیں تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع واجتناب شبہات احتراز کرے مگر

تحریم تجنیس کا حکم بے دلیل شرعی ہرگز روا نہیں قدرے بیان اس کا آگے گزرا اور

---

(1) قالہ لان رجالہ رجال الصحیح علے مافیہ من انقطاع ۱۲ منہ

انشاء اللہ تعالےٰ خاتمہ رسالہ میں ہم پھر اس طرف عود کریں گے والعود احمد یہ تو اصل حکم فقہی ہے اور واقع پر نظر کیجئے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی نہ اس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے تو برف پر حکم جواز ہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ہاں انگریزی دواؤں میں جتنی دوائیں رقیق ہوتی ہیں جنھیں ٹنچر کہتے ہیں ان سب میں یقیناً شراب ہوتی ہے وہ سب حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی نہ ان کا کھانا حلال نہ بدن پر لگانا جائز نہ خرید نا حلال نہ بیچنا جائز

کما حققناہ فے فتاوا نا ان اسباد قووھی روح النبید خمر قطعا بل من اخبث الخمور فھی حرام ونجس نجاست غلیظت کالبول وما استروح بعہ بعض الجھلت المتسمین بالعلم من کبراء اراکین الندوۃ المخذدلت فمن اخبث القول نسال اللہ العصیۃ فے حرکت وکلمت

مسلمان اسے خوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں نجاستوں سے بچیں خصوصا سخت آفت اسوقت ہی کہ ان علاجوں میں قضا آجائے اور مسلمان اس حالت میں مرے کہ معاذاللہ اسکے پیٹ میں شراب ہو والعیاذ باللہ

رب العلمین اسی طرح بے شک اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی جس کے انکار کی گنجائش نہیں مگر اولا غور واجب تصفیہ میں ہڈیوں پر شکر کا صرف مرور و عبور ہوتا ہے بغیر اس کے کہ ان کے کچھ اجزا شکر میں رہ جاتے ہوں جس طرح پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں سے متقاطر کر کے صاف کرتے ہیں کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آ جاتا ہے اور انکشت واستخواں کا کوئی جز اس میں شریک نہیں ہونے پاتا جب تو اس شکر کی حلت کو صرف ان ہڈیوں کی طہارت درکار ہو اگرچہ حلال وماکول نہ ہوں

کمالا یخفے علی عاقل وذلک لا نہ لم یختلط بالحرام فیتمحض فے الامل والمرور علے طاھر ولو حراما لا یورث منعاً اور در صورت مرور ظاہر یہی ہے کہ

منافذ کو تنگ کرتے اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالہ کثافت کی ظاہرا
صورت ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا غالبا باعث تصفیہ نہ ہو گا تو اس تقدیر
درصورت نجاست استخواں نجاست عصیر وحرمت شکر میں شک نہیں (۱) ورنہ بلار
طیب و حلال اور اگر اجزای استخواں پیس کر رس میں ملاتے اور وہ مخلوط وغیر متمیز
اس میں رہ جاتے ہیں تو حلت شکر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی ضرور صرف طہارت کفا
نہ کرے گی کہ اگر غیر ماکول یا مردار کے استخوان ہوے تو اس تقدیر پر شکر کیساتھ
کے اجزاء بھی کھانے میں آئیں گے للاختلاط وعدم الامتیاز اور ان کا کھانا گو
ہوں حرام تو شکر بھی حرام ہو جائے گی فی الدر المختار وغیرہ من الاسفا
تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لا شربہ لحرمت لحمہ روسر کی
شکر کا تحقیقا معلوم ہو کہ یہ بالخصوص کیونکر بنی ہے اسکے تفاصیل احکام ہماری اس
سے ظاہر اور استخوان کی طہارت نجاست حلت حرمت کا حکم پہلے معلوم ہو چکا (د
مقدمہ ۱)۔

ثانیا کیفما کان ان خیالات پر مطلق شکر روسر کو نجس وحرام کہہ دینا صحیح نہیں بلکہ
اطلاق میں طہارت و حلت ہی پر فتویٰ دیا جایگا تاوقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحق
ہو کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست و حرمت پر یقین نہیں صرف ظنون و خیالات
جنھیں شرع اعتبار نہیں فرماتی (دیکھو مقدمہ ۲) مانا کہ بنانیوالے بے احتیاط ہیں،
انھیں نجس و طاہر و حرام و حلال کی پرواہ نہیں، مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی پائی جاتی ہیں
اختلاط سے شئے حرام یا نجس ہو جائے مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں بلکہ حلال و طا
بکثرت نہ بنانیوالوں کو خواہی نہ خواہی التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں

---

(۱) یعنی اگر ہڈیاں ناپاک نہ ہوں یا رس اپنے بہاؤ میں ان پر گزر جاتا ہو۔ ۱۲ منہ

جو موجب تحریم و تجنیس ہو نہ کچھ ناپاک یا حرام ہڈیوں میں کوئی خصوصیت کہ انھیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو جسکے سبب وہ لوگ انھیں کو اختیار کریں اور جب ایسا نہیں تو صرف اس قدر پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتی ہیں ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر و حلال ہوں دیکھو اگر آدمی کو جنگل میں ایک چھوٹا سا گڑھا پانی سے بھرا ملے اور اس کے کنارا پر اقدام وحوش کا پتہ چلے اور پانی بھی جانور کے پینے سے کنارے پر گرا دیکھے بلکہ فرض کیجئے کہ جانور بھی جاتا ہوا نظر پڑے مگر بوجہ بعد یا ظلمت شب پہچان میں نہ آئے تو اس سے خواہی نخواہی یہ ٹھہرا لینا کہ کوئی درندہ یا خاص خنزیر ہی تھا اور پانی کو ناپاک جان کر اس سے احتراز کرنا ہرگز حکم شرع نہیں بلکہ وسوسہ ہے مانا کہ جنگل میں سباع و خنزیر بھی ہیں مانا کہ وہ بھی انھیں پانیوں سے پیتے ہیں مانا کہ یہ جانور جو جاتے دیکھا ممکن کہ سور ہو مگر کیا ممکن نہیں کہ کوئی ماکول اللحم جانور ہو

قال فی الحدیقة بعد نقل ماقد منا عنهما عن جامع الفتاوی اول المقدمة العاشرة من ان بمجرد الظن لا یمنع التوضیء الخ لکن نقل قبل ذلک قال و لورای اقدام الوحوش عند الماء القلیل لا یتوضوء بہ انتھی و ینبغی تقیید ذلک اذا غلب علے ظنہ انہا اقدام الوحوش والا فیحتمل انہا اقدام ماکول اللحم فلا یحکم بالنجاستہ بالشک و یقید ایضا بانہ رامی رشاش الماء حول ذلک الماء القلیل ونحو ذلک من القرائن الدالة علے ان الوحوش شربت منہ والا فلا نجاسة بالشک اھ

قلت وقد سبقہ بھذا الحمل البحر فی البئر حیث قال و فی المبتغی بالغین المعجمة برویة اقدام الوحوش عند الماء القلیل لا یتوضؤبہ سبع مر بالرکیت وغلب علے ظنہ شربہ منہا تنجس والا لا وینبغی ان یحمل الاول علے ما اذا غلب علی ظنہ ان الوحوش شربت منہ بدلیل الفرع الثانی

والا فمجرد الشک لا یمنع الوضوٴ بہ بدلیل ماقد (۱) منا نقلہ عن الاصل ال

یا اتنا یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں پھر نفس شکر میں سوا ظنون کے کیا حاصل اس سے بڑ

زیادہ ہیں وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقۃ الذکر میں متحقق (دیک

مقدمہ ۶)۔

بلکہ جہاں بوجہ غلبہ و کثرت و وفور و شدت بے احتیاطی غلبہ ظن غیر ملتحق بالیقین حاصل

وہاں بھی علماء تجنیس و تحریم کا حکم نہیں دیتے صرف کراہت تنزیہی فرماتے ہ

(دیکھو مقدمہ ۷) پھر ما نحن فیہ میں تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر کون کہہ سکتا ہے

اکثر ناپاک و حرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے اور طیب و طاہر شاذ و نادر یا اتنا یقین ہوا

وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں پھر یہ تو نہی

کہ دائما صرف وہی طریقہ برتتے ہیں جو نجس و حرام کردے اور جب یوں بھی ہے ا

یوں بھی تو ہر شکر میں احتمال محفوظی تو ہرگز حکم نجاست و حرمت نہیں دے سکتے (دیک

مقدمہ ۸) بلکہ جبتک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہ ریب و شبہہ کی نہ پائی جائی تحقیقات کی

حاجت نہیں بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ یا ایذا اہل ایمان یا ترک ادب بزرگان یا پ

دری مسلمان یا اور کوئی محذور سمجھے وہاں تو ہرگز ان خیالات و ظنون کی پابندی نہ کر

(دیکھو مقدمہ ۱۰)

ہاں بیشک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں اور اسک

سامنے شکر میں اس طور پر ملا دی گئیں کہ اب جدا نہیں ہو سکتیں یا بچشم خود معائنہ کرے

الخصوص ناپاک استخواں لائے گئے اور اس کے روبرو رس میں بے حالت جریان شا

ہوئے اور وہی رس منعقد ہو کر شکر بنا تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظریوں بن

---

(۱) ہو ماقد منا عنہ عن الخلاصۃ عن الاصل اول المقدمۃ العاشرۃ ۱۲ منہ

اس پر حرام جس کا کھانا جائز نہ کھلانا جائز نہ لینا جائز نہ دینا جائز یوں جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گزرا ایسا برتاؤ درجہ ثبوت کو پہنچے اور معتمد بیان کرنے والا کہے میں پہچانتا ہوں یہ خاص وہی شکر ہے جس میں ایسا عمل کیا گیا تو اس کا استعمال بھی روا نہ رہے گا بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں اور اگر اس نے خود دیکھا یا معتبر سنا مگر جب بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہو گئی اور کچھ تمیز نہ رہی تو پھر حکم جواز ہے اور۔ خریداری و استعمال میں مضائقہ نہیں جتبک کسی خاص شکر پر پھر دلیل شرعی قائم نہ ہو (دیکھو مقدمہ ۹) یہ ہے حکم شرع اور حکم نہیں مگر شرع کے لئے صلی اللہ تعالے علیٰ صاحبہ وبارک وسلم آمین

## بھنگ کا لغوی معنی اور اس کی تاثیرات کا بیان

علامہ سید مرتضےٰ زبیدی بھنگ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں بھنگ ایک مشہور بوٹی ہے جو اعضاء کو بے حس کر دیتی ہے۔ یہ حشیش کی غیر ہے یہ عقل کو ماؤف کر دیتی ہے، جنون لاتی ہے، ورم، چھالوں اور دردوں میں سکون مہیا کرتی ہے (۱)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی بھنگ کے نقصانات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

بعض حکماء نے بھنگ کے دنیاوی اور دینی نقصانات کی تعداد ایک سو بیس تک گنوائی ہے، یہ تفکرات اور اندیشوں کو جنم دیتی ہے، جسمانی رطوبتوں کو خشک کر دیتی ہے اور جسم کو گرم بیماریوں کی آماجگاہ بنا دیتی ہے، دنیائے اسلام کے مشہور طبیب محمد بن ذکریا نے کہا بھنگ کو کھانا دردِ سر کا باعث ہے، منی کو خشک کر دیتا ہے۔

---

(۱)۔ علامہ سید محمد مرتضےٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۲ ص ۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

تفکرات، خلل دماغ، دق، سل، علت المشائخ (مفعولیت)، استسقا۔ اور اچانک موت آنے کا سبب ہے، بعض علما۔ نے کہا کہ شراب کے تمام نقصانات حشیش میں موجود ہیں، بھنگ نشہ آور عقل کو برباد کرتی ہے۔ اس سے گفتگو کا توازن بگڑ جاتا ہے اور دل میں پوشیدہ رکھنے والی باتیں زبان پر آتی ہے۔ ابوالعباس بن تیمیہ نے کہا کہ صحیح بات یہ ہے کہ بھنگ شراب کی طرح نشہ آور ہے کیونکہ اس کے کھانے سے نشہ اور دماغی فتور لاحق ہو جاتا ہے (۱)

## بھنگ کے شرعی حکم میں مذاہب فقہا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:-

تاج الشریعہ نے کہا ہے اگر کوئی شخص لاعلمی میں بھنگ پئیے اور اسی حال میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن اگر کوئی شخص عمداً بھنگ پئیے اور نشہ میں طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی، صاحب المحیط نے کہا یہ تفصیل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے منقول ہے نیز صاحب المحیط نے بیان کیا کہ بھنگ کا نشہ حرام ہے اور بھنگ کے نشہ میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ سقمونیا اور بھنگ کو علاج کی غرض سے قلیل مقدار میں کھانا جائز ہے، اور اگر وہ مقدار سے زیادہ اور عقل کو فاسد کرے تو پھر اس کا کھانا حرام ہے (۲)

---

(۱)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۲۹۸، مطبوعہ تیج کمار لکھنو۔

(۲)۔ علامہ بدرالدین ابو محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۴ ص ۳۳۶، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:-

البحر الرائق کی کتاب الطلاق میں لکھا ہے اگر کوئی شخص لھوولعب کے قصد سے بھنگ یا افیون کھائے اور اس کی عقل ماؤف ہو جائے تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ یہ معصیت ہے اور اگر اس نے علاج کی غرض سے بھنگ یا افیون کھائی تھی تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اب ان کو کھانا معصیت نہیں ہے، فتدیر میں بھی اسی طرح ہے، اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ بغیر غرض علاج کے بھنگ یا افیون کھانا حرام ہے اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ اس علت سے معلوم ہوا کہ علاج کی غرض سے بھنگ اور افیون کا کھانا جائز ہے (البحر الرائق کی عبارت ختم ہوئی)، النہر الفائق میں بھی اس تفصیل کو لکھنے کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بھنگ کی کثیر اور نشہ آور مقدار کو استعمال کرنا مطلقاً حرام ہے اور اس کی قلیل مقدار کو بطور لہو ولعب کے استعمال کرنا بھی حرام ہے اور اگر اس سے نشہ میں طلاق دے دی تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۱)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:-

حشیش، افیون اور بھنگ طاہر ہیں کیونکہ یہ جامد چیزیں ہیں اور ان کو استعمال کرنا حرام ہے کیونکہ یہ عقل کو معطل کر دیتی ہیں۔ البتہ ان کا بدن میں خارجی استعمال جائز ہے۔ (۲)

---

(۱)۔ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۴۰۵۔۴۰۴، مطبوعہ مطبع عثمانیہ فیصل آباد

(۲)۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد دردیر مالکی، الشرح الصغیر علی اقرب المسالک ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۸۴ھ

علامہ صاوی مالکی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز عقل کو بے کار کر دے وہ مسکر (نشہ آور) ہوتی ہے، اور جو اس کو سلا دے اور کیف و سرور پیدا کرے اس کو مخدر (مسکن) کہتے ہیں، پہلی چیز نجس اور حرام ہے اور دوسری چیز طاہر اور حرام ہے۔ (۱)

ہر چند کہ علامہ دردیر مالکی اور علامہ صاوی مالکی نے بھنگ اور حشیش وغیرہ کے کھانے کو مطلقاً حرام کہا ہے لیکن علامہ صاوی مالکی نے یہ لکھا ہے کہ ان کو بہ مقدار نشہ کھانا حرام ہے اور اس سے کم مقدار میں کھانا جائز ہے، علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں۔

حشیش، برش (ایک قسم کی گھاس) اور افیون مخدرات (مسکن اشیاء) میں سے ہیں، علامہ قرافی کی یہی تحقیق ہے اور یہی مختار ہے اس کے برخلاف علامہ منوفی نے ان کو نشہ آور قرار دیا ہے، ان کی جو مقدار عقل کو ماؤف نہ کرے اس کا استعمال جائز ہے (۲)۔

علامہ دسوقی کی یہ عبادت فقہاء احناف کے نظریہ کی موید ہے۔

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں

جامد اشیاء میں سے جو چیز عقل کو زائل کر دے اس کے استعمال پر حد نہیں ہے جیسے بھنگ اور حشیش کیونکہ ان میں کوئی قوت ہے نہ سرور اور ان کو کم مقدار میں پینا زیادہ مقدار میں پینے کا محرک نہیں ہوتا۔ البتہ ان میں تعزیر ہے۔ (۳)

---

(۱) ۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ، حاشیہ الصاوی علی شرح الصغیر ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۸۴ھ

(۲) ۔ شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی، ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

(۳) ۔ علامہ محمد شربینی شافعی الخطیب من قرن العاشر مغنی المحتاج ۴ ص ۱۸۷، دار احیاء التراث العربی بیروت

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں

قال الروٰیانی والنبات الذی یسکر ولیس فیہ شدۃ مطربۃ یحرم اکلہ ولا حد علی اکلہ قال و یجوز استعمالہ فی اکلہ الدواء وان افضی الی السکر مالم یکن منہ بد قال وما یسکر مع غیرہ ولا یسکر بنفسہ ان لم ینتفع بہ فی التداوی حل التداوی بہ واللہ اعلم۔(۱)

علامہ رویانی نے کہا ہے کہ جو جڑی بوٹی نشہ آور ہو اور سرور لانے والی نہ ہو، اس کا کھنا حرام ہے لیکن اس کے کھانے والے پر حد نہیں ہے اور یہ کہا کہ دوا میں اس کا استعمال کرنا جائز ہے خواہ اس سے نشہ پیدا ہو، بہ شرطیکہ اس دوا کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو، اور جو جڑی بوئی بنفسہ نشہ نہ دیتی ہو لیکن دوسری چیز کے ساتھ مل کر نشہ دیتی ہو اگر اس سے کسی دوا میں فائدہ حاصل نہ کیا جائے تو وہ اور دوسری چیز حرام ہے اور اگر اس سے کسی دوا میں فائدہ حاصل کیا جائے تو جائز ہے۔

علامہ نووی نے علامہ رویانی کی یہ عبارت روضۃ الطالبین میں بھی نقل کی ہے۔(۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

آیا حرام است قلیل کہ سکر نیارد، تصریح کردہ است نووی در شرح مہذب کہ حرام نیست اکل قلیل از حشیش (الی قولہ) پوشیدہ نماند کہ ایں مشکل شود بر مذہب شافعیہ بر قول کسے کہ گوید از ایشاں کہ وے مسکر است و حالانکہ نزد ایشاں ہر چہ کثیر وے مسکر باشد قلیل وے حرام است (۳)

---

(۱)۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۹ ص ۳۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت

(۲)۔ علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۳ ص ۲۸۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

(۳)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۲۹۹، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

بھنگ کی قلیل مقدار جو نشہ آور نہ ہو آیا وہ حلال ہے۔ یا نہیں؟ علامہ نووی نے شر
المہذب میں تصریح کی ہے کہ حشیش کی قلیل مقدار کھانا حرام نہیں ہے، اور یہ بات مح
نہ رہے کہ مذہب شافعی کا قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قل
مقدار حرام ہے تو جن شافعی علماء کے نزدیک بھنگ نشہ آور ہے، ان کے نزدیک ا
کی قلیل مقدار کیسے جائز ہوگی؟

غالباً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے خود شرح المہذب کو نہیں دیکھا
کسی کا حوالہ دیکھ کر علامہ نووی کی طرف یہ منسوب کر دیا کہ وہ بھنگ کی قلیل مقدا
شرح المہذب میں جائز لکھتے ہیں، حالانکہ علامہ نووی شافعی نے شرح المہذب اور رو
الطالبین دونوں کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ نشہ آور جڑی بوٹی کو کھانا حرام ہے البتہ اضطرا
صورت میں بطور دوا اس کا استعمال جائز ہے اور یہ ایک الگ بات ہے۔

ہم نے حضرت شیخ کی اس عبارت کی اس لیے وضاحت کی ہے کہ کوئی شخص اس عبار
کو پڑھ کر فقہاء شافعیہ کے مسلک کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے۔

شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں:

جو حشیش نشہ آور ہو اس کے پینے پر حد واجب ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ نجس
کیونکہ جس طرح انگور کی کچی شراب نشہ دیتی ہے (یعنی خمر) اسی طرح یہ بھی نشہ د
ہے، بر خلاف اس چیز کے جو نشہ نہ دے بلکہ صرف عقل کو ماؤف کر دے جیسے بھنگ
اور جس شخص نے یہ گمان کیا کہ حشیش نشہ نہیں دیتی بلکہ بغیر لذت کے صرف عقل
ماؤف کرتی ہے اس نے حشیش کی حقیقت کو نہیں جانا، کیونکہ اگر حشیش میں لذت نہ ہوتی
لوگ اس کو کیوں کھاتے؟ البتہ بھنگ اس کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں کوئی لذت نہی
ہے اور شارع نے لذت دینے والی حرام چیزوں اور لذت نہ دینے والی حرام چیزوں
فرق کیا ہے۔ اول میں حد لازم کی ہے اور ثانی میں تعزیر اور حشیش پہلی قسم سے ہے ا

بھنگ دوسری قسم سے ہے۔ (۱)

نیز شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں:-

ہر وہ چیز جو عقل کو زائل کردے وہ حرام ہے خواہ اس سے لذت اور سرور حاصل نہ ہو، کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ عقل کو ماؤف کرنا حرام ہے، البتہ بھنگ کی اتنی مقدار جو نشہ دے نہ عقل کو غائب کرے، اس میں تعزیر ہے۔ (۲)

**حشیش کی تحقیق:-** علامہ سید مرتضےٰ زبیدی حشیش کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

حشیش ایک قسم کی سوکھی ہوئی گھاس ہے، بعض لوگوں نے کہا سبز گھاس کو حشیش کہتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے (۳)

علامہ بدر الدین عینی حنفی حشیش کے متعلق لکھتے ہیں:-

حشیش، بھنگ کے علاوہ ایک قسم کی گھاس ہے، یہ ہلاک نہیں کرتی لیکن اعضاء کو بے حس کر دیتی ہے، اور سستی اور کاہلی پیدا کرتی ہے اور اس کی تاثیرات مذموم ہیں، اس لیے اس کے کھانے کے حرام ہونے پر متاخرین کا اجماع ہے (۴)

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:-

اگر نشہ آور چیز مشروبات کی جنس سے نہ ہو (یعنی جامد چیز ہو) جیسے حشیش تو اس کے

---

(۱)۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۴ ص ۱۹۸، مطبوعہ سعودی عربیہ

(۲)۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۴، ص ۲۱۱، مطبوعہ سعودی عربیہ

(۳)۔ علامہ سید محمد مرتضےٰ حسینی حنفی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۴ ص ۲۹۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، ۱۳۰۶ھ

(۴)۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۴ ص ۳۲۶۔۳۲۷، مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

کھانے والے کو تادیباً سزا دی جائے گی، لیکن اس میں حد نہیں ہے، اس کی طہارت میں تین اقوال ہیں جن کو قرافی نے ذکر کیا ہے، کیونکہ نشہ سے مراد وہ کیفیت ہے جس سے عقل فاسد ہو جائے اور اس سے بھی عقل فاسد ہو جاتی ہے، اسی طرح بھنگ بھی حرام ہے خواہ اس میں لذت نہ ہو۔ (۱)

شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں:-

حشیش حرام ہے خواہ وہ نشہ دے یا نہ دے، حشیش کی جو مقدار نشہ آور ہو اس کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اور جو شخص اس کو حلال کہے اس سے توبہ طلب کرنی چاہیے اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ اس کو بطور مرتد قتل کرنا لازم ہے، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور اگر کوئی شخص اس کو عبادت سمجھے اور کہے کہ یہ ذکر و فکر میں معاون ہے (جیسا کہ آج کل کے بناوٹی درویش جو مزارات پر بیٹھ کر بھنگ پیتے ہیں چرس کے دم لگاتے ہیں اور حق ہو کے نعرے بلند کرتے ہیں)، تو یہ اللہ کے دین پر بڑی جرات ہے، یہ امر نصاریٰ کے دین میں ہے وہ لوگ شراب کو عبادت سمجھ کر پیتے ہیں یہ فواحش کو عبادت بنا دینا ہے، قرآن مجید میں ہے۔

واذافعلو افاحشة قالوا وجدنا علیها آباونا والله امرنا بهاقل ان الله لا یامر بالفحشاء اتقولون علی الله مالا تعلمون۔ (اعراف۔ ۲۸)

جب یہ لوگ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ ہمارے باپ دادا سے ہوتا آیا ہے، اور اللہ نے ہم نے اس کا حکم دیا ہے، آپ کہیے کہ اللہ تعالی بے حیائی کا حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ پر ایسی باتیں لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

---

(۱)۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۳۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اور جس شخص نے یہ جان لیا کہ یہ حرام ہے اور پھر اس کی حرمت کا اقرار نہیں کیا وہ کافر اور مرتد ہے (۱)

**افیون کی تعریف اور تحقیق:-** افیون (افیم) یہ لفظ یونانی زبان سے ماخوذ ہے، افیون اس خشک شدہ لیس دار عرق کا نام ہے۔ جو پوست (خشخاش) کے کچے ڈوڈے سے نکالا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے زمانہ میں افیون طبی ضروریات کے لیے اور بطور مخدر استعمال کی جاتی تھی، بالائی مصر میں پوست کی کاشت بہت قدیم زمانہ سے ہوتی تھی ساتویں صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی) میں بہترین افیون ابو تیج میں تیار کی جاتی تھی جو اسیوط کے جنوب میں ہے، پوست کی کاشت اور افیون کی تیاری کا کام مصر میں انیسویں صدی میلادی کے اوائل تک فروغ پر رہا ایشیائے کوچک میں پوست کی کاشت کا رواج صلیبی جنگوں کے بعد عام ہوا اور ترکوں کے عہد میں اس پودے کو قرہ حصار کے قرب و جوار کی آب و ہوا خصوصیت سے بہت راس آئی چنانچہ اس شہر کا عرف ہی افیون قرہ حصار ہو گیا، یہ شہر انیسویں صدی میلادی تک پوست کی کاشت اور افیون کی تیاری اور برآمد کا مرکز بنا رہا۔

ایران اور ترکی میں افیون کو تریاق (دافع زہر) بھی کہتے ہیں، یزد اور اصفہان سے افیون ہندوستان اور ترکی کو برآمد کی جاتی تھی، افیون نے ہندوستان میں خاصا اہم کردار ادا کیا، یہاں ان ڈوڈوں کو جن سے افیون نکالی جاتی ہے پوست کہتے ہیں، اور انھیں جوش دے کر عرق نکال لیا جاتا ہے، افیون تیار کرنے کا علم اہل چین کو ازمنہ وسطی کے ہندوستان سے حاصل ہوا۔ (۲)

---

(۱)۔ شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی، ج ۳۴ ص ۲۱۱۔۲۱۰، مطبوعہ سعودی عربیہ

(۲)۔ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۳ ص ۲۰۳، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:-

افیون خشخش کا عرق ہے، اگر کوئی شخص مسلسل چار دن افیون کھائے تو اس کا عادی ہو ج
ہے، اور اس کو چھوڑنے سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، یہ جسم میں ایک سوراخ
دیتی ہے جو افیون کے سوا اور کسی چیز سے نہیں بھرتا۔ (1)

**افیون کا شرعی حکم:-** افیون نشہ آور ہے اور اعضاء کو سست اور اعصاب کو ڈھ
کر دیتی ہے، اور ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو اور اعضاء کو سست اور ڈھیلا کر دے اس
کھانا یا پینا حرام ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:-

عن ام سلمۃ قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر (2)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نش
دینے والی اور اعضاء کو ڈھیلا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ (3)

علامہ علاؤ الدین الحصکفی حنفی لکھتے ہیں:-

افیون کھانا حرام ہے کیونکہ یہ عقل کو فاسد کرتی ہے اور اللہ کے ذکر اور نماز سے روک
ہے، لیکن اس کی حرمت خمر سے کم ہے، سو اگر کسی نے افیون کھائی تو اس پر حد نہیں
ہوگی خواہ اس کو افیون سے نشہ ہو گیا ہو، بلکہ اس کو حد سے کم تعزیر لگائی جائے گی (4)

---

(1)۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۹۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۲۰۵، مطبوعہ مط
عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

(2)۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ مجتبائی پاکستان
لاہور، ۱۴۰۵ھ

(3) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

(4) علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۲۰۵ مطبوعہ مط
عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں

بھنگ اور سقمونیا کو علاج کی غرض سے کھانا جائز ہے اور اس سے زیادہ حرام ہے، اسی طرح دیگر جامد اشیاء۔ جو عقل کو فاسد کرتی ہیں ان کو علاج کی غرض سے اتنی مقدار میں استعمال کرنا جائز ہے جس سے نفع ہو اور اس سے زیادہ مقدار میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے جو نقصان کا باعث ہو۔ (1)

**سکون آور دواؤں کا شرعی حکم:۔** سکون آور ادویہ مثلاً اے۔ ٹی۔ ون، ڈائزو پام، والیم، لبریم اور تفرانیل وغیرہ کو بھی مرض کی حالت میں ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق استعمال کرنا جائز ہے، بے خوابی، بے چینی، مالیخولیا اور دیگر دماغی امراض میں ان ادویہ کا استعمال صحیح ہے، لیکن ان دواؤں کو بطور عادت یا نشہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح راکٹ اور مینڈرس کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تمام دوائیں وقتی طور پر اعصابی ہیجان کو دور کرتی ہیں لیکن ان کے مابعد اثرات زندگی اور صحت کے لیے بہت مضر ہیں سکون آور ادویہ استعمال کرنے والے شخص کے پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں اور اخیر عمر میں اس پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔

**الکوحل اور اسپرٹ کی تحقیق:۔** میتھے نول کو وسیع پیمانے پر محلل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اس سے فارم ایلڈی ہائیڈ (For Maldehyde) تیار کی جاتی ہے یہ بہت زہریلا مرکب ہے اس سے اندھاپن بلکہ بعض اوقات موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اسی لیے میتھے نول (Methanol) کو ایتھے نول (Ethanol) میں شامل کر دینے سے ایتھے نول (Ethanol) پینے کے قابل نہیں رہتا۔ یعنی ڈینیچر (Denatured) ہو جاتا ہے۔

---

(1) علامہ سید امین الدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۹۲ھ ردالمحتار ج۵ ص ۴۰۴ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

ایتھے نول (Ethanol) ۔ زمانہ قدیم سے ایتھے نول (Ethanol) چینی کے محلول یا غلے کے نشاستے کی تخمیر سے تیار کیا جاتا رہا ہے تخمیر (Fermentation) ایک حیاتی کیمیائی (Biochemical) عمل ہے جو خمیر (Yeast) یا دیگر باریک جراثیموں (Micro Organisms) میں پائے جانے والے انیزائمز (Enzymes) کی موجودگی میں واقع ہوتا ہے یہ انیزائمز (Enzymes) پیچیدہ نامیاتی عمل انگیز ہیں جن کا عمل مخصوص ہوتا ہے

عمل تخمیر سے محلول میں ۱۲ فی صد ایتھے نول (Ethanol) پیدا ہوتا ہے۔ تخمیر شدہ محلول کی کسری کشید (Fractional Distillation) سے ۹۵ فی صد ایتھے نول حاصل ہوتی ہے جسے ریکٹی فائیڈ اسپرٹ (Rectified Spirite) بھی کہتے ہیں مکمل طور پر غیر آبیدہ الکحل (سو فیصد خالص) حاصل کرنے کے لیے ۹۵ فی صد ایتھے نول میں C & O ملا کر آمیزے کو کشید کر لیتے ہیں۔ ڈسٹیلیٹ یعنی حاصل کشید کو خالص یا مطلق الکحل (Absolute alcohol) کہتے ہیں۔ ایتھے نول کو ناقابل استحمال مشروب بنا دینے کے لیے اس میں میتھے نول (Methanol) جیسی زہریلی اشیاء ملا دی جاتی ہیں یہ الکحل کو ڈینیچر کرنا (Denaturing of Alcohol) کہلاتا ہے جب ایتھائل الکحل میں میتھائل الکحل ملا کر اسے ڈینیچر کر دیا جاتا ہے تو اسے میتھیلیٹیڈ سپرٹ (Methylated Spirit) کہتے ہیں۔ (۱)

جن میں الکوحل استعمال کی جاتی ہے۔ اسی طرح قلیل مقدار میں طبی ضروریات کی بنا پر اسپرٹ کا استعمال بھی جائز ہے اور سینٹ اور پرفیوم وغیرہ جن میں الکوحل ملی ہوتی ہے

---

(۱)۔ کیمیا ص ۳۵۳۔۳۵۲، مطبوعہ کراچی

ان کا استعمال بھی جائز ہے۔

## الکوحل کی قلیل مقدار کے جواز کا محل اور ایلو پیتھک دواؤں اور پرفیوم وغیرہ کے جواز کا بیان

یہ امر ملحوظ رہے کہ الکوحل اور اسپرٹ کا قلیل مقدار میں استعمال اس وقت جائز ہے جب ان کو طبی ضروریات کے لیے استعمال کیا جائے یا قوت حاصل کرنے کے لیے بطور ٹانک استعمال کیا جائے اور اگر ان کا استعمال بطور لہو ولعب یا عیش وطرب ہو تو پھر یہ استعمال ناجائز ہے، اگر کوئی شخص ناجائز نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے ان کو بطور ٹانک استعمال کرتا ہے تو یہ بھی ناجائز ہے البتہ نیکی اور جائز کاموں کے لیے ان دواؤں کو بطور ٹانک استعمال کرنا جائز ہے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وعصير العنب اذا طبخ حتى ذهب ثلثاه وبقى ثلثه حلال و ان اشتد وهذا عند ابى حنيفة وابى يوسف وقال محمد و مالك و الشافعى حرام وهذا الخلاف فيما اذا قصد به التقوى اما اذا قصد به التلهى لا يحل بالاتفاق وعن محمد مثل قولهما وعنه انه كره ذلك وعنه انه توقف فيه لهم فى اثبات الحرمة قوله عليه السلام كل مسكر خمر و قوله عليه السلام ما اسكر كثيره فقليله حرام ويروى عنه عليه السلام ما اسكر الجرعة منه فالجرعة منه حرام ولان المسكر يفسد العقل فيكون حرام قليله وكثيره كالخمر و لهما قوله عليه السلام حرمت الخمر لعينها ويروى بعينها قليلها وكثير ها والسكر من كل شراب خص السكر بالتحريم فى غير الخمر اذا العطف للمغائرة لان المفسد هو القدح المسكر وهو حرام عندنا وانما يحرم القليل منه لانه يدعو لرقته ولطافته الى الكثير فاعطى حكمه والمثلث لغلظه لا يدعو وهو

فی نفسہ غذاء فیبقی علی الاباحۃ والحدیث الاول غیر ثابت لما بیناہ ثم ھو محمول علی القدح الاخیر اذھو المسکر حقیقۃ (۱)

انگور کے شیرہ کو جب پکالیا جائے اور اس کا دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے تو وہ حلال ہے خواہ وہ گاڑھا اور تیز ہو، یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا نظریہ ہے، اور امام محمد، امام مالک اور امام شافعی نے کہا یہ حرام ہے، یہ اختلاف اس وقت ہے جب اس تیز شیرہ سے قوت حاصل کرنے کا قصد کیا جائے اور اس اگر شیرہ کو لہو و لعب کے قصد سے پیا جائے تو پھر یہ بالا تفاق حرام ہے، امام محمد کا ایک قول شیخین کے قول کی مثل ہے اور ایک قول کراہت کا ہے اور ایک قول توقف کا ہے۔ امام محمد اور باقی ائمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور فرمایا جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے جس کا ایک مٹکا نشہ دے اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے، اور اس لیے کہ نشہ آور چیز عقل کو فاسد کرتی ہے، اس لیے خمر کی طرح اس کی قلیل اور کثیر مقدار حرام ہوگی،

اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- خمر بعینہ حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غیر خمر مشروبات میں سے بالخصوص نشہ آور مقدار کو حرام کیا ہے کیونکہ عطف تغائر کو چاہتا ہے نیز فساد عقل کا سبب وہ آخری پیالہ ہے جو نشہ دیتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک حرام ہے اور خمر کی قلیل مقدار اس لیے حرام کی ہے کہ وہ اپنی رقت اور لطافت کی وجہ سے زیادہ مقدار میں پینے کی محرک ہوتی ہے

---

(۱) علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ اخیرین ص ۴۹۸۔ ۴۹۷ مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان

اس لیے قلیل خمر کو بھی کثیر خمر کا حکم دیا گیا ہے ۔ اور مثلث اپنے گاڑھے ہونے اور حدت کی وجہ سے زیادہ پینے کا محرک نہیں ہوتا، نیز وہ فی نفسہ غذا ہے اس لیے وہ اپنی اباحت پر باقی ہے، ائمہ ثلاثہ کی پیش کردہ پہلی حدیث (جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے) ثابت نہیں ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں نیز ہمارے نزدیک وہ آخری پیالہ پر محمول ہے کیونکہ وہی حقیقتاً نشہ آور ہے علامہ ابوالحسن مرغینانی کی اس عبارت میں تصریح ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک طاقت حاصل کرنے کے لیے خمر کے علاوہ نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کو پینا جائز ہے البتہ لہو و لعب کے لیے پینا جائز نہیں ہے اور امام محمد کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی حرام ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ مکروہ ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ مباح ہے اور چوتھا قول توقف کا ہے۔ علامہ ابوالحسن مرغینانی کا مختار امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول ہے اور وہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں اسی لیے انھی کی ترجیح کا اعتبار ہو گا۔

ہر چند کہ بعد کے مشائخ نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ بعد کے مشائخ کے مقابلہ میں علامہ ابوالحسن مرغینانی صاحب ہدایہ کی ترجیح کا اعتبار کرنا ہی صحیح ہے، کیونکہ ان مشائخ کے بر خلاف علامہ مرغینانی ترجیح صاحب ہیں جب کہ امام محمد کا ایک قول بھی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے مطابق ہے اور قرآن مجید، احادیث آثار صحابہ اور اقوال تابعین کا بھی یہی منشا ہے کہ خمر کے علاوہ دیگر نشہ آور مشروبات کی صرف وہ مقدار حرام ہے جو نشہ آور ہو اور وہ قلیل مقدار جو نشہ آور نہ ہو وہ حلال ہے، البتہ ان مشروبات کو بطور لہو و لعب استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور وہ دوائیں جن میں الکوحل استعمال کی جاتی ہے اور وہ خوشبویات جن میں الکوحل یا اسپرٹ استعمال ہوتی ہے ان دلائل کی روشنی میں ان کا استعمال جائز ہے، کیونکہ ان مرکبات میں الکوحل

یا اسپرٹ بہت قلیل مقدار میں ہوتی ہے بشرطیکہ وہ خمر سے تیار نہ کی گئی ہو۔

میں نے اس مسئلہ میں کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اس سے میرا مقصد شریعت کی دی ہوئی گنجائش کی روشنی میں مسلمانوں کے لیے یسر اور آسانی فراہم کرنا ہے، کیونکہ اب علاج کے عام ذرائع میں الکوحل اور اسپرٹ استعمال کی جاتی ہے۔ بعض علماء نے الکوحل اور اسپرٹ آمیز دواؤں کو حرام لکھا ہے۔ اور ان کے اس فتویٰ سے شاذ ہی کوئی مسلمان حرام خوری کے مصداق سے بچ سکا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یسرو ولا تعسروا آسانی فراہم کرو اور مسلمانوں کو مشکل میں نہ ڈالو سو جہاں احکام شرعیہ میں مسلمانوں کے لئے وسعت اور گنجائش ہو میں دلائل شرعیہ کے ساتھ آسان احکام بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالے میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔

---

ماخوذ از شرح مسلم کتاب الاشربہ

# مفتی اعظم حضرت مولانا محمد مظہر اللہ امام مسجد جامعہ فتح پوری دہلی کی ان مسائل میں آرائے عالیہ

(سوال نمبر ۲۱۴) ولایتی ادویات کا کاروبار اکثر اہل اسلام کے ہاتھ میں بھی ہے یہ دوائیں ہندوستان میں مفردات و مرکبات دونوں طریق پر آکر فروخت ہوتی ہیں مرکبات جن میں خصوصاً ٹنکچر اسپرٹ میتھیلیٹڈ الکوہل، کلوروفارم بتفصیل و بتشریح ذیل شامل ہیں، ملاحظہ ہوں

ا:- ٹنکچر یعنی ادویات مرکبات و مفردات کو ہمراہ اسپرٹ خالص شامل کر کے اس کی اصلی حالت کو دیر پا قائم رکھا گیا ہے جو عرصہ تک خراب نہیں ہوتا مگر اسپرٹ خالص جس کی تشریح یہ ہے۔

اسپرٹ خالص خمر سے تیار کی جاتی ہے (جیسا کہ سرکہ بھی تیار کیا جاسکتا ہے) یعنی خمر کو بطریق عرق گلاب و کیوڑہ وغیرہ بھبکے میں مقطر کرنے سے تیار کیا جاتا ہے اور اس اسپرٹ خالص سے کل جس قدر شرابیں وسکی برانڈی وغیرہ منشیات ہیں، لہذا ادویات ولایتی مرکبات میں رقیق ادویات کو حل کرنے اور دیر پا قائم رکھنا اس کا خاص جوہر ہے۔

ب:- اسپرٹ میتھیلیٹڈ جو دراصل اسپرٹ خالص کو زہریلہ مادہ ملاتے سے ناکارہ کر دیا گیا ہے اور اندرونی استعمال میں نہیں لائی جاسکتی اور جو اکثر روغن چوبی آہنی وغیرہ میں کام آتی ہے علاوہ ازیں طبی اصول پر ادویات کے ہمراہ شامل کر کے مالش تیار ہوتی ہے جو مریض کو بحالت درد بیرونی طریق پر استعمال کرائی جاتی ہے۔

ج:- الکوہل جو خالص اسپرٹ کو کئی بار مقطر کرنے سے تیار ہوتی ہے اس میں خوشبویات ولایتی شامل کر کے ایڈی کلون کے نام سے فروخت کی جاتی ہے ایڈی کلون اکثر امراض

سرسام زیادتی بخار نیز تبخیر دماغ کی صورت میں مریض کے سر پر ڈالی جاتی ہے یا رومال میں تر کر کے دماغ پر رومال رکھ دیا جاتا ہے جس سے مریض کو راحت اور نیند آجانے کا خیال ملحوظ ہے۔

د:- کلوروفارم جو خالص اسپرٹ کو سہ آتشہ اور چہار آتشہ کرنے کے بعد اور مقطر کئے جانے سے حاصل ہوتا ہے عموماً جراحی کے وقت ڈاکٹر صاحبان مریض کو احساس تکلیف جراحی سے محفوظ رکھنے کی خاطر مریض کو سونگھا کر بیہوش کر دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا ہر چہار ادویات میں خاص اور اصل جزو اسپرٹ خالص کا ہے جس کی تشریح نمبر ا میں کی جا چکی ہے کہ یہ کس طرح حاصل ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔گزارش یہ ہے کہ حکومت ہند نے نئے اصول و قوانین درآمد کی رو سے اس پر محصول نہایت زیادہ کر دیا ہے اور اس بات کی ضرورت لاحق ہوئی کہ تھوک فروش ادویات ولایتی ان ادویات کو یہاں خود تیار کریں جس میں منافع کی خاص رعایت مقصود ہے لہذا اس صورت میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں:-

۱۔ کیا ولایتی ادویات کا کاروبار جس میں اسپرٹ شامل ہو جائز ہے یا ناجائز؟

۲۔ کیا کوئی شخص ان ادویات مذکورہ بالا کو تیار کرنے کے لئے اسپرٹ خالص خرید سکتا ہے؟

۳۔ کیا اس کی روزی طیب ہے یا نہیں؟

۴۔ کیا کوئی شخص بحالت مرض شفایابی کی خاطر ادویات ولایتی مذکورہ بالا ہر چہار قسم اندرونی یا بیرونی طریق پر استعمال کر سکتا ہے یا کرا سکتا ہے؟

مستفتی

محمد اسمعیل۔ کولوٹولہ اسٹریٹ نمبر ۷۷ کلکتہ

نوٹ:- مندرجہ بالا فتوی مطبوعہ ہے جو جمالی پریس۔ نمبر ۲۱ زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں چھپا

ہے۔ مگر حضرت کا جواب قلمی ہے۔

## الجواب وھو الموفق للصواب

خمر کا اطلاق مجازاً ہر ایک شراب پر کیا جانے لگا ہے لیکن کسی شراب کا نام اگر خمر رکھدیا جائے تو وہ شراب خمر کا حکم نہ پیدا کرے گی، شراب کی اقسام بہت ہیں لیکن جو بالا جماع حرام ہے وہ خمر ہے شرعاً خمر اس شیرہ انگور خالص کا نام ہے جو جوش مار کر نشہ لے آیا ہو پس یہی وہ شراب ہے جو قطعاً حرام ہے اور جس کی نجاست غلیظ ہے نہ اس کی بیع جائز ہے اور نہ اس سے کسی قسم کا انتفاع حتی کہ دوا بھی استعمال نہیں کی جاسکتی قال فی التنویر

الخمر وھی التی من ماء العنب اذاغلی واشتد و قذف بالزبد و حرم قلیلھا و کثیر ھالعینھا وھی نجسة نجاسة مغلظة کالبول و حرم الانتفاع بھاو لا یجوز بیعھاو لا یجوز بھاالتداوی۔ انتھی ملتقطا۔

اس کے علاوہ دوسری شرابیں اگرچہ عرق انگور ہی سے تیار ہوئی ہوں مختلف حکم رکھتی ہیں، بعض جائز ہیں بعض ناجائز مختلف فیہ۔ شیرہ انگور کو پکا کر اگر شراب بنائی جائے تو اگر شیرہ پک کر ثلث سے زائد رہے اور پھر جوش مار کر نشہ لے آئے تو یہ حرام ہے، ایسی شراب کو باذق کہا جاتا ہے اور اگر جل کر نصف رہ جائے تو ایسی شراب بھی حرام ہے اس کو منصف کہتے ہیں ہاں اگر خشک ہوتے ہوئے ثلث رہ جائے تو وہ حلال ہے۔ ایسی شراب کو مثلث یا طلا کہتے ہیں۔ اور اگر پانی میں مویز بھگوئے جائیں اور وہ پانی جوش مار کر نشہ لے آئے تو یہ بھی حرام ہے اس کو نقیع، زبیب کہتے ہیں۔ اور اگر چھواروں سے ایسی شراب تیار کی جائے تو وہ بھی حرام ہے۔ اس کو سکر کہتے ہیں یہ سب شرابیں سوائے مثلث کے اگرچہ عامہ علما کے نزدیک حرام ہیں اور جس طرح یہ

کثیر مقدار میں حرام ہیں۔ قلیل مقدار بھی ان کی حرام ہے لیکن ان کا حکم خمر کے حکم سے کم ہے چنانچہ ان کی حرمت کا منکر کافر نہیں کہا جاتا اور ان کی نجاست میں بھی اختلاف ہے بعض روایات سے غلیظہ ثابت ہوتی ہیں بعض سے خفیفہ پھر اگر ان کو تھوڑا جوش بھی دے لیا جائے تو بغرض صالح ان کا پینا حلال ہے اور اس مقدار تک کہ جو نشہ نہ کرے چناں چہ عالم گیری میں ہے:-

اما ماهو حرام عندعامة العلماء فهو الباذق والمنصف و نقيع الزبيب والتمر من غير طبخ والسكر فانه بحرم شرب قليلها و كثير ها - انتهى

اور تنویر الابصار میں ہے:-

وحر متهادون حرمت الخمر فلا يكفر مستحلها - انتهى

اور در مختار میں ہے:-

نبيذ التمر والزبيب ان طبخ ادنى طبخة بحل شربه وان اشتد واهذاذا شرب منه بلا لهوو طرب فلوشرب للهو وطرب فقليله و كثيره حرام - انتهى مافيه

رہی وہ شرابیں جو شہد اور انجیر اور گیہوں اور جو وغیرہ سے بنائی جاتی ہیں سو ان کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی غرض صالح کے لئے اس کا استعمال کیا جائے تو اس مقدار میں کہ جس میں وہ نشہ نہ لائے استعمال کی جا سکتی ہے اگرچہ اس کو جوش نہ دیا گیا ہو چناں چہ ہدایہ وعالمگیری و در مختار وغیرہ میں ہے۔

واللفظ للدر نبيذالعسل والتين والبر والشعير والذرة بحل سواء طبخ او بلالهوو طرب - انتهى

ان اشربہ کی حالت برمذہب شیخین ہے بلکہ امام محمدؒ سے اصح روایت شیخین کے موافق ہے۔ كماصرح بها في العالمگیریه وفتح القدير وغير هما۔ لیکن ان سے ایک

روایت یہ بھی ہے کہ ان اشربہ کا استعمال بھی قلیل وکثیر سب حرام ہے اور چوں کہ فساق نہ ان اشربہ کا استعمال کثرت سے شروع کر دیا تھا اور ان کا منشاء اس سے سکر حاصل کرنا تھا لہذا علماء نے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ بھی دیا چناں چہ در مختار میں ہے:-

وحرمها محمد ای الاشربة المتخذة من العسل والتین و نحو هما قاله المصنف مطلقاً قلیلها وکثیر ها وبه یفتی ذکرہ الذیلعی وغیرہ - انتهی

اور عینی وغیرہ میں فرمایا:-

الفتوی فی زماننا بقول محمد لغلبة الفساد - انتهی

پس اگرچہ اس میں اختلاف ہے۔ لیکن جب مذہب شیخین اس کی حلت پر ہے اور امام محمد سے بھی اصح روایت یہی ہے اور فتویٰ علماء کی علۃ لغلبة الفساد بھی یہی بتلاتی ہے کہ ان کو صرف اس فسق کا سدباب منظور ہے تو ایسی صورت میں اشد ضرورت کے وقت ان اشربہ کا اس مقدار میں جو مسکر نہیں اگر (بطور) دواء استعمال کیا جائے تو اس میں گنجائش نظر آتی ہے اور کوئی مضائقہ معلوم نہیں ہوتا۔ یہ بحث تو اشربہ کی حلت و حرمت میں تھی اب رہا حکم بیع سو سوائے خمر کے ہر قسم کی شراب کی بیع جائز ہے چناں چہ در مختار وہدایہ وفتح القدیر و عینی وعالمگیری میں ہے:-

واللفظ للشامی و صح بیع غیر الخمر ای عنده خلافا لهما فی البیع والضمان لکن الفتوی علی قوله فی البیع - انتهی مافیه

اب جب اشربہ کی مجملاً اقسام اور ان کے احکام معلوم ہو گئے تو اب اپنے سوالوں کے جواب لیجئے۔

(۱) ۔ اگر اسپرٹ خمر سے تیار ہوتی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو یہ مطلقاً حرام ہے اس سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں مگر بوقت اضطرار کہ وہ بنص الا ما اضطررتم الیہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے پس اس کی بیع بھی جائز نہیں اور اس کا بذریعہ بھپکے کے مقطر کرنا

اس کی حرمت کو زائل نہیں کرتا ہدایہ شریف میں ہے والتاسع ان الطبخ لا یوثر فیھا لانہ للمنع من ثبوت الحرمت لا لرفعھا بعد ثبوتھا انتھی۔

لیکن ہم نے جہاں تک ڈاکٹروں کی زبانی سنا یہی معلوم ہوا کہ یہ اس شراب سے نہیں بنائی جاتی جس کو شرعاً خمر کہا جاتا ہے بلکہ یہ ایسی شراب کا جوہر ہے جو گنے وغیرہ سے بنائی گئی ہے پس اگر یہ صحیح ہے تو اس کا استعمال بغرض صحیح (اس مقدار میں جو مسکر نہیں ہے) حرام نہیں اور اس کی بیع و شراء بھی جائز ہے یہی حکم اس تقدیر پر ہے جب کہ باذق یا منصف یا نقیع زبیب و تمر سے بنائی گئی ہو اس لئے کہ اس میں جوش دے دیا گیا ہے لہذا عامہ علماء کے نزدیک اس کا قلیل مطلقاً حرام نہیں کما صرحت من قبل اور اگر اس میں شک ہے کہ یہ شراب سے بنائی گئی ہے یا نہیں یا یہ تو معلوم ہے کہ شراب سے بنی ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ کونسی شراب سے بنی ہے تب بھی یہی حکم ہے لقولہ علیہ السلام:

اذا کان احدکم فی الصلوۃ فوجد حرکۃ فی دبرہ احدث اولم یحدث واشکل فلا ینصرف حتی یسمع صوتاً او یجد ریحا - رواہ ابوداود وقال الفقھاء ان الیقین لا یزول بالشک والاصل فی الاشیاء الحل والطھارۃ - فقط

(۲) - جن صورتوں میں اس کی بیع جائز ہے ان ہی صورتوں میں اس کی خرید بھی جائز ہے - فقط

(۳) - اگر اسپرٹ علاوہ خمر کے کسی دوسری شراب سے بنائی گئی جیساکہ بعض ڈاکٹروں کا بیان ہے تو اس کی خرید و فروخت جائز لیکن مکروہ ہے - قال الشامی

ثم ان بیع غیر الخمر وان صح لکنہ یکرہ کمافی الغایۃ

پس اس کا ترک اولی ہے - فقط

(۴) - جب ادویہ میں اسپرٹ شامل ہے تو جو حکم اسپرٹ کا ہے وہی ان ادویات کا بھی

ہے پس اگر اسپرٹ یقیناً خمر سے تیار ہوتی ہے تو دیکھا جائے کہ اس سے شفا کا صرف احتمال ہی ہے یا ظن غالب اگر صرف احتمال ہے تو جائز نہیں اور اگر ظن غالب ہے تو اگر دوسری جائز دوا اس مرض کے لئے پائی جاتی ہے تب بھی ناجائز ہے ورنہ اختلاف ہے درمختار میں ہے:-

اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کمافی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وھنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء اخر کمارخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی۔

پس اس صورت میں اگر اس کا بطور دوا استعمال کیا جائے تو گنجائش ہے لیکن اولیٰ یہی ہے کہ اس سے بچا جائے اور اگر اس کی ساخت بطریق تقطیر سوائے شراب کے دوسری اشربہ سے ہے تب بھی بہتر تو یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے۔ لقولہ علیہ السلام

دع ما یریبک الی مالا یریبک او کماقال

پس اگر زیادہ ضرورت دیکھی جائے تو اس کے استعمال میں بھی گنجائش ہے للاختلاف ولعموم البلوی۔ چناں چہ علامہ شامی نے احکام افیون کے بارے میں فرمایا:-

الحاصل ان استعمال الکثیر المسکر منہ حرام مطلقا واما القلیل فان کان للھو حرم وان کان للتداوی فلا۔ انتہی

لیکن یہ حکم جب ہے کہ قلیل استعمال کیا جائے ورنہ قدر مسکر بجز اضطرار کے بطور دوا بھی جائز نہیں۔ کماقالہ العلامۃ الشامی۔ فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب

حررہ، محمد مظہر اللہ غفرلہ ولوالدیہ

امام مسجد فتحپوری، دہلی

(نوٹ) یہ فتویٰ تقریباً نصف صدی قبل تحریر فرمایا تھا۔

# التنوير

## لدفع ظلام التحذير

# التنویر لدفع ظلام التحذیر (یعنی مسئلہ تکفیر)

مسئلہ تکفیر

مسئلہ تکفیر کے چند مسلمہ اصول

دیوبندی مناظر کا اعتراف حقیقت

کیا بغیر قصد وارادہ کے بھی حکم

کفر عائد ہو گا

تمام علمائے امت کا اجماع ہے

کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی شان اقدس میں

گستاخی وتوہین کفر ہے

صریح کلام میں تاویل مقبول نہیں

ضروریات دین میں تاویل کفر کو دفع

نہیں کرتی

متواترات میں تاویل بھی کفر ہے

ختم نبوت کے بارے میں تمام

امت کا اجماعی عقیدہ

خاتم النبیین کا معنیٰ اہل لغت کے نزدیک

ختم نبوت اور قرآن کریم

ختم نبوت اور مفسرین عظام

خاتم النبیین کی تفسیر و تشریح

احادیث صحیحہ مرفوعہ کی روشنی میں

خلاصۂ کلام

نانوتوی انور شاہ کاشمیری کی زد میں

مولوی حسین احمد اور عبارات تحذیر الناس

تحذیر الناس اور دیوبندی مناظر

مولوی منظور سنبھلی

دیوبندی گورکھ دھندہ ۵۳

خاتم النبیین کے معنی مفتی شفیع کی زبانی

خاتم النبیین انور شاہ کاشمیری کی زبانی

سوال

جواب

# مسئلہ تکفیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

امابعد یہ مقالہ ہدایت قبالہ محبی و مخلصی محترم جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری اور عزیز مکرم جناب اختر شاہجہانپوری اور دیگر احباب کی فرمائش پر تحریر کیا گیا ہے

اس مقالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ امام اہلسنت اعلحضرت مجدد دین وملت قدس سرہ العزیز نے جن اکابر دیوبند کی تکفیر کی ہے وہ بالکل برحق ہے دیابنہ کی وہ عبارات صریح کفر اور گستاخی ہیں ہرگز مؤول نہیں ہیں اور اعلحضرت رضی اللہ تعالے عنہ کے فتاوی مندرجہ حسام الحرمین جذباتی نہیں بلکہ واقعاتی ہیں اکابر علمائے عرب و عجم نے اعلیٰ حضرت کے ان فتاوی کی تصدیق و توثیق فرمائی ہے فقیر نے سردست اس مقالہ میں اولا تو چند مسلمہ اصول نقل کیے ہیں جو مسئلہ تکفیر کو صحیح طور پر سمجھنے میں ضروری مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں بعد ازاں مسئلہ ختم نبوت میں امت مسلمہ کا اجتماعی عقیدہ بیان کیا ہے پھر کتاب و سنت سے اس کا ثبوت قطعی اسکے بعد تحذیر الناس کی عبارات کفریہ مع ان کی شرح کے بیان کی گئی ہیں اور آخر میں ان تمام تاویلات فاسدہ کا تفصیلی طور پر پوسٹ مارٹم کیا ہے جو دیوبندی مناظرین اور محررین نے نانوتوی کی عبارات کو کفر سے بچانے کے لیے بے جا طور پر بیان کی ہیں اور وہ تاویلات حقیقت میں تمام دیوبندی علماء کی محنت اور کاوش کا آخری نتیجہ ہیں اسی لیے مولوی محمد منظور سنبھلی نے ان تحریفات اور مردودات کا نام بھی معرکہ القلم الملقب بہ فیصلہ کن مناظرہ رکھا ہے یہ مقالہ فی الحال مجموعہ انوار الرضا کے لیے مرتب کیا گیا ہے اگر اللہ تعالے کو منظور ہوا تو انشاء اللہ اس میں باقی عبارات دیوبندیہ کی تفصیلی بحث شامل کی جائے گی اور الگ بھی اسکو شائع کیا جائیگا۔

احقر الافقر غلام علی القادری غفرلہ ولوالدیہ ولمشائخہ اوکاڑا

# مسئلہ تکفیر کے متعلق چند مسلمہ اصول

## کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے

نہ علمائے اسلام جلد باز ہیں نہ فروعی اور ظنیات اور اجتہادی امور میں کوئی تکفیر کرتا ہے بلکہ جب تک آفتاب کی طرح کفر ظاہر نہ ہو جائے یہ مقدس جماعت کبھی ایسی جرات نہیں کرتی حتی الوسع کلام میں تاویل کر کے صحیح معنی بیان کرتے ہیں مگر جب کسی کا دل ہی جہنم میں جانیکو چاہے اور وہ خود ہی اسلام کے وسیع دائرہ سے خارج ہو جائے تو علمائے اسلام مجبور ہیں جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے اس طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے (اشد العذاب ص ۲) علما نے بہت احتیاط کی مگر جب کالم میں تاویل کی گنجائش نہ رہے اور کفر آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تو پھر بجز تکفیر کے چارہ ہی کیا ہے

۱:- ایسے وقت میں اگر علماء سکوت کریں اور خلقت گمراہ ہو جائے تو اس کا وبال کس پر ہو گا؟ آخر علماء کا کام کیا ہے؟ جب وہ کفر اور اسلام میں فرق بھی نہ بتائیں تو اور کیا کریں گے؟ (اشد العذاب ص ۲ اور ۳)

۲:- انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے اشد العذاب ص ۹)

۳:- احتیاط جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید ورسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کیوجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بتایا حالانکہ کفر کفر ہے اسلام اسلام ہے اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروریات دین ہو اسے کافر کہا جائے کیا منافقین توحید

رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے؟ پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے؟ مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اہل قبلہ نہ تھے؟ انہیں بھی مسلمان کہو گے؟

۴ (اشد العذاب ۹ احسن البیان محمد ادریس کاندھلوی کفر وایمان مفتی محمد شفیع ۴:- جو کافر اور مرتد کو کافر اور مرتد نہ کہے وہ بھی کافر ہے (اشد العذاب ۴ اکفار الملحدین ۳ کفر وایمان ۴ احسن البیان

## ۵۔ دیوبندی مناظر کا اعتراف حقیقت

اعلحضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ بالکل صحیح ہے چنانچہ مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی لکھتے ہیں :- بعض علمائے دیوبند کو خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین نہیں جانتے (جیسا کہ قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے) چوپائے، مجانین کے علم کے برابر کہتے ہیں (جیسا کہ حفظ الایمان میں تھانوی کی عبارت)، شیطان کے علم کو آپکے (صلے اللہ علیہ وسلم) علم سے زائد کہتے ہیں تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے مرتد ہے ملعون ہے لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے یہ عقائد بیشک کفریہ عقائد ہیں (اشد العذاب ۲ ا ۱۳

اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے اور وہ قطعا ثابت ہو گئے تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرض ہو گیا اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں چاہے وہ لاہوری ہوں یا قادیانی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے

کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے (اشد العذاب ۱۳ ا ۱۴)

۶:- کلمات کفر بکنے والا جب تک اپنے ان کفریات سے توبہ نہ کرے اسکا دعوی اسلام بیکار ہے در بھنگی اسی اشد العذاب میں لکھتا ہے

مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات پیش کر دیتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم اور عظمت شان کا اقرار ہے اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے ایک مدت تک مسلمان تھے اور چونکہ دجال تھے اس وجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے تو پہلی عبارات مفید نہیں جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھائیں کہ میں نے جو فلاں معنی ختم نبوت کے کیے ہیں وہ غلط ہیں صحیح معنے یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی حقیقی نہ ہو گا یا عیسیٰ علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دیکر کافر ہوا تھا اس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں ورنہ ویسے تو مرزائی الفاظ اسلام ہی کے بولتے ہیں اس وجہ سے مسلمان دھوکا میں آجاتے ہیں کہ یہ تو ختم نبوت کے قائل ہیں عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرتے ہیں قرآن کو بھی مانتے ہیں لیکن معنی وہ نہیں جو قرآن و حدیث نے بتلائے ہیں معنی ان کے وہ ہیں جو مرزا صاحب نے تصنیف کر کے کفر کی بنیاد ڈالی ہے لہذا جو عبارات مرزا صاحب اور مرزائیوں کی لکھی جاتی ہیں جب تک ان مضامین سے صاف توبہ نہ دکھائیں یا توبہ نہ کریں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں (اشد العذاب ص ۱۵) اب دیوبندی مناظر کی اس تحریر کو پیش نظر رکھ کر مرزا اور مرزائیوں کی جگہ علمائے دیوبند اور دیوبندی رکھ لیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ دیوبندیوں کا ختم نبوت اور قرآن پاک کو ماننے کا دعویٰ اس وقت تک بیکار ہے جب تک کہ یہ اپنی عبارات کفریہ سے توبہ نہ کریں۔

۷:- کیا بغیر قصد و ارادہ کے بھی حکم کفر عائد ہو گا؟

اگر کوئی شخص عمداً کلمات کفر بکے اور بعد میں یہ کہہ دے کہ میری نیت توہین کی نہیں تھی تو اسکی نیت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس پر کفر عائد ہو گا اگر اس قسم کا عذر

قابل قبول ہو تو اسکا یہ نتیجہ ہو گا کہ کسی بڑے سے بڑے گستاخ کو بھی جب کہا جائیگا کہ تو نے کفر کیا ہے گستاخی کی ہے شان رسالت میں صریح توہین کی ہے تو وہ جواب میں کہہ سکے گا کہ میری نیت توہین کی نہیں تھی دیکھئے اگر کوئی شخص دوسرے کو گالی دے کہ اے ولد الحرام اور وہ جوتا لے کر اس کے سر پر سوار ہو جائے تو کیا صریح گالی دینے والا یہ کہ کر بچ سکتا ہے کہ میری نیت گالی کی نہیں تھی دیکھو قرآن کریم میں المسجد الحرام موجود ہے حرام حرمت اور عزت سے ماخوذ ہے لہذا علمائے اسلام نے اس مسئلہ میں یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ :-

اذالمدار فی الحکم بالکفر علی النظواہر و لا نظر للقصود والنیات ولا نظر لقرائن حالہ (الاعلام بقواطح الاسلام علی ھامش الذواجر جلد دوم ص ۱۳۸ اکفار الملحدین ص ۷۲)

(ترجمہ) اس لیے کہ کفر کے حکم کا دارومدار ظواہر پر ہے ارادوں نیتوں اور قرائن حال پر نہیں

ایسے ہی انور شاہ صاحب کشمیری نے اکفار الملحدین ص ۸۶ پر لکھا ہے وقد ذکر العلماء التہور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد السب کفر اور علمائے اسلام نے فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرات اور دلیری کفر ہے اگرچہ کہنے والے نے توہین کا قصد نہ کیا ہو دیوبندیوں کا مطاع مولوی رشید احمد گنگوہی خود لطائف رشیدیہ ص ۲۴ پر لکھتا ہے

جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے (شہاب ثاقب ص ۲۱)

ان عبارات مذکورہ کو پیش نظر رکھکر تھانوی کے اس منافقانہ عذر لنگ کا جائزہ لیں جب

میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے؟ ہاں جناب آپ کی مراد ہو یا نہ ہو یہ مضمون خبیث ہے جو حفظ الایمان میں آپ نے لکھا ہے گستاخی اور توہین کے لیے الفاظ کو دیکھا جاتا ہے قائل کی مراد نہیں دیکھی جاتی خود تھانوی لکھتا ہے جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے (جو تھانوی نے کہی ہے) میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں (بسط البنان)

۸:- تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی و توہین کفر ہے

شرح شفا میں ہے محمد بن سحنون نے فرمایا کہ اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المستنقص لہ کافر ومن شک فی کفرہ وعذابہ کفر یعنی تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شاتم اور تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس کے کافر اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے

(شرح الشفاء ملا علی القاری ص ۳۹۳ ج ۲ اکفار الملحدین اشد العذاب ص ۵۱

۹:- صریح کلام میں تاویل مقبول نہیں ہوتی۔

قال حبیب بن الربیع ادعا التاویل فی لفظ صراح لا یقبل حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ صریح لفظ میں ادعائے تاویل مقبول نہیں ہے (نسیم الریاض ص ۳۷۸ ج ۴ اکفار الملحدین ص ۶۳ شرح شفاء للقاری ص ۳۹۷ ج ۲ احسن البیان ص ۷۰)

۱۰:- حضور علیہ السلام کو خاتم النبین بمعنی آخر الانبیاء ماننا ضروریات دین سے ہے

قال فی الاشباہ فی کتاب الیتسیر اذالم یعرف ان محمدا علیہ السلام آخر

الانبیاء فلیس بمسلم لانہ فی الضروریات جو شخص حضور علیہ السلام کو آخر الانبیاء نہ مانے وہ مسلمان نہیں ہے اس لیے کہ حضور کو آخری نبی ماننا ضروریات دین سے ہے

### ۱۱:- ضروریات دین میں تاویل کفر کو دفع نہیں کرتی

ان التاویل فی ضروریات الدین لا یدفع القتل بل لا یدفع الکفر

(اکفار الملحدین ص ۶۵)

والتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر (حاشیہ علامہ سیالکوٹی علی الخیالی)

بلکہ تاویل فاسد مثل کفر کے ہے وجعل فی الفتوحات ص ۸۵۷ ج ۲ التاویل الفاسد کالکفر (اکفار الملحدین ص ۵۹

### ۱۲:- متواترات میں تاویل بھی کفر ہے

جس طرح دین کے کسی حکم قطعی اور متواتر کا صریح انکار کفر ہے اسی طرح قطعیات اور متواترات میں تاویل کرنا بھی کفر ہے کیونکہ قطعی امور کی تاویل بھی انکار کے حکم میں ہے مثلاً جس طرح نماز اور روزہ کا صریح انکار کفر ہے اسی طرح نماز اور روزہ میں ایسی تاویل کرنا جو امت محمدیہ کے اجماعی معنی اور اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو وہ بھی کفر ہے اور اس قسم کے تاویلی کفر کو اصطلاح شریعت میں الحاد و زندقہ کہتے ہیں (احسن البیان ص ۳ اکفار الملحدین ص ۴ بالمعنی)

## ختم نبوت کے بارے میں تمام امت کا اجماعی عقیدہ

اللہ عزوجل سچا اور اس کا کلام سچا مسلمان پر جس طرح لا الٰہ الا اللہ پڑھنا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو احد صمد اور لا شریک لہ جاننا فرض اول و مناط ایمان ہے یونہی محمد رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل وجزو ایقان ایمان ہے ولٰکِن رَّسُولُ اللہ و خاتم النبین نص قطعی قرآن ہے اسکا منکر نہ منکر بلکہ شک کرنے والا نہ شاک بلکہ ضعیف احتمال خفیف سے توہم سے خلاف عقیدہ رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر جو اس کے کافر ہونے میں شک اور تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکفر جلی الکفران ہے (بزازیہ در مختار شفاء الاعلام بقواطع الاسلام و فتاویٰ حدیثیہ وغیرہ از جزاء اللہ عدوہ ص ۳ ص ۴ از امام اہلسنت اعلحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ختم نبوت کا عقیدہ ان اجماعی عقائد میں سے ہے جو کہ اسلام کے اصول اور ضروریات دین میں شمار کیے گئے ہیں اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ہر مسلمان ان پر ایمان رکھتا آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النبین ہیں اور یہ مسئلہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے جسکا منکر قطعاً کافر مانا گیا ہے اور کوئی تاویل و تخصیص اس بارے میں قبول نہیں کی گئی (مسک الختام ص ۳ از محمد ادریس کاندھلوی)

دیوبندی علامہ انور شاہ کشمیری اپنے رسالہ عقیدۃ الاسلام ص ۲۱۵ پر لکھتے ہیں ثم ان الامت اجمعت علی ان لا نبوۃ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا رسالۃ اجماعاً قطعیا و تواترت بہ الاحادیث نحو مائتے حدیث فتاویلہ بحیث ینتفی بہ الختم الزمانی کفر بلاشبھۃ

یہی علامہ صاحب اکفار الملحدین ص ۴۳ پر لکھتے ہیں وکذالک نکفر من ادعی نبوۃ احدمع نبینا صلے اللہ علیہ وسلم ای فی زمنہ کمسیلمۃ الکذاب والاسود العنسی اوادعاۃ نبوۃ احد بعدہ فانہ خاتم النبیین بنص القران والحدیث

فهذا تکذیب للہ و رسولہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یسویہ (فرقۃ من الیهود)
بلکہ اسی کتاب کے ص ۲۴۲ پر لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد جو کسی نبی کا آنا جائز مانے وہ بھی کافر ہے اوکذب رسولا او نبیا اونقصہ بای منقص کان صغر اسمہ مرید أ تحقیرہ او جوز نبوۃ احد بعد وجو دنبینا صلے اللہ علیہ وسلم وعیسی علیہ الصلوۃ والسلام نبی قبل فلایرد (تحفہ شرح منہاج))
اسکے بعد لکھا ہے فساد مذ ھبھم غنی عن البیان بشھادۃ العیان کیف وھو یودی الی تجویز نبی مع نبینا صلے اللہ علیہ وسلم اوبعد و ذالک یستلزم تکذیب القران اذقدنص علی انہ خاتم النبیین واخر المرسلین وفی السنۃ اناالعاقب لانبی بعدی واجمعت الامۃ علی ابقاء ھذا الکام علی ظاھرہ واحدی المسائل المشھورۃ التی کفر نابھا الفلاسفۃ لعنھم اللہ تعالے (شرح الفرائد للعلامسۃ العارف باللہ عبدالغنی نابلسی رحمتہ اللہ علیہ)
اب مفتی محمد شفیع دیوبندی کی بھی سنیئے۔ اگر خاتم النبین اور لانبی بعدی میں تاویلات باطلہ کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو پھر بت پرست اور مشرکین کو بلکہ ان کے معلم وامام ابلیس کو بھی دائرہ اسلام سے خارج و کافر نہیں کہہ سکتے اور جو لوگ ایسی تاویلات باطلہ کر کے امت کے اجماعی عقائد اور قرآن و حدیث کی واضح تصریحات کی تکذیب کرنے والوں کو امت اسلامیہ سے علیحدہ کرنے کو اس لیے برا سمجھتے ہیں کہ اس سے اسلامی برادری کو نقصان پہنچتا ہے ان کی تعداد کم ہوتی ہے یا ان میں تفرقہ پڑتا ہے تو انہیں غور کرنا چاہیئے کہ اگر تفرقہ اور اختلاف سے بچنے کے یہی معنی ہیں کہ کوئی کچھ کیا کرے اور کہا کرے مگر اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو پھر ان مٹھی بھر ملاحدہ و زنادقہ سے ملت کو کیا سہارا لگتا ہے؟ ایسی پوچ تاویلات کے ذریعے تو سارے جہان کے کافروں کو ملت اسلامیہ میں شامل کیا جا سکتا ہے اگر ایسی ہی رواداری

کرنا ہے تو پیٹ بھر کے کی جائے تاکہ دنیا کی ساری قومیں اور سلطنتیں اپنی ہو جائیں اور یہ کفر و ایمان کی جنگ ہی ختم ہو جائے (کفر و ایمان قرآن کی روشنی میں ص ۴۸)

عہد نبوت سے لیکر اب تک تمام امت کے علماء صلحاء مفسرین محدثین فقہا متکلمین اور اولیائے عارفین سب کے سب ختم نبوت کے یہی معنی (حضور کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا سمجھتے چلے آئے ہیں اور بطریق تواتر یہ عقیدہ ہم تک پہنچا ہے

جس طرح صلوۃ و زکوۃ کے معنی میں کوئی تاویل قابل التفات نہیں اسی طرح ختم نبوت کے معنی میں بھی کوئی تاویل قابل التفات نہ ہوگی بلکہ ایسے صریح اور متواتر امور میں تاویل کرنا استہزا اور تمسخر کے مترادف ہے (احسن البیان ص ۷۰)۔

آگے لکھا ہے ہمیں اس بحث کی ضروت نہیں کہ مرزا صاحب (اور نانوتوی صاحب) کی تاویلات مہملہ کی طرف کوئی توجہ کریں دیکھنا یہ ہے کہ جس نبی پر خاتم النبین کی آیت اتری اس نے اس آیت کے کیا معنی سمجھے اور امت کو کیا معنی سمجھائے اور عہد صحابہ سے لے کر اس وقت تک پوری امت اس آیت کا کیا معنی سمجھتی رہی؟ کیا تیرہ سو سال کے علمائے امت اور آئمہ لغت و عربیت کو اتنی بھی خبر نہ تھی جتنا کہ قادیان کے دہقان (اور نانوتہ کے بقولہ کودک نادان) کو ٹوٹی پھوٹی عربی کی خبر تھی (احسن البیان ص ۷۲)

## خاتم النبین کا معنی اہل لغت کے نزدیک

الخاتم والخاتم فی اسماء النبی صلے اللہ علیہ وسلم بالفتح اسم ای اخرھم و بالکسر اسم فاعل (مجمع بحار الانوار جلد اول زیر لفظ ختم خاتم النبین)

لانہ ختم النبوۃ ای تممھا بمجیئہ یعنی حضور کو خاتم النبین اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا یعنی اپنی تشریف آوری سے اس کو مکمل کر دیا (مفردات

امام راغب اصفہانی ہامش النہایہ ابن اثیر اول ص ۳۱۳)

## ختم نبوت اور قرآن کریم

قال اللہ تعالیٰ --- ماکان محمد اباحد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین و کان اللہ بکل شئی علیما محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

## ختم نبوت اور مفسرین عظام

۱:- اس آیت میں لفظ خاتم النبین کی تین قرآت ہیں ماسوا حسن اور عاصم کے باقی قرآت خاتم بمعنی انہ ختم النبین ہے عبد اللہ بن مسعود کی قرات میں ولکن نبیاً ختم النبیین ہے پس یہ قرات بھی دلیل ہے بمعنی انہ الذی ختم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم وعلیھم حسن اور عاصم کی قرآت خاتم النبین بمعنی انہ آخر النبیین ہے ختامہ مسک میں بھی ایک قرات خاتمہ مسک بمعنی اخرہ مسک ہے (ابن جریر جلد ۲۲ ص ۱۶)

۲:- روح المعانی میں یہ قراتیں بیان کرنے کے بعد مزید فرمایا و کونہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ممانطق بہ الکتاب و صرحت بہ السنۃ واجمعت علیہ الامہ فیکفر مدعی خلافہ و یقتل ان اصر اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبین ہونا کتاب و سنت سے صراحتہً ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے اور اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اگر اصرار کرے تو قتل کیا جائے گا (روح المعانی جلد ۲۲ ص ۳۴

۳:- ابن کثیر میں ہے فھذہ الایۃ نص فی انہ لانبی بعدہ واذکان لانبی بعدہ فلا رسول بالطریق الاولی والاخری ------- وبذالک وردت الاحادیث

المتواترة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من حدیث جماعة من الصحابة رضی الله تعالی عنهم پس یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور جب آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا تو بطریق اولی اور انسب رسول بھی نہیں ہو سکتا (کیونکہ جمہور کے نزدیک نبی رسول سے عام ہے جب عام کی نفی ہوگی تو خاص کی نفی بھی ہو جائے گی) اس مضمون کی احادیث متواترہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں

پھر آخر میں فرمایا فمن رحمة الله بالعباد ارسال محمد صلے الله تعالی علیه وسلم ثم من شریعة لهم ختم الانبیاء والمرسلین به واکمال الدین الحنیف له وقد اخبر الله فی کتابه ورسوله صلی الله تعالی علیه وسلم فی السنة المتواترة عنه انه لا نبی بعده یعلموا ان کل من ادعی هذا المقام بعده فهو کذاب افاک دجال ضال مضل

ترجمہ - پس حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ ہے پھر مزید شرف یہ کہ نبیوں اور رسولوں کو حضور کی تشریف آوری سے ختم کر دیا اور حضور علیہ السلام کے دین حنیف کو کامل فرما دیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اللہ کے رسول نے سنت متواترہ میں خبر دی ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تاکہ لوگ جان لیں کہ جو شخص حضور کے بعد منصب نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب افاک دجال ضال اور مضل ہے

پھر علامہ ابن کثیر نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی لعنۃ اللہ علیہما کا ذکر کرنے کے بعد لکھا وکذالک کل مدع لذالک الی یوم القیامة حتی یختموا بالمسیح الدجال - اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کی طرح قیامت تک جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کریگا وہ کذاب و دجال ہو گا یہانتک کہ یہ دجاجلہ مسیح کے دجال پر ختم ہونگے (ابن کثیر جلد ۳ ص ۱۳)

شخص مزید تفصیل کا خواہاں ہو اس کی سہولت کے لیے باقی معروف تفاسیر کے حوالے
رج کر دیئے جاتے ہیں اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو متعلقہ عبارتیں بھی نقل کر دی
تیں حوالے ملاحظہ ہوں تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۸۶۷۔ ابوالسعود جلد ۶ ص ۸۸۷۔ روح
بیان جلد ۶ ص ۱۸۸۔ بیضاوی۔ خازن۔ مدارک۔ ابن عباس ج ۵ ص ۱۲۳۔ صاوی ج
ص ۲۶۳۔ تفسیرات احمدیہ ص ۴۰۶۔ مراح لبید و واحدی جلد دوم ص ۱۸۵۔ جمل علی
جلالین و مظہری و جلالین تحت ھذہ الایۃ۔ جملہ چودہ مذکورہ تفاسیر اس وقت پیش نظر تھیں
ب میں خاتمیت کا مطلب بلحاظ زمانہ آخری نبی بتایا ہے

## اتم النبین کی تفسیر و تشریح احادیث صحیحہ مرفوعہ کی روشنی میں

امر ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت کی جو تفسیر خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ
لیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام نے بیان فرمائی ہو اس کے خلاف کسی قادیانی یا نانوتوی
کا قول کوئی حیثیت نہیں رکھتا اب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ
لاحظہ ہوں

۔ مسلم شریف پھر مشکوۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ
حضور علیہ والصلوۃ السلام نے فرمایا **فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع**
**الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً و**
**طهوراً وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون**

ترجمہ۔ مجھے نبیوں پر چھ فضیلتیں دی گئیں مجھے کلمات جامعہ فرمائے گئے، رعب سے
میری مدد کی گئی، میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں میرے لیے زمین مسجد اور پاک
کرنیوالی قرار دی گئی مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا اور میرے ساتھ نبی
ختم کر دیئے گئے (حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ختم ماضی کا صیغہ استعمال کر کے منکرین

ختم نبوت کی جملہ تاویلات باطلہ کو ختم کر دیا (مسلم جلد اول ص ۱۹۹ مشکوۃ کتاب الفتن ص ۵۱۶)

۲:- میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک محل کے مانند ہے جس کی عمارت بہت خوبصورت ہو اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو پس دیکھنے والے اس کا چکر لگائیں اور اس عمارت کے حسن سے تعجب کریں مگر اس اینٹ کی جگہ ۔ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ بند کر دی میرے ساتھ نبوت کی عمارت کو ختم کر دیا گیا اور میرے ساتھ رسولوں کو ختم کر دیا گیا وفی روایۃ انا اللبنتہ وانا خاتم النبین اور ایک روایت میں ہے میں ہی وہ آخری اینٹ ہوں اور میں ہی آخر الانبیاء ہوں (مشکوۃ ص ۵۱۱، بخاری ص ۵۰۰، مسلم ج ۲ ص ۲۴۸، ترمذی ج ۲ ص ۱۰۹)

۳:- بخاری و مسلم میں حدیث شفاعت کو بیان کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا حضرت عیسی علیہ السلام لوگوں سے کہیں گے کہ آج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جاؤ پس لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے انت رسول اللہ وخاتم النبیین آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں (رواہ مسلم ج ۱ ص ۱۱۱ نور محمدی عن ابی ہریرہ)

۴:- بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ۔ کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی بنی اسرائیل کے انبیاء علیم السلام ان کی نگہداری کرتے تھے جب ایک نبی کا وصال ہو جاتا تو دوسرے نبی اس کے جانشین ہو جاتے لیکن میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا (بخاری و مسلم ۔ واللفظ مسلم ۔ کتاب الامارہ ص ۱۲۶

۵:- دارمی پھر مشکوۃ شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ

الصلوۃ والسلام نے فرمایا انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اول شافع و مشفع ولا فخر میں رسولوں کا قائد ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہہ رہا اور میں آخری نبی ہوں مگر یہ فخریہ نہیں کہہ رہا اور سب سے پہلے شفاعت کرنیوالا اور وہ جس کی سب سے پہلے شفاعت قبول کی جائے گی وہی ہوں لیکن یہ فخریہ نہیں کہہ رہا ہوں (دارمی۔ مشکوۃ ص ۵۱۴)

۶:- عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے راوی فرمایا انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینتہ میں بیشک اللہ کے ہاں آخری نبی لکھا ہوا تھا دراں حالیکہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں پڑے ہوئے تھے (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۹۴۔ مشکوۃ ص ۵۱۳)

۷:- ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا انا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم میں سب نبیوں سے آخری اور تم سب امتوں سے آخری امت ہو (ابن ماجہ ص ۳۰۷)

۸:- سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ هارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی۔ فرمایا رسول اللہ صلی تعالی علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ تجھے میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسی علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر تحقیق شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (مسلم ج ۲ ص ۲۷۸۔ بخاری جلد ۲ ص ۲۳۳۔ واللفظ مسلم)

۹:- عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب اگر (بفرض محال) میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا (ترمذی۔ مشکوۃ باب مناقب عمر ص ۵۵۸)

۱۰:- انس ابن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی تعالی علیہ وسلم نے کہ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بیشک رسالت اور نبوت کا انقطاع ہو گیا ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی (احمد۔ ترمذی۔ ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۳)

۱۱:- انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ابوداود ج ۲ ص ۲۰۶، ترمذی ج ۲ ص ۳۲۳ عن ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ)

بیشک میرے بعد میری امت میں تیس کذاب ہونگے ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

۱۲:- یہی روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی مروی ہے جس کے آخر میں یہ بھی فرمایا ہے وانی خاتم النبیین لا نبی بعدی میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں (رواہ احمد والطبرانی فی الکبیرالاوسط والبزار ورجال الصحیح۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳۲)

بارہ کا عدد متبرک سمجھ کر اپنی احادیث پر ہی اکتفا کرتا ہوں ورنہ اس باب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں جنہیں امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف جزاء اللہ عدوہ میں اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے ختم النبوۃ فی الاحادیث میں جمع کیا ہے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خاتم النبین کے معنی تو آخر النبین ہی کے ہیں جس نبی پر یہ آیت اتری اس نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور یہی سمجھائے اور جن صحابہ کرام نے اس نبی سے قرآن اور اس کی تفسیر پڑھی انہوں نے بھی یہی معنی سمجھے اور اپنے بعد والوں کو بتائے فمن شاء فلیئو من ومن شاء فلیکفر الغرض حق روز روشن کی طرح واضح ہے

کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں (مسک الختام ص ۲۵)

جملہ لانبی بعدی جملہ خاتم النبین کی تفسیر ہے اور لا نفی جنس کا ہے جو نکرہ پر داخل ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد یہ جنس ہی ختم ہے (مسک الختام ص ۲۲)

یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد ذاتی عرضی اصلی ظلی بروزی تشریعی یا غیر تشریعی اس زمین میں یا کسی اور طبقے میں حضور کے زمانہ ظاہری میں یا حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا بلکہ کسی نبی کا آنا ممکن ہی نہیں ہے

مسند امام احمد اور معجم طبرانی کی روایت کے ماتحت اس روایت میں بھی خاتم النبین کے بعد لانبی بعدی بطور تفسیر مذکور ہے اور اسی وجہ سے اس جملہ کا پہلے جملہ پر عطف ناجائز ہوجاتا ہے بلاغت کا قاعدہ ہے کہ جب جملہ ثانیہ جملہ اولی کے لیے عطف بیان ہو تو پھر عطف ناجائز ہو جاتا ہے اس لیے کہ عطف نسق چاہتا ہے تغایر کو اور عطف بیان چاہتا ہے کمال اتحاد کو اور کمال وحدت اور مغائرت جمع نہیں ہوسکتی (مسک الختام ص ۲۳)

## خلاصۂ کلام

الحاصل آیت کریمہ خاتم النبین میں لغوی معنی اور احادیث تفاسیر اور اجماع امت بلکہ خود دیوبندی علماء کی تصریحات کی رو سے شرعی معنی متواتر اور قطعی اجماعی یہی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ سب انبیائے کرام کے زمانوں کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں اور یہ آخری نبی ہونا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے فضل جلیل ہے کیونکہ آخری نبی ہونے سے حضور کی شریعت مطہرہ کو شرف افضلیت حاصل ہوا حضور علیہ السلام ناسخ الادیان ہوئے اور حضور کے دین متین کا ناسخ کوئی نہیں آئے گا حضور سب سے بلند وبالا رہے اور آپ سے بلند وبالا کوئی نہیں ہوگا

خاتم النبین کے اس معنی پر ایمان لانا ضروریات دین سے ہے اور اس کا انکار قطعی کفر ہے یہ انکار خواہ صراحتا ہو یا تاویل فاسد سے جیسا کہ نانوتوی صاحب اور پھر اس کی اتباع میں مرزا غلام احمد قادیانی نے تاویلات باطلہ کی ہیں اب قارئین کرام اس کے مقابل جناب نانوتوی صاحب کی تحذیر الناس کی پوری پوری عبارتیں معہ سیاق و سباق بغور ملاحظ فرمائیں وہ لکھتے ہیں بعد حمد وصلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا چاہیئے یہ اختصار سوادب ہے) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور سب میں آخری ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضلیت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قدر قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جنکو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے

باقی یہ احتمال کہ دین آخری دین تھا اس لیے سدباب مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں

کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدارک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقعے تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدباب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے انتھی بلفظ (تحذیر الناس ص ۳ مطبوعہ کتب خانہ مطبع قاسمی دیوبند) اس عبارت مذکورہ کو بغور پڑھیے اور دیکھیے کہ اس میں کتنے کفریات ہیں

۱:- خاتم النبیین کے معنی سب سے آخری نبی کو (جو تفاسیر۔ احادیث اور اجماع امت سے قطعی اور متواتر ثابت ہو چکے ہیں) عوام جاہلوں کا خیال بتانا

۲:- تمام امت کو عوام اور نافہم ٹھہرانا

۳:- بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معاذ اللہ عوام نافہم کہنا کیونکہ خاتم النبین کا معنی لانبی بعدی حضور نے خود بیان فرمایا ہے

۴:- معنی تفسیر و حدیث اور اجماع کے مخالفین کو اہل فہم بتانا

۵:- معنی متواتر و قطعی میں کچھ فضیلت نہ ماننا

۶:- اس معنی متواتر کو مقام مدح میں ذکر کرنے کے قابل نہ جاننا

۷:- یہ کہنا کہ اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے

۸:- اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانا جائے اور اس وصف کو مدح قرار دیا جائے تو معاذ اللہ خدا کی طرف زیادہ گوئی کا وہم ہونا (زیادہ گوئی بیہودہ بکواس کو کہتے ہیں اس میں خدا کی توہین بھی ظاہر ہے۔ العیاذ باللہ تعالے)

۹:- اور حضور کی جانب نقصان قدر اور کم رتبہ ہونے کا احتمال پیدا کرنا

۱۰:- یہ کہنا کہ تاخر زمانی قد و قامت و شکل و رنگ وغیرہ ان اوصاف سے ہے جنکو نبوت اور فضائل میں دخل نہیں

۱۱:- ختم زمانی کو کمالات سے شمار نہ کرنا اور یہ کہنا کہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں ۔ اور ایسے لوگوں کے اس (آخری نبی ہونا) کے احوال بیان کیا کرتے ہیں گویا نانوتوی صاحب کے نزدیک تمام امت جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الزمان نبی مانتی ہے حضور کو ایسے ویسے لوگوں میں شمار کرتی ہے (خاک بدہن ناپاک)

۱۲:- یہ کہنا کہ اگر حضور کو خاتم النبین بمعنی آخری مانا جائے تو کلام اللہ میں بے ربطی اور بے ارتباطی لازم آتی ہے اور جملہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبین میں کوئی تناسب نہیں رہتا۔

۱۳:- یہ کہنا کہ خاتم النبین بمعنی آخر الانبیاء پر حضور کی خاتمیت کی بنا نہیں ہے بلکہ ابناء خاتمیت اور بات پر ہے

۱۴:- خاتم النبین کی ایسی تفسیر بالرائے کرنا جو تیرہ سو سال سے کسی نے نہیں کی اور اس من گھڑت معنی کو ثابت کرنے کے لیے تمام امت کے مسلمہ متفقہ اجماعی قطعی معنی کی تغلیظ و تکذیب کرنا

۱۵:- حضور علیہ السلام کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو عرضی کہنا چنانچہ موصوف بالذات اور موصوف بالعرض کا مفہوم بیان کرتے ہوئے نانوتوی صاحب نے ص ۴ پر لکھا ہے

الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ خدا کے لیے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی بمعنی بالعرض ہیں انتہی بلفظہ اور عرضی کا معنی خود یہ بیان کرتا

ہے اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال اور کبھی بے کمال رہتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ سو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپکا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت (بایں معنی) مختتم ہو جاتا ہے ۔ وصف کا معنی صفت، نبوت کا پیغمبری، خاتمیت کا خاتم ہونا، موصوف بالذات وہ ہستی ہے جس کو کوئی صفت اپنی ذات سے بغیر کسی واسطے کے حاصل ہوئی ہو موصوف بالعرض وہ ہستی ہے جسکو کوئی صفت اپنی ذات سے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے واسطے سے حاصل ہوئی ہو مختتم ہو جاتا ہے ختم ہو جاتا ہے اب دیکھئے نانوتوی صاحب کے نزدیک اس عبارت کا صاف صحیح مطلب یہ ہوا کہ آیہ کریمہ میں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ السلام کو بغیر کسی دوسرے کے واسطے کے خود بخود اپنی ذات سے نبوت حاصل ہوئی ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی بمعنی بالعرض کبھی موجود کبھی معدوم کبھی تو نبی صاحب کمال اور کبھی بے کمال ۔ (معاذ اللہ)

نانوتوی صاحب نے اپنے اس من گھڑت معنی کا نام ختم ذاتی رکھا ہے اور خاتم النبیین کا وہ معنی جو اگلے پچھلے تمام مسلمانوں کا اجماعی اور قطعی عقیدہ ہے اس کا نام ختم زمانی رکھا ہے چنانچہ حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے بھی نانوتوی صاحب کی اس تحقیق جدید سے مستفید ہو کر یہی کچھ لکھا ہے مثلاً ختم نبوت کے دو معنی ہیں اول ختم زمانی کہ جس کے معنی ہیں کہ خاتم کا زمانہ سب نبیوں کے آخر میں ہو اس کے زمانہ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہ ہو اس کو ختم زمانی کہتے ہیں پس جو شخص سب کے بعد ہو زمانہ میں اس کو خاتم اس اعتبار سے کہہ سکیں گے چاہے وہ اپنے پہلے والوں سے افضل ہو یا سب سے کم درجہ کا ہو یا بعض سے اعلیٰ اور بعض سے اسفل ہو

دوم :- ختم رتبی اور ذاتی اس سے عبارت ہے کہ مراتب نبوت کا اس پر خاتمہ ہوتا ہو اس سلسلہ میں کوئی اس سے بڑھ کر نہ ہو جتنے مرتبے اس سلسلے کے ہوں سب اس کے نیچے اور اس کے محکوم ہوں (الشہاب الثاقب ص ۸۳)

ٹانڈوی کی اس ترجمانی کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر خاتم النبین سے ختم زمانی مراد لی جائے تو اس سے حضور علیہ السلام کا سب نبیوں سے افضل ہونا لازم نہیں آتا

کیونکہ آخر الزماں چاہے پہلے والوں سے افضل ہو یا سب سے کم درجہ کا ہو یا بعض سے اعلیٰ اور بعض سے اسفل ہو۔

اور خاتم ذاتی کا معنی چونکہ سب کا سردار اور رئیس اعظم ہے اگلے پچھلے اور اس کے زمانے والے سب اس کے خوشہ چین ہوں گے وہ ان میں سے کسی کا محتاج نہیں ہو گا لہذا بنظر اس کے علو مرتبہ اور اس کی ذات والا صفات کے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر بالفرض اس کے زمانے میں کوئی نبی پیدا ہو جائے یا اس کے بعد اس زمین یا اور کسی زمین میں تجویز کرلیا جائے تو اس کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئیگا کیونکہ اس کے زمانے میں یا اس کے بعد جو نبی پیدا ہو گا وہ اس خاتم ذاتی کا ظل ہو گا عکس ہو گا اس کی نبوت بالعرض ہوگی اس نے نبوت کا استفادہ اس خاتم ذاتی سے ہی کیا ہو گا یہ ہے مفہوم خاتمیت نانوتوی صاحب اور ان کے اتباع کے نزدیک اسی بنا پر نانوتوی صاحب نے ص ۸ پر لکھا ہے چنانچہ اضافت الی النبین بایں اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسام مراتب ہے یہی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے زمانہ نبوت نہیں یعنی حضور خاتم النبین مراتب نبوت کے خاتم ہیں۔ زمانہ نبوت کے خاتم نہیں لہذا ان کے بعد بھی نبی پیدا ہو سکتا ہے اسی مفہوم کو ٹانڈوی صاحب نے الشہاب الثاقب ص ۲۰ پر لکھا ہے پھر اسی کو نانوتوی صاحب ص ۸ پر یوں بیان کرتے ہیں شایان شان محمدی خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی اسی مضمون کو آگے یوں صراحتاً بیان کیا ہے غرض اختتام اگر بایں

معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے (تحذیز الناس ص ۱۴) اس عبارت کا صریح مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبین کے اگر یہ معنی لیے جائیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں

تو بقول نانوتوی صاحب اس میں یہ خرابی ہے کہ حضور اس صورت میں صرف انہیں انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہونگے جو حضور سے پہلے تشریف لا چکے ہیں لیکن اگر خاتم کا وہ معنی تجویز کیا جائے جو نانوتوی صاحب نے بیان کیا ہے کہ حضور بغیر کسی واسطے کے اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں۔ تو اس میں یہ خوبی اور کمال ہے کہ اگر حضور کے حضور کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو تو پھر حضور ویسے ہی خاتم النبین رہیں گے کیونکہ حضور کے زمانے میں جو اور نبی ہونگے وہ بالذات نہیں بالعرض نبی ہونگے یعنی اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور سے ہی فیض حاصل کر کے نبی بنیں گے تو اس طرح خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا

پھر یہی نانوتوی صاحب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں

ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف (۲) ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے

---

۱۔ محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے حاشیہ میں لکھا ہے یعنی اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا کیونکہ خاتم کے لیے بنظر اس کے علوم مرتبہ اور اس کی ذات والا صفات کے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر (کما صرح بہ المنفی عن المدینہ فی الشھاب الثاقب اخذ من تحذیر الناس)

۲۔ اتصاف ذاتی بوصف نبوت کے معنی اپنی ذات سے خود بخود نبی ہونا۔

تو پھر سوا رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کسی کو افراد (۱) مقصود بالخلق میں سے (۲) مماثل نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی (۳) ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ (۴) پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے (تحذیر الناس طبع اول ص ۲۸ طبع ثانی ص ۲۵)

اب اس عبارت سراپا شرارت کا صاف صریح مطلب یہی ہوا کہ اگر خاتم النبین کے یہ معنی لیے جائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار زمانے کے سب سے پچھلے نبی ہیں (جیسا کہ تمام امت کا قطعی اجماعی عقیدہ ہے) تو اس میں یہ خرابی ہے کہ حضور کا صرف انہی انبیاء علیہم السلام میں بے مثل ہونا ثابت ہو گا جو دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں لیکن اگر خاتم النبین کے وہ معنی مراد لیے جائیں جو خود میں (نانوتوی صاحب) نے بیان کیے کہ حضور بغیر کسی دوسرے نبی کے واسطے کے اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں تو اس میں خوبی ہے کہ جو نبی پیدا نہیں ہوئے اور حضور کے بعد ان کا پیدا ہونا مقدر ہے ان سے حضور کا افضل ہونا ثابت ہو جائے گا اور خاتمیت محمدی میں بھی کوئی فرق نہیں آئیگا کیونکہ حضور کے زمانے کے بعد جو نبی پیدا ہوں گے وہ سب کے سب اپنی ذات سے

---

۱۔ افراد مقصود بالخلق وہ لوگ جن کا پیدا کرنا اللہ تعالے کو مقصود ہے

۲۔ مماثل نبوی کا معنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ص

۳۔ انبیاء کے افراد خارجی سے مراد وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو دنیا میں تشریف لا چکے

۴۔ انبیاء کے افراد مقدرہ سے مراد وہ نبی جو دنیا میں پیدا تو نہیں ہوئے لیکن ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونا مقدر ہے

نہیں بلکہ حضور کے واسطہ اور حضور ہی کے فیض سے نبی ہونگے پھر اسی مفہوم کو تحذیر الناس میں آگے یوں بیان کیا ہے اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں (تحذیر الناس ص ۲۹)

آگے لکھا ہے اس صورت میں اگر اصل وظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیت بھی ادھر رہے گی (تحذیر الناس ص ۳۰)

ان دونوں عبارتوں کا صریح مطلب بھی یہی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد نبی پیدا ہوں تو حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئیگا کیونکہ وہ نبی حضور ہی کا ظل اور عکس ہوں گے بلکہ اگر اصل اور ظل میں تساوی بھی ہو یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خاتم النبین اور وہ بھی خاتم النبین ہوں تو بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ بوجہ اصلی اور ذاتی نبی ہونے کے افضلیت پھر حضور کے لئے ہی ہوگی چنانچہ آگے اور صاف لکھ دیا اب خلاصہ دلائل بھی سنیئے کہ دربارہ وصف نبوت فقط اس زمین کے انبیاء علیھم السلام ہمارے خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مستفید و مستفیض نہیں جیسے آفتاب سے قمر وکواکب بلکہ اور زمینوں کے خاتم النبین بھی آپ سے اسی طرح مستفید و مستفیض ہیں یعنی ساتوں زمینوں میں سات خاتم النبین ہیں مگر چونکہ باقی زمینوں کے خاتم ہمارے حضور علیہ السلام سے ہی فیض حاصل کرتے ہیں جیسے چاند اور ستارے سورج سے اس لیے حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا (تحذیر الناس ص ۳۲) مزید لکھا ہے (جیسے) نور قمر نور آفتاب سے مستفید ہے ایسے ہی بعد لحاظ مضامین مسطورہ فرق مراتب انبیاء کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی سے مستفاد ہیں (تحذیر الناس ص ۳۵)

ناظرین کرام ذرا اس پر غور فرمائیں کہ انبیاء سابق تو وہ ہوئے جو حضور سے پہلے گزر چکے یہ انبیاء ماتحت کون سے ہوئے وہی جن کا آنا حضور علیہ السلام کے زمانے میں اور حضور

کے بعد پیدا ہونا جائز مانا ہوا ہے ان صریح اور واضح ترین عبارات کو پیش نظر رکھ کر اب آپ ہی انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ اعلحضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے نانوتوی صاحب پر کیا زیادتی کی ہے؟ کونسا افترا کیا ہے؟ کیا نانوتوی صاحب نے ان عبارات میں مولوی حسین احمد ٹانڈوی مرتضی حسن در بھنگی عبدالشکور کاکوروی اور محمد منظور سنبھلی وغیرہ کے لیے تاویل کی کوئی گنجائش باقی چھوڑی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں نانوتوی صاحب نے ان عبارات خبیثہ میں حضور پر نور شافع یوم النشور سید المرسلین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پچھلے نبی ہونے کی صریح تکذیب کی ہے۔ حالانکہ حضور کا خاتم النبین بمعنی آخرالانبیاء ہونا وہ ضروری دینی عقیدہ ہے جس کا انکار صریح کفر ہے کما مر اور خود اپنی ذاتی رائے سے ختم نبوت کے ایسے معنی گھڑے ہیں جن سے قیامت تک ہزاروں لاکھوں جدید نبیوں کے لئے بروزی، عرضی، ظلی، عکسی کی اختراعی اصطلاح کی آڑ میں نبوت کا دروازہ کھول دیا (۱)

---

(۱) نانوتوی صاحب نے انبیاء کے افراد مقدرہ بتائے تو مرزا صاحب نے انبیاء کے افراد مقدرہ میں سے خود کو گنوادیا

(۲) نانوتوی صاحب نے دیگر انبیاء کی نبوت کو بالعرض کہا تو مرزائے قادیان بھی اپنی نبوت کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فیض خود کو حضور کا غلام اور ظلی بروزی نبوت کا حامل لکھتا رہا

(۳) نانوتوی صاحب نے خاتمیت زمانی کو غیر اہل فہم کا خیال ٹھہرایا تو مرزا صاحب نے تصدیق کر دی

(۴) نانوتوی صاحب نے لکھا کہ خاتمیت زمانی کو کمالات نبوت میں کوئی دخل نہیں تو مرزا جی نے تائید کردی

(۵) نانوتوی صاحب نے کہا کہ زیر بحث آیۃ (وخاتم النبین) میں جدید مدعیان نبوت کے سدباب کا کوئی موقع ومحل نہیں ہے تو مرزا جی نے پھڑک کر کہا چشم ماروشن دل ماشاد

(۶) نانوتوی صاحب نے خدا اور رسول کی بتائی خاتمیت زمانی کو ٹھکرا کر خاتمیت مرتبی تراشی تو مرزا صاحب نے اسے بسروچشم کہہ کر قبول کیا

(۷) نانوتوی صاحب نے جس طرح مصرعہ کہا کہ حضور کے بعد ہزاروں نبی آسکتے ہیں تو مرزا صاحب

بقیہ اگلے صفحے پر

چناچہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی نانوتوی صاحب کی طرح حضور کو سید الکل اور افضل الانبیاء ماننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے آپ کو ظلی اور عکسی نبی ظاہر کرتا ہے آگے چل کر ہم اس کی بعض عبارات پیش کریں گے پچھلے نبی ہونے کی صریح تکذیب کی ہے حالانکہ حضور کا خاتم النبین بمعنی آخر الانبیاء ہونا وہ ضروری دینی عقیدہ ہے جسکا انکار صریح کفر ہے کمار اور خود اپنی ذاتی رائے سے ختم نبوت کے ایسے معنی گھڑے ہیں جن سے قیامت تک ہزاروں لاکھوں جدید نبیوں کے لیے بروزی عرضی ظلی عکسی کی اختراعی اصطلاح کی آڑ میں نبوت کا دروازہ کھول دیا

اس موقع پر یہ ضروری بات بھی مجھے عرض کرنی ہے کہ نانوتوی صاحب نے خاتم النبین کی جو من گھڑت تفسیر بلکہ تحریف کی ہے اور تفسیر بالرائے ہے اور خود نانوتوی کو بھی تسلیم ہے کہ اس سے پہلے کسی نے یہ معنی بیان نہیں کیے وہ خود لکھتے ہیں یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانیئے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئیگی یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات فقط ازراہ بے ادبی نہیں مانا کرتے ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا

---

نے پیوند لگا دیا کہ میں بھی ان آنے والوں میں سے ایک ہوں

(۸) نانوتوی صاحب نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بعد انبیاء کا آنا تجویز کیا تو مرزا جی نے ان کی تجویز کو عملی جامہ پہنا دیا

(۹) نانوتوی صاحب نے لکھا کہ حضور کے زمانہ میں کوئی نبی ہو یا بالفرض بعد زمانہ نبوی تجویز کیا جائے تو اس سے خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا مرزا صاحب پکارے کہ جب بعد زمانہ نبوی اور نبی آنے سے خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا تو لیجیئے ہم خود ہی آگئے

(۱۰) نانوتوی صاحب نے بتایا کہ خاتمیت کا مطلب بتانے میں بڑوں سے غلطی ہو گئی اسی لیے خاتمیت زمانی کی رٹ لگاتے رہے دراصل انہوں نے بے التفاتی برتی اصل مفہوم تک ان کا (خدا اور رسول تک کا)

ذہن نہیں پہنچ سکا اور میرے جیسے کودک نادان نے غور و فکر کرکے اصلی مفہوم بتایا اور ٹھکانے کی بات کہی ہے (یعنی خاتمیت زمانی) تو مرزا صاحب مارے خوشی کے اچھل کر بولے آپ کا فرمان ہمارا دین وایمان ہو گیا (اختر شاہجہان پوری)

ہے المریقیں علی نفسہ اپنایہ و تیرہ نہیں نقصان شان اور چیز ہے اور خطاو نسیان اور چیز اگر بوجہ کم اتفاقی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا توان کی شان میں کیا فرق آگیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہدی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا

گاہ باشد کہ کودک ناداں    از غلط برہدف زند تیرے

(تحذیر الناس ص ۲۶)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نانوتوی کو یہ تسلیم ہے کہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی عالم کسی مفسر کسی متکلم کسی محدث کسی امام کسی تابعی کسی صحابی نے حتیٰ کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتہ خاتم النبین کے وہ معنی ہرگز ہرگز نہیں بتائے جو بقولہ کودک نادان نانوتوی صاحب نے گھڑے پہلوں نے غلطی کی وہ بھول گئے مگر اس خطاو نسیان سے ان کی شان میں کوئی کمی نہیں آئی اور میرا مرتبہ کچھ بڑھ نہیں گیا کم اتفاقی کی وجہ سے بڑوں (آئمہ دین تابعین صحابہ کرام بلکہ حضور علیہ السلام)

کافہم اس مضمون تک نہیں پہنچا نانوتوی صاحب نے خود یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ تفسیر بالرائے کرنیوالا کافر ہے چنانچہ لکھا ہے اب یہ گذارش ہے کہ ہر چند آیت اللہ الذی خلق سبع السموٰت کی یہ تفسیر (کہ ہر زمین میں ایک خاتم النبین ہے) کسی اور نے نہ لکھی ہو پر جیسے مفسریں متاخریں نے مفسریں متقدم کا خلاف کیا ہے میں نے بھی ایک نئی بات کہدی تو کیا ہوا معنی مطابق آیت اگر اس احتمال پر منطبق نہ ہوں تو البتہ گنجائش تکفیر ہے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ موافق حدیث من فسر القران برایہ فقد کفر

ترجمہ:- جو شخص قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کرے پس تحقیق وہ کافر ہو گیا

(تحذیر الناس ص ۳۶)

پھر آگے لکھا ہے جب کوئی دلیل ہے نہ قرینہ تو پھر ترجیح احد الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہے اور اس کو تفسیر بالرائے اعنی تفسیر بالھوی اور تفسیر من

عند نفسہ کہہ سکتے ہیں (تحذیر الناس ص ۳۷) اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ بغیر دلیل (کتاب و سنت اور لغت عرب) اور بغیر کسی قرینہ (سابقہ یا لاحقہ) متفاہم لغت عرب اور محاورات عرب اور عرف قرآن مجید کے خلاف محض عرف فلسفہ و منطق کی بنا پر اپنی ذاتی رائے سے بیان کیا جائے وہ محض عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہے نیز یہ امر بھی نانوتوی صاحب کی عبارت سے واضح ہوا کہ تفسیر بالرائے تفسیر بالہویٰ اور تفسیر من عند نفسہ ایک ہی چیز ہے اب دیوبندیوں کے مشہور علامہ انور شاہ کشمیری کی سنیئے اور جناب نانوتوی صاحب کے متعلق خود ہی فیصلہ کیجئے کہ وہ کیا ہیں؟

## نانوتوی انور شاہ کشمیری کی زد میں

وارادہ ما بالذات و ما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و حوار عرب و نہ نظم قرآن ہیچ گونہ ایما و دلالت بر ان پس اضافہ استفادہ نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اتباع ہوئی (رسالہ خاتم النبیین ص ۳۸) یعنی بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ (جیسا نانوتوی صاحب نے بیان کیا ہے عبارت پہلے گذر چکی ہے) عرف فلسفہ ہے عرف قرآن مجید اور محاورہ عرب نہیں ہے اور نظم قرآن کو اس معنی کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے اور نہ نظم قرآن اس پر دلالت کرتی ہے پس اضافہ واستفادہ نبوت محض اتباع ہوئی کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے استفادہ[1] نبوت کا قول بھی نانوتوی صاحب کا بیان کردہ معنی ہے

---

۱۔ ترجمان وہابیت مولوی منظور سنبھلی لکھتا ہے تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء کی نبوت سے مستفاد ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے (فیصلہ کن مناظرہ ص ۴۵) اب دیوبندی ہی بتائیں کہ بقول مولوی انور شاہ کشمیری استفادہ نبوت کا قول اتباع ہوئی ہوا یا نہیں؟ اور بقول نانوتوی تفسیر بالرائے اور تفسیر بالھوی ایک ہی چیز ہے یا نہیں؟ پس نتیجہ ظاہر ہے کہ نانوتوی کی تفسیر خاتم النبیین محض اتباع ھوئی ہے تفسیر بالرائے ہے اور تفسیر بالرائے خود نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی کفر ہے علامہ انور شاہ نے اگرچہ صراحتہ نانوتوی صاحب کا نام نہیں لیا مگر خاتم النبیین اور عقیدۃ الاسلام کی ان عبارتوں سے صریح طور پر تحذیر الناس کی عبارات کفریہ کارد کیا ہے کما لا یخفی علی العارف الفطن

عبارات بلفظہ پہلے منقول ہو چکی ہے اضافہ استفادہ نبوت اتباع ہوی ہے اور اتباع ہوی تفسیر بالرائے ہے اور تفسیر بالرائے کرنے والا کافر ہے چونکہ یہ سب مقدمات نانوتوی اور انور شاہ دیوبندی کے مسلمہ ہیں اس لیے نتیجہ قطعی ہے اور لیجئے یہی انور شاہ کشمیری اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں واما الختم بمعنی انتہاء مابالعرض الی مابالذات فلا یجوز ان یکون ظہر ھذہ الایۃ لان ھذا المعنی لا یحرفہ الا اھل المعقول والفلسفۃ والتنزیل نازل علی متفاھم لغت العرب لا علی لذھنیات المخرجتہ (عقیدۃ الاسلام ص ۲۵۶)

یعنی نبوت کی یہ تقسیم کہ حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں اور باقی انبیاء بالعرض حضور کی نبوت اصلی ہے اور باقی انبیاء کی عکسی اور ظلی یہ خالص مرزائی نظریہ کی تائید ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے واسطے سے تمام نعمتوں اور کمالات کے ملنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ جس کو حضور علیہ السلام سے کوئی کمال ملا ہو اس کو معاذ اللہ نبی نہیں کہا جاتا ہے قادیانیوں اور ان کے ہمنواؤں کا یہ استدلال سراسر باطل ہے کہ جو شخص فنافی الرسول ہو اور حضور کی کمال اطاعت واتباع سے اسکو یہ مقام حاصل ہو اس کو نبی (۱) کہہ سکتے ہیں

---

مرزائی حضرات اور ان کے ہمنواؤں کے اس کلیہ کی رو سے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نہ صرف نبی بلکہ خدا ماننا ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ ان حضرات سے بڑھ کر فنافی الرسول اور فنافی اللہ

کون ہے ؟ نیز ان بزرگوں کے کمالات عالیہ میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں اس کے باوجود وہ حضرات قدسی صفات بھی نبی نہ ہوئے تو اور کوئی کس کھیت کی مولی ہے ؟

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں

یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی ولکن لا نبی بعدی

اے علی تیری میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون کو موسی علیہ السلام کیساتھ تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائیگا۔

جب حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ جیسا کامل الولایت شخص حضور علیہ السلام کے بعد نبی نہیں ہو سکتا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جسے ملہم کامل الذی وافق رایئہ بالوحی والکتاب کو فرمادیا گیا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی بنایا جاتا تو عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی ہوتا۔

اور اس سے حضور کی ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آتا کیونکہ تمام کمالات کا اصل حضور ہی ہیں اور فنافی الرسول کے کمالات ظلی اور عکسی طور پر ہیں اگر اس استدلال کی رو سے فنافی الرسول کو نبی اور رسول کہہ سکتے ہیں تو کیا جس شخص کو فنافی اللہ کا مقام حاصل ہوا سے اللہ کہا جائیگا (العیاذ باللہ تعالے)

## مولوی حسین احمد صاحب اور عبارات تحذیر الناس

مشہور کانگرسی مولوی منفی عن المدینہ یعنی صدر دیوبند مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس والی عبارات کے متعلق اپنے مشہور گالی نامہ الشہاب الثاقب کے نو صفحات تو سیاہ کیے ہیں جس میں ادھر نانوتوی کی دل کھول کر تعریف کا خطبہ دیا اور ادھر امام اہلسنت اعلحضرت قدس سرہ کو خوب گالیاں بھی دیں پھر تحذیر الناس کے مختلف اوراق سے کچھ عبارات بھی پیش کر دیں اور اپنی فرضی علمیت و قابلیت کی ڈینگیں بھی ماریں لیکن اعلیٰ حضرت نے جن عبارات تحذیر الناس پر مواخذہ فرمایا اور علمائے عرب و عجم نے جن پر حکم کفر لگایا تھا نہ تو ان عبارات کو ان نو صفحات میں نقل کیا نہ ان کی ایسی توضیح کی جس سے وہ کفری معنی سے بچ جائیں نہ ان کی ایسی تاویلات پیش کیں جن سے ان کا مفہوم تعلیمات اسلامیہ کے موافق ہو جاتا جب مصنف شہاب ثاقب کو نانوتوی صاحب کی حمایت ہی مقصود تھی تو چاہیئے تھا کہ تحذیر الناس کی اصل عبارات متنازع فیہا کو بلفظہ نقل کرتے اور ان سے کفری الزام کو اٹھاتے اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں ان عبارات کا صحیح اور بے غبار ہونا ثابت کرتے اور اپنے مخالفین کو بھی نانوتوی صاحب حجتہ اللہ علی العلمین اور مرکز دائرہ التحقیق والتدقیق وغیرہ ہونا باور کراتے مگر ادھر تو مصنف میں یہ دلیری اور جرات نہیں تھی اور ادھر ان عبارات تحذیر الناس میں ایسی گنجائش اور صلاحیت ہی نہیں کہ ان کی کوئی صحیح تاویل ہو سکے اس

لیے صدر دیوبند نے یہی مصلحت سمجھی کہ عبارات کو نقل ہی نہ کیا جائے ہاں عوام کو قابو میں رکھنے کے لیے نو صفحے محض سخن پروری اور لغویات سے بھر دیئے گویا اپنے اس عمل سے اعتراف کرلیا کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مواخذات لاجواب ہیں کاش دیوبندی فرقہ کا یہ مایہ ناز سپوت تحذیر الناس کی ہر سہ کفری عبارات کو بلفظہ نقل کرتا تو ہر شخص اس کا نقل کردہ عبارات کو اعلیٰ حضرت کی نقل کردہ عبارات سے ملا کر تصحیح نقل کرنا مطابقت دیکھتا پھر خود فیصلہ کرلیتا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ان عبارات کو بعینہ وبلفظہ بالکل مطابق اصل اور موافق نقل شہاب ثاقب نقل فرمایا ہے یا نہیں؟ پھر قارئین پر مصنف شہاب ثاقب کا اس کو صریح کذب وافترا کہنے کی حقیقت واضح ہو جاتی اس صورت میں وہ ایک بھی نازیبا کلمہ اعلحضرت کی شان کے خلاف نہیں لکھ سکتے تھے اور یوں منہ بھر بھر کر گالیاں نہیں دے سکتے تھے ممکن ہے کہ مصنف نے تحذیر الناس کی کفریہ عبارات کو اس لیے شہاب ثاقب میں نقل نہ کیا ہو کہ اگر ان عبارات کو بلفظہ نقل کردیا اور وہ عبارات اردو زبان میں ہیں اور تحذیر الناس اردو خوانوں کے لیے ہی لکھی گئی ہے

لہذا ہر اردو جاننے والا جب ان عبارات کو دیکھے گا تو ان کے معنی کفری پر مطلع ہو جائیگا اور اعلحضرت کے فتوی تکفیر کی تصدیق کے لیے اس کا ایمان اس کو مجبور کریگا اور نانوتوی صاحب کا کفر آشکارا ہو جائیگا ہم اس مقالہ میں ہر سہ کفری عبارات نانوتوی صاحب کو بلفظہ نقل کرکے ان کی توضیح کردی ہے اور ثابت کردیا ہے کہ اعلحضرت کا فتوی بالکل برحق ہے اور حسین احمد صاحب اور دیگر علمائے دیوبند کا یہ کہنا کہ عبارات میں قطع وبرید کرکے یا سیاق وسباق کو حذف کرکے اعلحضرت نے کفر ثابت کیا ہے سراسر افترا و بہتان ہے مصنف الشہاب الثاقب مولوی حسین احمد صاحب جو اعلحضرت کو مفتری اور کذاب کہنے والے کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کرکے کہتے ہیں حضرت

مولانا صاف طور سے تحریر فرمارہے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونیکا منکر ہو اور یہ کہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہیں بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکتا ہے تو وہ کافر ہے (شہاب ثاقب ص ۸۹)

اقول کیا ٹانڈوی صاحب کا یہ صریح کذب اور جیتا جاگتا جھوٹ نہیں کہ مذکورہ بالا تحذیر الناس کی عبارت ہے مصنف شہاب ثاقب تو مر کر مٹی میں مل گئے ان کا کوئی پیرو بتائے کہ فلاں صفحہ پر یہ عبارت بلفظہ تحذیر الناس میں موجود ہے اور اگر اس سے ہم قطع نظر بھی کرلیں اور یہ تسلیم بھی کرلیں کہ یہ عبارت تحذیر الناس میں بلفظہ تو نہیں معنا موجود ہے تو بھی یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں اور اس میں خود اپنے اوپر کفر کا فتوی دے کر اپنی ہر سہ کفری عبارات ص ۳، ص ۱۴ اور ص ۲۸ کو کفریہ قرار دے دیا۔
دیوبندی حضرات بتائیں کہ کسی کافر کا محض اقرار کفر اس کو مسلمان ثابت کرسکتا ہے؟
اگر اس عبارت کو نانوتوی صاحب کی عبارت تسلیم کرلیا جائے تو اسمیں بقول حسین احمد صاحب نانوتوی صاحب نے خاتم النبین بمعنی آخر النمبین کا انکار کرنے اور آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانے کے بعد ماننے اور آپ کے بعد اور کوئی نبی کے آسکنے کو کفر قرار دیا اور خود تحذیر الناس کے ص ۳ پر خاتم النبیین جو آخر النبین کے معنی میں لینے کو خیال عوام قرار دیکر انکار کیا اور اسی طرح آپ کے زمانہ کو انبیاء کے زمانے کے بعد ماننے کو خیال عوام ٹھہرا کر اس کا انکار کیا۔ اور اس طرح ص ۱۴، ص ۲۸ کی عبارتوں میں آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکنے کی تصریح کرکے خود اپنے اوپر کفر کا حکم دیا تو یہ عبارت اپنے ہی کافر ہونیکی اقبالی ڈگری ہوئی لہذا مصنف شہاب ثاقب نے اس عبارت کو پیش کرکے بیچارے نانوتوی صاحب کی حمایت نہیں کی بلکہ اسکے کفر کو مزید مستحکم کردیا ہے

گویا (مصرعہ)

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو؟

اگر کوئی کافرو مرتد اپنے کفریات سے توبہ نہ کرے بلکہ عوام کو دھوکا دینے کے لیے یہ بھی کہتا رہے کہ میں ان کفریات کو کفر سمجھتا ہوں تو کیا اس سے اس کا بری ہونا ثابت ہو جاتا ہے اگر نانوتوی صاحب اور اس کے مؤیدین فی الواقع حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو آخر الانبیاء تسلیم کرتے ہیں تو انہیں تحذیر الناس کی ص ۳، ص ۱۴، ص ۲۸ کی عبارات کفریہ سے کھلے طور پر توبہ کرنی چاہیئے تھی اس کے برعکس ان صریح کفریات کو تو ایمان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اپنا دینی بھرم رکھنے کی غرض سے لوگوں کے سامنے یہ کہتے ہیں کہ ہم حضور کو آخری نبی مانتے ہیں اور منکر کو کافر جانتے ہیں جیسے کوئی بت پرست شب و روز بت پرستی میں گرفتار رہے اور یہ اعلان بھی کرتا رہے کہ میں بت پرستی کو کفر سمجھتا ہوں مجھ پر خواہ مخواہ بت پرستی کی تہمت لگائی جاتی ہے۔

## تحذیر الناس اور دیوبندی مناظر مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی

مولوی محمد منظور احمد صاحب سنبھلی فیصلہ کن مناظرہ میں لکھتے ہیں کہ اس فتوی کے غلط اور محض تلبیس و فریب ہونے کے چند وجوہ ہیں

پہلی وجہ:- مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس جگہ تحذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں نہایت افسوسناک تحریف سے کام لیا ہے جس کے بعد کسی طرح اس کو تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جا سکتا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت تحذیر الناس کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں سے جوڑ کر بنائی گئی خانصاحب موصوف نے فقروں کی ترتیب بھی بدل دی ہے اس طرح کہ پہلے ص ۱۴ کا فقرہ لکھا ہے اس کے بعد ص ۲۸ کا پھر ص ۳ کا خانصاحب کے اس ترتیب بدل دینے کا یہ اثر ہوا کہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں کو اگر علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکار ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا لیکن یہاں انہوں نے جس طرح تحذیر الناس کی عبارت نقل کی ہے اس

سے صاف ختم نبوت کا انکار مفہوم ہوتا ہے

جواب :- دیوبندی مناظر کا اعلحضرت کی طرف تلبیس و فریب کی نسبت کرنا اپنے کفریات پر پردہ ڈالنے کے لیئے ہے اعلحضرت نے تینوں عبارتیں بلفظہ نقل کی ہیں کسی عبارت میں اپنی طرف سے ایک لفظ کی بھی کمی بیشی نہیں کی اور ان عبارات پر جو حکم کفر لگایا ہے وہ بھی بالکل درست ہے جس کا اعتراف مذکورہ بالا عبارات میں خود مولوی منظور صاحب کو بھی کرنا پڑا ہے رہا وکیل دیوبند کا کہنا کہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں کو علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکار ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا یہ دعوی سراسر باطل ہے پہلے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ تحذیر الناس کی یہ تینوں عبارتیں اپنی اپنی جگہ مستقل کفر ہیں ان کی تقدیم و تاخیر سے نانوتوی صاحب کے کفر میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور عبارت منقولہ جن کو مولوی منظور صاحب نا مکمل فقرے کہہ کر مغالطہ دینا چاہتے ہیں ان میں سے ہر ایک عبارت کلام تام ہے

دوسری وجہ :- اور دوسری دلیل سنبھلی صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ خانصاحب نے عبارت تحذیر الناس کے عربی ترجمہ میں ایک افسوسناک خیانت یہ کی ہے تحذیر ص ۳ کی عبارت اسطرح تھی

"مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

ظاہر یہ کہ اس میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے جو بطور مفہوم مخالف فضیلت بالعرض کے ثبوت کو مستلزم ہے خانصاحب نے اس طرح کر دیا مع انہ لا فضل فیہ اصلا عند اھل الفھم جس کا یہ مطلب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں اور اسمیں ہر قسم کی فضیلت کی نفی ہو گئی اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے (کما لا یخفی)

جواب:- اس دیوبندی وکیل نے اعلحضرت پر تو یہ الزام لگایا کہ انہوں نے عبارات میں قطع و برید کی ہے اور سیاق و سباق نقل نہیں کیا ہے مگر اس دوسری وجہ میں خود سنبھلی صاحب نے بدترین خیانت کا مظاہرہ کیا ہے اور تحذیر الناس کی صرف ایک سطر نقل کر کے بالذات کی آڑ میں یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ بطور مفہوم مخالف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب فضلیت بالعرض کے قائل ہیں جناب سنبھلی صاحب نانوتوی صاحب کے نزدیک خاتم بمعنی آخری نبی ماننا جاہلوں کا خیال ہے اس سے خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہوتا ہے اس وصف کو فضائل میں کچھ دخل نہیں چنانچہ نانوتوی کی اصل عبارت ص ۳ ہم ناظرین با انصاف کی خدمت میں بلفظہ نقل کرتے ہیں بعد حمد و صلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (۱) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبین فرمانا اس صورت میں کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ حسب و نسبت و سکونت وغیرہ اور اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل

---

۱۔ صلعم وغیرہ لکھنا شرعاً ناجائز ہے انبیائے کرام کی شان میں تنقیص اور سخت محرومی ہے

کمال کے کمالات کا ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں

(تحذیر الناس مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند۔ یوپی ص ۳)

عبارت مذکورہ تحذیر الناس کو ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں مندرجہ ذیل کفریات ہیں (۱) خاتم النبین کا جو معنی تفاسیر۔ احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں اسے عوام جاہلوں کا خیال بتانا (۲) خاتم النبیین بمعنی آخری نبی بتانے والوں کو نافہم ٹھہرانا (۳) تمام امت بلکہ معاذ اللہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عوام اور نافہم کہنا نیز مخالفین معنی تفسیر وحدیث واجماع کو اہل فہم بتانا (۴) خاتم بمعنی آخر کو اوصاف مدح سے نہ ماننا (۵) تاخر زمانی کو ان اوصاف میں داخل کرنا جن کو بزعم (نانوتوی صاحب) نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کاش سنبھلی صاحب تحذیر الناس کے ص ۳ کی اس عبارت کو پیش نظر رکھتے آخر اس وصف میں (یعنی تاخر زمانی) اور قدو قامت وشکل ورنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے ؟ تو ان کو یہ بات ماننی پڑی کہ نانوتوی کے نزدیک تاخر زمانی (بالذات یا بالعرض) کو فضائل میں کچھ دخل نہیں جسکا صاف مطلب وہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں فضائل میں کچھ دخل نہیں اور بالکل فضیلت نہیں میں کیا فرق ہے ؟ پس سنبھلی صاحب کا نانوتوی صاحب کی عبارت سے وہ فرضی مفہوم اصل عبارت کے خلاف تراشنا کہاں کی دیانت داری ہے ؟ عبارت تحزیر الناس پر باقی مواخذات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ولا نعیدھا

تیسری وجہ :- مولوی منظور سنبھلی نے اعلحضرت کے فتویٰ کے خلاف یہ لکھی ہے

تیسری وجہ اور تیسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ تحذیر الناس کے جو فقرے

خانصاحب نے اس موقع پر نقل کیے ہیں ان کا ماسبق اور مالحق حذف کر دیا ہے۔

**جواب:**۔ سنبھلی صاحب کا یہ خیال خام ہے ہم اس سے پہلے نانوتوی کی ان ہر سہ عبارات کا ماسبق اور مالحق بلفظہ نقل کر کے ثابت کر چکے ہیں کہ ان عبارات کا سیاق و سباق اعلحضرت کے فتویٰ کی تائید کرتا ہے۔ سابق اور لاحق کا بیان نانوتوی کو کفر سے نہیں بچاتا جیسا کہ تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے۔

چوتھی وجہ میں سنبھلی صاحب نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نانوتوی ختم زمانی کا قائل ہے اور تصانیف نانوتوی صاحب کی دس عبارتیں نہیں پیش کی ہیں جن سے اپنے دعویٰ کی تائید کی ہے سنبھلی اور اس کے ہم مشرب دیوبندیوں سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر کوئی ختم نبوت کا صراحتہ انکار کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ تابعین اور تیرہ سو سال کے اجماعی معنی کو عوام اور نافہموں کا خیاں بتائے اور یہ کہے کہ تاخر زمانی کو فضیلت نبی میں کوئی دخل نہیں اور اگر خاتم الانبیاء کا معنی آخر الانبیاء زمانے کے اعتبار سے لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا کلام بے ربط ہو جاتا ہے خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہوتا ہے کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں

اگر بقول سنبھلی صاحب پیش کردہ عبارات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب ختم زمانی کو مانتے ہیں تو نانوتوی صاحب ص ۳ کی عبارت میں تصریح کر چکے ہیں کہ اگر خاتم کو آخر کے معنی میں لیا جائے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا شمار ایسے ویسے لوگوں میں ہوتا ہے (یہ ایسے ویسے کا لفظ اہل فہم کے مقابلے میں استعمال کیا ہے) اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے (ص ۱۴) بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی

میں کچھ فرق نہ آئیگا (ص ۲۸) اگر ان صریح کفریات کا قائل اپنے کفر سے توبہ نہ کرے اور ہزار بار یہ اعلان بھی کرتا رہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور آخر الانبیاء نہ مانے وہ کافر ہے ملحد ہے بے دین ہے تو کیا اس سخن سازی سے اس کا وہ کفر مٹ جائیگا؟ اس صورت میں تو آپ کسی قادیانی کو بھی کافر نہیں کہہ سکیں گے۔ لیجئے میں آپ کے سامنے قادیانیوں کی عبارات پیش کرتا ہوں

۱ :- امکان نبوت بعد از خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کرتے ہوئے قادیانی صاحب لکھتے ہیں مولوی قاسم صاحب تحذیر الناس ص ۲۱ پر فرماتے ہیں بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی (مذکورہ بالا عبارت) پھر نتیجہ نکالتے ہیں پس آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا اور آپ کی شریعت کا کامل ہونا کسی طرح سے بھی ظلی نبوت کے دروازوں کو بند نہیں کرتا بلکہ اسکے برعکس پورے طور پر کھول دیتا ہے (تبلیغی ٹریکٹ ختم نبوت مطبوعہ قادیاں ص ۱۵)

۲ :- اگر یہی معنی جو ہم نے بیان کیے ہیں نہیں ہیں اور خاتم النبیین کا معنی نبیوں کے ختم کرنے والا ہے تو یہ نہ کوئی فضیلت کی بات ہے اور نہ کوئی کسی قسم کی خصوصیت حضرت سرور کائنات کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ آخری نبی ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں برخلاف اس کے جو معنی ہم نے پیش کیے ان سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضلیت تمام نبیوں پر ثابت ہے (بحث خاتم النبین ص ۹)

نوٹ :- خدارا ضد اور تعصب کو چھوڑ کر دیانت اور انصاف سے غور فرمایا جائے کہ قادیانی صاحب کی ان عبارات اور نانوتوی صاحب کی عبارتوں میں کیا فرق ہے؟

۳ :- اسی خاتم النبیین کی بحث میں پھر ص ۱۶ پر قادیانی نے اپنی تائید میں لکھا ہے آٹھویں شہادت اس زمانہ کے مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی محدث اعلیٰ مدرسہ دیوبند ضلع سہارنپور اپنی کتاب تحذیر الناس کے متعدد مقامات پر مثلاً ص ۲۸ پر فرماتے

ہیں بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی (اجرائے نبوت از ملک عبد الرحمن بی۔ بے خادم گجرات مطبوعہ احمدیہ کتبخانہ)

۴:- خاتم لفتح تا۔ کے معنی ختم کرنے والا کرنا عربی زبان سے سخت جہالت کا ثبوت ہے پھر خاتم الشعراء کی مثال دیکر آخر میں لکھا پس اس کے معنی بھی افضل الانبیاء کے ہوئے سنبھلی اور اس کے ہمنوا غور کریں کہ ان کے نانوتوی صاحبؒ کہتے ہیں کہ خاتم بمعنی آخر ماننا جاہلوں کا خیال ہے اور خاتم کا معنی ختم ذاتی ہے یعنی آپ سب سے افضل ہیں کیونکہ بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے **فما الفرق بین الدیوبندیہ والقادیانیہ فی ہذا التحریف القرآنی**

۵:- جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ کہ حضرت سرور کائنات فخر دو عالم احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن مجید آخری اور کامل شریعت ہے اور اب کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت کی نبوت کا تابع نہ ہو (نبوت کی حقیقت احمدیہ کتبخانہ قادیان ص ۳)

۶:- آنجناب سرور کائنات کی ذات کے لیے خاتم النبیین کے یہی معنی و مفہوم شایاں ہیں (نبیوں کی مہر۔ افضل الانبیاء) اور جو معنی و مفہوم ہمارے مخالف مولوی صاحبان پیش کرتے ہیں وہ آنجناب کے شایان شان نہیں۔

(خاتم النبیین علمائے بمبئی کے بالقابل حکیم خلیل احمد احمدی کی تقریر احمدیہ کتبخانہ قادیان ص ۴)

اب ذرا نانوتوی صاحب کی تحذیر الناس کی طرف بھی رجوع فرمائیں لکھتے ہیں شایان شان محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی اب ناظرین با تمکین سے گذارش ہے کہ دیوبندی تو ضد و عناد کی وجہ سے نانوتوی صاحب کی عبارات کفریہ صریح غلط تعبیریں کر رہے ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ قادیانی اور دیوبندی تحریریں میں کوئی فرق

نہیں قادیانی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے مخالف مولوی جو معنی خاتم النبین یعنی آخری نبی زمانًا کرتے ہیں وہ آنجناب کے شایاں شان نہیں اور یہی بانی دیوبند نے کہا ہے کہ خاتمیت زمانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں

۷:- خاتم النبین کے معنی ختم کمالات۔ ہاں اگر ختم کمالات لیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ اکمل اور اتم طور پر نبوت کی انتہائی نعمت آپ پر ختم ہے تو ہم کہیں گے کہ بیشک اس معنی سے نبوت آپ پر ختم ہے (خاتم النبین کتبخانہ احمدیہ قادیاں ص ۲،۷)

۸:- خاتم النبین اور آخر الانبیاء کے معانی اگر اس آخری کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بعد کوئی نہیں تو صرف تاخر زمانی میں کوئی خوبی نہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شایان شان ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی اس معنی سے ہیں کہ اب تمام انعامات جس میں نبوت بھی داخل ہے حاصل کرنے کا آخری ذریعہ آنجناب کی ذات بابرکات ہے ملخصا

(خاتم النبین ص ۸ احمدیہ کتبخانہ قادیان)

قادیانی کی یہ تقریر بالکل تحذیر الناس کی ص ۳ کی عبارت کا پرچہ ہے

۹:- میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا وسیلہ ہے اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کے فرزندوں کے سردار اور رسولوں کے سردار ہیں اور اللہ تعالےٰ نے آپکے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا ترجمہ (آئینہ کمالات اسلام مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

۱۰:- میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب کو مانتا ہوں جو قرآن وحدیث کی رو سے مسلمہ الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور

رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی

(مرزا غلام احمد قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۲)

۱:۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسکو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں

(مرزا غلام احمد کا تحریری بیان جو بتاریخ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ جامع مسجد دہلی کے جلسے میں دیا گیا۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۴۴)

یہ تینوں عبارات قادیانی مذہب سے منقول ہیں قادیانی مرزا اور اس کے اذناب کی اس قسم کی عبارات بیسیوں پیش کی جاسکتی ہیں جس میں وہ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے ختم نبوت کے منکر کو کافر بے دین ملحد اور خارج از اسلام ہونا قرار دیتے ہیں مگر اس کے باوجود خاتم النبین کے معنی میں تحریف کرتے ہیں اور محمد قاسم صاحب نانوتوی کی طرح ختم ذاتی ختم مراتب اور افضل الانبیاء وغیرہ اس قسم کے خود ساختہ معنی بیان کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا سواد اعظم جو خاتم کا معنی تاخر زمانی بتاتا ہے اس میں کوئی فضیلت نہیں کوئی کمال نہیں بلکہ یہ معنی شایان شان محمدی نہیں ہیں

مسلمانو حقیقت یہ ہے کہ ان دیوبندیوں ہی نے مرزا قادیانی کے لیے میدان صاف کیا تھا انہوں نے اپنی تمام تر قوت نانوتوی صاحب میں صرف کردی ہے اور صریح الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ اگر بالفرض حضور علیہ السلام کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا اس لیے کہ خاتمیت کا مفہوم ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی اور

ختم رتبی ہے اور اس من گھڑت معنی کے متعلق توضیح البیان اصحاب المدرار اور شہاب ثاقب اور فیصلہ کن مناظرہ کے دیوبندی مصنفین نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ نانوتوی نے یہ معنی کر کے حضور علیہ السلام کی شان کو دوبالا کر دیا ہے یہی کچھ مرزا اور اس کے متبعین کہہ رہے ہیں کہ مرزائیوں کی عبارات مذکورہ سے خوب ظاہر ہوگیا ہے (دیوبندی مرزائیوں کے کیوں مخالف ہیں؟) اب دیوبندی مرزائیوں کے اس لیے مخالف ہیں کہ اجرائے نبوت کے لیے میدان تو انہوں نے صاف کر دیا تھا اور دعویٰ قادیانی نے کرلیا چنانچہ قادیانی بھی اپنے کتب ورسائل میں دیوبندیوں کو نانوتوی صاحب کی ان عبارات سے خاموش کر دیتے ہیں کہ جب نانوتوی صاحب کے نزدیک جس کو تم پیش خویش بہت کچھ مانتے ہو اس کے نزدیک حضور علیہ السلام کے بعد نبی پیدا ہو جاتے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آتا تو آخر مرزا صاحب نے کیا قصور کیا ہے؟ ہاں تم نے حضور کے بعد نبی کا پیدا ہونا ممکن کہا اور مرزا صاحب نے بالفعل نبوت کا دعویٰ کر دیا مگر مرزا صاحب بھی اپنے آپکو مستقل بالذات اور حقیقی نبی نہیں مانتے بلکہ مجازی۔ عرضی۔ بروزی ظلی نبی ہونے کے دعویدار ہیں اور مرزا صاحب کے ان دعاوی کی بنیاد زیادہ تر تحذیر الناس (۱) ہی پر ہے تحذیر الناس کی عبارتوں کا جواب مولوی محمد منظور

---

(۱) جب دیوبندی حضرات مرزاجی کی عقیدہ ختم نبوت پر تکفیر کرتے ہیں تو نانوتوی صاحب کی بھی تکفیر کیوں نہیں کرتے۔جبکہ عقیدہ مشترک ہے (۲) اگر نانوتوی صاحب نے کفر نہیں کیا تو مرزا صاحب کو دیوبندی حضرات کافر کیوں کہتے ہیں؟ (۳) چونکہ ختم نبوت کے نانوتوی صاحب اور مرزا صاحب ایک جیسے مخالف ہیں اس لیے علمائے اہلسنت دونوں کی تکفیر کرتے ہیں لیکن دیوبندی حضرات مرزا صاحب کی تکفیر کے بارے میں اتفاق کرتے اور نانوتوی صاحب کی تکفیر پر لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں یہ عجیب معاملہ ہے کہ ایک قادیان کا رہنے والا ختم نبوت کا انکار کرے تو دیوبند حضرات بھی اسکی تکفیر پر متفق لیکن ختم نبوت کا باشندہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرے تو دیوبندی حضرات کے نزدیک وہ کافر ہونیکی بجائے حجۃ الاسلام قرار پاتا ہے یہ کیا دھرم ہے؟ (اختر شاہجہان پوری)

صاحب سنبھلی نے جو دیا ہے وہ سراسر تحریف ہے اور تاویل القول بمالا یرضی بہ القائل کا مصداق سنبھلی کی اصلی عبارت مع رد بلیغ ملاحظہ فرمائیں۔

قولہ:- اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کفر کا مضمون بنا لیا ہے ان میں سے پہلا فقرہ ص ۱۴ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی بیان فرما رہے ہیں (ص ۴۷) اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے تو میں عرض کر چکا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے (فیصلہ کن مناظرہ ص ۴۷)

یہ عبارت نقل کرنے کے بعد نانوتوی صاحب کی طرف سے سنبھلی صاحب نے جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق اس کے بعد ص ۲۸ کی عبارت اس طرح نقل کی ہے

ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاءؑ کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی بلکہ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائیگی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم (۱) بھی کوئی نبی پیدا ہو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا اس عبارت کا بھی سنبھلی صاحب

---

۱:- ہم مسلمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں درود شریف کا یوں اختصار نیچریوں کی ایجاد ہے

کے نزدیک یہ جواب ہے کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا ص ۴۹

(دیوبندی گورکھ دھندا)

منظور سنبھلی دیوبندی فرقہ کا مایہ ناز مناظر اور انشاء پرداز ہے (جس نے یہ کتاب ان تمام دیوبندی تصنیفات سے اخذ کر کے آخر میں لکھی ہے جو ان عبارات کفریہ کے جواب میں بزعم خود دیوبندی اکابر نے لکھی تھیں اور اسکا نام معرکتہ القلم اور فیصلہ کن مناظرہ رکھا) ان عبارات نانوتوی صاحب کا جواب دیتے ہوتے ایسا بوکھلا گیا ہے کہ ایک ہی صفحہ ص ۴۷ میں اوپر جو کچھ شدومد سے لکھا نیچے آ کر خود ہی اس پر پانی پھیر دیا لکھتا ہے تحذیر الناس کے ص ۹ پر حضرت مولانا (نانوتوی) ص ۴۶ نے جس (خاتمیت) کو خود مختار بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دونوں نوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں لفظ خاتم النبین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے جسکا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لیے اس لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے اسی صفحہ پر نیچے جا کر ص ۴۷ کی عبارت کے جواب میں لکھتا ہے

تحذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب ان میں پہلا فقرہ ص ۱۴ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں (دروغ گورا حافظہ نباشد) تو مشہور ہی ہے مگر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ دیوبندیوں کے اس ذمہ دار معتبر وکیل نے کیسی دھاندلی کا مظاہرہ کیا ہے کہ ایک صفحہ میں اوپر تو نانوتوی کا مختار و محقق معنی یہ بیان کرتا ہے کہ خاتمیت جنس ہے اور ختم زمانی و ختم ذاتی اس کی دو نوعیں ہیں اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم میں یہ دونوں نوعیں بیک وقت مراد ہیں اور نیچے

ص ۱۴ کی عبارت کی تاویل میں یہ کہتا ہے کہ حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرمارہے ہیں اب دیوبندی ہی اس گورکھ دھندا کو حل کریں کہ مذکورہ بالا تحقیق اور مذکورہ زیریں تحقیق میں کیا جوڑ ہے اگر مذکورہ بالا تحقیق درست ہے تو سنبھلی صاحب نے نیچے غلط لکھا ہے اور اگر نیچے والی تحقیق ٹھیک ہے تو اوپر بالکل خلاف واقعہ بیان دیا ہے کوئی مرد میدان ہے جو اس صریح تضاد بیانی میں تطبیق دے سکے ؟

## دیوبندیو

خدارا کچھ تو انصاف و دیانت سے کام لو ایسی اکابر پرستی تمہیں سیدھی دوزخ میں لے جائے گی قیامت کے روز یہ مولوی جن کی تم ناجائز حمایت اور طرفداری کررہے ہو کسی کام نہیں آئیں گے بروز قیامت سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کام آئیں گے جن کی عظمت واحترام کو تم پس وپشت ڈالکر اپنے گستاخ اور بے ادب ملاؤں کی صریح کفریہ عبارات کو اسلامی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگارہے ہو مگر تمہاری اس بیجا حمایت اور طرفداری نے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا بلکہ ان دوراز کار اور باطل تاویلات نے ان کو مزید کفر کے گڑھے میں دھکیل دیا آج بھی اس ناجائز طرفداری سے باز آجاؤ بصدق دل توبہ کرلو اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پکے محب اور غلام بن جاؤ بفضلہ تعالے ہم نے حق کو بالکل واضح کردیا ہے اب تمہاری مرضی ہے کہ نانوتوی محرف قرآن اور منکر ختم نبوت کا دامن ہاتھ میں رکھو یا خاتم النبیین شفیع المذنبین سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت میں آجاؤ

یہ چند سطور تو پندو نصیحت کے طور استطرادا نوک قلم پر جاری ہوگئی ہیں اب مجھے ناظرین کرام سے عرض یہ کرنا ہے کہ نانوتوی صاحب کی ص ۱۴ اور ص ۲۸ کی عبارات کو تسلیم

کرنے کے بعد نہ تو خاتمیت زمانی باقی رہتی ہے نہ ذاتی سنبھلی اور دوسرے ہمنواؤں کی
یہ توجیہ کہ یہاں پر نانوتوی صاحب نے خاتمیت زمانی نہیں بلکہ خاتمیت ذاتی مراد لی ہے
اگر خاتمیت زمانی مراد ہوتی تو یہ عبارت ضرور کفر ہوتی کیونکہ کوئی ذی ہوش یہ نہیں کہہ
سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں
کوئی فرق نہیں آتا اول جب فرق آتا ہے تو ختم نبوت کا انکار ہوا اور یہ کفر ہے اور
مولوی حسین احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا (نانوتوی) صاف طور پر تحریر فرمار
ہے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا منکر ہو اور
کہے کہ آپ کا زمانہ بس انبیاء کے زمانہ کے بعد نہیں بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکتا
ہے تو وہ کافر ہے۔

## نوٹ

یہ عبارت تحذیر الناس میں ان الفاظ کے ساتھ اول سے آخر تک ہرگز کسی جگہ نہیں ہے
خود اپنی طرف سے مصنف شہاب ثاقب نے گھڑ کر نانوتوی صاحب کی طرف منسوب کر دی
ہے۔ بہر کیف سنبھلی اور ٹانڈوی صاحبان ہر دو کی عبارات سے واضح ہوا کہ خاتمیت زمانی
کا انکار کفر ہے اور نانوتوی کو اس کفر صریح سے بچانے کی صورت یہ بتائی ہے کہ یوں
کہا جائے کہ تحذیر الناس کی ص ۱۴، ص ۲۸ کی عبارتوں میں خاتمیت سے مراد خاتمیت
ذاتی ہے زمانی نہیں کیونکہ مولانا کا معنی مختار اور محقق ذاتی ہی ہے جو وہ پہلے ذکر کر چکے
ہیں

۱۔ ختم زمانی وختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ سے یہ
دونوں نوعیں بیک وقت مراد لی جائیں (فیصلہ کن مناظرہ ص ۷۴)

سنبھلی صاحب نے مذکورہ بالا نسخہ تحذیر الناس ص ۹ کی عبارت سے نکالا ہے نانوتوی صاحب نے لکھا ہے اگر یہاں خاتم مثل رجس جنس عام رکھا جائے تو بدرجہ اولیٰ قابل قبول ہے (۱)

میں کہتا ہوں کہ نانوتوی کے اس قول مختار و محقق کو تسلیم کرنے کے بعد یہ کہنا کہ ص ۱۴، ص ۲۸ میں خاتمیت سے مراد اس نے صرف خاتمیت ذاتی لی ہے سراسر باطل ہے کیونکہ اس قول کا مختار تو بقول تمارے یہ تھا کہ لفظ خاتم سے دونوں نوعیں بیک وقت مراد لی جائیں اور اب تم صرف ایک نوع مراد لے رہے ہو جب نانوتوی ان عبارات میں صرف خاتمیت ذاتی ہی مراد لیتے ہیں تو ص ۴۲ فیصلہ کن مناظرہ کی وہ تینوں صورتیں بھی غلط ہو جاتی ہیں جن میں تم نے یہ دعوی کیا تھا کہ نانوتوی صاحب کو خاتمیت زمانی اور ذاتی دونوں تسلیم ہیں اور اس کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمیت زمانی اور ذاتی کے لیے مشترک معنوی مانا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیۃ کریمہ میں بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنی مراد لیے جائیں جو دونوں قسم کی خاتمیت کو حاوی ہو جائیں۔

اب ان دونوں صورتوں کے ساتھ اپنی اس تاویل فاسد کو ملا لیجئے جو ص ۱۴ اور ص ۲۸ کی عبارتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے تم نے بیان کی ہے کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا (فیصلہ کن مناظرہ ص ۴۹)

---

۱۔ خاتم کو جنس عام ثابت کرنے کے لئے اس رجس نے مثال بھی رجس ہی بیان کی ہے۔ کل اناء مترشح بمافیہ

ایضاً رہی ختم زمانی اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی ذی ہوش کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا (فیصلہ کن مناظرہ ص ۴۹)

بہر تقدیر اس تاویل نے تمہاری وہ دونوں صورتیں باطل کر دیں جن میں تم نے عموم و اطلاق کا قول کیا جب خاتمیت زمانی باقی نہ رہی تو پھر صرف خاتمیت ذاتی پھر جنس عام اور مشترک معنی۔ عموم مجاز کس طرح صادق آئے گا؟

اب رہ گئی تمہاری تیسری صورت جس سے تم نے بزعم خویش یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ختم زمانی ختم ذاتی کو لازم ہے اس لیے جب ذاتی پائی جائے گی تو زمانی بھی ضرور پائی جائیگی۔

نانوتوی صاحب لکھتے ہیں ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے (تحذیر الناس ص ۱۱) سنبھلی صاحب فرماتے ہیں

تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیت ذاتی مراد لی جائے مگر چونکہ اس کے لیے بدلائل عقلیہ ونقلیہ خاتم زمانی لازم ہے لہذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیہ کریمہ کی دلالت بطور التزام ہوگی (فیصلہ کن مناظرہ ص ۴۲)

صدر دیوبندیہ مولوی حسین احمد صاحب یوں رقمطراز ہیں تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فقط ایک ہی معنی خاتم سے مراد ہوں اور وہ خاتمیت مرتبی (ذاتی) ہے اور اس کو خاتمیت زمانی لازم ہے (شہاب ثاقب ص ۸۴) نانوتوی صاحب اور ان کے بہی خواہوں کی ان عبارات مذکورۃ الصدر کا حاصل یہ ہے کہ خاتمیت ذاتی کو خاتمیت زمانی لازم ہے (اقول وبحول اللہ اجول) نانوتوی صاحب کی عبارت ص ۲۸ میں جب یہ تسلیم کرلیا کہ اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا تو یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بعد نبی تجویز کرنے سے خاتمیت محمدی

میں تو ضرور بالضرور فرق آ جاتا ہے کہ اس صورت میں خاتمیت زمانی بالکل ہاتھ سے جاتی رہتی ہے چنانچہ سنبھلی صاحب بھی مانتے ہیں نہ کوئی ذی ہوش کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا جب خاتمیت زمانی اس عبارت نانوتوی سے باطل ہو گئی تو خاتمیت ذاتی جسکو نانوتوی اور اسکے پیرو ملزوم مان رہے ہیں وہ بھی باطل ہو گئی کیونکہ بطلان لازم بطلان ملزوم کی دلیل ہے لمالا یخفی علی من لہ ادنی تعلق بالمعقول لازم کے باطل ہونے سے ملزوم کا باطل ہونا اگرچہ مسلمہ کلیہ ہے تاہم اتمام حجت کے لیے ہم ان حضرات کے معتمد علیہ کی شہادت پیش کرتے ہیں حکیم الامتہ الدیو بندیہ جناب اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب حفظ الایمان مع تغیر العنوان کے ص ۱۹ پر لکھتے ہیں

اور لازم باطل ہے پس ملزوم بھی باطل ہے مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری ثابت ہوا کہ بانی دیوبند نانوتوی صاحب کی اس عبارات نے خاتمیت ذاتی اور زمانی ہر دو کا خاتمہ کر دیا ہے خاتمیت ذاتی کا صفایا تو سنبھلی وغیرہ نے خود ہی تسلیم کر لیا اور ذاتی کے انکار سے زمانی کا انکار بھی ان کے مسلمات سے پایا گیا تو اب اعلحضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بالکل حق ہوا اور دیابنہ کا اعلحضرت پہ افترا پردازی اور قطع وبرید کا الزام لگانا سراسر باطل ہو گیا یوں دیوبندی تحقیق اور حرف آخر کا بھانڈا بھی چوراہے میں پھوٹ گیا

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

تحذیر الناس کی کفریہ عبارت ص ۳ کا جواب مولوی منظور سنبھلی نے یہ دیا ہے کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور عوام کے اس نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے ورنہ

خاتمیت زمانی مع خاتمیت ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے جیسا پہلے عرض کیا جا چکا ہے (ص ۵۲ بلفظہ از فیصلہ کن مناظرہ)

میں کہتا ہوں کہ یہ حصر کا دعویٰ سراسر باطل ہے۔ نانوتوی کی عبارت ص ۳ میں کوئی کلمہ حصر کا موجود نہیں اگر کسی دیوبندی میں ہمت ہے تو نانوتوی کی عبارت سے کوئی کلمہ حصر نکال کر دکھائے سنبھلی صاحب نے عبارت ص ۳ یوں نقل کی ہے بعد حمد و صلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں سنبھلی صاحب نے اعلحضرت پر اعتراض کیا کہ انہوں نے عبارات کا ماسبق و مالحق نقل نہیں کیا حقیقت یہ ہے کہ خود سنبھلی صاحب سیاق و سباق سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنی طرف سے ایک فرضی مفہوم نکال کر بچارے نانوتوی کے ذمہ مڑھ رہے ہیں اب یہیں دیکھئے مع حصر والی پچر اپنی طرف سے لگالی ہے چنانچہ شروع میں ہم تحذیر الناس کی عبارت کا بیان مع تفصیل کر آئے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء زمانا کو مصنف تحذیر نہیں مانتا ہے علاوہ ازیں اگر مولانا نانوتوی کا مسلک مختار خاتمیت زمانی اور خاتمیت ذاتی ہے تو اس مسلک مختار کے بالکل بر خلاف ص ۱۴، ص ۲۸ کی عبارتوں میں سنبھلی صاحب نے خاتمیت سے مراد صرف خاتمیت ذاتی کیوں لی ہے ہاں جناب اس مسلک مختار کے مطابق اس عبارت کا کیا معنی ہو گا۔

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا یعنی معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی تجویز کر لیا جائے تو حضور کی خاتمیت زمانی اور ذاتی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں — لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

سوال :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی صحابی سے حصر ثابت نہیں بلکہ علمائے راسخین میں سے بھی کسی نے ختم (زمانی میں) حصر کی تصریح نہیں فرمائی اور اگر علمائے سلف میں سے کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا بھی جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں جو کہ مولانا مرحوم کا خیال بتاتے ہیں بلکہ اس سے مراد حصر اضافی بالنظر الی تاویلات الملاحدہ ہے (فیصلہ کن مناضرہ)

جواب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور تمام علمائے امت نے خاتم النبین کا معنی صرف آخر الانبیاء زماناً ہی کیا ہے یہ دوسرا معنی آپ کے کودک نادان کی اپنی ایجاد ہے ورنہ دیوبندی بتائیں کہ نانوتوی صاحب سے پہلے یہ معنی کس نے کیے ہیں تحذیر الناس میں خود نانوتوی صاحب کو تسلیم ہے اگر بوجہ کم التفاقی بڑوں (حضور علیہ السلام - صحابہ - تابعین - تبع تابعین اور مفسرین سابقین) کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا فرق آگیا اور کسی طفل نادان (نانوتوی) نے کوئی ٹھکانے کی بات کر دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔

گاہ باشد کہ کودک نادان — از غلط بر ہدف زند تیرے

(تحذیر ص)

ہاں نانوتوی صاحب نے جو من گھڑت معنی بیان کیے ہیں بالکل اسی کے مطابق مرزا قادیانی اور اس کے اتباع نے لکھا ہے۔ نانوتوی اور قادیانی صاحبان سے قبل ذاتی۔ عرضی۔ اصلی اور ظلی کے الفاظ سے نبوت کی تقسیم کسی نے نہیں کی۔

قولہ۔ علمائے راسخین میں سے کسی نے حصر کی تصریح نہیں کی۔

اقول۔ جب حضور علیہ السلام و صحابہ کی تفسیر کو تم نہیں مانتے پھر اس کے بعد والے

علمائے راسخین کو کیا مانو گے لیکن کم از کم یہ تو خیال رکھنا تھا کہ تمہارے اپنے اکابر نے بھی حصر کی تصریح کی ہے جن کے راسخین فی الوہابیہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیجئے اپنے شیخ العرب والعجم ہی کی تصریح ملاحظہ کیجئے حضرت مولانا۔۔۔۔۔۔ کا نزاع عام مفسرین کے ساتھ اس بارہ میں ہے کہ اس آیت میں کونسے معنی لینے چاہئیں اور کونسے معنی اعلیٰ اور حسن (شہاب ثاقب ص ۸۴، ص ۸۵)

اب بتائے کہ مولانا کا نزاع عام مفسرین سے کیا ہے اس میں تسلیم نہیں کہ عام مفسرین تو یہی مانتے ہیں کہ خاتم النبین کا مفہوم زمانے کے اعتبار سے حضور علیہ السلام کا آخر الانبیاء ہونا ہے اور اسی کو نانوتوی عوام کا خیال بتاتے ہیں۔

خاالنبیین کے معنی مفتی شفیع کی زبانی

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں ان اللغتہ العربیۃ حاکمتہ بان معنی خاتم النبیین فی آلایتہ ھو آخر النبیین لا غیر (ہدیتہ المہدئین ص ۲۱) بے شک لغت عربی اس پر حاکم ہے کہ آیت میں جو خاتم النبیین ہے اس کے معنی آخر النبیین ہیں نہ کچھ اور۔ یہی مفتی صاحب تفسیر روح المعانی سے اس معنی پر اجماع امت نقل کرتے ہیں

اجمعت علیہ الامتہ فیکفر مدعی خلافہ (ہدتیہ المہدئین ص ۳۵)

امت نے خاتم کے یہی معنی ہونے پر اجماع کیا ہے تو اس کے خلاف کا دعویٰ کرنے والا کافر ہے

یہی مفتی صاحب ختم النبوۃ فی الاثار مطبوعہ دیوبند ص ۸ پر تصریح کرتے ہیں آپ نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی ہے کہ آپ انبیاء کے ختم کرنے والے

ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شک نہیں جو اس کا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے

دیوبندی علامہ انور شاہ کاشمیری خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہے۔

والظهر الختم الزمانى ولا يجوز تركه فان مراد الائية بحسب اللغة العربية انه انتفت ابوته لاحد من رجالكم وحلت محلها نبوته وختمها فكما ان الابوة لاحد من رجالكم وحلت محلها نبوته وختمها فكما ان الابوة انتفت راسا فكذ النبوة بعده

واما الختم بمعنى انتهاء مابالعرض الى مابالذات فلا يجوز ان يكون ظهر هذه الائية لان هذا المعنى لا يعرفه الا اهل المعقول والفلسفة والتنزيل نازل متفاهم لغة العرب لا على الذهنيات المخزجة (عقيدة الاسلام ص ۲۰۶)

یعنی آیت کا ظہر ختم زمانی ہے اور اس کا ترک جائز نہیں اس لیے کہ لغت عربی کے اعتبار سے آیت سے مراد یہ ہے کہ تمہارے مردوں میں سے ہر ایک کے لیے ابوت منتفی ہے اور اس کی جگہ ختم نبوت نے لے لی ہے پس جس طرح ابوت بالکلیہ منتفی ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کے بعد ختم نبوت بھی بالکلیہ منتفی ہے لیکن ختم کا یہ معنی کہ مابالعرض کا قصہ مابالذات پر ختم ہو جاتا ہے (جیسا کہ قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں کیا ہے) پس نہیں جائز ہے کہ یہ آیت کا ظہر ہووے اس لیے کہ یہ معنی صرف اہل معقول اور فلسفہ کے ہاں ہی معروف ہے اور قرآن لغت عرب کے متفاہم پر اترا ہے نہ کہ ذہنیات مخزجہ پر یہی انور شاہ کشمیری اسی کتاب کے ص ۲۰۷ پر لکھتے ہیں

ان الامة اجمعت على الختم الزمانى والخاتمية الحقيقيه فالقرآن

لقطعیت الثبوت والاجماع القطعیت الدلالت ومثل ھذا الاجماع یکفر

مخالفہ ختم زمانی اور خاتمیت [1] حقیقیہ پر امت کا اجماع ہے پس قرآن سے اس

کے قطعی الثبوت ہونے کی وجہ سے اور اجماع سے اس کے قطعی الدلالۃ ہونیکی وجہ سے

اور ایسے اجماع کا مخالف کافر ہوتا ہے

یہی دیوبندی فاضل اپنے رسالہ خاتم انبیین میں لکھتے ہیں ۔

وارادہ ما بالذات و ما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و حوار عرب ونہ نظم

راہیچگونہ ایما و دلالت بر آں (خاتم النبیین ص ۳۸) اور ما بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ عرف

فلسفہ ہے نہ عرف قرآن مجید اور محاورہ عرب اور نظم قرآن کی (نانوتوی کے اس من

گھڑت معنی پر) نہ اس پر دلالت ہے نہ ایما۔ یہ ہے دیوبندیوں کے فاضل محقق کی تحقیق

جس نے نانوتوی سنبھلی ٹانڈوی دربھنگی اور کاکوروی کی تمام تاویلات پر پانی پھیر دیا

ہے اور لیجئے خاتم کے عام ماننے کے بعد صرف خاتم ذاتی پر اس کو محمول کرنا اصول فقہ کی

رو سے بھی درست نہیں دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں العام عند

نالا یحمل علے الخاص

عام ہمارے نزدیک خاص پر محمول نہیں ہو سکتا ہے (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۹)

دیوبندیوں کی معروف درسگاہ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث مولوی ادریس کاندھوی لکھتے

ہیں

لفظ خاتم جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مصناف ہو گا تو اس کے معنی صرف آخر اور ختم

---

(۱) نانوتوی صاحب لکھتے ہیں غرض خاتم ہونا ایک امر اضافی ہے بے مضاف الیہ متحقق نہیں ہو سکتا سو جس قدر اسکے مضاف الیہ ہونگے اسقدر خاتمیت کو افزائش ہو گی (تحذیر ص ۲۳) اسلیئے حضور کے بعد بھی نبی آنے کی تجویز کرتے ہیں اور یہ زعم کیا ہے کہ صرف انبیاء گذشتہ کے اعتبار سے ہی حضور علیہ السلام خاتم نہیں بلکہ بعد میں آنے والوں کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور یہ گمان کیا ہے کہ اس معنی سے حضور کی شان دوبالا ہو جاتی ہے اور یہی مرزا صاحب کہتے ہیں۔ فما الفرق بینہ وبین القادیانی

کرنے والے کے ہونگے (مسک الختام ص ۵)

یہ صرف کلمہ حصر کا ہے یا نہیں۔

ایضاً۔ خاتم النبیین کے جو معنی ہم نے بیان کیے یعنی آخر النبیین تمام آئمہ امت اور علمائے عربیت اور تمام علمائے شریعت عہد نبوت سے لیکر اب تک سب کے سب یہی معنی بیان کرتے آئے ہیں۔ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ تعالیٰ ایک حرف بھی کتب تفسیر اور کتب حدیث میں اسکے خلاف نہ ملے گا (مسک الختام ص ۲۰)

ایضاً خلاصہ کلام یہ کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہی ہیں جس نبی پر یہ کتاب اتری ہے اس نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور سمجھائے اور جن صحابہ نے اس نبی سے قرآن اور اس کی تفسیر پڑھی انہوں نے بھی یہی معنی سمجھے۔ فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر (مسلک الختام ص ۲۵)

خاتمیت زمانی کے ماننے والے بفضلہ تعالے اہل سنت وجماعت ہیں اور اس میں تاویل و تحریف کرنے والے نانوتوی وقادیانی اور اس کے اتباع ہیں۔

سنبھلی صاحب نے پہلے تو سرے سے ختم زمانی میں حصر سے انکار کیا۔ پھر آخر میں یہ پخچر لگائی۔ اور اگر علمائے سلف میں کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں بلکہ حصر اضافی ہے بالنظر الی تاویلات الملاحدہ (ملخصا۔ فیصلہ کن مناظرہ ص ۵۲)

خوب کہی جناب وہ علاحدہ نانوتوی اور اس کے حمایتی ہی ہیں جنہوں نے معنی خاتمیت زمانی میں فاسد تاویلیں کی ہیں اور قادیانی کے لیے میدان صاف کر دیا تھا ورنہ عام مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ مراد خاتمیت سے فقط خاتمیت زمانی ہے۔

جیسا کہ آپ کے ٹانڈوی صاحب فرماتے ہیں عام مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ مراد خاتمیت سے لفظ خاتمیت زمانی ہے (الشہاب ثاقب ص ۸۴)

سوال :- صاحب تحذیر الناس نے خاتمیت محمدیہ کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ اس کی ص ۱۴ ، ص ۲۸ ، کی دونوں عبارتوں کے شروع میں لفظ بالفرض موجود ہے اور مراد اس فرض سے فرض محال ہے جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے ان کان للرحمن ولد فانا اول العبدین اگر (بالفرض) رحمن کی اولاد ہوتی تو میں پہلے عبادت کرنے والوں سے ہوتا ایسے ہی لو کان فیہما الھتہ الا اللہ لفسدتا اگر زمین و آسمان میں متعدد الہ ہوتے تو وہ دونوں فاسد ہو جاتے (ای خرجتا من النظام) یہ دیابنہ اور ان کے ہمنواؤں کا زعم و نش مائیہ ناز استدلال ہے مگر سنبھلی صاحب نے باقی تحریفات کی طرح اس پر اتنا زور نہیں دیا صرف فیصلہ کن مناظرہ ص ۲۸ صفحہ ۱۴ کی یہ عبارت نقل کر کے بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے نیچے حاشیہ پر ص ۱۴، ۲۸ کی ہر دو عبارات کے بالفرض پر یہ حاشیہ لکھا ص ۲۱ یہ بالفرض کا لفظ بھی قابل لحاظ ہے مگر اس پر کوئی مزید تبصرہ نہیں کہ اس قابل لحاظ سے وہ کونسا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

جواب :- اولاً یہ بالفرض فرض محال کے لیے نہیں ہے کیونکہ سنبھلی وغیرہ نے ان عبارات کی تاویل کی ہے یہاں پر خاتمیت ذاتی مراد ہے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ جب خاتمیت سے مراد ذاتی ہے تو پھر یہ فرض محال کیسے ہوا اگر اس فرض کا وقوع بھی ہو جائے تو نانوتوی کی اس مزعومہ خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے فرق تو خاتمیت زمانی میں آتا ہے جو تیرہ سو سال سے مسلمانوں کا قطعی اجماعی عقیدہ ہے

ثانیاً :- نانوتوی صاحب نے ص ۱۴ کی عبارت کے منہیہ میں اور سنبھلی صاحب نے بھی ص ۹۴ میں لکھا ہے کہ

اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت

میں کچھ فرق نہیں آئیگا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بالفرض دونوں عبارتوں میں ایک جیسا ہے اب نانوتوی ہی کی تحذیر الناس سے میں ثابت کرتا ہوں کہ اس کے نزدیک یہ فرض محال نہیں بلکہ اس کا وقوع بھی مانا جائے تو اس محرف قرآن کے نزدیک حضور علیہ السلام کی شان بڑھ جاتی ہے کیونکہ وہ تو ہفت خاتم کا قائل ہے[1] ایک طبقہ کا حضور کو خاتم ماننے سے حضور کی شان کے 6/7 حصے کم ہو جاتے ہیں چنانچہ لکھتا ہے درصورت انکار اثر معلوم خاتمیت کے سات حصوں میں سے ایک ہی حصہ باقی رہ جاتا ہے (تحذیر ص ۲۵) اور اسی تحذیر کے ص ۳۵ پر لکھا ہے بعد لحاظ مضامین مسطورہ فرق مراتب انبیاء کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہیں انبیاء سابق کے بالمقابل یہ انبیاء ماتحت کون ہوتے رہا جن کے آنے کو حضور کے زمانے میں اور بعد ص ۱۴، ص ۲۸ میں جائز قرار دیا ہے ان کی زیادہ تفصیل دیکھنی ہو تو تحذیر الناس ص ۲۵ کا مطالعہ کیجئے

نانوتوی صاحب کے نزدیک انبیائے ماتحت والا قول اہل فہم کا ہے اور انبیائے ماتحت نہ ماننے والوں کو بد فہم اور خاتم الانبیاء ماننے والوں کو جاہل ٹھہرا دیا ثالثاً اگر اس بالفرض کو فرض محال سے بھی تعبیر کیا جائے تو ہمارا کلام بالفرض پر تو نہیں بلکہ اس عبارت پر ہے کہ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا ہمارے نزدیک اس فرض کے باوجود بھی خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آئیگا۔ مندرجہ ذیل تینوں فقرے پڑھ کر قارئین کرام فیصلہ خود فرمائیں

۱۔ اگر بالفرض دو خدا بھی مان لیے جائیں تو توحید خداوندی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔

---

۱۔ بلکہ اگر لاکھ دو لاکھ اوپر نیچے اسی طرح زمینیں تسلیم کرلیں (تحذیر ص ۲۵) اور ان سب کا ایک خاتم ہو تو بھی نانوتوی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئیگا کیونکہ ان سب کی نبوت عرضی ہوگی۔

دیوبندیو بتاؤ کیا توحید میں فرق آئیگا یا نہیں؟

۲ :- اگر بالفرض ختم نبوت کے منکرین کے سر تن سے جدا کر دیئے جائیں تو ان کی زندگی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند فرق آئیگا یا نہیں؟

۳ :- اگر بالفرض کوئی گستاخ رسول نام نہاد حنفی حقیقتاً وہابی دیوبندی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو پھر بھی اس کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔

نانوتوی صاحب کی بیجا حمایت کرنے والے اب بتائیں کہ بالفرض تین طلاقیں دینے کے بعد نکاح میں فرق آئے گا یا نہیں آئیگا؟

تو جناب والا ہمارا اعتراض بالخصوص اس جملہ پر ہے **فرق نہیں آئیگا** اور بالکل بعینہ اسی طرح دیوبندیوں کے حجۃ الاسلام بانی دیوبند محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بھی لکھا ہے

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا (تحذیر الناس ص ۲۸)

ہماری پیش کردہ مثالوں میں لفظ بالفرض موجود ہے فرض محال ماننے کی صورت میں وہ قابل اعتراض نہیں ہے بلکہ قابل مواخذہ یہ لفظ ہیں کچھ فرق نہیں آئیگا جملہ اہل اسلام کہتے کہ بالفرض حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آئے گا کیونکہ اس صورت میں حضور زمانے کے اعتبار سے آخری نبی نہیں رہیں گے حالانکہ حضور کی خاتمی زمانی قرآن کریم احادیث متواترہ اور قطعی اجماع امت سے ثابت ہے کمامر سابقہ اور نانوتوی صاحب چونکہ اس ختم زمانی کو جہال کا خیال بتاتے ہیں اس میں کوئی فضیلت نہیں مانتے اسے اوصاف مدح میں سے شمار نہیں کرتے آیت خاتم النبیین سے ختم زمانی ثابت کی جائے تو قرآن کریم کو بے ربط بتاتے ہیں اور خاتم کا ایک جدا معنی کتاب و سنت و اجماع امت سب کے خلاف گھڑتے ہیں اس لیے یہ لکھتے ہیں کہ حضور کے بعد نبی کے

پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا ناظرین کرام ہم نے بفضلہ تعالے دیابنہ کی تاویلات فاسدہ کارد بلیغ کر دیا ہے ساف اس سے اچھی طرح سمجھ جائیں گے کہ اعلحضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان قدس سرہ کا فتویٰ بالکل برحق ہے اب بھی اگر کوئی شخص عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اعلحضرت پر طعن و تشنیع کرے تو اس کی مرضی ہے مگر یہ یاد رکھے

فسوف تری اذا انکشف الغبار

افرس تحت رجلک ام حمار

## سوالات از وقعات السنان

سوال اول :- محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جو قرآن عظیم میں منصوص اور مسلمانوں کے ضروریات دین سے ہے صرف یہ لفظ ضروریات سے ہے معنی کچھ گڑھ لیجیے یا ان کے کوئی معنی ضروریات سے ہیں تقدیر ثانی وہ معنی کیا ہیں؟

سوال دوم :- جو معنی کہ ایک شخص تیرہ سو برس کے بعد تراشے اور ان کے ایجاد کندہ ہونے کا خود بھی مقر اور وہ مقر نہ ہوتا تو سلف صالحین سے آج تک کسی سے ان کا منقول نہ ہونا خود ان کے حدیث پر شاہد عدل ہو کیا وہ ضروریات دین سے ٹھہریں گے یا وہ معنی جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین ائمہ دین سے متواتر اور عام مسلمانوں میں دائر و سائر ہیں وہ ضرورت دین سے ہونگے ضروریات دین کے کیا معنی ہیں؟

سوال سوم :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین و ائمہ دین نے خاتم النبین کے یہی معنی بتائے کہ حضور نبی بالذات ہیں اور انبیاء نبی بالعرض ہیں اور بالعرض کا قصہ بالذات ختم ہو جاتا ہے معنی خاتم النبیین اگر بتائے ہوں تو ثبوت دیجے نہ بتاتے ہوں تو

اقرار کیجے کہ واقعی یہ حدث محدث ہے اور ضروریات دین سے وہی معنی اول ہیں

سوال چہارم :- جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ تابعین وائمہ دین بتاتے آئے ان کو خیال عوام کہنے والا ضروریات دین کا منکر ہو یا نہیں اس نے صحابہ وائمہ حتی کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ معنی قرآن مجید سے جاہل و نافہم ٹھرایا یا نہیں ایسا ٹھہرانے والا کافر ہو یا مسلمان سنی ہو یا بد دین بندہ شیطان

سوال پنجم :- جو معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وائمہ سے متواتر اور مسلمانوں میں ضروری دینی ہو کر دائر و سائر ہیں وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ انور ہیں یا حضور کے بعد کسی نبوت ملنے کے منافی ہیں یا نہیں اگر نہیں تو صاف کہہ دیجیے کہ حضور کے بعد کتنے ہی جدید نبی ہوں معنی آیت واحادیث کے کچھ خلاف نہیں اور اگر ہیں تو زمانہ اقدس میں یا حضور کے بعد دوسرا نبی تجویز کرنا معنی متواتر ختم نبوت کے خلاف اور اس میں ضرور خلل انداز اور جو اس کا منکر ہوا وہ ضروریات دین کا منکر ہو کر کافر ہوا یا نہیں۔

سوال ششم :- ختم زمانی کا انکار کفر ہے یا نہیں اگر ہے تو اسی وجہ سے کہ وہ ختم نبوت کی آیت واحادیث کے اس معنی متواتر ضروری دینی کے خلاف ہے یا کسی اور من گڑھت وجہ سے در تقدیر ثانی وہ وجہ بتائیے قرآن وحدیث و کلام ائمہ سے اس کا ثبوت دیجے بر تقدیر اول جو اس معنی کو خیال عوام بتا چکا اور خود وہ معنی گڑھے کہ نبی جدید پیدا ہونا منافی ختم نبوت تر ہے تو کس مونھ سے ختم زمانی کے منکر کو کافر کہہ سکتا ہے اس کی دلیل مثبت کفر پیدا کیجے۔

سوال ہفتم :- جبکہ اس کے معنی پر نبوت جدیدہ منافی ختم نبوت نہیں تو ختم زمانی وہ کہاں سے ثابت کرے گا کیا اس کا ختم نبوت سے جس کے وہ معنی اس نے خیال جہال ٹھہرا دیے یا تو باطل ہے اور دوسری کوئی دلیل نہیں تو وہ خود بھی ختم زمانی کا حقیقۃً منکر ہوا یا

نہیں اور اس کے منکر کو کافر کہہ کر خود اپنے کفر کا مقر ہوا یا نہیں کیا اپنے کفر کا اقرار کافر کو کفر سے بچا لیتا ہے۔

سوال ہشتم:- نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت جدیدہ کا صرف وقوع ماننا کفر ہے اس کی تجویز کفر نہیں یا تجویز بھی کفر ہے بر تقدیر اول ائمہ کرام کے کلام سے ثبوت دیجیے بر تقدیر ثانی تجویز کفر ہے تو اس لیے کہ منافی ختم نبوت ہے یا اور کسی وجہ سے ہے بر تقدیر ثانی اس وجہ کا بیان و ثبوت اور بر تقدیر اول جو قائل وقوع کو کافر کہے اور آپ تجویز نبوت جدیدہ کو خلاف ختم نبوت نجانے وہ کافر ہو گا یا نہیں اگر دو مسئلہ ہوں جن میں ہر ایک کا انکار کفر ہو زید ان میں سے ایک کے منکر کو کافر کہے اور دوسرے کا خود منکر ہو اس کا پہلے کے منکر کو کافر کہنا دوسرے کے انکار سے خود کافر ہونے کے کیا منافی ہو سکتا ہے۔

سوال نہم:- اللہ عزوجل کے ماننے والو للہ انصاف للہ انصاف ایک ولید پلید کا عوام کے خیال میں تو اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا باین معنی ہو کہ اللہ اکیلا ہے تنہا خدا ہے مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تعدد یا توحد وجود میں بالذات کچھ فضیلت نہیں عرش بھی ایک ہی ہے اور سب میں نیچے کی زمین بھی ایک ہی ہے اور آدم بھی ایک ہی ہے ابلیس بھی ایک ہی ہے پھر مقام حمد میں لا الہ الا اللہ فرمایا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف حمد میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام حمد قرار نہ دیجیے تو البتہ توحید باعتبار تنہائی وجود صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہو گی بلکہ بنائے توحید اور بات پر ہے جس سے تنہائی وجود خود بخود لازم آجاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات کے آگے ختم ہو جاتا ہے اصل کے آگے ظل کو کوئی دعوی نہیں پہنچتا ہے خدا کے لیے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہو تو یہی ہے یعنی ممکنات کے وجود اور کمالات وجود سب عرضی بمعنی بالعرض ہیں سو

اسی طور خدا کی توحید کو تصور فرمائیے یعنی وہ موصوف بوصف الوہیت بالذات ہے اور سوا اس کے اور ہوں تو موصوف بالعرض ہونگے اوروں کی الوہیت اس کا فیض ہوگی پھر اس کی الوہیت کسبی نہیں توحید بمعنی معروض کو تنہائی وجود لازم ہے اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس توحید کو کوئی اور مرتبے سے عام لے لیجئیے تو پھر دونوں طرح کی توحید مراد ہوگی پر ایک مراد ہو تو شایان شان الٰہی توحید مرتبی ہو نہ کوئی اور مجھ سے پوچھیے تو میرے خیال ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انکار ہی نہ کر سکے وہ یہ کہ توحید و تعدد یا عددی ہو گا یا وجودی یا مرتبی یہ تین نوعیں ہیں باقی مفہوم توحد و تعدد ان تینوں کے حق میں جنس اور ظاہر ہے کہ مثل چشم و چشمہ معانی عین ان تینوں میں بون بعید نہیں جو لفظ توحید کو مشترک کہیے جنس نہ کہیے سو لفظ وجود کی جا پر اگر موصوف توحد بھی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہو سو اگر اطلاق و عموم ہو تب تو ثبوت توحید وجود ہے ظاہر ہو ورنہ تسلیم لزوم توحد کوئی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحات قرآن و حدیث اس باب میں کافی کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکورہ توحید کوئی بسند متواتر منقول نہ ہوں جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہا جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہو گا غرض توحید اگر بایں معنی تجویز کی جائے جو میں نے عرض کیا تو اللہ کا واحد ہونا بندوں ہی کی نظر سے خاص نہ ہو گا بلکہ اگر بالفرض ازل میں بھی کہیں اور کوئی خدا ہو جب بھی اللہ کا واحد ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ ازل بھی کوئی خدا پیدا ہو تو پھر بھی توحید الٰہی میں کچھ فرق نہ آئے گا (انتھیٰ)

ولید پلید کا کلام ختم ہوا اب استفتا ہے کہ ولید جو ازل میں یا بعد ازل بھی اور خدا پیدا ہونے کو توحید الٰہی کے کچھ منافی نہیں جانتا کافر ہوا یا نہیں اور اس کا وہ ادعائے ریائی کہ توحید وجودی بھی متواتر اور اس کا منکر کافر ہے اس کفر سے اسے کیا بچاتے گاہاں اس

نے زبانی کہا کہ جو دوسرا خدا مانے کافر ہے اس سے اتنا سمجھا گیا کہ وہ دو خدا موجود نہیں مانتا مگر اس کی تجویز تو کرتا ہے اور دوسرا خدا پیدا ہونے کو توحید الٰہی کے کچھ منافی نہیں جانتا یہ کیا کفر نہیں تو اس کی اگلی تکفیر خود اس کے اس پچھلے کفر کو کیا اٹھائے گی نہیں نہیں وہ ضرور قطعاً یقینا کافر ہو گا اور شیاطین اس کی بگڑی بنانے کو اس کے سر پر جو تاویل کا ٹوکرا دھرتے ہیں اسے تو کفر سے بچا نہیں سکتے خود اس کے ساتھ کفر کے گڑھے میں گرتے ہیں کہیے یہ حق ہے یا نہیں ہے تو قبول دو نہیں تو وجہ مدلل بیان کرو

سوال دہم :- کیا ہر ممکن ذاتی جائز الوقوع ہوتا ہے آپ لوگ جو معاذ اللہ کذب باری کو ممکن ذاتی کہتے اور بخوف مسلماناں اس کے تجویز کرنے والے کو کافر کہتے ہیں اگرچہ قطعاً تجویز بلکہ وقوع کے قائل ہو جیسا کہ کتاب مستطاب سبحن السبوح سے ثابت ہے تو امکان و تجویز کا فرق خود بھی جانتے ہو پھر معتمد المستند شریف ص ۱۰۹ کی عبارت کریمہ کا خباثات تحذیر الناس سے فرق پوچھنا کمال وقاحت و بیشرمی ہے یا نہیں معتمد المستند شریف تو بحمد اللہ تعالیٰ ایک امام معتمد کی تصنیف ہے آج تک کسی جاہل سے جاہل مسلمان نے بھی تحذیر الناس کی سی یہ خباثتیں بکی ہیں کہ ختم زمانی میں کچھ فضیلت نہیں اس کا مراد لینا کلام اللہ کو مہمل کر دینا ہے ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ اور نبی بالعرض ہیں نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے بعد نبی جدید کی تجویز کچھ مخل خاتمیت نہیں کہاں تو یہ کھلے کفر اور کہاں وہ صریح حق کہ نبوت جدیدہ ممکن الوقوع نہیں جو اسے ممکن الوقوع کہے کافر ہے مجرد امکان ذاتی ہے وہ بھی تعدد خاتم نہیں دو خاتم النبیین ہونا محال بالذات ہے جو معتمد المستند کے ارشادات عالیہ ہیں یہاں فرق نہ سمجھنا تو اس سے بھی بدتر ہو جو حضرت مولوی معنوی قدس سرہ نے فرمایا کہ

انچہ انساں میکند بوزینہ ہم — آں کند مرد بیند دم بدم

فرق را کے بنید آن استیزہ جو
وگماں بردہ کہ من کردم چو او

وہاں نقالی تو تھی اسنے تو اتنی بھی نصیب نہیں اور فرق کی طلب

## سوالات از مولف

سوال :- کیا تحذیر الناس کی ہر سہ عبارات حضرات ص ص ص چاہے ان کو الگ الگ پڑھا جائے یا تینوں کو جوڑ کر پڑھا جائے مستقل کفر اور اسلام کے اصولی عقیدوں کے خلاف نہیں ؟

اس کے باوجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اتہام کہ انہوں نے حسام الحرمین میں قطع برید کر کے تین مختلف جگہوں سے عبارات لیکر جوڑی ہیں ( تب یہ کفریہ عبارت بن سکتی ہے ) سراپا غلط نہیں ہے ؟

سوال :- کیا قرون ثلاثہ میں نبوت بالذات اور بالعرض اور ختم زمانی اور ذاتی کی تقسیم کا کوئی ثبوت ملتا ہے ؟ اگر نہیں ملتا ہے تو کیا یہ احداث فی الدین نہیں ہے ؟

سوال :- کیا نفس نبوت میں تفضیل جائز ہے تو ثبوت پیش کیجیے ورنہ نبوت بالذات اور نبوت بالعرض کا کیا مفہوم ہے ۔ یہ یاد رہے کہ قرآن کریم متفہم لغت عرب میں نازل ہوا ہے موضوعہ اور مضوعہ معقولی توجیہات سے اس کی تفسیر جائز نہیں کما مضی فی التنویر بحوالہ علامہ انور شاہ کشمیری

سوال :- کیا قرآن کی تفسیر بالرائے جائز ہے کیا تمام متقدمین اور متاخرین علماء کی تفسیر کے خلاف خاتم النبیین کی تفسیر اپنی رائے سے نانوتوی صاحب نے بیان کر کے تفسیر بالرائے کا ارتکاب نہیں کیا ہے ۔

سوال :- کیا اگر کوئی شخص صریح کلمہ کفر کہے اور اس سے توبہ نہ کرے جیسا کہ نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا ہے ۔ اگرچہ مناظرہ عجیبہ میں کہا ہے ۔ کہ

نے زبانی کہا کہ جو دوسرا خدا مانے کافر ہے اس سے اتنا سمجھا گیا کہ وہ دو خدا موجود نہیں مانتا مگر اس کی تجویز تو کرتا ہے اور دوسرا خدا پیدا ہونے کو توحید الٰہی کے کچھ منافی نہیں جانتا یہ کیا کفر نہیں تو اس کی اگلی تکفیر خود اس کے اس پچھلے کفر کو کیا اٹھائے گی نہیں نہیں وہ ضرور قطعاً یقیناً کافر ہو گا اور شیاطین اس کی بگڑی بنانے کو اس کے سر پر جو تاویل کا ٹوکرا دھرتے ہیں اسے تو کفر سے بچا نہیں سکتے خود اس کے ساتھ کفر کے گڑھے میں گرتے ہیں کہیے یہ حق ہے یا نہیں ہے تو قبول دو نہیں تو وجہ مدلل بیان کرو

سوال دہم :- کیا ہر ممکن ذاتی جائز الوقوع ہوتا ہے۔ آپ لوگ جو معاذ اللہ کذب باری کو ممکن ذاتی کہتے اور بخوف مسلمانان اس کے تجویز کرنے والے کو کافر کہتے ہیں اگرچہ قطعاً تجویز بلکہ وقوع کے قائل ہو جیسا کہ کتاب مستطاب سبحن السبوح سے ثابت ہے تو امکان و تجویز کا فرق خود بھی جانتے ہو پھر معتمد المستند شریف ص ۱۰۹ کی عبارت کریمہ کا خباثات تحذیر الناس سے فرق پوچھنا کمال وقاحت و بیشرمی ہے یا نہیں معتمد المستند شریف تو بحمد اللہ تعالیٰ ایک امام معتمد کی تصنیف ہے آج تک کسی جاہل سے جاہل مسلمان نے بھی تحذیر الناس کی سی یہ خباثتیں بکی ہیں کہ ختم زمانی میں کچھ فضیلت نہیں اس کا مراد لینا کلام اللہ کو مہمل کر دینا ہے ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ اور نبی بالعرض ہیں نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے بعد نبی جدید کی تجویز کچھ مخل خاتمیت نہیں کہاں تو یہ کھلے کفر اور کہاں وہ صریح حق کہ نبوت جدیدہ ممکن الوقوع نہیں جو اسے ممکن الوقوع کہے کافر ہے مجرد امکان ذاتی ہے وہ بھی تعدد خاتم نہیں دو خاتم النبیین ہونا محال بالذات ہے جو معتمد المستند کے ارشادات عالیہ ہیں یہاں فرق نہ سمجھنا تو اس سے بھی بدتر ہو جو حضرت مولوی معنوی قدس سرہ نے فرمایا کہ

انچہ انساں میکند بوزینہ ہم — آں کند مرد بیند دم بدم

او گماں برده که من کردم چو او فرق را کے بنید آن استیزه جو

وہاں نقالی تو تھی اسے تو اتنی بھی نصیب نہیں اور فرق کی طلب

## سوالات از مولف

سوال :- کیا تحذیر الناس کی ہر سہ عبارات حضرات ص ص ص چاہے ان کو الگ الگ پڑھا جائے یا تینوں کو جوڑ کر پڑھا جائے مستقل کفر اور اسلام کے اصولی عقیدوں کے خلاف نہیں ؟

اس کے باوجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ پر یہ اتہام کہ انہوں نے حسام الحرمین میں قطع برید کر کے تین مختلف جگہوں سے عبارات لیکر جوڑی ہیں ( تب یہ کفریہ عبارت بن سکتی ہے ) سراپا غلط نہیں ہے ؟

سوال :- کیا قرون ثلاثہ میں نبوت بالذات اور بالعرض اور ختم زمانی اور ذاتی کی تقسیم کا کوئی ثبوت ملتا ہے ؟ اگر نہیں ملتا ہے تو کیا یہ احداث فی الدین نہیں ہے ؟

سوال :- کیا نفس نبوت میں تفضیل جائز ہے تو ثبوت پیش کیجئے ورنہ نبوت بالذات اور نبوت بالعرض کا کیا مفہوم ہے ۔ یہ یاد رہے کہ قرآن کریم متفہم لغت عرب میں نازل ہوا ہے موضوعہ اور مضوعہ معقولی توجیہات سے اس کی تفسیر جائز نہیں کما مضیٰ فی التنویر بحوالہ علامہ انور شاہ کشمیری

سوال :- کیا قرآن کی تفسیر بالرائے جائز ہے کیا تمام متقدمین اور متاخرین علماء کی تفسیر کے خلاف خاتم النبیین کی تفسیر اپنی رائے سے نانوتوی صاحب نے بیان کر کے تفسیر بالرائے کا ارتکاب نہیں کیا ہے ۔

سوال :- کیا اگر کوئی شخص صریح کلمہ کفر کہے اور اس سے توبہ نہ کرے جیسا کہ نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا ہے ۔ اگرچہ مناظرہ عجیبہ میں کہا ہے ۔ کہ

میں ختم زمانی کو مانتا ہوں تو یہ کہنا سابقہ کلمات کفر سے توبہ سمجھا جائے گا؟

فائدہ:- ہم نے اختصار کی وجہ سے اثر ابن عباس کے بارے میں معلومات درج نہیں کیے اس بارے میں جو شخص تفصیلات جاننا چاہے وہ القول الفصیح اور التبشیر کی طرف رجوع کرے تحذیر الناس کا اول رد علامہ حافظ بخش صاحب ساکن آنولہ یوپی نے بڑا شدومد سے کیا جس کا نام تنبیہ الجہال ہے۔ فقیر نے وہ رسالہ ناظم آباد کراچی میں جناب ایوب قادری مرحوم اور سیدی و مرشدی مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب لاہوری قدس سرہ کے ذاتی کتب خانہ میں دیکھا ہے

## تحذیر الناس کے متعلق ایک اہم فتویٰ

بعض دیوبندی ناشران عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصنف تحذیر الناس کی تکفیر نہیں کرتے ہیں اس لئے اس بارے میں حضرت والا کا ایک تفصیلی مکتوب شائع کیا جارہا ہے اصل مکتوب مولانا حافظ نعمت علی سیالوی مالک مکتبہ فریدیہ ساہیوال کے پاس ہے

## اہم فتویٰ

از قلم۔ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمرالدین السیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہ و علی آلہ و اصحابہ و علی من تبعھم باحسان الی یوم الدین اما بعد کچھ عرصہ ہوا فقیر کے پاس ایک استفتا پہنچا کہ زید کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی اگر نہ بھی لیا جائے بلکہ یہ معنی بھی کر لیا جائے کہ انبیاء کرام حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار وفیوض سے مقتبض ہیں تو نہایت مناسب ہو گا کیا زید پر فتوی کفر لگایا جاسکتا ہے یا نہ؟ جواب میں لکھا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائے گا بعد میں سنا گیا کہ بعض علماء اہل سنت نے فقیر کے اس فتویٰ کو اس وجہ سے ناپسند کیا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے رسالہ تحذیر الناس کی اس نوعیت کی عبارت پر علمائے اہل سنت نے کفر کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ رسالہ مذکور کا مطالعہ کیا تو تحذیر الناس کی عبارت اور استفتاء کی عبارت میں فرق بعید ثابت ہوا۔

نمبرا:- رسالہ مذکور کی تمہید ہی مندرجہ ذیل تصریحات پر مبنی ہے

۱:- خاتم النبیین کا معنی لانبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لینے پر مصر ہے حالانکہ یہ معنی احادیث صحاح سے ثابت ہے اس پر اجماع صحابہ ہے ومن بعد ہم الی یومنا ھذا متواتر متوارث یہی معنی کیا جا رہا ہے۔

۲:- رسالہ مذکور میں واضح طور پر لکھا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیاء کرنے سے کلام ماقبل لکن ومابعد لکن مستدرک منہ ومستدرک کے مابین کوئی تناسب نہیں رہتا۔

۳:- رسالہ میں موجود ہے کہ یہ معنی کرنے سے کلام الٰہی میں حشو وزوائد کا قول کرنا پڑے گا یعنی لکن زاید حرف ماننا پڑے گا۔

۴:- کہتا ہے کہ یہ مقام مدح ہے اور آخر الانبیاء ماننے سے مدح ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ عام انسانوں کے عام حالات ذکر کرنے میں اور یہ معنی لینے میں کوئی حرج نہیں وغیر ذالک من التہافتہ الفئیلۃ الجدوی اس فقیر نے ضروری خیال کیا کہ اس صورت واقعیہ اور اس فرضی استفتاء میں فرق کی بناء پر رسالہ مذکورہ کی عبارت کے بارے میں اپنی ناقص رائے ظاہر کرے۔

۱:- تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیین کا معنی خاتم الانبیاء۔ لانبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیا گیا تاکہ دو معانی مانعتہ الجمع کی تاویل کی جاسکے بلکہ اخر الانبیائے کے معنی کو غیر

صحیح ثابت کرنے کے لیے الفاظ لاتے گے ہیں لہذا احادیث صحیحہ سے انکار اور اجماع صحابہ سے فرار اور باقی امت کے متفق عقیدہ واجماع سے تضاد قطعی طور ثابت ہے

۲:- مصنف رسالہ کے ذہن میں کلام ماقبل لکن وبعد لکن میں تناسب کی نفی بیٹھ گئی ہے اگر اپنے کیے ہوئے معنی پر نظر ڈالتا تو اس صورت میں بھی اس کو یونہی نظر آتا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالے کے رسول ہیں اور تمام انبیا کو فیض رساں ہیں اب بتایے کہ اس مستدرک منہ اور مستدرک میں فرق لکن نے کیا کیا؟ اور کیا مناسبت اس استدراک کی وجہ سے پیدا ہوئی

۳:- اور معنی کے اعتبار سے بھی حرف لکن زائد ثابت نہ ہو تو کیا ہوا واو عاطفہ یہ کام نہ کر سکتی تھی؟ استدراک کی ترکیب کیوں استعمال فرمائی گئی؟ اس کودک نادان کو سمجھ ہوتی تو معنی لانبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے سے مدح بالذات اس موصوف بالذات کیلئے اظہر من الشمس اور ابین من الامس موجود ہے احادیث صحیحہ کے انکار کی بھی معذرت پیش نہ آتی

شذوذ عن الجماعتہ بھی نہ کرنا پڑتا غور فرمایے اللہ تعالے فرماتا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم لکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن تم یہ مت خیال کرو کہ باپ کی سی شفقت ورافت ورحمت سے تم محروم ہو کیونکہ وہ رحمتہ للعالمین کافت الناس کیلئے قیامت تک آخری رسول ہیں جن کی شفقت ورحمت باپ سے ہزاروں درجہ زیادہ ہے جو ہمیشہ کیلئے تمیں نصیب رہے گی وہ تو عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم کا رتبہ رکھنے والے رسول ہیں اب بتایئے موصوف بالذات مقام مدح والا اشکال حل ہوا یا نہ؟ اور مستدرک منہ اور مستدرک کے مابین مناسبت سمجھ میں آئی یا نہ؟ اور مستدرک منہ اور زوائد خارج ہوا یا نہ؟ مصنف تحذیر الناس ان چند علمی مصطلحات کا ذکر وہ بھی بالکل بے محل اور بے ربط کرتے ہوتے

اپنی عامیانہ نظر و فکر پر پردہ نہ ڈال سکا اور التزاماً منکر احادیث صحیحہ و نصوص متواترہ قطعیہ ثابت ہونے کے علاوہ وہ شاذ عن الجماعۃ وفارق اجماع ثابت ہوا لہذا فقیر کا فتویٰ عدم تکفیر اس فرضی زید کے متعلق ہے نہ کہ، مصنف تحذیر الناس کیلئے۔ والحق ماقد قیل فی حقہ من قبل العلماء الاعلام

فقیر محمد قمرالدین السیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

# معجزه رد شمس

کشف اللبس عن حدیث رد شمس

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے منکر دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

الحمد للہ

کہ رسالہ ہدایت قبالہ مودودی شبلی و عباسی وغیرہ منکرین معجزہ ردالشمس کو دلائل شرعیہ اور تحقیقات علمیہ سے راہ حق دکھانے والا اور ماننے والوں کے ایمان کو تازہ کرنے والا

المسمی بہ

# معجزہ رد شمس

# كشف اللبس عن حديث ردالشمس

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى لا سيما صاحب المعجزات القاهره والايات الباهره سيد ناو مولانا وحبيبنا و شفيعا محمد المصطفے وعلى اله و صحبه اولى الصدق والصفا اما بعد فقير حقير علوم دينيه بالخصوص تفسير وحديث کاایک ادنی خادم غلام علی بن سلطان احمد گجراتی ناظرین کرام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ یہ رسالہ حضور پرنور سرور کائنات فخر موجودات رحمت عالم صلے اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزہ ردالشمس کے احقاق واثبات میں تالیف کیا گیا ہے اور اس تالیف کے محرک اول عزیز غلام صابر قریشی اور عزیز محمد اسلم طاہر القادری ہیں جنہوں نے فقیر کی توجہ ترجمان القرآن جلد ۲۳ عدد ۳ کے اس مضمون کی طرف مبذول کرائی جو رسائل ومسائل کے عنوان کے تحت لکھا گیا ہے اور اس میں ابن تیمیہ اور ابن جوزی وغیرہ کے اقوال سے حدیث ردشمس کو موضوع ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے اور اسی ضمن میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی غلط اور نازیبا تضعیف و تجریح کی گئی ہے اور یہ دعوی کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے سورج لوٹائے جانے والی ساری روایات ائمہ حدیث اور اصحاب جرح و تعدیل کے نزدیک نہایت ہی ضعیف بلکہ موضوع اور مکذوب ہیں۔ اور ان روایات کا کوئی ایک طریق بھی محفوظ اور قابل اعتماد نہیں ہے ترجمان مذکور ص ۲۰۴ ص ۶۰ اس سے قبل کہ فقیر اس حدیث عظیم القدر اور جلیل الشان پر قدرے تفصیلی گفتگو کرے۔ تقریب مطلوب اور تفہیم مقصود کے لیے فن حدیث کے چند اصول صحیحہ معتمدہ متفقہ پیش کرتا ہے وھی ہذہ۔

باب فضایل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے وان کان مفرداً اور حدیث ضعیف جب طرق متعددہ سے مروی ہو تو مرتبہ حسن لغیرہ کو پہنچ جاتی ہے چنانچہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مقدمہ میں فرماتے ہیں۔ والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغیرہ ایضاً مجمع وما اشتھران الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال لا فی غیرھا المراد مفرداتھا لا مجموعھا لانہ داخل فی الحسن لا فی الضعیف صرح بہ الائمت - انتھی کسی حدیث کے بعض اسانید کے ضعف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے تمام اسانید ہی ضعیف ہوں ہو سکتا ہے کہ ایک اسناد کے ضعیف ہونے کے باوجود دوسرے اسانید کے اعتبار سے حسن صحیح ہو۔

تقریب النواوی میں ہے واذا رایت حدیثا باسنا د ضعیف فلک ان تقول ھو ضعیف بھذا الاسناد ولا تقل ضعیف المتن لمجرد ضعف ذالک الاسناد الا ان یقول امام انہ لم یرو من وجہ صحیح اوانہ حدیث ضعیف مفسر أضعفہ،
(تقریب مع التدیب صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵)

اسی طرح حدیث حسن جب چند طرق سے مروی ہو چاہے وہ دوسرا اسناد صحیح ہو یا حسن یا ضعیف تو وہ اجتماع جہتین یا جہات کی وجہ سے مرتبہ حسن سے ترقی کر کے مرتبہ صحیح تک پہنچ جاتی ہے شرح الدیباج المذھب میں علامہ سید شریف جرجانی فرماتے ہیں۔

والحسن اذاروی من وجہ آخر ترقی من الحسن الی الصحیح لقوتہ من اجتماع الجھتین فیعتضد و یتقوی احدھما بالاخر۔

ان اصول مسلمہ کے پیش نظر ہم جزم و وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ حدیث رد شمس اولا تو بقول امام طحاوی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے مصدقین ائمہ کبار صحیح متصل ہے یا حسن ہے اور دوسرے طرق سے اعتضاد و تقویٰ کی وجہ سے صحیح لغیرہ کے درجہ کو پہنچی ہوتی ہے اور طبرانی کی سند کے رجال رجال صحیحین ہیں سوا براھیم بن حسن اور فاطمہ بنت علی کے

اور یہ ہر دو ثقہ ہیں کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ثانیاً اگر اس حدیث کے بعض طرق کو ضعیف کہا گیا ہے تو دوسرے صحیح اور حسن طرق بھی موجود ہیں اکابر ائمہ حدیث نے اس کو قبول فرمایا ہے اور مخرجین کی پر زور تائید اور توثیق کی ہے اور جارحین اور منکرین کا رد فرمایا ہے تو طرق متعددہ اور تلقی بالقبول کی وجہ سے اس کو درجہ حسن حاصل ہے اور اقل مرتبہ یہ کہ علی سبیل التنزل اگر اس روایت کو ضعیف محض بھی تسلیم کرلیا جائے تو ضعاف بھی باب فضایل میں تو معتبر ہی ہیں اور حضور پر نور علیہ السلام کا یہ معجزہ عظیمہ بھی باب فضایل ہی سے ہے۔

مثبتین اس امر کے کب مدعی ہیں کہ اس کا ثبوت و اعتقاد قطعی اور لازمی ہے ہاں اس پر وضع و کذب و بطلان کا حکم لگانا یا تو سراسر ظلم اور عناد ہے یا تساہل۔ آیندہ اوراق میں فقیر اکابر ائمہ حدیث کے اقوال اس حدیث پاک کی تصحیح اور تحسین کے بارے میں ناظرین کرام کے سامنے پیش کر رہا ہے بالخصوص خاتمۃ الجہابذہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر اصولی تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور نقد و جرح کرنے والوں کا بھی صحیح مقام بتایا گیا ہے بعونہ و فضلہ تعالیٰ۔

وانا المفتقر الی اللہ الغنی

ابو البیان غلام علی القادری غفرلہ

ولوالدیہ ولمشائخہ بحرمۃ النبی والولی

شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ

دار العلوم اشرف المدارس۔ اوکاڑا

بتاریخ ۷ شعبان ۱۳۸۶ھ

# بیان مشکل ماروی عن رسول الله صلی الله علیه واله وسلم

فی مسئلته الله عز وجل رد الشمس علیه بعد غیبوتها ورد الله عز وجل ایا ها علیه وماروی عنه مماتوهم مضاد ذلک

(۱)۔ (حدثنا) ابو امیة حدثنا عبید الله بن موسی العیسی حدثنا الفضیل بن مرزوق عن ابراهیم بن الحسن عن فاطمة ابنة الحسین عن اسماء ابنة عمیس قالت کان رسول الله صلی الله علیه واله وسلم یوحی الیه وراسه فی حجر علی فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم صلیت یا علی قال لا فقال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم انه کان فی طاعتک و طاعة رسولک فارد علیه الشمس قالت اسماء فرایتها غربت ثم رایتها طلعت بعد ما غربت۔

(۲)۔ (حدثنا) علی بن عبدالرحمن بن محمد المغیرة حدثنا احمد بن صالح حدثنا ابن ابی فدیک حدثنی محمد بن موسی عن عون بن محمد عن امه ام جعفر عن اسماء ابنة ع‍ ‍س ان النبی صلی الله علیه واله وسلم صلی الظهر بالصهباء ثم ارسل علیا علیه السلام فی حاجته فرجع وقد صلی النبی صلی الله علیه واله وسلم العصر فوضع النبی صلی الله علیه واله وسلم راسه فی حجر علی فلم یحرکه حتی غابت الشمس فقال النبی صلی الله علیه واله وسلم الله هم ان عبدک علیا احتبس بنفسه علی نبیک فردعلیه شرقها قالت أسماء فطلعت الشمس حتی وقعت علی الجبالی وعلی الارض ثم قام علیؑ فتوضاء و صلی العصر ثم غابت و ذالک فی الصهباء رقال ابو جعفر (فا حتجنا ان) نعلم من محمد بن موسی المذکور فی اسناد هذا الحدیث فاذاهو محمد بن موسی المدنی المعروف بالفطری وهو محمود فی روایته

واحتجناان نعلم من عون بن محمد المذ کور فیہ فاذا ھو عون بن محمد بن علی بن ابی طالب و احتجناان نعلم من امہ التی روی عنھافی ھذاالحدیث فاذاھی ام جعفر ابنۃ محمد بن جعفر بن ابی طالب (مشکل الا ثار للامام الطحاوی رحمتہ اللہ تعالی ج۲ص۸-۹)

امام طحاوی مشکل الاثار جلد دوم ص ۸ ۔ ۹ پر فرماتے ہیں ۔ بیان اس روایت کے حل اشکال میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مروی ہے اللہ عزوجل سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سورج کے غائب ہونے کے بعد اس کے واپس لوٹانے کا سوال کیا اور اللہ عزوجل نے سورج کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے لوٹا دیا اور وہ روایت جو اس روایت کی مضاد وہم کی جاتی ہے امام طحاوی رحمتہ اللہ علیہ ان دونوں روایتوں کی صحت کو تسلیم کر کے دونوں میں تطبیق دیتے ہیں۔

(۱)- بیان کیا ہم سے ابوامیہ نے بیان کیا ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ عبسی نے بیان کیا ہم سے فضیل بن مرزوق نے ابراہیم ابن حسن سے فاطمہ بنت حسین سے اور وہ اسماء بنت عمیس سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں (اسماء) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جارہی تھی درآنحالیکہ آپ کا سراقدس حضرت علی کی گود میں تھا پس حضرت علی نماز عصر نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی تو نے نماز پڑھی ۔ انہوں نے عرض کیا نہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالے کی بارگاہ میں یوں دعا کی ۔ اے اللہ بیشک علی تیری طاعت میں تیرے رسول کی طاعت میں تھا لہذا سورج کو اس کے لئے واپس لوٹا دے۔ اسماء فرماتی ہیں میں نے سورج کو دیکھا کہ غروب ہو گیا پھر میں نے اس کو دیکھا غروب ہونے کے بعد نکل آیا۔

(۲) بیان کیا ہم سے علی بن عبدالرحمان بن محمد بن مغیرہ نے بیان کیا ہم سے احمد بن

صالح نے بیان کیا ہم سے ابن ابی فدیک نے بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ نے عون بن محمد سے انہوں نے اپنی والدہ ام جعفر سے انہوں نے اسماء بنت عمیس سے تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مقام صہباء میں ادا فرمائی پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی کام کے لئے بھیجا وہ لوٹے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز عصر پڑھ چکے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر علیؓ کی گود میں رکھا اور اس کو حرکت نہ دی یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ بے شک تیرے بندے علی نے اپنے نفس کو تیرے نبی کے لئے روکے رکھا پس تو اس کے لئے سورج کو واپس لا۔

اسماء فرماتی ہیں پس دھوپ نکل آئی یہاں تک کہ پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی۔ پھر علیؓ کھڑے ہوئے وضو کیا نماز پڑھی۔ پھر سورج ڈوب گیا اور یہ واقعہ صہباء کا ہے وہ خیبر سے ایک منزل پر ایک جگہ کا نام ہے امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا پس ہم اس امر کے محتاج ہوئے کہ محمد بن موسے جو اس حدیث کے اسناد میں مذکور ہیں کون ہیں تو وہ محمد بن موسیٰ مدنی ہیں جو کہ فطری کے لقب سے معروف ہیں اور وہ اپنی روایت میں محمود ہیں اور عون بن محمد مذکور فی الروایت کو جاننے کے محتاج ہوئے سو وہ عون بن محمد بن علی بن ابی طالب ہیں اور اس کی والدہ جس سے انہوں نے یہ حدیث روایت کی سو وہ ام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں

اس کے بعد امام طحاوی نے وہ حدیث نقل کی جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے

**قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تحتبس الشمس علی احد الا لیوشع:۔**

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یوشع بن نون علیہما السلام کے سوا سورج کسی کے لئے نہیں روکا گیا۔ اور دوسری روایت میں (لم ترد الشمس) وارد ہے تو پہلی روایت

سے تو کوئی تعارض ہی نہیں کیونکہ حبس شمس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کو غائب ہونے سے روک لیا گیا اور دن بڑھ گیا اور (رد الشمس) کا مفہوم یہ ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد واپس لوٹ آیا تو اس صورت میں حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ حضور علیہ السلام سے قبل جو انبیاء گذرے ہیں ان میں سے سوا حضرت یوشع علیہ السلام کے سورج کسی کیلئے واپس نہیں لوٹایا گیا اور متکلم یعنی حضور علیہ السلامؑ اس میں داخل نہیں یا جب حضور علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت تک معجزہ ردالشمس کا ظہور نہیں ہوا تھا یہ واقعہ اس ارشاد گرامی کے بعد کا ہے۔

امام ابو جعفر الطحاوی الحنفی رحمتہ اللہ علیہ کی جلالت شان اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے۔

ھو الامام حافظ الاسلام خاتم الجہابذۃ النقاد الاعلام شیخ الحدیث وطبیب للہ فی القدیم والحدیث الذی سلم لہ الفقہاء والمحدثون اجمعون

المحدث المحقق جلال الدین السیوطی نے حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں اور امام حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور علامہ محمود بن سلیمان اللغوی نے طبقات میں اور محدث فقیہ علی قاری نے اپنے طبقات اور دیگر تالیفات جلیلہ میں اور علامہ شیخ عبدالقادر نے طبقات میں اور سمعانی نے انساب میں اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں اور اتقانی نے غایۃ البیان میں اور امام یافعی نے مراۃ الجنان میں حسن القاب و آداب سے اس جامع بین الحدیث والفقاہتہ امام کا ذکر فرمایا ہے اس سے ان کی عظمت اور جلالت علمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے

قال للذھبی فی ترجمتہ الامام العلام الحافظ صاحب التصانیف البدیعتہ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ الدزدی الحجری المصری الطحاوی الحنفی قال ابن یونس ولد سنۃ سبع وثلاثین ومائتین وکان ثقۃ

مثبتاً فقیها عاقلاً لم یخلف مثلہ ابن یونس نے کہا کہ امام طحاوی ۲۳۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ثقہ۔ شبت۔ فقیہ۔ عاقل تھے اپنا مثل پیچھے نہیں چھوڑ گئے۔

## ابو اسحاق الشیرازی نے طبقات میں فرمایا

انتهت الی ابی جعفر ریاست اصحاب ابی حنیفتہ مصر میں اصحاب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ریاست ابو جعفر طحاوی پر منتہی ہوئی یعنی اپنے زمانے میں محدث جلیل القدر ہونے کے ساتھ احناف کے رئیس تھے۔ ۳۲۱ھ میں وصال ہوا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۱)

## المحدث الملکی علی القاری شرح شفا میں فرماتے ہیں

هو الامام الحافظ العلامة صاحب التصانيف المهمه روى عنه الطبرانی وغيره من الائمة وهو مصرى من اكابر علماء المصر لم يخلف مثله بين الائمة الحنفيه (شرح شفا ص ۵۸۹ ج ۱)

## امام علامہ محمد بن عبد الباقی الذرقانی المالکی فرماتے ہیں

كان ثقته مثبتا فقيها حنفيا لا مالكيا كماز عم بعض اور ان کی کتاب مشکل الآثار کے متعلق فرماتے ہیں۔

كتاب جليل اشتهر بالاثار

(زرقانی علی المواهب ج ۵ ص ۱۱۴)

اولا تو ایسے امام ثقہ، شبت، فقیہ کا اس روایت حدیث کو نقل فرما کر اس کی تصیح کرنا ہی ثبوت و اعتماد کے لئے کافی ہے۔ پھر مزید براں ان کا یہ فرمانا کہ احمد بن صالح فرماتے تھے

لا ينبغی لمن سبيله العلم التخلف عن حفظ حديث اسماء لانه من علامات النبوة۔

معرفت علم حدیث کے راستہ کے سالک کو حدیث اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالے عنہا کے حفظ سے رہنا چاہیئے کیونکہ یہ واقعہ علامات نبوت سے ہے معجزہ عظیمہ ہے

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کا یہ فرمانا مؤید صحت ہے

فان احمد هذا من كبائر ائمة الحديث الثقات۔ تحقیق یہ احمد بڑے معتبر ائمہ حدیث سے ہیں ان کی ثقاہت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے امام نسائی نے احمد بن صالح کی جو تضعیف کی وہ قابل التفات نہیں ۔ علم حدیث کا ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ الفیہ میں ہے۔

وربما كان بغير قادح

كالنسائى فى احمد بن صالح

بسا اوقات بغیر قادح کے جرح کی جاتی ہے جیسا کہ نسائی نے احمد بن صالح میں کی ہے ( زرقانی ص ۱۴۱ ج ۵ )

تقریب التہذیب میں ہے احمدبن صالح المصری ثقة حافظ من العاشره ف ۲۴۸ ص ۵ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۹ تا ۴۲۔

احمد بن صالح المصرى ابو جعفر الحافظ المعروف بابن الطبرى۔

ابو نعیم نے کہا اہل حجاز کی حدیث کا اس سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔

قال البخارى ثقة صدوق۔ قال العجلى ثقة صاحب سنية قال حاكم ثقة۔ قال الخطيب احتج باحمد جميع الائمة الا النسائى اور نسائی کے احمد بن صالح میں تکلم کی وجہ یہ لکھی کہ نسائی کو احمد بن صالح نے اپنی مجلس سے نکال دیا اور احمد بن صالح مصری کو احمد بن صالح الشمومی سے خلط کر دیا۔ ولم يضر ابن صالح شيأ هو امام ثقة۔ (تہذیب ج ۱ ص ۴۲)

احمد بن صالح ثقة امام ولا التفات الى كلام من تكلم فيه۔ طبقات الشافعية

الکبری ف ۷۸۱ - لشیخ الاسلام التاج السبکی کتاب الجرح والتعدیل ۷۳ -

۳۲م - احمد بن صالح المصری ج ۱ص ۱۸۷

ابو جعفر - حدثنا عبد الرحمن قال سئل ابی عن احمد بن صالح فقال ثقة -

یہ ہیں امام ابو جعفر احمد بن صالح جن کا اسم گرامی امام طحاوی نے حدیث رد شمس کی تصحیح و توثیق کے لئے پیش فرمایا۔

مشکل الآثار کی روایت رد شمس کی تائید و توثیق دیگر ائمہ حدیث کی تصانیف عالیہ سے

(۱) :- قاضی امام حافظ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی رحمۃ اللہ تعالے علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب شفائی حقوق المصطفے میں معجزہ رد شمس کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں

(قال) الطحاوی (وهذان الحديثان ثابتان) ای عنده و کفی به حجة رور واتهما ثقات) ای فلاعبرة بمن طعن فی رجالهما - امام طحاوی نے فرمایا اور یہ دونوں روایتیں ثابت ہیں یعنی طحاوی کے نزدیک اور طحاوی کا حجت ہونا کافی ہے اور ان دونوں حدیثوں کے راوی ثقات ہیں - لہذا جن لوگوں نے ان دونوں روایتوں کے رجال میں طعن کیا ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے -

شفاءع شرحہ للقاری ج ۱ ص ۵۹۰

(۲) :- فاضل محقق محدث فقیہ علی القاری شرح شفامیں فرماتے ہیں کہ حدیث رد شمس کے بارے میں محدثین نے اختلاف کیا ہے پھر اپنا فیصلہ یوں فرماتے ہیں - فهوفی الجملة ثابت باصله وقد یتقوی بتعاضد الاسانید الی ان یصل الی مرتبة حسمنة فیصح الاحتجاج به - یہ حدیث فی الجملہ ثابت الاصل ہے اور تعدد اسانید کی وجہ سے ایک دوسری سند کو تقویت حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ یہ روایت اس اعتبار سے بھی

مرتبہ حسن کو پہنچی ہے پس اس حدیث سے احتجاج جائز ہے (شرح شفاص ۵۸۹)

(۳):- علامہ شہاب الدین الخفاجی شرح شفامیں فرماتے ہیں۔

وقد قال خاتمة الحفاظ السیوطی وکذ االسخاوی ان ابن الجوزی فی موضوعاته تحامل تحاملا کثیراً حتی ادرج فیه کثیرا من الا حادیث الصحیحة کما اشار الیه ابن الصلاح و هذا الحدیث صححه المصنف رحمه الله تعالی واشار الی ان تعدد طرقه شاهد صدق علی صحته وقد صححه قبله کثیر من الائمة کالطحاوی واخرجه ابن شاهین وابن منده وابن مردویه والطبرانی فی معجمه وقال انه حسن و حکاه العراقی فی التقریب۔

واقول ان السیوطی صنف فی هذا الحدیث رسالة مستقلة سماها کشف اللبس عن حدیث ردالشمس وقال انه سبق بمثله لابی الحسن الفضلی اورد طرقه باسانید کثیرة و صححه بمالا مزید علیه ونازع ابن جوزی فی بعض من طعن فیه من رجاله۔

(وحکی الطحاوی عن احمد بن صالح) هو ابو جعفر الطبری الحافظ الثقة روی عنه اصحاب السنن وتوفی سنة ثمان وار بعین وماتین وله ترجمته فی المیزان (کان یقول لا ینبغی لمن سبیله العلم ) ای لمن طریقة و دابه الاشتغال بالعلم و معرفة الحدیث فجعل نفس العلم طریقاً لانه یصل به صاحبه الی سعادة الدارین (التخلف عن حفظ حدیث اسماء) بنت عمیس الذی روته فی ردالشمس (لانه من علامات النبوة ) ای من الآیات الدالة علی ثبوتها لانه معجزة عظیمته و هذا موید لصحته فان احمد هذا من کبار ائمة الحدیث الثقات ویکفی فی توثیقه ان البخاری روی عنه فی صحیحه فلا یلتفت الی من ضعفه وطعن فی روایته و بهذا ایضاً سقط ماقاله ابن تیمیة

وابن الجوزی من ان هذا الحدیث موضوع فانہ مجازفۃ منھما ( نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱، ۱۲)

ترجمہ عبارت نسیم الریاض :- خاتمۃ الحفاظ امام سیوطی اور اسی طرح امام سخاوی نے فرمایا ہے کہ ابن جوزی اپنی کتاب موضوعات میں ایک ہی طرف بہت زیادہ جھک گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں بہت سی احادیث صحیحہ کو ضعاف میں درج کر دیا ہے جیسا کہ ابن صلاح نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس حدیث کو مصنف رحمہ اللہ تعالے نے صحیح قرار دیا ہے اور اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کے تعدد طرق اس کی صحت پر شاہد ہیں اور اس سے قبل بھی کثیر ائمہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے کالطحاوی اور اس کو ابن شاہین اور ابن مندہ اور ابن مردویہ نے اور طبرانی نے اپنے معجم سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حسن ہے وحکاہ العراقی فی التقریب۔

اور میں کہتا ہوں کہ امام سیوطی نے اس حدیث کے بارہ میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور اس کا نام [1] ۔ (کشف اللبس عن حدیث رد الشمس) رکھا ہے اور سیوطی نے کہا ہے کہ اس سے قبل ابوالحسن الفضلی نے بھی اس حدیث کے اسانید کثیرہ کو طرق متعددہ سے بیان فرمایا ہے اور حدیث کی صحت کو ایسے طریقے سے بیان کیا ہے کہ اس پر ایزاد نہیں ہو سکتا اور ابن جوزی نے جن بعض رجال میں طعن کیا ہے ان کا جواب دیا ہے اور طحاوی نے احمد بن صالح سے حکایت کی وہ ابو جعفر الطبری حافظ ثقہ ہیں اس سے اصحاب سنن نے روایت کی ان کی وفات ۲۴۸ھ میں ہے اور میزان الاعتدال میں بھی اس کا ترجمہ ہے احمد بن صالح فرماتے تھے کہ جس شخص کو طریقہ اشتغال بالعلم اور معرفت حدیث ہو اس کو حدیث اسماءبنت عمیس کے حفظ سے تخلف نہیں لایق ہے نفس علم

---

(۱) باوجود کوشش وہ رسالہ دستیاب نہ ہو سکا

کو سبیل فرمایا کیونکہ اس علم کے ذریعہ آدمی سعادت دارین حاصل کرتا ہے۔

(لانہ من علامات النبوۃ) یعنی یہ حدیث ان علامات سے ہے جو ثبوت نبوت کی پر دال ہیں اس لئے کہ یہ معجزہ عظیمہ ہے اور یہ عبارت صحت حدیث کی موید ہے کیونکہ یہ احمد بڑے معتبر ائمہ حدیث سے ہیں ان کی توثیق کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے پس اس شخص کی طرف التفات نہ کیا جائے گا جس نے احمد کو ضعیف کہا ہے اور اس کی روایت پر طعن کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بھی ساقط ہو گیا جو ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے ان کا اس حدیث کو موضوع کہنا مجازفیہ ہے (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱-۱۲)

ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ پر علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی کا تعاقب

علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی فیض الباری جلد رابع ص ۷۶ پر حدیث رجم قردہ بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ثم ان ابن الجوزی ادخل ھذا الحدیث فی الموضوعات و کذا حدیثین من صحیح مسلم وقد صرح اصحاب الطبقات ان ابن الجوزی راکب علی مطایا العجلة فیکثر الاغلاط و رایت فیہ مصیبة اخری وھی انہ یر دالا حادیث الصحیحتہ کلما خالفت عقلہ و فکرہٗ (فیض الباری علی صحیح البخاری جلد ۴ ص ۷۲۶)

ترجمہ:- ابن جوزی نے اس حدیث (رجم بندریا) کو موضوعات می داخل کیا ہے ایسے ہی صحیح مسلم کی دو حدیثوں کو۔ حالانکہ اصحاب طبقات نے تصریح فرمائی ہے کہ تحقیق ابن جوزی عجلت کی سواریوں پر سوار ہے اسی لئے (احادیث پر وضع کا حکم لگانے میں) بہت غلطی کرتا ہے اور ابن الجوزی میں ایک دوسری مصیبت یہ ہے کہ وہ ان احادیث صحیحہ کو رد کر دیتے ہیں جو ان کی عقل و فکر کے خلاف ہوں۔

علامہ امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی فی شرحہ اعلی المواہب الدنیہ للعلامۃ القسطلانی

اس سے قبل ان کی تائید و توثیق احمد بن صالح المصری کے ذکر میں گذر چکی ہے مزید اس مقام پر جہاں صاحب مواہب نے یہ ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے ردروافض میں ایک مستقل تصنیف کی ہے جس میں اس حدیث کے جملہ طرق ورجال کا ذکر کر کے اس کا موضوع ہونا ثابت کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ قاضی عیاض پر تعجب ہے کہ علوم حدیث میں اس قدر جلالت قدر اور علومنزلت کے باوجود اس حدیث کو انہوں نے کیسے ثابت مان لیا ہے اس پر علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ تعجب قاضی عیاض پر نہیں بلکہ تعجب در تعجب ابن تیمیہ پر ہے کیونکہ قاضی عیاض تو اس اصل پر حدیث کی تائید کر رہے ہیں جو الفیہ وغیرہ اصول حدیث کی جملہ کتابوں میں مصرح ہے اور صغار طلبہ سے بھی مخفی نہیں ہے یعنی طرق متعددہ سے حدیث کا مروی ہونا اس کو درجہ احسن تک پہنچا دیتا ہے اور ضعف باقی نہیں رہتا ہے کمامر آنفاعن المحدث المکی علی القاری۔

شیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ولی الدین المعروف بابن

العراقی فی شرح التقریب

زرقانی ج ۵ ص ۱۱۶ میں ہے رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر باسناد حسن لما حکاہ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابن العراقی الحافظ ولی الدین فی شرح التقریب۔ یعنی طبرانی نے معجم کبیر میں اس حدیث کو اسناد حسن سے روایت کیا ہے جیسا کہ اس کو ابن عراقی نے حکایت کیا۔

شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالے

شارح بخاری وصاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ

قال الحافظ فی فتح الباری اخطأ ابن الجوزی بذکرہ فی الموضوعات وکذا ابن تیمیہ فی کتاب الرد علی الروافض فی زعم وضعہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کر کے غلطی کی۔ اسی طرح ابن تیمیہ نے بھی غلطی کی ردروافض میں جو کتاب لکھی اس میں اس حدیث کی وضع کا زعم کیا۔ (زرقانی ص ۱۱۵)

الشیخ الاجل علامہ بدر الدین العینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۴۶

اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں اخرجہ الحاکم عن اسما وذکرہ الطحاوی فی مشکل الاثار وھو حدیث متصل ورواتہ ثقات واعلال ابن الجوزی ھذا الحدیث لایلتفت الیہ یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی کا اس حدیث پاک کے اعلال کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

ابن حزم ظاہری طور پر رد فرماتے ہوئے رقم پذیر ہیں قلت والحدیث رواہ الطبرانی باسانید قال الحافظ نور الدین الھیثمی رجال احدھا رجال الصحیح غیر ابراھیم بن حسن وھو ثقۃ وفاطمۃ بنت علی ابن ابی طالب لم اعرفھا -انتھی-

واخرجہ ابن مندہ وابن شاھین من حدیث اسماء بنت عمیس وابن مردویہ من حدیث ابی ھریرۃ واسنادھما حسن، ومن صححہ الطحاوی وغیرہ وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری بعد ذکر روایت البیھقی لہ وقد اخطأ ابن الجوزی بایرادہ لہ فی الموضوعات - وفاء الوفا للعلامت السمھودی المتوفی سنہ ج ۳ ص ۸۲۳-

میں کہتا ہوں۔ اس حدیث رد شمس کو طبرانی نے کئی سندوں سے بیان کیا ہے۔ حافظ نور الدین الھیثمی نے فرمایا ان اسانید طبرانی سے ایک سند کے رجال، رجال صحیح ہیں۔ سوا ابراہیم بن حسن کے وہ ثقہ ہے اور (۱) فاطمہ بنت علی ابن ابی طالب کو نہیں پہچانتا ہوں۔ انتہیٰ اور اس حدیث رد شمس کو ابن مندہ اور ابن شاھین نے حدیث اسماء بنت عمیس

سے بیان کیا اور ابن مردویہ نے حدیث ابی ہریرہ سے اور ان دونوں حدیثوں کا اسناد حسن ہے اور طحاوی وغیرہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کے متعلق روایت بیہقی کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ بلاشک ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں لاکر غلطی کی ہے

شیخ محقق افضل الفضلا فرید العصر مولانا شیخ عبدالحق محدث

دہلوی رحمہ اللہ تعالے المتوفی ۱۰۵۲ ھ فی مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ - ۲۵۴

اما در کلام در حدیث رد شمس برائے علی رضی اللہ تعالے عنہ آنچہ علماء گفتہ اند نقل کنیم بے ثبوت تعصب و تعسف وما علینا الا البلاغ ۔ (ترجمہ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے رد شمس کی حدیث میں کلام

جو کچھ علماء نے کہا ہے ہم بغیر تعصب اور تعسف اس کو نقل کرتے ہیں

وما علینا الا البلاغ

فل سکیپ سائز کے تقریباً اڑھائی صفحے میں اس بحث کو لاتے ہیں اور امام طحاوی، قاضی عیاض، طبرانی، ابن عراقی، احمد بن صالح سے حدیث کی صحت اور حسن کا ذکر فرمایا ہے اور اس ضمن میں فرماتے ہیں ابن جوزی مستعجل است در حکم وضع و ادعائے آں وثوق نیست - ابن جوزی وضع کا حکم لگانے میں جلدی کرنے والا ہے اور اس کا دعویٰ قابل وثوق نہیں ہے اور ابن تیمیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض کی جلالت قدر اور

---

(۱) فاطمہ نبت علی بن ابی طالب بھی غیر معروف نہیں ہیں - ثقات تابعین سے ہیں حضرت علی کے کسی دوسرے حرم سے ہیں فاطمتہ بنت علی بن ابی طالب ثقۃ من الوبعۃ ماتت سنتہ سبع عشر وقد جاوزت الثمانین - تقریب ص ۲۹۲ - اسمائے رجال مشکوۃ میں ہے ۱۱۷ ھ میں وصال ہوا عمر ۸۶ سال پائی

علو خطر کو تسلیم کرنے کے بعد ابن تیمیہ کو توقف اور تردد مناسب تھا نہ کہ جزم ببطلان وانکار۔

اور ابن کثیر نے جو لکھا ہے کہ اس حدیث کی نقل میں اہل بیت کی ایک مجہولہ عورت متفرد ہے جس کا حال ہی معلوم نہیں ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں

قول بجہالت و عدم معرفت حال اسماء[(۱)] بنت عمیس ممنوع است زیراکہ وے امرۃ جمیلہ جلیلہ عاقلہ کیسہ است کہ احوال وے معلوم و معروف است۔

اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالے عنہا کی عدم معرفت اور جہالت کا قول ممنوع ہے کیونکہ وہ ایک نیک، بزرگ، عقلمند اور دانا خاتون ہیں کہ اس کے حالات معلوم و معروف ہیں

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۵۲۸ ۔ ۵۲۹ مآثر علی کے بیان میں فرماتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز عصر فوت ہو گئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی آفتاب لوٹ آیا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں ۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہمارے شیخ ابو طاہر محمد بن کردی

---

(۱) ۔ اسماء بنت عمیس کے حالات کے لئے دیکھو اصابہ ج ۴ ص ۲۳۵ ۔ اسماء بنت عمیس بن معد بوزن سعد ووقع فی الاستیعاب بفتح العین اخت میمونہ بنت الحارث زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامہا و اخت جماعۃ والصحابیات اوام اولاب وام یقال ان عدتھن تسع الخ استیعاب مع الاصابہ ص ۲۳۹ فی ذکر الصحابیات۔ تھذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۳۳۰ اسلمت اسماء قال ابن سعد اسلمت قبل دخول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الارقم ابن ابی الارقم بمکۃ و بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۸۰ اولا جعفر بن ابی طالب سے نکاح کیا اور ان سے عبد اللہ محمد و عون پیدا ہوئے جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے پھر ابو بکر صدیق سے نکاح ہوا محمد بن ابو بکر پیدا ہوئے حضرت صدیق اکبر کے بعد حضرت علی سے نکاح ہوا اور عون اور یحیی پیدا ہوئے (مزید اسمائے رجال کی بحث میں)

مدنی کے سامنے پڑھا گیا میں سن رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں مجھے میرے والد ابراہیم بن حسن کردی مدنی نے خبر دی۔ یہاں تک مع ذکر سنین اسماء بنت عمیس تک دو طریق سے اپنی مکمل سند کو بیان فرمایا۔ بعد دوسرے ائمہ حدیث کی تصیح کا ذکر فرمایا کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے کشف اللبس فی حدیث ردالشمس کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ رد شمس ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی وغیرہ نے اس حدیث کی تصیح کی ہے۔ حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے بہت زیادتی کی ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا۔ ان کے شاگرد محدث ابو عبد اللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے مزیل اللبس عن حدیث رد شمس کے ایک مقام میں بیان کیا ہے۔ کہ اس حدیث کو طحاوی نے مشکل الآثار میں اسماء بنت عمیس سے دو طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور کہا ہے یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں۔ ان کے راوی ثقہ ہیں۔ اور قاضی عیاض نے اس کو شفا میں درج کیا ہے اور حافظ ابن سید الناس نے بشری اللبیب میں اور حافظ علاؤ الدین مغلطائی نے اپنی کتاب الزہر الباسم میں ابو الفتح ازدی نے اس کی تصیح کی ہے اور ابوزرعہ ابن عراقی نے الدر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ میں بیان کیا ہے ----- اور انہوں نے ابن جوزی پر انکار کیا ہے ملخصا بقدر الحاجتہ۔

بعد ازاں حضرت شاہ صاحب نے مشکل الاثار کی حدیث رد شمس کو ہر دو طریق سے بیان فرمایا ہے
ازالتہ الخفا مقصد دوم ص ۵۳۰ مترجم مطبوعہ کراچی

## خاتمتہ المحققین الشیخ محمد امین الشہیر بابن عابدین قدس سرہ

ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار المعروف بہ فتاویٰ شامی ج ا ص ۳۳۴ میں فرماتے ہیں

والحدیث صححہ الطحاوی وعیاض اخرجہ جماعۃ منھم الطبرانی بسند

حسن واخطاء من جعلہ موضوعا کابن الجوزی

نیز درایۃً متن حدیث پر جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا جواب علامہ شامی نے یوں ارقام فرمایا ہے

ومافی الحدیث خصوصیۃ لعلی کما یعطیہ قولہ علیہ السلام انہ کان فی طاعتک وطاعت رسولک ص ۳۳۴

اگرچہ اس قدر جلیل القدر ائمہ حدیث کی تائید اور تصحیح کے بعد ایک منصف مزاج ایمان دار شخص کے لیے معجزہ رد شمس سے انکار کرنا درست نہیں ہے تاہم نقد حدیث کے اصول کے مطابق مشکل الاثار کی حدیث کے ہر دو طریق سے روایت کرنے والے رواۃ کا الگ الگ تفصیلی ذکر کرتے ہیں

۱:- طریق اول میں مندرجہ ذیل راوی ہیں (۱):- اسماء بنت عمیس۔ مشہور و معروف صحابیہ ہیں۔ اصابہ۔ استیعاب۔ طبقات ابن سعد۔ تہذیب الاسماء وغیرہ میں ان کا ترجمہ موجود ہے۔ تہذیب التہذیب میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

کانت اولا تحت جعفر بن ابی طالب ثم تزوجہا ابو بکر ثم علی بن ابی طالب وولدت لھم۔

روت عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم وروی عنہا ابنہا عبد اللہ بن جعفر وابن ابنہا القاسم بن محمد بن ابی بکر وابن اختہا عبد اللہ بن عباس وابن اختہا الاخری عبداللہ بن شداد بن الھاد وبنت ابنہا ام عون بنت محمد بن جعفر وسعید بن المسیب وفاطمہ بنت علی وابو یزید المدنی واخرون۔

(۲):- فاطمہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب الھاشمیۃ المدنیۃ۔

روت عن ابیہا واخیہا زین العابدین ------- ابن عباس واسماء بنت عمیس۔

روی عنہا اولا دھا عبد اللہ وابراہیم وحسین وام جعفر بنو الحسن الحسن بن علی۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ اس فاطمہ کی اولاد ام اسحاق بنت طلحہ ہے اپنے ابن عم حسن بن حسن بن علی سے نکاح کیا۔ پھر ان کے بعد عبد اللہ بن عمر ابن عثمان سے ان کا نکاح ہوا۔

وذکرھا ابن حبان فی الثقات ان کی عمر طویل ہوئی۔ ماتت وقدقاربت التسعین (۹۰) ووقع ذکرھا فی صیحح البخاری فی الجنائز۔ تہذیب ص ۴۴۲ ج ۱۲

نور الابصار میں ان کا سن وفات ۱۱۰ھ لکھا ہے توفیت رضی اللہ عنہا سنۃ عشر ومائۃ (نور الابصار ص ۱۷۹)۔

اور اسمائے رجال متعلقہ مشکوۃ ص ۱۳۷ و ۱۳۸ پر ہے فاطمہ صغریٰ (فاطمہ بنت حسین) ثقات تابعین میں سے ہیں سو برس سے زیادہ عمر پا کر خلافت عباسی یا اس سے قبل وفات پائی۔ آپ سے سنن ثلثہ میں احادیث مروی ہیں۔ اس کی تائید تقریب ص ۲۹۶ سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں۔

فاطمہ بنت الحسین ثقۃ من الرابعۃ ماتت بعد المائۃ وقد اسنت

## سند کا طریق اول

ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب روی عن امہ وروی عنہ الفضل بن مرزوق۔ کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ قسم اول

ع ف فاطمہ بنت حسین بن علی زوجۃ الحسن بن الحسن بن علی ثقۃ من الرابعۃ ماتت بعد المائۃ وقد اسنت۔

تقریب ص ۲۹۲ تو یہ ابراہیم بن الحسن فاطمہ بنت حسین کے بیٹے ہوئے فاحفظ

فضیل بن مرزوق، قال الثوری ثقة، قال الشافعی سمعت ابن عیینة یقول

فصیل بن مرزوق ثقة - تہذیب ص ۲۹۹ ج ۷

ع فاطمہ بنت حسین بن علی ------- روت عن ابیہا واخیہا زین العابدین

-- -- -- وابن عباس واسماء بنت عمیس روی عنہا اولادہا عبد اللہ

وابراہیم وحسین و ام جعفر بنو الحسن بن علی ووقع ذکرہا فی

صحیح البخاری فی الجنائز - قال لما مات الحسن بن الحسن ضربت امرأتہ

القبة الخ - (تہذیب التذیب ص ۴۴۲ - ۴۴۳ ج ۱۲)

بخاری باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبر و لما مات الحسن بن الحسن

بن علی رضی اللہ عنہم ضربت امرأتہ القبة علی قبرہ سنة ثم رفعت فسمعوا

صائحاً یقول الاھل وجدوا مافقدوا فاجابہ اخر بل یئسوا فانقلبوا - فتح الباری

ج ۳ ص ۴۴۳

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کانت وفاتہ سنة سبع وتسعین وھو من ثقات

التابعین ولہا ولد یسمی الحسن ایضاً فھم ثلاثة فی نسق واسم امرأتہ

المذکورة فاطمہ بنت الحسن ھی ابنة عمہ -

ماتت وقد قاربت التسعین ووقع ذکرہا فی البخاری فی الجنائز - تہذیب

التہذیب ص ۴۴۳ ج ۲ نور الابصار ص ۱۷۹

توفیت رضی اللہ تعالی عنہا ستة عشر ومائة -

حضرت اسماء کا وصال حضرت علی کے بعد ہوا ۴۰ھ میں -

۳) - ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب روی عن ابیہ وروی

عنہ الفضیل بن مرزوق - کتاب الجرح والتعدیل ص ۹۲ جلد ۱ ق ۱ -

ابراہیم بن الحسن وہ معروف سنی راوی ہیں جن کا ذکر امام بخاری تاریخ کبیر میں بھی لاتے

ہیں ۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۔ ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رخو عبد اللہ

ابن الحسن الھاشمی عن ابیہ عن جدہ عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال یکون قوم ھم الرافضۃ یر فضون الدین ۔ ابراہیم بن حسن بسند متصل نبی کریم

صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک قوم ایسی ہو

گی جن کا لقب رافضی ہو گا وہ دین کو چھوڑ دیں گے (ج ۱ ق ۱ ص ۲۷۹)

نیز فاطمہ بنت الحسین کے ذکر میں تہذیب سے گذر چکا ہے کہ ابراھیم بن الحسن نے اپنی

والدہ بنت الحسین سے روایت کی ہے حافظ نور الدین الھیثمی نے فرمایا ۔ ابراھیم بن

حسن ------ ھو ثقۃ و قدم انفا (وفاء الوفا)

۴۔ فضیل ابن مرزوق الاعز الرقاشی الکوفی ابو عبد الرحمن صدوق من

السابقۃ (تقریب ص ۱۷۰ کشف الاستار ص ۸۵)

تاریخ کبیر ج ۴ ق ص ۱۲۲ کے حاشیہ پر فرمایا

فضیل ابن مرزوق مولی بنی عنز ونحوہ فی القاموس و وقع فی التھذیب (۸

۔ ۲۹۸) مولی بنی عنزۃ، وھو تحریف واللہ اعلم ۔ تاریخ کبیر میں الرقاشی کی جگہ

رواسی لکھا ہے اور ابن حجر نے الرقاشی ویقال الرداسی الکوفی تحریر فرمایا ہے اوپر

ابراہیم بن حسن کے ترجمہ میں کتاب الجرح سے گذر چکا ہے کہ فضیل بن مرزوق نے

ابراہیم سے روایت کی ہے (وھو المدعی) تہذیب التہذیب میں ہے (۸-۲۹۹)

معاذ بن معاذ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ثوری سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ فضیل

بن مرزوق ثقہ ہے حسن بن علی الحلوانی نے کہا کہ میں نے امام شافعی سے سنا وہ فرماتے ہیں

میں نے ابن عیینہ سے سنا وہ فرماتے تھے فضیل بن مرزوق ثقۃ ۔ ابن ابی خیثمہ نے

ابن معین سے نقل کیا کہ فضیل ثقہ ہے ایسے ائمہ معتمدین کی توثیق کے بعد پھر بھی اگر

کوئی صاحب ترجمہ کی تضعیف کرے تو اس کے محتج بہ ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا ۔

کتاب الجرح والتعدیل (۲۰۳ - ۴/۷) میں ہے - امام احمد بن فضیل بن مرزوق کے بارے میں لا اعلم لا خیر أفرمایا - اس کے علاوہ سفیان ثوری، ابن معین وغیرہ ائمہ سے بھی ثقاہت نقل کی -

اس پر جرح اور اس کا جواب - محمود احمد عباسی مؤلف تحقیق مزید حدیث رد شمس پر جرح کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ شاہ صاحب (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جنہوں نے ازالیہ الخفا میں اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے اور حضرت اسماء تک اپنے استاد ابو طاہر کردی کے واسطے سے مکمل اسانید کا ذکر فرمایا ہے کہا مر آنفاً) نے اپنے شیخ سے سماعت کر کے اسے باور کر لیا - ورنہ ان کے مختلف طرق اسناد میں متعدد راوی شیعہ اور ناقابل اعتبار ہیں مثلاً فضیل بن مرزوق جس کو امام ذہبی میزان الاعتدال میں کان معروفا بالشیع لکھتے ہیں کہ وہ مشہور شیعہ تھا -

اقول :- چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد عباسی صاحب نے میزان کی عبارت نقل کرنے میں صریح خیانت اور بد دیانتی کا بھیانک مظاہرہ کیا ہے اور اگر یہ الفاظ ان کے کسی معتقد پر شاق ہوں تو اتنا تو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ جرح کر کے انہوں نے اصول حدیث میں اپنی کم مائیگی اور لا علمی کا اعلیٰ شاہکار پیش کیا ہے جناب عباسی صاحب بالقابہ اور ان کے حواریوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ علامہ ذہبی کی نقل کردہ اصل عبارت یوں ہے

وثقہ ابن عیینہ وابن معین ------ قلت وکان معروفا بالتشیع من غیر سب - یعنی امام ابن عیینہ اور ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے میں کہتا ہوں کہ وہ بغیر سب کے معروف با تشیع تھا عباسی صاحب نے من غیر سب کو حذف کر دیا - خیانة اوجہالة وسفاھة - جناب محقق صاحب علامہ ذہبی جو کہ اس فن تنقید کے مسلم امام ہیں - انہوں نے من غیر سب کی قید لگا کر واضح فرما دیا ہے کہ وہ ایسا شیعہ نہیں تھا جو صحابہ

کرام کو گالی دینے والا ہو اس کی روایت معتبر ہے اور ناقد اور جارح بالکل بے خبر اور بے بصر ہے

ان کنت لا تدری فتلک مصیبة

وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

(۵)۔ عبید اللہ بن موسیٰ بن ابی المختار العبسی الکوفی ابو محمد ثقة کان من التاسعة (کشف الاستار ص۷۰ و تقریب ص۱۳۷)

الیضاً۔ ثقة۔ صدوق۔ حسن الحدیث (کتاب الجرح والتعدیل ۲۰۲-۳۳۵)

(۶)۔ ابو امیہ۔ الشعبانی الدمشقی اسمہ محمد مقبول من الثانیة۔ تقریب ایضاً تہذیب

ذکرہ ابن حبان فی الثقات (تہذیب التہذیب ج۱۲ص۱۵۰)

بحمد اللہ تعالےٰ مشکل الآثار کی حدیث رد شمس کی پہلی روایت پر تفصیل سے ایک ایک راوی کے متعلق اسمائے رجال کی کتب متمدہ سے توثیق ہو چکی اور ثابت ہو گیا کہ اس حدیث پاک کے رواۃ میں سے ایک بھی غیر ثقہ نہیں۔ اب ہم اس حدیث کی دوسری سند پر علی الترتیب گفتگو کرتے ہیں۔

۲:۔ اسما بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ معروفہ ہیں و قدمر اور الصحابة کلهم عدول۔

(۲):۔ ام جعفر انہی کو ام عون بھی کہتے ہیں۔ ام عون بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب الهاشمیة۔ ویقال ام جعفر زوجة محمد بن الحنفیہ وام ابنہ عون۔ روت عن جدتها اسماء بنت عمیس وعنها ابنها عون۔ تہذیب المتذیب ج ۱۲ ص ۴۷۴ ایضاً ص ۳۹۹ فی ذکر اسماء بنت عمیس و قدمر انفا۔ ام جعفر مقبولة من الثالثة۔ تقریب فی الکنی ص ۲۶۵۔

(۳) عون بن محمد بن علی بن ابی طالب ۔ ام جعفر میں گذر چکا ہے کہ عون بن محمد نے اپنی والدہ ام عون سے روایت کی یعنی ان کا سماع ثابت ہے

(۴) :- محمد بن موسیٰ بن عون بن محمد الفطری قال الطحاوی محمود فی الروایة وفی التقریب صدوق من السابعة (تقریب ص ۱۹۶ کشف ص ۹۷)

روی عن عون بن محمد الحنفیہ و روی عنہ الدار تیمی وابن ابی فدیک۔

صدوق صالح الحدیث (کتاب الجرح والتعدیل ۴-۱-۸۲)

قال الترمذی ثقة وقال الطحاوی محمود فی روایتہ وذکر ابن حبان فی الثقات وفی موضع اخر مقبول الروایة قال ابن شاهین فی الثقات قال احمد بن صالح محمد بن موسیٰ الفطری شیخ ثقة من الفطر یین -- -- -- -- -- الفطری هو المعروف - تہذیب (۹-۴۸۵)

ایضاً - روی عن عون بن محمد - التاریخ الکبیر (۱-۱-۲۳۷)

(۵) محمد بن اسماعیل بن مسلم بن ابی فدیک ذکرہ ابن حبان فی الثقات قال النسائی لیس بہ باس قال ابن معین ثقة - قال البخاری مات ۲۰۰ھ ( تہذیب ۹-۶۱)

صدوق من صغار الثالثة (تقریب)

(۶) :- احمد بن صالح المصری ثقة حافظ من العاشر ( تقریب ص ۲۴۸) ان کے متعلق پہلے بھی کافی لکھا جاچکا ہے

(۷) علی بن عبدالرحمن بن محمد ابن المغیرہ المصری المخزومی - صدوق - کتاب الجرح ( ۳ - ۱۹۵ ) روی عنہ ابن ابی حاتم الرازی ( صاحب کتاب الجرح ) وابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی واخرون وکان ثقة حسن الحدیث توفی بمصر یوم الخمیس لعشر خلون من شعبان ۲۷۲ھ -

وذکرہ ابن حبان فی الثقات - تہذیب التہذیب (۷-۳۶۱)

ثقة من الحادی عشر - تقریب ص ۱۵۰

## تحقیق اس امر کی کہ اہل بدعت کی روایت قابل اعتبار ہے یا نہیں

علم اصول حدیث کی معروف متداول کتاب تقریب النواوی میں فرماتے ہیں - السابعة

- من کفر ببدعته لم یحتج به بالاتفاق ومن لم یکفر قیل لا یحتج مطلقا

وقیل یحتج به ان لم یکن ممن یستحل الکذب فی نصرة مذهبه اولا هل

مذهبه وحکی عن الشافعی وقیل یحتج به ان لم یکن داعية الی بدعته ولا

یحتج به ان کان داعية وهذا هو الاظهر اعدل وقول الکثیر اوالاکثر وضعف

الاول باحتجاج صاحبی الصحیحین وغیر هما بکثیرین من المبتدعة

غیر الدعاة -

النوع الثالث والعشرون - تقریب النواوی شرح تدریب الراوی صفحه

۲۱۶

ترجمہ

ساتواں مسئلہ :- جس شخص کی بدعت کی وجہ سے تکفیر کی جائے وہ بالاتفاق محتج نہیں (وہ شخص جو کسی ایسے امر متواتر کا منکر ہو جو ضروریات دین سے ہو) اور جس کی تکفیر نہ کی جائے اس کے متعلق بعض کا قول ہے کہ مطلقاً محتج بہ نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر اپنے مذہب اور اہل مذہب کی نصرت کے لئے کذب کو حلال نہیں جانتا ہے تو قابل احتجاج ہے

(سواء کان داعية ام لا یقبل ان استحل ذلک) اور یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کیا گیا ہے (حکاه عنه الخطیب فی الکفایه) اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کی وہ روایت اس کی بدعت کی طرف داعیہ نہ ہو تو محتج بہ ہے - اور اگر داعیہ الی البدعت ہے

تو محتج بہ نہیں ہے اور یہی قول اظہر اور اعدل ہے اور قول کثیر یا اکثر ہے اور قول اول اس لئے ضعیف ہے کہ صاحب صیحح بخاری اور صیحح مسلم اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے بہت سے مبتدعین سے احتجاج کیا ہے جو کہ دعاۃ نہیں تھے ( جیسے عمران بن حطان، داود بن الحصین دونوں ہی خارجی تھے ) قال الحاکم و کتاب مسلم ملاٰن من الشیعۃ - اور حاکم صاحب مستدرک نے کہا ہے کہ کتاب مسلم شیعہ رواۃ سے بھری ہوئی ہے ( تدریب الراوی )

قدصرح الذھبی فی المیزان البدعۃ علی ضربین صغری کالتشیع بلاغلو اوبغلو کمن تکلم فی حق من حارب علیا فھذا کثیر فی التابعین وتابعیھم مع الدین الوراع والصدق فلورد ھولاء لذھب جملۃ من الاثار ثم بدعۃ کبری کالرفض الکامل والغلوفیہ والحط علی ابی بکر وعمر والدعاالی ذلک فھذاالنوع لا یحتج بھم۔

امام ذہبی نے میزان میں تصریح کی ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ صغریٰ جیسے تشیع بلاغلو یا باغلو۔ جیسے وہ شخص جس نے حضرت علی کے محاربین کے بارے میں کلام کی۔ تابعین اور تبع تابعین میں ایسے بہت سے لوگ گذرے ہیں حالانکہ وہ دیندار متورع اور صادق تھے اگر ان اہل بدعت کو رد کیا جائے تو بہت سے آثار ہاتھ سے چلے جائیں گے ۔ دوسری بدعت کبریٰ ہے جیسے رفض کامل اور اس میں غلو اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ کے مرتبہ کو گرانا اور لوگوں کو اس بدعت کبریٰ کی طرف بلانا پس ایسے مبتدعہ کی روایات قابل احتجاج نہیں ہوتی ہیں۔ ( تدریب ص ۲۱۸ )

اسی بحث کے ماتحت امام سیوطی نے ایک طویل فہرست ان راویوں کی پیش کی ہے جن سے بخاری اور مسلم دونوں یا ایک نے صحیحین میں روائیت کی ہے حالانکہ وہ رواۃ مبتدعین ہیں بلکہ بعض معروف داعیان الی البدعت بھی ہیں۔ ان میں مرجیہ۔ ناجی خارجی

حروریہ ۔ قدریہ ۔ جہمیہ ۔ قعدیہ اور شیعہ بھی ہیں ۔ فضیل بن مرزوق الکوفی کو بھی اسی فہرست میں لاتے ہیں چنانچہ فضیل اور کچھ اور رواۃ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں

فهؤلاء رموا بالتشيع وهو تقديم على على الصحابة پس یہ وہ لوگ ہیں جن کی تشیع کی طرف نسبت کی گئی ہے ۔ اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی باقی صحابہ پر تقدیم ہے یعنی فضیل بن مرزوق اور ان کے دوسرے ساتھی جو اس فہرست میں مرقوم ہیں ان شیعوں سے ہیں جو صرف حضرت علی سے فرط محبت کی وجہ سے ان کو دیگر صحابہ سے افضل سمجھتے تھے ۔

پھر تمام فہرست مبتدعین درج کرنے کے بعد امام سیوطی فرماتے ہیں

فهؤلاء المبتدعة ممن اخرج لهم الشيخان اواحد هما - تدريب الراوى ص ۲۱۹، ۲۲۰

جس نے ان اہل بدعت رواۃ کی مزید تفصیل دیکھنی ہو تو وہ الاقوال الصحیحہ مؤلفہ مولانا نور بخش صاحب توکلی ص ۲۱۴ تا ۲۳۰ کا مطالعہ فرمائے ۔ تو جب امام بخاری جیسے محدث ، شیعہ راویوں سے صحیح بخاری میں روایت کر رہے ہیں تو امام طحاوی پر کیا اعتراض ہے ۔

ولكن الناس اعداء لما جهلوا

امام ملا علی قاری مکی رحمہ اللہ تعالے شرح شفا میں اسی حدیث رد شمس کا ذکر فرماتے ہوئے ابن تیمیہ ، ابن قیم اور ابن جوزی کی تضعیف و تجریح کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

ولا يخفى ان مجرد كونه راو من الرواة رافضياً او خارجياً لا يوجب الجزم بوضع حديثه اذا كان ثقة من جهة دينه وكان الطحاوى لاحظ هذا المعنى و بنى عليه هذا المعنى ثم من المعلوم ان من حفظ حجة على من لم يحفظ والا

صل هو العدالة حتی یثبت الجرح المبطل للروایة

ترجمہ:- یہ امر مخفی نہیں کہ محض کسی راوی کا شیعہ یا خارجی ہونا وضع حدیث کے جرم کا موجب نہیں ہے جبکہ وہ راوی اپنے دین کی جہت سے ثقہ ہو اور حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالے نے اس مبنی کو ملحوظ رکھا ہے اور اسی معنی پر بنا رکھی ہے پھر یہ امر بھی معلوم ہے کہ حافظ، غیر حافظ پر حجت ہوتا ہے اور اصل راوی میں عدالت ہوتی ہے یہاں تک کہ ایسی جرح ثابت ہو جو روایت کو باطل کرنے والی ہو:- (شرح شفا للقاری ج ۱ ص ۵۹۰)

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

نحن عبید محمد صلی علیہ وسلما

س:- مشتے نمونہ از خروارے ایک مہمل روایت سنیے جس کو جلی عنوان کے ساتھ متعدد طرق روایت سے اس اہتمام سے بیان کیا ہے کہ فل سکیپ سائز کا ڈیڑھ صفحہ بھر دیا ہے عنوان ہے

آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد اس کے لوٹ آنے کا معجزہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی نماز عصر فوت ہو گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی آفتاب غروب ہو جانے کے بعد لوٹ آیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ روایت میں نے مدینہ منورہ میں اپنے استاد شیخ ابراہیم بن الحسن الکردی سے ۱۱۴۴ھ میں سماعت کی تھی پھر اپنے شیخ سے لے کر سترہ راویوں کا نام بنام تعارف کراتے ہوئے حضرت علی کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس پر ان کو منتہی کیا ہے اور اس طرح عن فاطمہ بنت الحسین عن اسماء بنت عمیس یعنی پہلی راویہ اسماء بنت عمیس زوجہ علی ہیں۔ انہوں نے اپنی پوتی فاطمہ بنت الحسین سے یہ روایت بیان کی۔ اور فاطمہ نے اپنے چچیرے بھائی عبد اللہ بن حسن اور ابراہیم بن حسن سے اور ان حضرات نے دوسروں سے نفس مضمون کی غرابت سے قطع

نظر شاہ صاحب اگر پہلی اور دوسری راویہ خواتین کے سن وفات وسن ولادت ہی کو پیش نظر رکھتے تو بآسانی معلوم ہو جاتا کہ یہ دونوں ہم زمانہ نہیں تھیں۔ یعنی پہلی راویہ اسماء کی وفات ۴۰ھ میں ہوگئی تھی (خلاصۃ تہذیب ص ۴۴۸) ان کے مرنے کے دس گیارہ سال بعد ۵۰ یا ۵۱ھ میں دوسری راویہ خاتون فاطمہ بنت الحسین عالم وجود میں آئیں تو جس دوسری راویہ کی ولادت ہی پہلی راویہ کے مرنے سے دس برس بعد ہوئی ہو۔ اس کا نام سلسلہ راویان میں لینا ظاہر ہے کہ محض لغو اور مہمل ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے شیخ سے سماعت کر کے اسے باور کرلیا۔ ورنہ ان کے مختلف طرق اسناد میں متعدد راوی شیعہ اور ناقابل اعتبار ہیں مثلاً فضیل بن مرزوق جس کو امام ذہبی میزان الاعتدال میں کان معروفابالتشیع لکھتے ہیں

یہ ہیں وہ تحقیق کے جواہر پارے جو محمود احمد صاحب عباسی نے تحقیق مزید ص ۹۳۔ ۹۴ میں بڑے فخر و غرور سے شاہ صاحب کا استہزا کرتے ہوئے پیش کیے ہیں۔

الجواب:- فاطمہ بنت الحسین کے متعلق نور الابصار میں ہے:-

توفیت رضی اللہ عنہا سنۃ عشر ومائۃ کذافی کتب التواریخ۔ یعنی فاطمہ مذکورہ کا سن وفات کتب تواریخ میں ۱۱۰ھ مذکور ہے۔ اور تہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۳ پر فاطمہ بنت حسین کے ترجمہ میں مذکور ہے

ماتت وقد قاربت التسعین ووقع ذکرھافی البخاری فی الجنائز یعنی فاطمہ کی عمر وصال کے وقت ۹۰ کے قریب تھی اور اس کا ذکر امام بخاری نے کتاب الجنائز میں بھی لائے ہیں۔ ان ہر دو عبارتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ فاطمہ کی عمر جب ۹۰ کے قریب تھی اور وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔ تو لامحالہ ان کی پیدائش ۲۰ھ کے قریب تسلیم کرنی پڑے گی۔ تو یہ کہنا کہ ان کی ولاوت ۵۰۔ ۵۱ھ میں ہوئی غلط اور باطل ٹھہرا۔

اور تقریب میں ہے ماتت بعد المائۃ وقد اسنت ص ۲۹۲ سن ۱۰۰ھ کے بعد ان کا

انتقال ہوا اور تحقیق عمر رسیدہ تھیں۔ یہ قول بھی ۵۰ھ میں ان کی ولادت کے ادعا کو باطل ٹھہراتا ہے۔

اسی طرح الاعلام للزرکلی میں آپ کا سن وصال ۱۱۰ھ مذکور ہے

دوسرا قول تتبع وتلاش سے یہ ملتا ہے کہ آپ کا وصال ۱۱۸ھ میں ہوا چنانچہ خلاصہ تذھیب الکمال میں ان کے ترجمہ کے ماتحت فرمایا۔ بقیت الی بعد ستة عشر ومائة۔

منتہی الامال فی تواریخ النبی والآل للقمی میں ہے در سال یک صد وہفد ہم در مدینہ وفات یافت ص ۲۵۴

ضروری نوٹ:۔

وتزوج الحسن کثیرا من النساء وکان مطلاقا وکان لہ خمسة عشر ولدأ ذکرا وثمانی بنات (تاریخ ابو الفداج ۲ ص ۹۶)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر الزوج اور مطلاق تھے۔

اس لئے ممکن ہے کہ ام اسحاق بنت ابو طلحہ ان کی مطلقہ ہوں فافہم وتدبر:۔

اب ذرا منکرین معجزہ رد شمس کے ماخذ کا حال بھی ملاحظہ فرمالیا جائے اولا منہاج السنة کے مصنف ابن تیمیہ کے متعلق اکابر علمائے اہل سنت کے اقوال (مشتے نمونہ از خروارے) پیش خدمت ہیں

(۱) خاتم المحدثین شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزی جلد ۲ صفحہ ۸۰، ۸۱، ۸۵ میں فرماتے ہیں۔

کلام ابن تیمیہ فی منہاج السنة وغیرہ من الکتب موحش جدأفی بعض المواضع لاسیمافی تفریط حق اھل البیت وفی منع زیارة النبی علیہ السلام وفی انکار الغوث و القطب والابدال و تحقیر الصوفیة وامثال ذالک وھذہ

المواضع منقولة موجودة عندی وقد تصدی لرد کلامہ فی زمانہ جھابذة علماء الشام والمغرب والمصر ثم ان ابن القیم تلمیذہ الرشید قد بالغ فی توجیہہ کلامہ لکن لم یقبلہ العلماء حتی ان المخدوم معین الدین السندی فی عصر سیدی الوالد اطال رسالتة فی ردہ واذاکان کلامہ مردوداً عند علماء اهل السنة فای طعن یلحقھم فی ذالک فقط۔

ابن تیمیہ کا کلام منہاج السنۃ وغیرہ میں بعض مقامات پر نہایت ہی وحشت ناک ہے خصوصاً اہل بیت کے حق میں تفریط اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارات کو روکنے اور غوث قطب اور ابدال اور صوفیہ کی تحقیر کے انکار کے بارے میں اور امثال ذالک اور یہ مقامات میرے پاس موجود منقول ہیں ابن تیمیہ کے زمانہ ہی میں شام مغرب اور مصر کے علماء جہابذہ اس کے رد کے درپے ہوئے ہیں پھر اس کے شاگرد رشید ابن قیم نے اس کے کلام کی توجیہ میں مبالغہ کیا لیکن علماء اہل سنت نے اس کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ میرے والد ماجد (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب) کے زمانہ میں مخدوم معین الدین السندی نے ایک طویل رسالہ ابن تیمیہ کے رد میں تحریر فرمایا۔ تو جب ابن تیمیہ کا کلام علمائے اہل سنت کے نزدیک مردود ہے تو ان پر اس بارے میں کیا طعن لاحق ہے

(۲) علامہ عبد الحی لکھنوی تحفۃ الکملۃ علی حواشی تحفۃ الطلبہ ص ۵ میں فرماتے ہیں۔

ان من المحدثین من لہ افراط و مبالغة فی الحکم بوضع الاحادیث و بابطالها وضعفها منهم ابن الجوزی وابن تیمیہ الحنبلی والجوزقانی والصنعانی وغیرہ (از حاشیہ الرفع والتکمیل ص ۹۰)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں فرماتے ہیں

طالعت رد ابن تیمیہ علی الحلی فوجدتہ کثیر التحامل فی رد الاحادیث

التی یوردها ابن المطهر الحلی وردفی رده کثیر امن الاحادیث الجیاد۔

انتھی

ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن کثیر نے حدیث رد شمس کے اسمائے رجال پر جرح میں اکثر ابن الجوزی کا اتباع کیا ہے اور ابن جوزی خود احادیث پر وضعف کا حکم لگانے میں افراط و تفریط سے نہیں بچے ہیں۔ انہوں نے بہت سی حسان بلکہ صحاح پر ضعف کا حکم لگا دیا ہے اور ضعاف پر وضع و ابطال (۱) کا کمالا یخفی علی من لہ ادنی مسکتہ بالعلم الحدیث تفصیل کے لیے تعقبات السیوطی علی موضوعات ابن الجوزی ملاحظہ فرمائیں (تدریب الراوی ص ۱۸۰) بلکہ خود علامہ ذہبی جن کی تلخیص منہاج سے ملک غلام علی صاحب نے ترجمان القرآن میں استدلال کیا ہے میزان الاعتدال میں ابان بن یزید العطار کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ علامہ ابن الجوزی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے

ولم یذکر فیہ اقوال من وثقہ وھذا من عیوب کتابہ یسرد الجرح ویسکت عن التوثیق۔ انتھی

(۴)۔ علامہ علی قاری موضوعات کبیر ص ۲۴ پر فرماتے ہیں۔ ادعی ابن الجوزی انہ موضوع لکن قال السیوطی اخرجہ ابن مندہ وابن شاھین وابن مردویہ وصححہ الطحاوی والقاضی عیاض اقول ولعل المنفی ردھا بامر علی والمثبت بدعاء النبی علیہ السلام

---

(۱)۔ بلکہ صحیح مسلم تک کو نہیں چھوڑا ہے (تدریب)

اس کے بعد علامہ علی قاری فرماتے ہیں:-

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ منفی رد شمس باامر علی ہے کرم اللہ وجہ اور مثبت کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہے

(۵) :- انور شاہ کاشمیری دیوبندی فیض الباری ج ۳ ص ۵۲۳ میں لکھتے ہیں۔

قال الطحاوی وھو حدیث متصل و رواتہ ثقات واعلال ابن الجوزی ھذا الحدیث لا یلتفت الیہ۔

یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں۔ اور ابن جوزی وغیرہ ابن تیمیہ اور اس کے اتباع کا اعلال اس حدیث کے بارے میں قابل التفات نہیں۔

اب اہل علم ناظرین کرام سے التماس ہے کہ اس رسالہ کے مضمون کو بغور مطالعہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں کہ منکرین کا پلہ بھاری ہے یا مثبتین کا۔ بفضلہ تعالیٰ۔ ترجمان القرآن نے تفصیل کا مطالبہ کیا تھا۔ اس لیے یہ مقالہ قدرے طویل ہو گیا ہے اور بصورت رسالہ حاضر خدمت ہے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللہ علی حبیبہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

غلام علی غفرلہ

# عقائد

# اسلام

مطابق

مسلک اہل سنت و جماعت

# انتساب

میں اپنی اس تالیف کا انتساب استاذ العلماء۔ شیخ الفضلا امام اہل سنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث وامیر دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور سے کرتا ہوں جن کی تعلیم و تربیت و دعوت و ارشاد سے میرے جیسے ہزاروں افراد کو مسلک حق اہلسنت و جماعت کے مطابق درستی عقائد کی توفیق نصیب ہوئی۔

فقیر غلام علی اشرفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## عقائد متعلقہ ذات و صفات باری جل شانہ

وجود باری تعالیٰ:- اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے یعنی اس کا ہونا ضروری اور نہ ہونا محال ہے وجود باری تعالیٰ کا انکار صریح کفر ہے منکرین خدا کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اگرچہ وہ رسمی طور پر مسلمان کہلائیں

توحید:- ان اللہ تعالے واحد بے شک اللہ تعالے واحد ہے۔ یعنی وحدانیت کے ساتھ موصوف تھے اور یہ وحدانیت پانچ قسموں پر بولی جاتی ہے (۱):- وحدانیت فی الذت اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کثرت کا انتفاء کیا جائے بایں معنی کہ وحدانیت ذاتی انقسام اور تبعیض کو قبول نہیں کرتی اور امام الحرمین ارشاد میں فرماتے ہیں ۔اللہ تعالے واحد ہے اور موحدین کی اصطلاح میں واحد اس شئی کو کہا جاتا ہے جو منقسم نہ ہو۔ ولو قیل لواحد ہوالشئی لوقع الکتفاء بہ

اور بحر الکلام میں امام نسفی فرماتے ہیں واحد وہ موجود ہے۔ اور نہ اس کی ذات کے لئے بعض ہے اور نہ انقسام ہے اس لئے کہ اللہ تعالے عدد کی جہت سے واحد نہیں ہے اگر من جہت العدد واحد ہو تو پھر اس کے ابعاض ہونگے (جمع بعض) اور جس کے البعاض ہوں اسکا الہ واحد ہونا محال ہے۔

دوسری قسم ۔ وحدانیت فی الصفات اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی کسی صفت میں اسکا کوئی نظیر شبیہ یا مثیل نہیں یہ محال ہے کہ اس کی عین صفت یا اس کی صفت کی مثل اس کے غیر کیلئے ہے اسی طرح مخلوق کی کوئی صفت یا مخلوق جیسی کوئی صفت بعینہ اس کی ذات میں نہیں پائی جاتی کیونکہ مخلوق کی صفات حادث ہوتی ہیں اور اللہ تعالے کی

ذات بھی قدیم ہے اور اس کی صفات بھی قدیم ہیں

تیسری قسم۔ وحدانیت فی الاسماء = اس سے مراد بھی یہ ہے کہ اللہ تعالی کے کسی اسم میں کوئی اسکا مشابہ اور مماثل نہیں ہو سکتا اگرچہ اس کے بعض اسماء کا اطلاق اسکی مخلوق پر بھی ہوا ہے جیسا سمیع اور بصیر رؤف اور رحیم اور شہید وغیرہ لیکن ان اسماء کا معنےٰ اللہ تعالی کے حق میں اور ہے اور مخلوق کے حق میں اور ایسی اسمی مشارکت صرف لفظی ہے معنی مماثلت نہیں مثلا اللہ تعالی بذات خود سمیع بصیر ہے۔ اور سمیع بصیر اس کی ذاتی صفات ہیں اور قدیم ہیں اور مخلوق میں یہ اسماء معنی حدوث میں ہیں اور محدود ہیں۔

(فائدہ) اسم اور صفت میں فرق صفت اسم پر مقدم ہوتی ہے بس صفت اسم غیر ظاہر ہے جب ظاہر ہو جائے تو اس پر اسم کا اطلاق ہوتا ہے مثلا رحمت اسم رحمن سے سابق ہے پس جب اس نے رحم فرمایا تو اسم رحمن کیساتھ مسمی ہو گیا۔

چوتھی قسم۔ وحدانیت فی الافعال۔ کا یہ مفہوم ہے کہ تمام کائنات کی ایجاد و اختراع میں اس کے منفرد ہونے کا وجوب اور ممکنات میں کسی ممکن کی تاثیر ذاتی کا امتناع۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالی کے سواء، جملہ عالم میں کوئی موثر حقیقی نہیں ہے جن مقامات میں غیر اللہ سے تاثیر کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد تاثیر حقیقی ذاتی ہے لہذا مخلوقات کی ذوات میں سے ہر ذات اور ہر صفت ہر اسم اور ہر فصل اور ہر حکم حادث ہے اور یہ سب اللہ تعالی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اس کی اس صفت خلق میں ہرگز کوئی شریک نہیں نہ طبعیت نہ کوئی ستارہ اور نہ کوئی قوت اور نہ کوئی سبب مطلقاً۔

پانچویں قسم۔ وحدانیت فی الاحکام ایسی کہ اللہ تعالی فرماتا ہے واللہ یحکم لا معقب لحکمہ اللہ ہی حاکم ہے اس کے حکم کو کوئی پیچھے کرنے والا نہیں، حکم امر اور نہی ہے اور وہ ایک ہے لیکن احوال مکلفین کے تعلق کے اعتبار سے کثیر ہے اس کا حکم قدیم ہے لیکن وہ مخلوق میں اس کا ظہور ہوا نہ کہ حدوث اللہ تعالے نے ہی کتابیں اتاری

اور شریعتیں مقرر فرمائیں اور نبیوں کو مبعوث فرمایا جو لوگوں کے سامنے اللہ تعالے کے احکام کی تبلیغ کرتے تھے اور اس کے حکم کے ساتھ حکم دیتے تھے پس حقیقت میں تمام احکام اللہ تبارک و تعالی کے قول حق کی طرف راجع ہیں ۔ اور اس کی سچی خبر کی طرف مستند ہیں ، وہی ان احکام کو اپنی مخلوق میں سے دنیا میں ان احکام کو نافذ کرتا ہے اور آخرت میں بغیر واسطے کے نافذ کریگا سعید کی سعادت اور شقی کی شقاوت کا حکم فی الحقیقت اسی کے ہاتھ میں ہے ۔ اسباب کی ترتیب اور مسببات کی طرف ان کو متوجہ کرنا اسی کے حکم سے ہوتا ہے کفار پر کفر کا حکم اور مومنوں پر ایمان کا حکم اور فاسقوں پر فسق کا حکم اور منافقوں پر نفاق کا حکم اور طاعت گزاروں پر طاعت کا حکم اور مخلصین اور متقین پر اخلاص اور تقوے کا حکم سب اسی کی طرف سے ہے ۔ جیساکہ ارشاد فرماتا ہے ان الحکم الا للہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین ۔ اللہ کے سوا کسی کا حکم (حقیقی) نہیں وہ حق بیان فرماتا اور بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ۔ پس اللہ با حکم الحاکمین ۔ کیا اللہ تعالے احکم الحاکمین نہیں ہے ؟ یعنی وہی ہے ومن احسن من اللہ حکما ۔ حکم کے اعتبار سے اللہ سے کون اچھا ہے ان ربک یقضی بینھم بحکمہ بے شک تیرا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کرتا ہے ان آیات صریحہ کثیرہ کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ اس کی ذات و صفات و افعال ، احکام و اسماء میں اسکا کوئی شریک نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اسکی مثل کوئی شئی نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے توحید کا معنیٰ اس طرح واضح فرمایا ہے اللہ تعالےٰ واحد ہے یعنی اپنی ذات میں نہ عدد کے طریقے سے۔ اس لئے کہ اگر وحدت عددی مراد ہو تو یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی کوئی ہو لیکن وہ اس طریقے سے واحد ہے کہ اسکا کوئی شریک نہیں نہ سرمدیت کی نعمت میں اور نہ اس کی ذات میں اور نہ اس صفات میں نہ اسکا کوئی نظیر ہے نہ اس کا کوئی شبیہہ ہے گویا کہ یہ معنیٰ سورہ اخلاص سے بطریق اختصاص مستفاد ہے قل ھو اللہ احد یعنی وہ اپنی ذات میں اور صفات میں متوحد اور منفرد ہے اللہ الصمد یعنی وہ ہر ایک سے بے نیاز ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے لم یلد ولم یولد یعنی نہ حادث ہے اور نہ حوادث کا محمل ولم یکن لہ کفواً احد یعنی اسکا کوئی مماثل مجالس اور مشابہ نہیں اور اس میں کفار مکہ پر رد ہے جو کہتے تھے الملائکۃ بنات اللہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اس طرح یہود پر رد ہے جنہوں نے یہ کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ پر رد ہے جنہوں نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور اس کی ماں اللہ کی بیوی ہے الحاصل عالم کا بنانے والا ایک ہے اس لئے کہ واجب الوجود کا مفہوم صرف ایک ذات پر صادق آتا ہے جو کہ صفات متعددہ سے متصف ہو۔

کمایستفادمن قولہ تعالےٰ لو کان فیھما الھتہ الا اللہ لفسدتا۔ اگر آسمان زمین میں اللہ تعالےٰ کے سوا چند معبود ہوتے تو وہ دونوں اپنے نظام سے نکل جاتے (شرح فقہ اکبر للقاری ص ۱۲)

آیت مذکورہ بالا کی علمی تفسیر دیکھنی ہو تو شرح فقہ اکبر میں اسی مقام پر اور تفسیر کبیر روح المعانی میں اسی آیت کے ماتحت اور مطول مختصر میں لفظ لو کے ماتحت دیکھی جاسکتی ہے۔ وغیرہ فی غیرہ

وہ اپنی مخلوقات میں سے کسی شی کے مشابہ نہیں یہ اس لئے کہ وہ واجب الوجود لذاتہ ہے

اور اسکا سوی ممکن الوجود ہے فی حد ذاتہ - واجب الوجود وہ بے نیاز ہے جو کسی چیز کا محتاج نہیں اور ہر ممکن اپنی ایجاد امداد میں اسکا محتاج ہے اللہ تعالے فرماتا ہے واللہ الغنی وانتم الفقراء پس وجود باری اس کی ذات کا عین ہے اور اس کی صفات عین ذات نہیں خلافاً للفلاسفہ اور نہ غیر ذات ہیں جیساکہ معتزلہ کہتے ہیں اور نہ حادث ہیں جیساکہ کرامیہ کہتے ہیں بخلاف مخلوق کے کہ ان کی صفات سب کے نزدیک غیر ذات ہیں - خلاصہ یہ ہے کہ فلاسفہ اور معتزلہ نے تعدد قدماء سے بچنے کے لئے صفات کی نفی کی اسی طرح اشاعرہ نے صفات کی غیریت اور عینیت کی تحقیق اسماء میں نفی کی اور حنفیہ ماترید کا صفات باری کے بارے میں مشہور عقیدہ لاعین ولا غیر والتفصیل فی المطولات ولا یشبھہ شئی من خلقہ یعنی اس کی مخلوق میں سے کوئی شئی اس کے مشابہ نہیں -

یہ ماقبل کی تاکید و تقریر ہے اور یہ اللہ تعالے کے ارشاد لیس کمثلہ شئی سے مستفاد ہے یعنی اس کی ذات و صفات کی کوئی مثل نہیں یا اس لئے کہ مثل المثل کی نفی بطریق برہان نفی مثل کو مستلزم - جیساکہ بعض اعیان نے اسے ثابت کیا ہے ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آیت میں لفظ کاف یا مثل زاید ہے اس لئے کہ مثل مطلق مساوی من جمیع الوجوہ کو کہتے ہیں اور شرح قونوی میں ہے کہ نعیم بن حماز فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالے کو اس کی مخلوق میں سے کسی شئی کے ساتھ تشبیہ دے وہ کافر ہے اور جو اللہ تعالے کی کسی ایسی صفت کا انکار کرے جو اس نے اپنی ذات کے لئے بیان فرمائی ہے وہ بھی کافر ہے اسحق ابن راہو یہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالے کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دے وہ اللہ عظیم کا منکر ہے

جہمیہ اہل سنت و جماعت پر مشبہہ ہونے کا بالکل جھوٹا الزام لگاتے ہیں بلکہ وہ خود معطلہ ہیں اسی لئے بہت سے ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ جہمیہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل

سنت کو مشبہہ کہتے ہیں اس لئے کہ تمام وہ فرقے جو اللہ تعالے کے اسماء صفات کی نفی کرتے ہیں وہ مثبتین کے لئے مشبہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور بعض مفسرین جیسے عبدالجبار اور زمخشری وغیرہ معتزلہ اور رافضی پر اس شخص کو جو اللہ تعالے کے لئے صفات ثابت کرے یا ذات باری کی رویت کا قائل ہوا اسے بھی مشبہ کہتے ہیں جمہور اہل سنت و جماعت کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ وہ نفی تشبہ سے نفی صفات کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ اس بات کا ارادہ کرتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالی اپنے اسماء صفات افعال میں مخلوق کے مشابہ نہیں کمابینہ الامام الاعظم بیاناً شافیاً (شرح فقہ اکبر ص ۱۸)

اللہ تعالے اپنے اسماء اور صفات ذاتیہ جیسے علم حیات اور کلام (وہ بالا تفاق قدیم ہیں) اور فعلیہ یعنی صفات فعلیہ سے موصوف ہے جیسے خلق رزق نحوھما ازلا ابداً

ماتریدیہ کا مذہب یہ ہے کہ صفات فعلیہ قدیم ہیں اور اشاعرہ کے مذھب کے مطابق وہ حادث ہیں اور تحقیق شدہ بات یہ ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے لیکن صفات ذاتیہ اجماعیہ ان میں سے ایک حیات ہے حیات وہ صفت ازلیہ ہے جو اپنے موصوف کے علم کی مقتضی ہے (۲) قدرت وہ صفت ازلیہ ہے جو مقدورات میں موثر ہوتی ہے جب اسکا تعلق مقدورات سے ہوتا ہے۔ دوسری عبارت میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالے اپنی اس حیات سے زندہ ہے جو اس کی ازلی ابدی صفت ہے اور اپنی اس قدرت سے قادر ہے جو اس کی ازلی سرمدی صفت ہے اسکا معنیٰ یہ ہے کہ جب وہ کسی شئی پر قدرت رکھتا ہے تو قدرت حادثہ سے نہیں بلکہ اپنی قدرت قدیمہ سے قادر ہے اسی طرح الحی القیوم کا بھی یہ معنی بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی ذات سے قائم ہے اور موجودات کو قائم کرنے والا ہے اور وہ مردوں کو عدم سے ابتداء زندہ کرتا ہے اور ان کے مارنے کے بعد اعادۃ زندہ کریگا اور وہ ہر چاہے پر قادر ہے مخلوق کو پیدا کیا اور ان کو حیات قدرت اور رزق عطا فرمایا اور یوں بھی کہا گیا ہے اس کے قادر ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس سے ایجاد عالم اور ترک عالم

صحیح ہے۔ علم وہ ذاتی صفت ازلی ہے کہ اس کے ساتھ تعلق سے معلومات منکشف ہو جاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ تمام موجودات کا عالم ہے علویات اور سفلیات میں سے ایک ذرے کی مقدار بھی اس کے علم سے پوشیدہ نہیں وہ ظاہر و باطن ہر چیز کو جانتا ہے بلکہ خفی سے خفی ہر غیب کو بالذات جانتا ہے بلکہ اس کے احاطہ علمی نے جزئیات کلیات موجودات معدومات ممکنات، متخیلات سب کو گھیرا ہوا ہے۔ وہ اپنے علم قدیم کیساتھ ذوات وصفات ہر چیز کو جاننے والا ہے اور اپنے علم قدیم کے ساتھ علی وجہ الکمال جانتا ہے اور اس کی یہ صفت علمی قدیم ہے حادث نہیں لہذا یہ کہنا کہ غیب کا جاننا اس کے اختیار میں ہے جب چاہے معلوم کر لے سراپا باطل ہے علم باری تعالے کے متعلق قرآن کریم میں صریح آیات موجود ہیں جو مشہور و معروف ہونے کی وجہ سے تطویل کلام ہونے کی وجہ سے ہم نے ذکر نہیں کیں۔

کلام :- حق سبحانہ و تعالے اپنے کلام ذاتی کیساتھ متکلم ہے اور کلام اس کی صفت ذاتی ازلی ہے قرآن اللہ کا کلام ہی اور اس کو نظم سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ کتب اصول میں ہے القرآن اسم للنظم والمعنیٰ اور اللہ تعالے کے لئے ثبوت کلام پر اجماع امت اور انبیاء علیھم السلام سے نقل متواتر بایں طور پر کہ اللہ تعالے نے بیان احکام کے لئے ان پر وحی فرمائی۔ مامون رشید اور متوکل عباسی کے دور میں یہ مسئلہ مدت تک متکلم فیہ رہا۔ امام احمد بن حنبل اور ان کے متبعین فرماتے ہیں کہ قرآن غیر مخلوق ہے کیونکہ اللہ کا کلام ہے اور کلام اس کی صفت ذاتی ہے جس طرح اس کی ذات قدیم ہے یوں ہی اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔

امام ماتریدی اور اس کے اتباع کے نزدیک کلام نفسی قدیم ہے اور کلام لفظی حادث جو اصوات و حروف سے مرکب ہے اس کو قرآن اور کلام اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کلام قدیم پر دلالت کرتا ہے (ھذہ خلاصۃ مافی شرح الفقہ الاکبر) اہل علم حضرات اس

مسئلہ میں شرح مواقف اور شرح مقاصد وغیرھما مطولات کی طرف رجوع کریں ہم اس مسئلہ کو بقدر ضرورت اپنے رسالہ اصول تفسیر (عربی) (المعروف اشرف التحریر) میں شرح و بسط کیساتھ لکھ چکے ہیں صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب مرحوم نے بہار شریعت حصہ اول میں بہترین عبارت میں مسئلہ ہذا کو نہایت جامعیت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اس کا کلام آواز سے پاک ہے اور یہ قرآن عظیم جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے ہیں۔ مصاحف میں لکھتے ہیں اسکا کلام قدیم بلاصوت ہے اور یہ ہمارا پڑھنا لکھنا اور یہ آواز حادث یعنی ہمارا پڑھنا حادث ہے اور جو ہم نے پڑھا قدیم اور ہمارا لکھنا حادث ہے اور جو ہم نے لکھا قدیم ہمارا سننا حادث ہے اور جو ہم نے سنا قدیم ہمارا حفظ کرنا حادث ہے اور جو ہم نے حفظ کیا قدیم یعنی متجلی قدیم ہے اور تجلی حادث (بہار شریعت عقیدہ ص ۱۷ بحوالہ شرح عقاید ص ۴۲)

سمع و بصر:- یہ دونوں بھی اللہ تعالے کی صفات ذاتیہ ہیں اس لیے کہ وہ اصوات حروف اور کلمات کو اپنے سمع قدیم کے ساتھ سنتا ہے اور سمع اس کی ازلی نعت ہے اور شکلوں اور رنگوں کو اپنی بصر قدیم کے ساتھ دیکھتا ہے پس وہ ازلاً ابداً سمیع و بصیر ہے مسموع کے حادث ہونے سے اس کی صفت سمع کا حادث ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی طرح کسی مبصر کے حدوث سے اس کی صفت بصر حادث نہیں ہوتی وہ سنتا اور دیکھتا ہے کوئی مسموع ان کی سمع سے غائب نہیں ہو سکتا اگرچہ کتنا ہی پوشیدہ ہو اور اس کی رویت سے کوئی چیز غائب نہیں ہوتی اگرچہ وہ نظر میں کتنی ہی دقیق ہو اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اندھیری رات میں بالکل بند پتھر پر چلنے والی چیونٹی کی آواز بھی دیکھتا سنتا ہے اللہ تعالیٰ ایک ہے اسکی ذات (۱) وصفات وافعال واحکام واسماء میں کوئی شریک نہیں

---

(۱) ۔ نیست مانند ذات او ذاتے ۔ نہ مانند اسم او سماو نہ مانند فعل او فعلے مگر از جہت موافقت (صفحہ ۲۹۷)

اسکی مثل کوئی شئی نہیں وہ بے پرواہ ہے کسی کا محتاج نہیں اور تمام جہاں اس کا محتاج ہے

اس کی صفات نہ مخلوق ہیں نہ تحت قدرت۔

ذات و صفات کے سوا سب چیزیں حادث ہیں یعنی پہلے نہیں تھیں پھر موجود ہوئیں۔

نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا ہے نہ اس کیلئے بیوی ہے جو اس کا باپ یا بیٹا بتائے یا اس کیلئے بیوی ثابت کرے کافر ہے بلکہ جو ممکن بھی کہے گمراہ بد دین ہے۔

وہ حی ہے یعنی خود زندہ ہے بلکہ سب کی زندگی اس کے ہاتھ میں ہے جسے جب چاہے زندہ کرے جب چاہے موت دے۔

وہ ہر کمال و خوبی کا جامع ہے اور ہر اس چیز سے جس میں عیب و نقصان ہے پاک ہے یعنی عیب و نقصان کا اس میں ہونا محال ہے مثلاً جھوٹ، دغا، خیانت، ظلم جہل وغیرہ تمام عیوب اس پر قطعاً محال ہیں اور یہ کہنا کہ جھوٹ پر قدرت ہے بایں معنیٰ کہ وہ خود جھوٹ بول سکتا ہے محال کو ممکن ٹھہرانا اور اس کو عیبی بتانا ہے۔

اس کا علم ہر شئے کو محیط ہے ازل میں جانتا تھا اور اب جانتا ہے اور ابد تک جانے گا چیزیں بدلتی ہیں اور اس کا علم نہیں بدلتا۔ پس یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا کفر صریح ہے ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ من [1] اعتقدان اللہ لا یعلم الاشیاء قبل وقوعها فهو کافر

وہ غیب و شہادت سب کو جانتا ہے علم ذاتی اسکا خاصہ ہے جو شخص غیب یا شہادت کا علم ذاتی غیر خدا کیلئے ثابت کرے کافر ہے علم ذاتی کے یہ معنیٰ ہیں کہ بے خدا کے دیئے

---

۱۔ جو شخص یہ اعتقاد کرے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ چیزوں کو ان کے وقوع سے پہلے نہیں جانتا وہ کافر ہے

خود حاصل ہو علم کی طرح اس کی باقی تمام صفات بھی ذاتی ہیں علم حیات قدرت سننا دیکھنا کلام ارادہ وغیرہ اسکے صفات ذاتیہ ہیں مگر کان آنکھ زبان سے اسکا سننا دیکھنا کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں اور اجسام سے وہ پاک ہے ہر پست سے پست آواز کو سنتا ہے ہر باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو وہ دیکھتا ہے بلکہ اس کا دیکھنا سننا انہیں چیزوں پر منحصر نہیں ہر موجود کو دیکھتا ہے اور ہر موجود کو سنتا ہے

## افعال باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اور تدبیر کرنے والا ہے آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے سب اسی کا پیدا کیا ہوا ہے

باری تعالیٰ بندوں کے افعال واعمال کا پیدا کرنے والا ہے کفر وایمان طاعت وعصیاں اور نیکی بدی اللہ تعالیٰ کے ارادے خلق حکم اور تقدیر سے ہے لیکن وہ ایمان وطاعت و نیکی سے ہے لیکن وہ ایمان وطاعت ونیکی سے راضی ہے اور کفر وعصیاں اور بدی سے راضی نہیں ہے۔

### اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں

مومن کو ایمان واعمال حسنہ کی توفیق دینا اور ثواب عطا فرمانا اس کا فضل وکرم (تبلیغ انبیاء کا اس کا فضل) ہے اور کافر کو صرف عقل وحواس عطا فرما کر تبلیغ انبیاء کا اسکے ذہن پر واضح فرمانا اور توفیق سے محروم رکھنا اس کا عدل وقہر اور فضل وکرم ہر دو صورت

---

صفحہ ۲۹۵ ۔ لفظ بلفظ وبزرگ ومنزہ است ذات قدیم کہ باشد اور اصفت محدثہ چنانچہ محال است کہ باشد مر ذات محدثہ راصفت قدیم وایں ہمہ مذہب اہل حق وسنت وجماعت است رضی اللہ عنہم

میں تعریف کے لائق ہے صفت عدل و فضل کی چھ صورتیں ہیں جن پر اعتقاد رکھنا مومن پر فرض ہے

۱:- حق سبحانہ تعالیٰ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں فرماتا۔

۲:- کسی کے اعمال حسنہ سے ذرہ بھر نقصان نہیں فرماتا۔

۳:- کسی کو بغیر گناہ عذاب نہیں فرماتا۔

۴:- اس کا فضل ہے کہ اپنے مسلمان بندوں پر جو مصیبت بھیجتا ہے اس میں بھی ان کے لئے اجر رکھتا ہے

۵:- کسی کو طاعت یا معصیت پر مجبور نہیں فرماتا۔

۶:- طاقت سے باہر کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔

باری تعالیٰ کے کاموں میں اس کی اپنی کوئی غرض نہیں کیونکہ صاحب غرض محتاج ہوتا ہے اور وہ بے نیاز ہے ہاں اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے جس کے فائدے بندوں کی طرف لوٹتے ہیں ذات مقدس کو ان کی حاجت نہیں۔

حق تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں یعنی جو نام شر شریف میں وارد ہیں انکے سوا اور نام اپنی طرف سے نہیں بنا سکتے خواہ وہ نام اس نام کا ہم معنی ہو جو شریعت میں وارد ہے مثلاً اسے شافی کہتے ہیں طبیب نہیں کہتے جواد کہتے ہیں سخی نہیں کہتے یہاں کلام ان ناموں میں ہے جو صفات وافعال سے مشتق ہیں اور اسماء اعلام میں کلام نہیں جو ہر لغت میں موضوع ہیں مگر جو نام کافروں کی لغت میں مخصوص ہو اس کیساتھ نہ پکارنا چاہئے کیونکہ خوف کفر ہے

## تقریر

ہر بھلائی برائی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق مقدر فرما دی جیسا ہونیوالا تھا اور جو

جیسا کرنیوالا تھا اپنے علم سے جانا اور لکھ دیا تو یہ نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا ہی اس نے لکھ دیا زید کے ذمہ برائی لکھی اس لئے کہ زید برائی کرنے والا تھا اگر بھلائی کرنیوالا ہوتا تو وہ اس کیلئے بھلائی لکھتا تو اس کے علم یا اسکے لکھدینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا تقدیر کے انکار کرنیوالوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کا مجوس بتایا۔

ہمیں قضاو قدر کا مسئلہ اور بندے کے اختیار کا مسئلہ دونوں شارع علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد سے معلوم ہوئے ہیں دونوں پر ایمان لانا چاہیئے اگر اس پر بھی خلجان اور تردد باقی رہے تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیئے کیونکہ حقیقت ایمان یہی ہے کہ تم شارع علیہ السلام سے سنو اسکی تصدیق کرو اگر تم ایمان کو اپنی عقل کے حکم پر موقوف رکھتے ہو تو سمجھ لو کہ تم اپنے اوپر ایمان لائے نہ کہ شارع علیہ السلام پر اس مسئلہ میں زیادہ خوض وبحث منع ہے اس پر ایمان لاکر اپنی نجات کی فکر چاہیئے اور عمل میں کوشش کرنی چاہیئے (عقل قربان کن بابیش مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم)

## نبوت ورسالت

(۱) ۔ نبی اس انسان کو کہتے ہیں جس پر خدا کی جانب سے وحی شریعت نازل ہوئی ہو اور اس میں صرف اس نبی کیلئے عبادت کا طریقہ بیان ہو پھر اگر وہ نبی اس امر پر مامور ہو کہ شریعت مخلوق الہی کو پہنچائے پس ایسا مامور نبی (۲) رسول کہلاتا ہے

---

(۱) ۔ تکملہ عقائد تورپشتی ص ۱۷۳ بحوالہ شواہد النبوۃ اور فتوحات مکیہ باب رابع عشر ایضاً بمعناہ شرح عقائد جلالی ص ۱۳

(۲) ۔ جمہور علماء کے نزدیک نبی رسول سے عام ہے اور من وجہ رسول بھی نبی سے عام ہے اسلئے کہ نبی صرف انسانوں سے ہوئے ہیں اور رسول انسانوں سے بھی تھے اور فرشتوں سے بھی ہیں

انبیاء سب بشر تھے اور مرد نہ کوئی جن نبی ہوا ہے نہ عورت

نبی ہونے کیلئے اس پر وحی ہونا ضروری ہے خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بلا واسطہ۔

وحی نبوت انبیاء کیلئے خاص ہے جو اسے غیر نبی کیلئے مانے کافر ہے نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے اسکے جھوٹے ہونیکا احتمال نہیں ولی کے دل میں بعض وقت سوتے یا جاگتے میں کوئی بات القا ہوتی ہے اس کو الہام کہتے ہیں اور وحی شیطان کہ القاء من جانب شیطان ہو یہ کاہن ساحر اور دیگر کفار و فساق کیلئے ہوتی ہے

نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعہ سے حاصل کر سکے بلکہ محض عطائے الٰہی ہے جسے چاہے اپنے فضل و کرم سے دیتا ہے ہاں دیتا اسی کو ہی جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کے جملہ مدارج ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کے عقل سے بدرجہا زاید ہے کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اسکے لاکھویں حصے تک نہیں پہنچ سکتی اَللهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رسالته ذٰلک فَضْلُ اللهِ يُوتِيهِ مَنْ يَشَآءُ واللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ اور جو اسے اس طرح مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصب نبوت تک پہنچ سکتا ہے کافر ہے

جو شخص نبی سے نبوت کا زوال جائز جانے کافر ہے

نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی اور بد دینی ہے عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کیلئے حفظ الٰہی کا وعدہ ہولیا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے بخلاف ائمہ و اکابر اولیا کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے ان سے گناہ نہیں ہوتا اگر ہو تو شرعاً محال نہیں۔

انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کیلئے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت جہل و غیرہا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالا جماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ عملاً اور قصداً صغائر سے بھی قبل از نبوت و بعد نبوت معصوم ہیں

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر بندوں کیلئے جتنے احکام نازل فرمائے انہوں نے وہ سب پہنچا دیے جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نے چھپا رکھا تقیہ یعنی خوف کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے نہ پہنچایا کافر ہے۔

اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی مگر علم غیب ان کو اللہ تعالیٰ کے دینے سے ہے لہذا ان کا علم عطائی ہوا اور علم عطائی اللہ تعالیٰ کیلئے محال ہے کہ اسکی کوئی صفت کوئی کمال کسی کا دیا ہوا نہیں ہو سکتا بلکہ ذاتی ہے جو لوگ انبیاء بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلق علم غیب کی نفی کرتے ہیں وہ قرآن عظیم کی اس آیت کے مصداق ہیں۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ یعنی قرآن عظیم کی بعض باتیں مانتے ہیں بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں کہ آیت نفی دیکھتے ہیں اور ان آیتوں سے جن میں انبیاء علیہم السلام کو غیب عطا کیا جانا بیان کیا گیا ہے انکار کرتے ہیں حالانکہ نفی اثبات دونوں حق ہیں کہ نفی علم ذاتی کی ہے جو کہ خاصہ الوہیت ہے اثبات علم عطائی کا ہے کہ یہ انبیاء ہی کے شایان شان ہے اور منافی الوہیت ہے

انبیاء علیہم السلام غیب کی خبر دینے کیلئے ہی آتے ہیں جنت نار حشر نشر عذاب و ثواب غیب نہیں تو اور کیا ہیں ان کا منصب ہی یہ ہے کہ وہ باتیں ارشاد فرمائیں جن تک عقل و حواس کی رسائی نہیں اور اسی کا نام غیب ہے

انبیاء کرام تمام مخلوق یہاں تک کہ رسل ملائکہ سے افضل ہیں (۱) ولی کتنا ہی بڑے مرتبے والا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

ولی کو نبی سی افضل بتانا کفر و ضلالت اور الحاد و جہالت ہے۔

نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ تمام فرائض کا اصل ہے کسی نبی کی ادنی توہین یا تکذیب کفر ہے

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا اور اپنا خلیفہ بنایا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے انسان کا وجود نہ تھا بلکہ سب انسان انکی اولاد ہیں اسی وجہ سے انسان کو آدمی کہتے ہیں یعنی اولاد آدم اور حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر کہتے ہیں یعنی سب انسانوں کے باپ۔

سب میں پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہوئے اور سب میں پہلے رسول جو کفار کی طرف بھیجے گئے حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔

انبیاء کی کوئی قطعی تعداد معین کرنا جائز نہیں کہ خبریں اس باب میں مختلف ہیں اور تعداد معین پر ایمان رکھنے میں کسی نبی کو نبوت سے خارج ماننے یا کسی غیر نبی کو نبی جاننے کا احتمال ہے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں لہذا یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے

نبیوں کے مختلف درجے ہیں بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور سب میں افضل ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؛ ہیں حضور کے بعد سب سے بڑا مرتبہ

---

(۱)۔ شرح فقہ اکبر ص ۱۴۸ ہاں بعض صوفیہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ وہ ولایت نبی کو نبوت نبی سے افضل مانتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ نبی کی نبوت اور رسالت کا مرتبہ اس کی ولایت سے اکمل اور اعلیٰ ہوتا ہے واما ما حکی عن ابن العربي من خلاف ذالک فحسن الظن به انه من المفتریات علیه المنسوبات الیه شرح فقہ اکبر ۱۴۹ بعض کرامیہ نے کہا ہے کہ ولی کا نبی سے افضل ہونا جائز ہے ان کا یہ قول واعتقاد کفر ہے (تمہید ابوشکور سالمی ص ۷۶ مطبوعہ لاہور)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کا ان حضرات کو مرسلین الوالعزم کہتے ہیں اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیاء و مرسلین انس و ملک و جن و جمیع مخلوقات الہٰی سے افضل ہیں جس طرح حضور تمام رسولوں کے سردار اور سب سے افضل ہیں بلا تشبیہ حضور کے صدقہ میں حضور کی امت تمام امتوں سے افضل ہے۔

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے وعدہ الٰہیہ کیلئے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہو گئے ان کی حیات حیات شہید سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے اسی لئے شہید کا ترکہ تقسیم ہو گا اسکی بیوی بعد عدت نکاح کر سکتی ہے بخلاف انبیاء علیہم السلام کہ وہاں یہ جائز نہیں

## معجزہ

معجزہ اس خرق عادت کو کہتے ہیں جو مدعی نبوت سے ظاہر اور اس کے دعویٰ کی تائید کرے اور غیر نبی ایسا معجزہ پیش کرنے سے عاجز ہو خرق عادق کے معنی یہ ہیں کہ ظاہری اسباب کے بغیر ہی ایسا کام نبی کے ہاتھوں ظاہر ہو جسے ہم سمجھنے سے عاجز ہوں۔ حکیم مطلق نے دنیا کے امور اسباب پر موقوف رکھے ہیں عام قانون قدرت یہی ہے کہ بغیر اسباب کے کوئی کام پیدا نہیں کرتا اسی کو عادت کہتے ہیں بعض اوقات وہ اپنی قدرت کاملہ سے کسی ظاہری سبب کے بغیر ہی اپنے رسول کے ہاتھوں کوئی کام خلاف عادت پورا کر دیتا ہے تاکہ یہ چیز اس کی رسالت کی تائید بن سکے

نبوت کا دعویٰ ایک غیر معمولی اور عظیم الشان کام ہے چنانچہ اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے دلیل بھی اتنی ہی قوی ہونی چاہیئے معجزہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قہر کا مظہر ہوتا ہے اس کے غلبے اور رعب کے سامنے کسی کے پاؤں نہیں جمتے اور اختیار ہاتھ سے

نکل جاتا ہے اگر معجزہ دیکھنے کے بعد بھی ایک انسان منکر اور کافر ہے تو یہ بات اس کی ازلی بد نصیبی اور قلبی عناد کے بغیر اور کیا ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار معجزات عطا فرمائے خود قرآن حکیم ہی اتنا بڑا معجزہ ہے کہ باوجود کھلے چیلنج کے آج تک کسی شخص کو اس کے معارضے اور مقابلے کی جرات نہیں ہوئی اس کے علاوہ شق قمر رد شمس استن حنانہ کا رونا اور درختوں اور پتھروں کا حضور کو سلام کہنا انگلیوں سے پانی نکلنا بیماروں کا شفا پانا اور پتھروں اور کنکروں کا کلمہ پڑھنا کھانے سے تسبیح کی آواز اور دیگر بے شمار معجزات ہیں جنہیں علماء سیر[1] نے تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

## حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و خصائص

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فضائل و کمالات کا احاطہ طاقت بشری سے خارج ہے علمائے ظاہر و باطن سب یہاں عاجز ہیں ہاں جو معجزات و کمالات و فضائل دیگر انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین میں جدا جدا تھے وہ سب بلکہ بڑھ کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف میں مجتمع تھے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

علاوہ ازیں وہ فضائل و معجزات جو حضور علیہ السلام سے مخصوص ہیں ان کو آپ کے خصائص کہتے ہیں اور یہ بھی بکثرت اور حد و حصر سے خارج ہیں اس باب میں بعض خصائص ذکر کیے جاتے ہیں

---

[1] علامہ یوسف نبہانی نے حجۃ اللہ علی العالمین کے نام سے نہایت جامع المعجزات کتاب لکھی ہے۔

۱ :- اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب نبیوں سے پہلے پیدا کیا اور سب سے اخیر میں مبعوث فرمایا

۲ :- عالم ارواح ہی میں آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور اسی عالم میں دیگر انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں نے آپ کی روح انور سے فیض حاصل کیا

۳ :- عالم ارواح میں دیگر انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا کہ اگر وہ حضور انور کے زمانے کو پائیں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں

۴ :- یوم الست میں سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی بلیٰ کہا تھا

۵ :- حضرت آدم علیہ السلام اور تمام مخلوقات حضور انور ہی کیلئے پیدا کئے گئے

۶ :- حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور کے والد ماجد اور حضرت حوا سے لیکر حضور کے والد ماجد تک حضور کا نسب شریف سفاح (زنا) سے پاک رہا

۷ :- حضور انور کی ولادت شریف کے وقت بت اوندھے گر پڑے اور جنوں نے اشعار پڑھے

۸ :- حضور ختنہ کئے ہوئے ناف بریدہ اور آلودگی سے پاک وصاف پیدا ہوئے

۹ :- پیدائش کے وقت آپ حالت سجدہ میں تھے اور ہر دو انگشت آسمان کیطرف اٹھائے ہوئے تھے

۱۰ :- آپ کے ساتھ پیدائش کیوقت ایسا نور نکلا کہ اس میں آپکی والدہ ماجدہ نے ملک شام کے محل دیکھ لئے

۱۱ :- فرشتے حضور کے گھوارے کو ہلایا کرتے تھے آپ نے گھوارے میں کلام کیا چنانچہ آپ چاند سے باتیں کیا کرتے جوقت آپ اسکی طرف انگشت مبارک سے اشارہ فرماتے وہ آپکی طرف جھک جاتا

۱۲:- بعثت سے پہلے گرمی کیوقت اکثر بادل آپ پر سایہ کرتا تھا اور درخت کا سایہ آپکی طرف آجاتا تھا

۱۳:- حضور کے اسماء مبارکہ میں تقریباً ستر نام وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہیں

۱۴:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اسم مبارک احمد ہے آپ سے پہلے جب سے دنیا پیدا ہوئی کسی کا یہ نام نہ تھا لہذا کتب سابقہ الہامیہ میں جو احمد کا ذکر ہے وہ آپ ہی ہیں

۱۵:- حضور اپنے پیچھے سے ایسا دیکھتے جیسا کہ سامنے سے دیکھتے تھے رات کو اندھیرے میں ایسا دیکھتے جیسا کہ دن کے وقت اور روشنی میں دیکھتے

۱۶:- حضور کے دہن مبارک کا لعاب آب شور کو میٹھا بنا دیتا اور شیر خوار بچوں کیلئے دودھ کا پیغام دیتا

۱۷:- جب آپ کسی پتھر پر چلتے تو اس پر آپ کے پائے مبارک کا نشان ہو جاتا چنانچہ مقام ابراہیم میں ہے اور سنگ مکہ میں آپ کی کہنیوں کا نشان مشہور ہے

۱۸:- آپ کی آواز مبارک اتنی دور تک پہنچتی کہ کسی دوسرے کی نہ پہنچتی چنانچہ جب آپ خطبہ دیا کرتے تھے تو پردہ نشین عورتیں اپنے گھروں میں سن لیا کرتی تھیں

۱۹:- آپ کی قوت سامعہ سب سے بڑھ کر تھی یہاں تک اژدحام ملائک کے سبب سے آسمان میں جو آواز پیدا ہوتی ہے آپ وہ بھی سن لیتے تھے

۲۰:- حضرت جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ میں ہوتے آپ انکے بازوؤں کی آواز سن لیتے تھے اور جب وہ وہاں سے آپ کی طرف وحی کیلئے اترنے لگتے تو آپ انکی خوشبو سونگھ لیتے

۲۱:- حضور انور کا پسینہ مبارک کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا

۲۲:- حضور میانہ قد مائل بہ زردی تھے مگر جب دوسروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب

سے بلند نظر آتے تاکہ باطن کی طرح ظاہری صورت میں بھی کوئی آپ سے بڑا معلوم نہ ہو

۲۳ :- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا کیونکہ آپ نور ہی نور تھے۔

۲۴ :- آپ کے بدن شریف پر مکھی نہ بیٹھتی تھی اور کپڑوں میں جوں نہ پڑتی

۲۵ :- آپ جس پر اپنا دست مبارک رکھتے آپ کے دست مبارک کی جگہ کے بال سیاہ ہی رہا کرتے کبھی سفید نہ ہوتے

۲۶ :- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے خوشبو آتی تھی جس راستے سے آپ گزرتے اس میں بوئے خوش رہتی جس سے پتہ چلتا آپ یہاں سے گزرے ہیں کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

۲۷ :- جس چوپائے پر آپ سوار ہوتے وہ بول و براز نہ کرتا جب تک کہ آپ سوار رہتے

۲۸ :- حضور انور شب معراج میں جسد مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے

بلکہ جائے کہ جا نبود آنجا　　　　محرمے جز خدا نبود آنجا

۲۹ :- آپ نے اپنے پروردگار جل شانہ کو آنکھوں سے دیکھا اور اسکے ساتھ کلام کیا اسی رات آپ بیت المقدس میں نماز میں دیگر انبیائے کرام اور فرشتوں کے امام بنے

۳۰ :- (۱) اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر شئے کا علم دیا یہاں تک روح اور ان امور خمسہ کا علم بھی عنایت فرمایا جو سورۃ لقمان کی آخری آیت (۲) میں مذکور ہیں

---

(۱) کسف الغمہ ص ۴۴ ج ۲ ۔ (۲) ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وماتدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر ترجمہ :- بیشک علم قیامت اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا تحقیق اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر دینے والا ہے

۳۱:- حضور علیہ الصلوۃ والسلام خاتم النبیین ہیں خاتم النبیین کے لغوی معنیٰ اور احادیث اور تفاسیر اور اجماع امت کی رو سے متواتر قطعی اجماعی معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کا زمانہ سب انبیاء کرام کے زمانے کے بعد اس زمین میں یا کسی دوسرے طبقے میں کوئی جدید نبی نہیں آسکتا پس جو شخص حضور کے زمانے میں یا حضور کے وصال شریف کے بعد کسی کو نبوت ملنا مانے یا جائز جانے وہ ختم نبوت کا منکر ہے اور کتاب سنت اور اجماع امت کی رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ جو شخص باوجود اطلاع کے ایسے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے

۳۲:- آخری نبی ہونا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ اور آپ کیلئے فضل جلیل ہے کیونکہ حضور کے دین متین کا ناسخ کوئی نہیں آئیگا حضور سب سے بلند و برتر رہے ان سے بلند و بالا کوئی نہ ہوگا

۳۳:- قبر میں میت سے حضور کی نسبت سوال ہوتا ہے

۳۴:- حضور کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح حرام ہوگیا

۳۵:- جس نے حضور کو خواب میں دیکھا اس نے بے شک آپ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان آپ کی صورت شریف کی طرح نہیں بن سکتا

۳۶:- حضور کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم عادل ہیں لہذا شہادت و روایت میں ان میں سے کسی کی عدالت سے بحث نہ کی جائے جیسا کہ دیگر راویوں سے کی جاتی ہے

۳۷:- جس مومن کو حضور پکاریں اس پر اس کا جواب دینا واجب ہے خواہ وہ نماز میں ہو

۳۸:- حضور علیہ السلام گناہ صغیرہ کبیرہ عمداً سہواً قبل از نبوت سے معصوم ہیں یہی مذہب مختار ہے

۳۹:- جو شخص حضور کو سب و شتم کرے یا کسی وجہ سے صراحۃً کنایۃً آپ کی تنقیص شان کرے اس کا قتل کرنا بالاتفاق واجب ہے

ضروری نوٹ:- حد اور تعزیر کا قائم کرنا حاکم اسلام کا کام ہوتا ہے

۴۰:- حضور علیہ الصلوۃ والسلام جس شخص کیلئے جس حکم کی تخصیص چاہتے کر دیتے چنانچہ آپ نے خزیمہ انصاری کیلئے یہ تخصیص فرمائی کہ انکی شہادت حکم دو شہادت کا رکھتی ہے اسی طرح آپ نے حضرت ام عطیہ انصاریہ کو بین کرنے کی رخصت دی اور حضرت اسماء بنت عمیس کو رخصت دی کہ وہ اپنے خاوند حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت پر صرف تین دن سوگواری کرے

بعد ازاں جو چاہے کرے اور حضرت ابو بردہ بن نیار کو اجازت دیدی کہ تمہارے واسطے قربانی میں ایک سال سے کم بزغالہ کافی ہے آپ نے ایک فقیر سے ایک عورت کا نکاح کر دیا اور اسکا مہر یہ مقرر کیا کہ فقیر کو جتنا قرآن یاد تھا وہ عورت کو پڑھا دے ایک آدمی کا دو نماز پر اسلام قبول کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو طلوع فجر کی بجائے طلوع شمس سے روزہ شروع کرنے کی اجازت دی (۲)

۴۱:- حضور نے بطور میراث کچھ نہیں چھوڑا جو کچھ آپ نے چھوڑا وہ صدقہ وقف تھا

۴۲:- حضور کا مرقد منور کعبہ مکرمہ اور عرش معلی سے بھی افضل ہے

۴۳:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر روز صبح و شام آپ کی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں

۴۴:- قیامت کے دن ہر ایک نسب و سبب منقطع ہو گا (یعنی سود مند نہ ہو گا) مگر حضور کا نسب و سبب منقطع نہ ہو گا اسی واسطے حضرت عمر فاروق نے ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا سے نکاح کیا تھا

۴۵:- قیامت کے دن لواء الحمد حضور کے دست مبارک میں ہو گا اور حضرت آدم

---

۲۔ مزید تفصیل کے لئے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی کتاب الامن والعلی ملاحظہ فرمائیں

علیہ السلام اور انکے سوا تمام انبیاء علیم السلام اس جھنڈے تلے ہوں گے

۴۶ :- قیامت کے دن مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور کے خصائص سے ہے کہ جب تک حضور فتح باب شفاعت نہ فرمائیں گے کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی حضور کی اطاعت میں اطاعت الٰہی ہے طاعت الٰہی بے طاعت حضور ناممکن ہے یہاں تک کہ آدمی اگر فرض نماز میں ہو حضور اسے یاد فرمائیں تو وہ فوراً جواب دے حاضر خدمت ہو یہ شخص کتنی ہی دیر تک حضور سے کلام کرے بدستور نماز میں رہے اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا سب سے پہلے مرتبہ نبوت حضور کو ملا حضور نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء حضور کے امتی سب نے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور کی نیابت میں کام کیا۔

اللہ عزوجل نے حضور کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور کے نور سے تمام عالم کو منور فرمایا بایں معنی ہر جگہ حضور تشریف فرما ہیں (۱)

## ملائکہ

* فرشتے اجسام نوری ہیں اللہ تعالیٰ نے انکو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں
* وہی کرتے ہیں جو حکم الٰہی ہے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے نہ قصداً نہ سہواً نہ خطاء وہ اللہ کے معصوم بندے ہیں ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہیں

---

۱۔ اور بایں معنی بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو حاضر ناظر کہا جاتا ہے کہ تمام کائنات حضور کے پیش نظر ہے تمام عالم کا آپ معائنہ و مشاہدہ فرما رہے ہیں چنانچہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم وباقی است وبر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی است (اقرب ابسل بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۲۱)

* انکو مختلف خدمتیں سپرد ہیں بعض کے ذمہ حضرات انبیاء علیم السلام کی خدمت میں وحی لانا کسی کے متعلق پانی برسانا کسی کے متعلق مجالس ذکر کا تلاش کر کے اس میں حاضر ہونا بعض کے ذمے انسان کے نامہ اعمال لکھنا بہت سے فرشتوں کا دربار رسالت میں حاضری دینا بعض کے ذمے دربار رسالت میں مسلمانونکی صلوۃ وسلام پیش کرنا بعض کے متعلق مردوں سے سوال کرنا کسی کے ذمہ قبض روح کرنا بعضوں کے ذمہ عذاب کرنا کسی کے متعلق صور پھونکنا اور ان کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو فرشتے بحکم الہی انجام دیتے ہیں

* فرشتے نہ مرد نہ عورت توالد و تناسل کا سلسلہ ان کے ہاں نہیں پایا جاتا

* انکی تعداد وہی جانے جس نے انکو پیدا کیا اور اسکے بتائے سے اسکا رسول

* تمام فرشتوں میں چار فرشتے زیادہ مقرب ہیں یہ چاروں دنیا کے بڑے بڑے انتظامات پر مامور ہیں ملک اور ملکوت کے اہم معاملات انہیں کے سپرد ہیں ان چاروں کے نام یہ ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت میکائیل علیہ السلام حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت اسرافیل علیہ السلام

* کسی فرشتہ کیساتھ ادنی گستاخی کفر ہے بعض جاہل اپنے کسی دشمن یا ناپسندیدہ شخص کو دیکھ کر کہتے ہیں ملک الموت آگیا یہ کلمہ ایسی جگہ استعمال کرنا نہایت گناہ ہے

* فرشتوں کے وجود کا انکار یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اسکے سوا کچھ نہیں یہ دونوں باتیں کفر ہیں

## جن

* جن آگ سے پیدا کیے گئے ہیں ان میں سے بعض کو یہ طاقت دیگئی ہے کہ وہ مختلف شکلیں بن سکتے ہیں انکی عمریں بہت ہوتی ہیں اور یہ انسانوں کیطرح ذی عقل ہیں روح

اور جسم رکھتے ہیں کھاتے پیتے جیتے مرتے ہیں

* ان میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی انکے کفار انسان کی نسبت. بہت زیادہ ہیں اور انکے شریرونکو شیطان کہتے ہیں حق یہ ہے کہ ابلیس بھی جنوں سے تھا کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شامل تھا امر الٰہی سے انکار کی وجہ سے مردود اور لعنتی ہوگیا

* جن کے وجود کا انکار یا یہ کہا کہ جن یا شیطان صرف بدی کی قوت کا نام ہے کفر ہے

## الہامی کتابیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض رسولوں پر صحیفے اور آسمانی کتابیں نازل فرمائیں انکی تعداد ایک سو چار تک ہے مگر ان میں چار کتابیں بڑی اور مشہور ہیں (۱) توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر (۲) زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر (۳) انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی (۴) چوتھی اور آخری آسمانی کتاب جو کہ سب سے افضل اعظم اکمل کتاب ہے سب سے افضل اور اعلیٰ رسول حضور پر نور احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی

* کلام الٰہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا بایں معنیٰ ہے کہ ہمارے لئے اس میں ثواب زائد ہے ورنہ اللہ ایک اسکا کلام ایک اس میں افضل مفضول کی گنجائش نہیں

* سب آسمانی کتابیں اور صحیفے حق ہیں اور سب کلام اللہ ہیں ان سب پر ایمان ضروری ہے مگر یہ بات البتہ ہوئی کہ اگلی کتابونکی حفاظت اللہ تعالیٰ نے امت کے سپرد کی تھی ان سے اسکا حفظ نہ ہوسکا کلام الٰہی جیسا اترا تھا ویسا ان کے ہاتھوں باقی نہ رہا بلکہ انکے شریروں نے ان کتابوں میں تحریف کردی یعنی اپنی خواہش کے مطابق گھٹا بڑھا دیا لہذا جب کوئی بات ان کتابونکی ہمارے سامنے پیش ہو تو وہ اگر ہماری کتاب کے مطابق ہے ہم اسکی تصدیق کرینگے اور اگر مخالف ہے تو یقیناً جانیں گے کہ یہ ان شریرونکی تحریفات

سے ہے اور اگر موافقت مخالفت کچھ معلوم نہ ہو تو یہ حکم ہے کہ ہم اس بات کی نہ تصدیق کریں نہ تکذیب بلکہ یوں کہہ دیں کہ اللہ اور اسکے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں پر ہمارا ایمان ہے

* چونکہ یہ دین ہمیشہ رہنے والا ہے لہذا قرآن کریم کی حفاظت اللہ رب العزت نے خود اپنے ذمہ رکھی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے بے شک ہم نے قرآن اتارا اور بیشک ہم اسکے ضرور نگہبان ہیں لہذا اس میں کسی حرف یا نقطے کی کمی بیشی محال ہے

* جو شخص یہ کہے کہ قرآن حکیم میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا بڑھا دیا یا بدل دیا قطعاً کافر ہے کیونکہ اس نے آیت مذکورہ بالا کا انکار کیا

* قرآن کریم کی سات قراتیں سب سے زیادہ مشہور اور متواتر ہیں ان میں معاذ اللہ کہیں اختلاف معنی نہیں وہ سب حق ہیں اور اس امت کیلئے آسانی یہ ہے کہ جس کیلئے جو قرات آسان ہو وہ پڑھے اور حکم یہ ہے کہ جس ملک میں جو رائج ہے عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے جیسے ہمارے ملک میں قرأۃ عاصم بروایت حفص

* قرآن حکیم کی بعض آیتوں نے بعض آیات کو منسوخ کر دیا

* نسخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت تک کیلئے ہوتے ہیں مگر یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ اس حکم کی میعاد فلاں وقت تک ہے جب وہ میعاد پوری ہو جاتی ہے تو پھر دوسرا حکم نازل ہوتا ہے جس سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اٹھا دیا گیا اور حقیقتاً دیکھا جائے تو اسکے وقت کا ختم ہونا بتایا گیا بعض لوگ منسوخ کا معنی باطل ہونا کہتے ہیں یہ بہت سخت بات ہے احکام سب حق ہیں وہاں باطل کی رسائی کہاں۔

قرآن حکیم کی بعض باتیں محکم ہیں کہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور بعض متشابہ کہ ان کا پورا مطلب اللہ اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا متشابہ کے معنی کی

تلاش وہی کرتا ہے جسکے دل میں کجی ہوتی ہے جو لوگ علم میں راسخ ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم اسکے ساتھ ایمان لائے محکم ومتشابہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے

قرآن کریم میں ہر چیز کا بیان ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ **ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شی**[1] (ترجمہ) اور ہم نے تجھ پر ایسی کتاب اتاری جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے نیز فرماتا ہے **مافرطنا الکتاب من شیی** (ترجمہ) ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی

## امامت وخلافت

امامت دو قسم پر ہے صغریٰ کبریٰ۔ امامت صغریٰ امامت نماز ہے اور امامت کبریٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت مطلقہ کہ حضور کی نیابت سے تمام مسلمانوں کے تمام امور دینی ودنیوی میں حسب شرع تصرف عام کا اختیار رکھے اور غیر معصیت میں اسکی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ

---

تبیان ایسا واضح اور جلی بیان جس سے خفا باقی نہ رہے اور بیان کے لئے مبین کا ہونا ضروری ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور مبین لہ (جن کے لئے بیان کیا گیا ہے) وہ ذات پاک ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا ہے سیدنا ومولینا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شی اہل سنت کے نزدیک ہر موجود کو کہا جاتا ہے تو اس میں عرش سے فرش تک اور مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام موجودات داخل ہیں اور ان موجودات میں لوح محفوظ بھی ہے جس میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے پس غور فرمائیں جب قرآن میں ہر چیز کا واضح اور تفصیل تام ہے اور یہ بیان حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تعلیم فرمایا ہے

تو اب یہ امر پر ظاہر ہے کہ بتعلیمہ تعالیٰ نبی امی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پاک میں ہر چیز کا علم ہے کوئی چیز ان سے مخفی نہیں ہے

امی د وقیقہ دان عالم　　　بے سایہ وسائبان عالم

برحق وامام مطلق حضرت سیدنا ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر مولی علی پھر چھ ماہ کیلئے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہوئے ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔

بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوق الہیٰ انسانوں جنوں فرشتوں سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جو شخص مولی علی رضی اللہ عنہ کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے گمراہ بد مذہب ہے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اہل خیر و صلاح ہیں اور عادل ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے کسی صحابی کے ساتھ سو۔ عقیدت بد مذہبی و گمراہی واستحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ حضرت ابوسفیان حضرت ہندہ حضرت سیدنا عمرو بن عاص حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور تبرا گو سنی نہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے ان کا مجتہد ہونا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حدیث صحیح بخاری باب وتر میں بیان فرمایا مجتہد سے صواب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں خطاء دو قسم ہے خطاء عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطاء اجتہادی یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس پر عنداللہ بالکل مواخذہ نہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیرالمومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کا تھا اور فیصلہ وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولی علی کی ڈگری اور امیر معاویہ کی مغفرت۔ لھذا امیر معاویہ پر معاذاللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقتہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ حضرت اللہ عزوجل و علی پر طعن کرنا ہے (حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ حضرت اللہ عزوجل و علی پر

طعن کرنا ہے ) حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا ۔ ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین ( بخاری ) میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ عزوجل اسکے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرادے چنانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے باختیار خود اپنے ساتھ لشکر جرار ہونے کے باوجود امارت و خلافت امیر معاویہ کے سپرد کردی اور تقریباً بیس سال تک وہ تمام مسلمانوں کے متفق امیر رہے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید میں جہاں صحابہ کی دو قسمیں فرمائیں مومنین منفقین مقاتلین قبل فتح مکہ اور بعد فتح مکہ اور پھر دونوں فریق کے بارے میں فرمایا

کلاوعداللہ الحسنی سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا حسنیٰ سے مراد جنت ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قطعی جنتی ہیں ان کی شان اقدس میں گستاخی اور بے ادبی کرنا اللہ جل شانہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے اسی طرح حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قطعی جنتی ہیں

حضور کی بنات مکرمات اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کو تمام صحابیات پر فضیلت ہے اور یہ سب اہل بیت میں داخل ہیں اور ان کی طہارت کی گواہی قرآن عظیم نے دی ہے

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما یقیناً اعلیٰ درجہ کے شہداء کرام سے ہیں ان میں سے کسی کی شہادت کا انکار گمراہی بد دینی اور دین و دنیا کا نقصان ہے

اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مقتدایان اہل سنت ہیں جو ان سے محبت نہ رکھے مردود و ملعون و خارجی ہے یزید پلید فاسق وفاجر مرتکب کبائر تھا بعض لوگ غلو و افراط کیوجہ سے اسکی شان و منزلت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں چونکہ وہ مسلمانوں کی اکثریت کی بنا پر امیر مقرر ہوا تھا امام حسین پر ضروری تھا کہ انکی اطاعت کرتے یہ قول و عقیدت

سراسر باطل ہے اور مسلک اہل سنت کے بالکل خلاف ہے ہماری رائے میں یزید مبغوض ترین انسان تھا اس بد بخت نے جو کارہائے بد سرانجام دیئے ہیں امت رسول میں سے کسی سے نہیں ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو اہل بیت اور انکے نیک خواہوں کے زمرے میں رکھے اور دنیا و آخرت میں اہل بیت کے مشرب و مسلک پر رکھے (آمین)

بحرمتہ النبی و آلہ الامجادین و دست و دامان آل رسول (تکمیل الایمان ملخصاً)

## ولایت

ولایت ایک قرب خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا ہے ولایت بے علم کو نہیں ملتی خواہ علم بطور ظاہر حاصل کیا ہو یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پیشتر اللہ عزوجل نے اس پر علوم منکشف کر دیئے ہوں جسے عرف میں علم لدنی کہا جاتا ہے احکام شرعیہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو سوائے کسی عذر شرعی کے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔

اولیائے کرام کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے ان میں جو اصحاب خدمت ہیں ان کو تصرف و اختیار دیا جاتا ہے یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب ہیں انکو تصرفات و اختیارات حضور کی نیابت میں ہی ملتے ہیں ان پر علوم غیبیہ منکشف ہوتے ہیں ان میں سے بہت کو لوح محفوظ کے مندرجات پر اطلاع دی جاتی ہے

لوح محفوظ است پیش اولیاء۔ آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

مگر یہ سب کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ و عطا سے ہے

بے ان کے واسطے خدا کچھ عطا کرے — حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

کرامات اولیاء۔ حق ہیں ان کا منکر گمراہ ہے

اللہ کے مقبول و محبوب بندوں سے استمداد و استعانت محبوب و مستحسن ہے یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں چاہیے کہ وہ کسی جائز لفظ سے ہو رہا ان کو فاعل حقیقی جاننا یہ منکرین کا فریب ہے مسلمان کبھی ایسا خیال نہیں کرتا مسلمان کے فعل کو خواہ مخواہ قبیح صورت پر ڈھالنا منکرین کا وتیرہ ہے (ظنوا المومنین خیرا۔) انہیں ایصال ثواب کرنا نہایت موجب برکات باوامر مستحب ہے اسے عرفاً براہ ادب نذر و نیاز کہتے ہیں یہ نذر شرعی نہیں جس کو فقہانے عبادت کہا ہے بلکہ نذر بمعنی ہدیہ و نذرانہ ہے عرس اولیائے کرام یعنی قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و نعت خوانی و وعظ۔ ایصال ثواب اچھی چیزیں ہیں منہیات شرعیہ ہر حالت میں مذموم ہیں مزارات طیبہ کے پاس اور زیادہ مذموم

(ضروری تنبیہہ) چونکہ بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کو عموماً اولیاء کرام اور بزرگان دین سے ایک خاص عقیدت ہوتی ہے اور ان کے سلسلے میں وابستگی کو اپنے لئے فلاح دارین تصور کرتے ہیں اس وجہ سے موجودہ زمانے کے۔ بہت سے بدمذہبوں اور بے دینوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے پیری مریدی کا جال بھی پھیلا دیا ہے حالانکہ یہ لوگ اولیاء کے منکر ہیں بلکہ انبیاء علیھم السلام کی شان میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتے ہیں لہذا جب مرید ہونا ہو تو اچھی طرح چھان بین کرلیں ورنہ اگر کسی بدمذہب کے جال میں آ گئے تو ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست     پس بہر دستے نہ باید داد دست

کسی کو پیر پکڑنے سے پہلے ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ اس میں کم از کم چار شرطیں ضرور ہوں۔

ا:- بالکل صحیح العقیدہ سنی ہو (۲) کم از کم اتنا علم دین ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے (۳) شریعت اسلامیہ کا کامل متبع ہو

خلاف پیمبر کسے راہ گزید     کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(۴) اس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

## عالم برزخ

دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جس کو برزخ کہتے ہیں مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام انس و جن کو حسب مراتب اس میں رہنا ہوتا ہے اور یہ عالم اس دنیا سے بہت بڑا ہے دنیا کے ساتھ برزخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ دنیا کو برزخ میں کسی کو آرام اور کسی کو تکلیف ہر شخص کی جتنی زندگی مقرر ہے اس میں نہ زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی جب زندگی کا وقت پورا ہو جاتا ہے اس وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام قبض روح کیلئے آتے ہیں۔ مرنیکے بعد بھی روح کا تعلق بدن انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے اگرچہ روح بدن سے جدا ہو گئی مگر جو کچھ بدن پر گزرے گی روح ضرور اس سے آگاہ و متاثر ہوگی جس طرح حیات دنیا میں ہوتی ہے بلکہ اس سے زاید دنیا میں ٹھنڈا پانی سرد ہوا نرم فرش لذیذ کھانا سب باتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مگر راحت و لذت روح کو پہنچتی ہے اور ان کے عکس بھی جسم ہی پر وارد ہوتے ہیں اور کلفت و اذیت روح پاتی ہے اور روح کیلئے خاص اپنی راحت والم کے الگ اسباب ہیں جن سے سرور یا غم پیدا ہوتا ہے بعینہ یہی سب حالتیں برزخ ہیں 0 موت کے معنی روح کا جسم سے جدا ہو جانا ہے نہ کہ روح مر جاتی ہے جو روح کو فنا جانے بد مذہب ہے 0 مردہ کلام بھی کرتا ہے اور اسکے کلام کو عوام جن اور انسان کے سوا اور تمام حیوانات وغیرہ سنتے بھی ہیں 0 جب مردہ کو قبر میں دفن کرتے ہیں اسوقت اسکو قبر دباتی ہے اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دبانا ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ماں پیار میں اپنے بچے کو زور سے چپٹا لیتی ہے اور اگر کافر ہے تو اسکو اس زور سے دباتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں 0 جب دفن کرنیوالے دفن کر کے وہاں سے چلتے ہیں انکے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اس

وقت اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں ان کی شکلیں نہایت ڈراونی اور ہیبت ناک ہوتی ہیں ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔

مردے کو جھنجوڑتے اور جھڑک کر اٹھاتے ہیں اور نہایت سختی کیساتھ کرخت آواز میں سوال کرتے ہیں پہلا سوال مَنْ رَبُّكَ تیرا رب کون ہے دوسرا سوال مَا دِيْنُكَ تیرا دین کیا ہے تیسرا سوال مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُل ان کے بارے کیا کہتا تھا مردہ مسلمان ہے تو پہلے سوال کا جواب دیگا رَبِّيَ الله میرا رب اللہ ہے اور دوسرا جواب دیگا دِيْنِيَ الاسلام میرا دین اسلام ہے تیسرے سوال کا جواب دیگا ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ کہیں گے تجھے کس نے بتایا کہے گا میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی

() عذاب قبر حق ہے اور یوں ہی ثواب قبر اور دونوں جسم و روح پر ہیں جسم اگرچہ گل جائے جل جائے خاک ہو جائے مگر اسکے اجزائے اصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے وہ مورد عذاب و ثواب ہوں گے اور انہیں پر روز قیامت دوبارہ ترکیب جسم فرمائی جائیگی وہ کچھ ایسے باریک اجزا ہیں ریڑھ کی ہڈی میں جسکو عجب الذنب کہتے ہیں کہ نہ کسی خوردبین سے نظر آسکتے ہیں نہ آگ انہیں جلا سکتی ہے نہ زمین انہیں گلا سکتی ہے وہ تخم جسم ہیں لہذا روز قیامت روحوں کا اعادہ اسی جسم میں ہو گا نہ جسم دیگر میں عذاب و ثواب قبر کا انکار وہی کریگا جو گمراہ ہے مردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا جائے تو جہاں پڑا رہ گیا یا پھینک دیا گیا غرض کہیں ہو اس سے وہیں سوالات ہونگے اور وہیں ثواب یا عذاب اسے پہنچے گا یہاں تک کہ اسے شیر کھا گیا تو شیر کے پیٹ میں سوال و جواب و عذاب جو کچھ ہو پہنچے گا۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام و علماء دین و شہدا و حفاظ قرآن کہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہیں اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی معصیت نہ کی اور وہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے ہیں انکے بدن کو مٹی

نہیں کھا سکتی جو انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ مر کے مٹی میں مل گئے گمراہ بد دین خبیث اور بے ادب ہے

## جنت

جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کیلئے بنایا ہے اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا جو کوئی مثال اسکی تعریف میں دی جائے سمجھانے کیلئے ہے ورنہ دنیا کی اعلیٰ (۱) سے اعلیٰ شئی کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ------ ------ جنت کی وسعت کو اللہ اور رسول ہی جانے اجمالی بیان یہ ہے کہ اس میں سو درجے ہیں ایک حدیث ترمذی کی یہ ہے کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کیلئے وسیع ہے ------ ------ جنت میں جنتی جس چیز کی خواہش کریں گے میسر پائیں گے جنت میں نیند نہیں کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنت میں موت نہیں

جنت میں خدا کا دیدار ایسا صاف ہو گا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کا چاند ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لئے مانع نہیں

## دوزخ

یہ ایک مکان ہے کہ اس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے جس طرح اسکی رحمت و نعمت کی انتہا نہیں کہ انسانی خیالات تصورات جہاں تک پہنچیں وہ ایک شمہ ہے اسکی بے شمار نعمتوں سے اسی طرح اسکے غضب و قہر کی بھی کوئی حد نہیں جہنم کے شرارے

---

(۱) کعبہ معظمہ جنت سے اعلیٰ ہے اور زمین کا وہ ٹکڑا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے مس ہے وہ کعبہ بلکہ عرش اعلیٰ سے بھی افضل ہے مگر یہ دنیا کی چیزیں نہیں (بہار شریعت)

اونچے اونچے محلوں کے برابر اڑیں گے گویا زرد اونٹوں کی قطار کے برابر آتے رہیں گے آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہے

دنیا کی آگ اس آگ کے ستر جزوں میں سے ایک جز ہے جس کو سب سے کم درجے کا عذاب ہو گا اسے آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی جس سے اس کا دماغ ایسے کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے وہ سمجھے گا سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے حالانکہ اس پر سب سے ہلکا ہے

جہنم کی آگ ہزار برس تک دہکائی گئی یہاں تک کہ سرخ ہو گئی پھر ہزار برس اور یہاں تک کہ سفید ہو گئی پھر ہزار برس اور یہاں تک سیاہ ہو گئی تو اب وہ سیاہ ہے روشنی کا نام تک نہیں۔

جبریل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کھا کر عرض کی کہ اگر جہنم سے سوئی کے ناکے کے برابر کھول دیا جائے تو تمام زمین والے اسکی گرمی سے مر جائیں اگر جہنم کا داروغہ اہل دنیا پر ظاہر ہو تو زمیں والے کل کے کل اسکی ہیبت سے مر جائیں اگر جہنمیوں کی زنجیر کی ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو وہ کانپنے لگیں یہاں تک کہ زمین کے نیچے تک دھنس جائیں۔ تیل کی جلی ہوئی تلچھٹ کی مثل سخت کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا کہ منہ کے قریب ہوتے ہی اس کی تیزی سے چہرے کی کھال گر جائے گی سر پر گرم پانی بہایا جائے گا جہنمیوں کے بدن سے جو پیپ بہے گی وہ پلائی جائے گی خار دار تھوہر کھانے کو دیا جائیگا وہ ایسا ہو گا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں آجائے تو اس کی سوزش و بدبو تمام اہل دنیا کی معیشت برباد کردے وہ گلے میں پھندا ڈالے گا تو اس کے اتارنے کیلئے پانی مانگیں گے ان کو وہ کھولتا پانی دیا جائے گا منہ کے قریب آتے ہی اسکی ساری کھال گل کر اس میں گر پڑے گی اور پیٹ میں جاتے ہی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گی اور وہ شوربے کی طرح قدموں کی طرف نکلیں گی

دوزخیوں کے بارے احادیث وارده سے مجموعی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کفار کی شکل جہنم میں انسانی شکل نہ ہوگی کہ یہ شکل احسن التقویم ہے اور یہ اللہ عزوجل کو محبوب ہے کہ اسکے محبوب کی شکل سے مشابہ ہے بلکہ جہنمیوں کا حلیہ ایسا کریہہ اور بد صورت ہو گا کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اسی صورت پر لایا جائے تو لوگ اس کی بد صورتی اور بدبو کی وجہ سے مر جائیں۔

## ایمان و کفر

دین کا سب سے بڑا بنیادی مسئلہ ایمان اور کفر ہے رب تعالے نے تمام انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے

هُوَالَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ

(ترجمہ) وہ وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو بعضے تم میں سے کافر اور بعضے تم میں سے مومن ہیں اور ایک تیسرے گروہ منافقین کا بھی قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے اور دراصل کافر اور منافق ایک ہی گروہ ہے لیکن منافقوں کی شکل و صورت عام کفار سے مختلف ہوتی ہے اس بنا پر ان کا بیان علیحدہ کیا گیا ہے یہ گروہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے زیادہ خطرناک ہے ائمہ اسلام نے ایمان کی تعریف اس طرح فرمائی ہے ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کا نام ہے ہر اس چیز میں جس کا ثبوت آپ سے قطعی (۱) اور ضروری (۲) طور پر ہو جائے۔

---

(۱) ثبوت قطعی جو چیز حضور پر نور صلی اللہ وسلم سے ہم تک بذریعہ تواتر پہنچی ہے اس کا ثبوت قطعی ہے جیسے قرآن کریم نمازوں کی تعداد تعداد رکعات رکوع و سجود کی کیفیات اذان زکوۃ حج اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا ختم ہونا (تواتر) کے یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر ہم تک ہر قرن ہر زمانے میں دنیا کے مختلف خطوں میں حضور سے اس کے روایت کرنے والے اس قدر زیادہ تعداد میں رہے ہوں کہ ان سب کا کذب و خطا پر اتفاق عقلاً محال سمجھا جاتا ہو

بقیہ اگلے صفحہ پر

اصل ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اعمال بدن جزو ایمان نہیں رہا اقرار اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقعہ نہ ملا (مثلاً گونگا ہے یا مجبور ہے) تو اللہ کے ہاں مومن ہے اور اگر موقعہ ملا اور اس سے مطالبہ کیا گیا اور قرار نہ کیا تو کافر ہے اور اگر مطالبہ نہ کیا گیا تو احکام دنیا میں کافر سمجھا جائے گا نہ اسکی جنازہ کی نماز پڑھیں گے نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے مگر عند اللہ وہ مومن ہے بشرطیکہ کوئی امر خلاف اسلام ظاہر نہ کیا ہو۔

## کفر

جن امور کی تصدیق ایمان میں ضروری ہے ان سے کسی امر ضروری کی تکذیب و انکار کفر ہے ایمان کیلئے تمام ضروریات دین کی تصدیق و تسلیم ضروری ہے لیکن کفر میں ان سب چیزوں کا انکار و تکذیب ضروری نہیں بلکہ کسی ایک چیز کی تکذیب و انکار بھی کفر ہے خواہ باقی سب چیزوں کو صدق دل سے قبول کرتا ہو اسی لئے ایمان و اسلام کی ایک ہی حقیقت (۳) ہے اور کفر کی بہت سی اقسام ہو گئی ہیں اقسام کفر کا تفصیلی

---

(۲) ثبوت بدیہی جس کو ضروری یا بالضرورہ کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ تواتر کے ساتھ ساتھ اسکی شہرت تمام خاص و عام مسلمانوں میں اس درجہ ہو جائے کہ عوام تک اس سے واقف ہوں جیسے اللہ جل شانہ کی وحدانیت، انبیاء کی نبوت، جنت، نار، حشر، نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا فرض ہونا۔ اذان کا سنت ہونا اور یہ اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا یاد رہے کہ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علماء میں تو شریک نہیں کئے جاتے ہیں مگر علماء کی صحبت سے شرف یاب ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں نہ کہ وہ گنوار اور جنگلی جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضرورت دین سے ناواقف ہونا اس ضروری کو غیر ضروری نہیں کردے گا البتہ ایسوں کے مسلمان ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے ان سب باتوں پر اجمالاً ایمان لائے ہوں

(۳) اہل حق نے اتفاق کیا ہے کہ ایمان و اسلام باہم متلازم ہیں یعنی اسلام بغیر ایمان کے متعبر نہیں اور ایمان بغیر اسلام کے معتبر نہیں پس ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے ہر مومن مسلم ہے اور ہر مسلم مومن ہے۔ ای مصداقاً کذافی المسامرہ ۳۴۰ طبع مصر

بیان تو عقائد و کلام کی مستند کتب میں آپ کو ملے گا خلاصہ یہ ہے

(۱) تکذیب کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص سرے سے وجود باری کا ہی منکر ہو جیسے دہریہ زمانہ (کمیونسٹ وغیرہ)

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم نہ کرے جیسے ہنود۔ یہود اور نصاریٰ

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ رسول تسلیم کرنے کے بعد آپ کے کسی قول کو صراحۃ غلط یا جھوٹ قرار دے

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی قطعی الثبوت قول یا فعل رسول کو یہ کہکر رد کردے کہ یہ حضور علیہ السلام کا قول یا فعل نہیں ہے یہ بھی در حقیقت رسول کی تکذیب ہے

(۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ قول و فعل کو بھی تسلیم کرتے ہوئے اس کے مفہوم کی ایسی خود ساختہ تاویل کرے جو قرآن و حدیث کی قطعی تصریحات کے خلاف ہو جیسے ختم نبوت کا ایسا مفہوم بیان کرے جس سے ختم زمانی کا انکار لازم آتے یا اسلام کو دین ناقص قرار دے۔

## ضابطہ۔ تکفیر

تکفیر مسلم کے بارے میں ضابطہ۔ شرعیہ یہ ہے جب تک کسی شخص کے کلام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ائمہ اجتہاد میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف ہو اس وقت اس سے قائل کو کافر نہ کہا [۱] جائے فقہائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے ایسا لفظ صادر ہو

---

لیکن اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی تاویل و تحریف بقیہ

جس میں سو پہلے نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پہلو اسلام بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلو کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہو گا وہ عند اللہ کافر ہی ہو گا۔

## نفاق

زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنا اور دل میں اسلام سے انکار یہ بھی خالص کفر ہے بلکہ ایسے لوگوں کے لئے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان المنفقین فی

---

کرے جو اس کے اجماعی معنی کے خلاف معنی پیدا کر دے مثلاً یہ کہے کہ آیت خاتم النبیین یا حدیث لا نبی بعدی سے حضور کے بعد مطلق نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوتا بلکہ ظلی و بروزی اور غیر تشریعی نبی آسکتا ہے یا یہ کہے کہ ختم نبوت کا معنی ختم زمانی لینا عوام کا خیال ہے بلکہ ختم سے مراد ختم رتبی ہے اور اس معنی میں بالفرض حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نیا نبی تجویز کیا جائے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا ہے ایسی تاویل باطل کرنے والا شخص بھی دائرۂ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اس سے خوب سمجھ لیا جائے آج کل کے بہت سے ملحدین تاویلات باطلہ کی آڑ میں اپنے کفریات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حسام الحرمین ص ۳۳ یہ ہے فقہا کا اصل قول جس کو تحریف و تبدیل کر کے کچھ بنا لیا گیا ہے فقہا نے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ننانویں باتیں کفر کی اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے حاشا للہ بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس شخص میں ننانویں ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفر کی ہو وہ یقیناً قطعاً کافر ہے ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب پڑ جائے سب پیشاب ہو جائے گا مگر یہ جاہل یہ کہتے ہیں کہ ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب ڈال دو سب طیب و طاہر ہو جائے گا علمائے اہلسنت نے ان گستاخان رسالت کی تکفیر کی ہے جن سے ایسے صریح کفر سرزد ہوئے جن میں ہرگز ہرگز کوئی تاویل نہیں نکل سکی چنانچہ حسام الحرمین ص ۴۳ پر ہے ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی قطعی واضح روشن جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہو گیا جس میں اصلا اصلا ہرگز ہرگز کوئی گنجائش کوئی تاویل نہ نکل سکی ان تاویلات مردودہ کے رد بلیغ ملاحظہ فرمائیں (الموت الاحمر اور رد شہاب ثاقب وغیرہ میں)

الدرک الاسفل من النار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں کچھ لوگ اس صفت کے اس نام کے ساتھ مشہور ہوتے کہ ان کے کفر باطنی پر قرآن ناطق ہوا نیز اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا وسیع علم عطا فرمایا کہ حضور نے ایک ایک منافق کو پہچانا اور ایک موقع پر فرمادیا کہ اے فلاں نکل جا تو منافق ہے اب اس زمانے میں کسی خاص شخص کی قطع کے ساتھ منافق کا حکم نہیں لگایا جاسکتا جو شخص ہمارے سامنے دعویٰ اسلام کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے جب تک اس سے کوئی ایسا قول و فعل سرزد نہ ہو جو منافی ایمان ہو البتہ نفاق کی ایک شاخ اس زمانہ میں پائی جاتی ہے کہ بہت سے بدمذہب بلکہ دہریے اپنے آپ کو بظاہر مسلمان کہتے ہیں اور جب دیکھا جاتا ہے تو دعویٰ اسلام کے ساتھ ضروریات دین کا (۱) انکار بھی ہے

# شرک

شرک کے معنی غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت یعنی الوہیت میں دوسرے کو شریک کرنا جیسا کہ مجوس نیکی کے خالق کو یزدان کہتے ہیں اور برائی کے خالق کو اہرمن اور مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے تھے شرک کفر کی سب سے بدترین قسم ہے قرآن کریم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو کبھی نہیں بخشے گا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے کفر و شرک کے علاوہ اگر کسی اور کبیرہ گناہ کا کوئی مسلمان مرتکب ہے تو اسکے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ جنت میں جائے گا خواہ اللہ عزوجل اپنے محض فضل سے اس کی مغفرت فرمادے یا حضور علیہ السلام کی شفاعت کے بعد یا اپنے کئے کی کچھ سزا پاکر اس کے بعد کبھی جنت سے نہیں

---

(۱) مثلاً اسلام کو دین کاملہ نہ ماننا اور اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کرنا انبیاء علیہم السلام کی توہین، آیت خاتم النبیین میں تحریفات و تاویلات باطلہ وغیرہ۔

نکالا جائیگا جو شخص کسی کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرے یا کسی مردہ مرتد کو مرحوم یا مغفور کہے وہ کافر ہے بعض ناواقف ضروریات دین کے منکرین اور شان رسالت میں گستاخی کرنے والوں کا نام لیتے ہوئے رحمۃ اللہ علیہ کہہ دیتے ہیں یہ سخت ناجائز ہے شان رسالت میں گستاخی کرنے والا کیسے مرحوم ہو سکتا ہے

## خوب یاد رکھو

مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے اگرچہ خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو مگر اس کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے خاتمہ پر روز قیامت اور ظاہر پر حکم شرع کا مدار ہے اس کو یوں سمجھو کہ کوئی کافر اصلی یا مرتد مثلاً یہودی نصرانی بت پرست یا ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری کا منکر نام نہاد مسلمان مرگیا تو اگرچہ یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کفر پر مرا مگر ہمیں اللہ جل شانہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے کہ اسے کافر ہی جانیں اس کی زندگی میں اور موت کے بعد اس کے ساتھ تمام وہی معاملات کریں جو کافروں کے لئے ہیں مثلاً میل جول شادی، بیاہ نماز جنازہ کفن دفن جب اس نے کفر کیا تو فرض ہے کہ اسے کافر ہی (۱) جانیں خاتمہ کا حال علم الٰہی پر چھوڑ دیں جس طرح جو ظاہراً مسلمان

(۱) آج کل کے بہت سے جاہل اور صلح کلی کے مدعی یہ کہہ دیتے ہیں کہ کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہیے یہ غلط ہے اور بعض کا یہ کہنا کہ جتنی دیر اسے کافر کہو گے اتنی دیر اللہ اللہ کرو یہ ثواب کی بات ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ کب کہتے ہیں کہ کافر کافر کا وظیفہ کرو مقصود تو یہ ہے کہ کافر جانو اور جب پوچھا جائے تو قطعاً کافر کہو نہ یہ اپنی صلح کلی سے اس کے کفر پر پردہ ڈالو خوب یاد رکھو کافر کے کفر پر راضی

بقیہ اگلے صفحہ پر

ہو اور اس سے کوئی قول و فعل خلاف ایمان صادر نہ ہو تو فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں اگرچہ ہمیں اس کے خاتمے کا حال بھی قطعی طور پر معلوم نہیں۔

## اجتہاد و تقلید

عام لوگ جو درجہ اجتہاد نہیں رکھتے تمام احکام فرعیہ منصوصہ قطعیہ میں مجتہد کی تقلید پر مامور ہیں مجتہد کیلئے مندرجہ ذیل اوصاف سے متصف ہونا شرط ہے (۱) علم قرآن پر بقدر آیات احکام حاوی ہو (۲) احادیث متعلقہ احکام سے واقف ہو (۳) علم عربیت۔ لغت۔ صرف و نحو۔ معانی و بیان وغیرہ میں کامل ہو (۴) مذاہب سلف سے پوری واقفیت رکھتا ہو (۵) قیاس کے اصول اور قواعد میں ماہر ہو اور علاوہ اس کے پرہیز گاری میں اعلیٰ درجہ پر ممتاز ہو اور استنباط احکام ہیں مداخلت نفس و ہوا سے محفوظ ہو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ائمہ اربعہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن جنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجتہاد ان کے سب معاصرین ولاحقین سے اعلیٰ مانا گیا ہے آج تک ہر طبقہ کے لوگ ان کو مجتہد تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔

---

ہونا یا اس کو کفر نہ سمجھنا بھی کفر ہے آج کل کے بعض وہ لوگ جو اصول دین سے واقف نہیں ملحدین اور منافقین زمانہ کے ظاہری نماز روز اور شکل صورت سے متاثر ہو کر ان کو کافر قرار دینے والے علماء پر الزام لگایا کرتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں یاد رکھو اور خوب سمجھو علماء ربانی کسی کافر بناتے نہیں البتہ جو شخص اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر ہو جائے تو اس کا کافر ہونا بتاتے ہیں تاکہ وہ کفر والحاد سے توبہ کرے اور اگر وہ باز نہ آئے تو مسلمان اس سے بچ جائیں اس کے ظاہری شکل وصورت اور جبہ ودستار سے دھوکا نہ کھائیں اسے یوں سمجھو کہ اگر کسی شخص کے کپڑے یا بدن پر نجاست لگی ہو اور اسے علم نہ ہو اور اسے بتایا جائے کہ تمہارے جسم یا کپڑے پر نجاست لگی ہے اسے صاف کو لو تو اس کے یہ معنی نہیں کہ بتانے والے نے اس کو نجاست لگائی ہے جس طرح نجاست لگانے اور بتانے میں فرق ہی اسی طرح کافر بنانے اور بتانے میں واضح فرق ہے۔

ان چاروں میں سے امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس المجتہدین تسلیم ہو چکے ہیں انہی کے مقلد حنفی کہلاتے ہیں

بندہ پروردگارم امت احمد نبی
دوست دار چار یارم تابع اولاد علی
مذہب حنیفہ دارم ملت حضرت خلیل
خاکپائے غوث اعظم زیر سایہ ہر ولی

ہر سنی حنفی مسلمان کو مذکور رباعی کا مضمون پیش نظر رکھ کر اعتقاد اس کے مطابق رکھنا چاہیئے

کسی غیر مجتہد شخص کو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید اس طرح [1] واجب ہے کہ وہ اس امام کے عام احکام میں اس کا مقلد ہو کسی میں ایک امام کی تقلید کرنا اور کسی میں دوسرے کی تقلید کرنا یہ دین نہیں بلکہ نفس پرستی ہے راہ آبارو کہ ایں جمعیت است معنی تقلید ضبط ملت است

# سنت

سنت حضور علیہ والسلام کے قول فعل اور تقریر کا معنی یہ ہے کہ کوئی کام حضور علیہ

---

(۱) قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:- فان اہل السنت قد افترق بعد القرون الثلاثۃ او الا ربعۃ علی اربعۃ مذاہب ولم یبق مذہب فی فروع المسائل سوی ہذہ الاربعۃ فقد الاجماع المرکب علی بطلان قول .بخالف کلھم وقد قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا .بجتمع امتی علی الضلالۃ وقال تعالی ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی ونصلہ جہنم وساءت مصیراہ

ترجمہ - اہل سنت قرون ثلاثہ کے بعد چار گروہوں میں منقسم ہو گئے اور اہل سنت کے ان چاروں مذہبوں کے علاوہ مسائل فروعیہ میں اور کوئی مذہب باقی نہ رہا لہذا جو قول ان چاروں کے خلاف ہو اس کے بطلان پر اجماع مرکب ہو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہے میری امت گمراہی پر اکھٹی نہیں ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور جو شخص مومنوں کا راستہ چھوڑ کر کوئی راہ تلاش کرے ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر وہ پھر آئے اور اسے ہم جہنم میں داخل کریں گے اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ (تفسیر مظہری جلد ۲ ص ۲۴)

السلام کے سامنے کیا جائے اور حضور اس پر انکار فرمائیں ایسی چیز کو سنت تقریری کہا جاتا ہے سنت کی دو قسمیں ہیں سنت موکدہ وہ جس کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ بیان جواز کے واسطے کبھی ترک بھی فرمایا ہو یا کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو انکار بھی نہ فرمایا۔

یا وہ کہ اسکے کرنیکی تاکید فرمائی جانب ترک بالکل مسدود نہ فرمائی ہو اس کا ترک اسائت اور کرنا ثواب اور نادراً ترک قاب ایسی سنت کے ترک کی عادت پر استحقاق عذاب ہے جیسا کہ اقامت اذان جماعت وغیرہ

## سنت غیر موکدہ

وہ کہ نظر شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند رکھے مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے علاوہ ازیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشگی فرمائی یا نہیں اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ عادتاً ہو موجب عتاب نہیں جیسے مسواک عصر کی سنتیں اور تمام وہ امور جو حضور علیہ السلام نے محض بطور عادت کئے ہوں

## بدعت

بدعت کے معنی نئی پیدا کی ہوئی بات دین میں نئی بات کو بدعت کہتے ہیں جو امور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے پیدا ہوئے ہیں وہ سب بدعت ہیں ان میں سے جو اصول و قواعد شریعت کے مطابق ہو اسے بدعت حسنہ بولتے ہیں جو اصول و قواعد شریعت کے مخالف ہو وہ بدعت سیئہ ہے بعض بدعتیں واجب ہیں جیسا کہ صرف و نحو کا سیکھنا اور سکھانا کیونکہ اس سے قرآن مجید و حدیث شریف کی سمجھ آتی ہے بعض مستحسن و مستحب ہیں

جیسا کہ سرائے مسافر خانہ اور دینیات کے مدرسے بنانا اور تدوین حدیث وتدوین فقہ بعض مباح ہیں جیسا کہ لذیذ کھانے اور لباس فاخرہ بشرطیکہ وہ حلال ہوں اور تکبرو مفاخرت کا باعث نہ ہوں بعض مکروہ ہیں جیسا کہ ظالم کے ہاتھ کو بوسہ دینا بعض حرام ہیں بعض متاخرین نے جو بدعت کی تقسیم کا انکار کیا ہے یہ نزاع لفظی ہے اور ان کے اصول کے مطابق بدعت حسنہ سنت میں داخل ہے اس کا اصل وہ حدیث ہے جس میں حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

من سن فی الاسلام سنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا من بعدہ (الحدیث رواہ مسلم [1]) جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے سو اس کیلئے اس کا اجر ہے اور ان لوگوں کا اجر جو اس کے بعد اس پر عمل کریں تقریر مذکورہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ میلاد شریف عرس مشائخ کرام فاتحہ گیارہویں تیجا ساتہ چالیسواں وغیرہ وہ امور جنہیں اس زمانے کے مشرک گر بد مذہب بدعت مذمومہ قرار دیتے ہیں سراسر غلط ہے کیونکہ ان تمام امور کا شرع شریف میں اصل موجود ہے اور ان کو بدعت کہا جائے تو یہ امور بدعت حسنہ ہیں نہ کہ سیئہ اور مذمومہ ان مسائل کی تحقیق کیلئے علماء اہل سنت کی [2] تصنیفات عالیہ ملاحظہ فرمائیں بالخصوص فقیر کا رسالہ تحقیق [3] سنت وبدعت

---

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شئی ومن سن فی الاسلام سنۃ سئیۃ کان علیہ وزرھا و وزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شئی رواہ مسلم ج ۱ ص ۳۴۱ ایضاً بمعناہ مسلم جلد ۲ ص ۳۴۱۔

سواء کان لک الھدی اولضلالۃ ھوالذی ابتداہ او کان مسبوقا الیہ (مجمع البحار ج ۲ ص ۱۴۷) نووی علی المسلم ج ۲ ص ۳۴۱۔

(۲) ۔ جیسے جاء الحق انوار ساطعہ الختمہ الفاتحہ اور وما اھل بہ لغیر اللہ (فاضل کونڑوی رحمۃ علیہ ص ۳ عنقریب شائع ہونیوالا ہے

بقیہ اگلے صفحہ پر

# کفر التزامی۔ کفر لزومی

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ان سب کی تصدیق کرنا اور سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا ایمان ہے اور معاذ اللہ ان میں سے کسی بات کا جھٹلانا اور ادنیٰ شک کرنا کفر ہے۔ پھر یہ انکار جس سے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بچائے دو طرح ہوتا ہے لزومی اور التزامی۔

(۱) کفر التزامی:- یہ کہ ضروریات دین سے کسی شئ کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے اگرچہ کوئی کمال اسلام کا دعویٰ کرے اور نام کفر سے چڑے کفر التزامی کے یہی معنیٰ نہیں کہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہو جیسا کہ بعض جاہل سمجھتے ہیں یہ اقرار تو بہت سے طوائف کفار میں بھی نہ پایا جائیگا دیکھا گیا ہے کہ بہت سے ہندو کافر کہنے سے چڑتے ہیں بلکہ اس کے یہ معنیٰ کہ جو انکار اس سے صادر ہوا یا جس بات کا اس نے دعویٰ کیا وہ بعینہ کفر و مخالف ضروریات دین سے ہو جیسے طائفہ نیاچرہ (متبعین سرسید احمد) کا وجود ملک و جن شیطان و آسمان نار جنان معجزات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور ہادی برحق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ و توہمات عاطلہ کو لے مرنا نہ ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انہیں کفر سے بچائیں گے نہ محبت اسلام، ہمدردی قوم

---

(۳)۔ وہ نیا طریقہ جو جاری کیا ہے برابر ہے اس شخص نے خود جاری کیا یا اس سے پہلے کسی نے جاری کیا ہو اور اس پر عمل ہو چکا ہو۔

رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لئے اس کا اجر ہوگا اور ان لوگوں کا اجر جو اس کے بعد پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص اسلام میں بڑا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان کا گناہ جو اس بعد اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہ میں بھی کوئی بھی کمی نہیں ہوگی۔

کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے قاتلھم اللہ انی یوفکون۔

(۲) کفرلزومی :- یہ کہ جوبات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر بکفر (کفر کی طرف لے جانی والی) ہوتی ہے یعنی مال سخن (نتیجہ کلام) ولازم حکم کو ترتیب مقدمات ------------------ کرتے لے چلیے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آتے جیسے روافض کا خلافت حقہ راشدہ خلیفہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر و امیر المؤمنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے انکار کرنا کہ تضلیل (گمراہی) جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالے علیھم اجمعین کی طرف مودی اور وہ قطعاً کفر مگر انہوں نے صراحتہ اس لازم کا اقرار نہ کیا بلکہ اس سے صاف تحاشی ( ) کرتے ہیں اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہل بیت عظام وغیراہم چند اکابر کرام علی مولاہم و علیھم الصلوۃ السلام کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بتاتے اور خلافت صدیقی وفاروقی پر ان کے توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں اس قسم کے کفر میں علمائے اہل سنت مختلف ہو گئے جہنوں نے مآل مقام (نتیجہ کلام) ولازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بد مذہبی و ضلالت و گمراہی ہے (والعیاذ باللہ رب العالمین) (فتاوی رضویہ ص ۲۔ ۲۴۶) (ایمان و کفر تفصیلی بحث اس رسالہ کے صفحہ ۳۸ تا ۴۱ ملاحظہ فرمائیں

ذاتی :- اس صفت کو کہا جاتا ہے جو کسی کی عطا کی ہوئی نہ ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے لئے علم ذاتی قدرت ذاتی سمع، بصر ذاتی غرضیکہ اللہ تعالیٰ عطائی۔ جو صفت کسی کی ذات میں خود بخود نہ پائی جائے بلکہ اللہ تعالے کی عطا کردہ ہو انبیاء اولیا کی تمام صفات عطائی ہوتی ہیں علم، تصرف، سمع، بصر، معجزات، کرامات سب کچھ عطائے الہیٰ سے ہوتا ہے اسی لئے اللہ والوں کے لئے اس طرح عطائی صفات ماننا کفر و شرک نہیں قرآن کریم میں اللہ تعالے نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو تصرفات عطا فرمائے ان کے ذکر کے بعد فرمایا ھذا عطاء نا الخ

باذن اللہ :- اللہ کی اجازت سے اللہ کی دی ہوئی طاقت سے قرآن کریم میں اس کی کئی مثالیں ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ میں مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔

اہل قبلہ :- متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ ان مسلمانوں کو کہا جاتا ہی جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہوں اور کسی امر ضروری کا انکار نہ کریں۔

ضروریات دین :- جو چیزیں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ تواتر اس وجہ شہرت و بداہت کیساتھ ثابت ہوں کہ ہر خاص و عام اس سے باخبر ہوں ان کو فقہاء اصطلاح میں ضروریات دین کہا جاتا ہے

## ایمان اسلام کفر وغیرہ

ایمان :- حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے اور ان کا آپ سے قطعی اور بدیہی طور پر ثبوت ہو چکا ان کی قلبی تصدیق کرنا ایمان ہے بشرطیکہ ان کے ساتھ اطاعت کا اقرار بھی ہو۔

اسلام :- اللہ جل وعلیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کا ایمان یعنی تصدیق قلبی کے ساتھ اقرار کرنا

مومن :- وہ شخص جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان امور میں سچے دل سے تصدیق کرے جو کہ قطعی اور بدیہی طور پر آپ سے ثابت ہو چکی اور زبان سے بھی ان کی تصدیق اور اطاعت کا اقرار کرے

مسلمان :- وہ شخص جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرمانبرداری کا زبان سے اقرار کرے اور دل میں بھی ان کی تصدیق رکھتا ہو۔

کفر:- جن امور کی تصدیق ایمان میں ضروری ہے ان سے کسی امر کی تکذیب یا انکار بلکہ ادنیٰ شک کرنا بھی کفر ہے۔

کافر:- وہ شخص جو ان میں سے کسی ایک چیز کا دل سے انکار یا زبان سے تکذیب کرے

## ایمان واسلام اور مومن و مسلم میں فرق

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور اسلام اطاعت و فرمانبرداری کا ایمان کا محل قلب ہے اور اسلام کا محل قلب اور سب اعضاء جوارح ہیں لیکن شرعاً ایمان بغیر اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے شرعاً معتبر نہیں لہذا اللہ اور اس کے رسول کی محض دل میں تصدیق کرلینا اور زبان سے اس تصدیق کا اظہار اور اطاعت و فرمابرداری کا اقرار نہ کرنا شرعاً معتبر نہیں ہے یونہی اطاعت فرمانبرداری کا اقرار معتبر نہیں تا وقتیکہ اس کیساتھ دل میں اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق نہ ہو۔

اگرچہ لغتاً ایمان و اسلام کا الگ الگ مفہوم ہے اور قرآن و حدیث میں بھی اسی لغوی مفہوم کی بنا پر ایمان واسلام کے اختلاف کا ذکر لیکن خود کتاب و سنت کی تصریحات کے مطابق یہ امر بھی واضح ہے کہ کوئی ایمان بغیر اسلام یا اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں چنانچہ امام ابن ہمام شارح ہدایہ نے اپنی عقاید کی مشہور و مستند کتاب میں امت محمدیہ کا اتفاق نقل فرمایا ہے کہ

قداتفق اهل الحق و هم فريقاالا شاعرة والحنفيه على تلازم الايمان والاسلام بمعنى انه لا ايمان يعتبر بلا اسلام و عكسه الا اسلام يعتبر بدون ايمان فلا ينفك احدهما عن الا خرص ج

ترجمہ:- اور اہل حق نے اتفاق کیا ہے اور وہ دونوں گروہ اشاعرہ اور حنفیہ ہیں کہ ایمان اور اسلام باہم متلازم ہیں یعنی ایمان بغیر اسلام کے معتبر نہیں اور نہ اس کا عکس یعنی نہ

اسلام بلا ایمان کے معتبر پس ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔

ثبوت قطعی :- جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ تواتر ہم تک پہنچی اس کا ثبوت قطعی ہے جیسے قرآن، نمازوں کی تعداد تعداد رکعات اور رکوع، سجود وغیرہ کیفیات اذان زکواۃ کی تفصیلات یا حضور علیہ الصلوہ والسلام کا خاتم النبیین ہونا۔

تواتر :- تواتر کے یہ معنی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہم تک ہر قرن ہر زمانہ میں دنیا کے مختلف خطوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے اتنی تعداد میں رہے ہوں کہ سب کا غلطی یا کذب پر متفق ہو جانا عقلاً محال سمجھا جاتا ہو۔

ثبوت بدیہی :- جن کو عرف فقہاء اور متکلمین میں ضروری یا بالضرورہ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ کہ تواتر کے ساتھ ساتھ اس کی شہرت تمام خاص و عام مسلمانوں میں اس درجہ ہو جائے کہ عوام تک اس سے واقف ہوں جیسے نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کا فرض ہونا یا نبوت کا حضور سیدنا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جانا۔

تنبیہ :- ایمان بہت سی چیزوں کی مجموعی طور پر تصدیق و تعلیم کا نام ہے جن کا ذکر اوپر ہو چکا لیکن کفر میں ان سب چیزوں کا انکار یا تکذیب ضروری نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک چیز کی تکذیب و انکار بھی کفر ہے خواہ باقی سب چیزوں کو صدق دل سے قبول کرتا ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واجب الوجودُ :- ھو الذی یکون وجودہ من ذاتہ ولا یحتاج الی شئی اصلاً وہ ذات جس کا وجود اس کی ذات کے سبب سے ہو اور وہ کسی کا اصلا محتاج نہ ہو یعنی جس کا ہونا ضروری اور نہ ہونا محال ہو جیسے ذات باری تعالے۔

الواجب لذاتہ :- ھو الموجود الذی یمتنع عدمہ امتناعاً لیس الوجود لہ من

غیرہ بل من نفس ذاتہ فان کان وجوب الوجود لذاتہ سمی واجباً لذاتہ وان کان لغیرہ سمی واجباً لغیرہ

ترجمہ :- واجب لذاتہ وہ موجود ہے جس کا عدم ایسا ممتنع ہے اس کا وجود اس کے غیر سے نہیں بلکہ اس کے نفس ذات سے ہے اگر وجوب وجود ذاتی ہو تو اس کو واجب لذاتہ کہتے ہیں اور اگر اس کا وجوب غیر کی وجہ سے ہو تو اس کو واجب لغیرہ کہتے ہیں۔

الممکن بالذات :- مایقتضی لذاتہ ان لا یقتضی شیاء من الوجود والعدم کالعالم۔

ترجمہ :- جو اپنی ذات کے اعتبار سے اس امر کا مقتضی ہو کہ اس کا وجود و عدم ضروری نہ ہو۔

الممتنع بالذات :- مایقتضی لذاتہ عدمہ کشریک الباری تعالے

ترجمہ :- جو اپنی ذات کے اعتبار سے عدم کو چاہے جیسے شریک باری تعالے۔

الممتنع بالغیر :- ھو الذی یکون عدمہ فی الخارج ضروریا ان اقتضاہ الغیر فھو الممتنع الغیر۔

ترجمہ جو اپنی ذات کے اعتبار سے ممکن ہو اور غیر کے اعتبار سے محال ہو لہذا ممکن بالذات اور محال بالغیر جمع ہو سکتے ہیں۔

ممتنع الوجود :- جس کا ہونا ضروری اور ہونا محال ہو۔

ممکن الوجود :- جس کا ہونا اور نہ ہونا ضروری نہ ہو۔

ممکن بالغیر :- لیس لشی۔ فاحفظ ولا تغفل تفصیل کے لئے دیکھو دستور العلماء شرح مقاصد وغیرہ۔

فائدہ :- علم کا تعلق موجودات معدومات، ممکنات، ممتنعات، عدیم، حادث ہر چیز سے ہوتا ہے اور قدرت کا تعلق صرف ممکنات سے ہوتا ہے واجب اور محال تحت قدرت

نہیں ہوتے چونکہ کذب باری اہل سنت کے نزدیک ممتنع بالذات ہے اس لئے کذب تحت قدرت باری نہیں ہے اور اس سے باری تعالے کی قدرت میں کوئی نقص نہیں آتا بلکہ کذب بوجہ عیب ہونے کے قدرت کیساتھ تعلق کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اور لا مذہبوں کا یہ کہنا کہ چونکہ مقدور العبد مقدور اللہ ہے اس لیے کذب بھی تحت قدرت باری ہے کاش کہ یہ لوگ کتب کلامیہ کو غور و تدبر سے دیکھتے اور اس جہالت اور مغالطہ میں گرفتار نہ ہوتے اصل مسئلہ یوں ہے کہ مقدور العبد کسباً مقدور اللہ خلقاً ہے یعنی بندہ کاسب افعال ہے اور اللہ تعالے خالق افعال نہ کہ یہ معنی ہے کہ جو کچھ بندہ کر سکتا ہے وہ خدا بھی کر سکتا ہے اس پر جس قدر معارضے اور استحالے وارد ہوتے ہیں اس کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد اول سبحان السبوح

تقدیس الوکیل وغیرہ کتب اہلسنت ملاحظہ فرمائیں

ازل :- جانب ماضی میں جس کی کوئی انتہا نہ ہو یا یوں کہیے کہ جس کی کوئی ابتدا نہ ہو۔

ابد :- وہ چیز جس کی کوئی انتہا نہ ہو اور ابدی وہ چیز جو کبھی معدوم نہ ہو ازلی وہ چیز جس سے پہلے عدم نہ ہو۔

(فائدہ) موجود کی تین قسمیں ہیں اسلئے کہ یا تو وہ ازلی ابدی ہوگا جیسے اللہ سبحانہ و تعالے یا نہ ازلی ہوگا نہ ابدی جیسے دنیا یا ابدی ہوگا ازلی نہیں جیسے آخرت سرمدیت بھی ابدیت کے معنی میں ہے۔

حد :- انتہا

ضد :- مقابل

ند :- مثل

محال عقلی :- جس کا ہونا عقل جائز نہ سمجھے :- محال شرعی اگرچہ عقل اس کو جائز سمجھے لیکن

شریعت میں ہونا اس کا محال ہو۔

**بالذات**:- اگر وصف کی صفت ہو تو ذاتی وصف اس کو کہا جاتا ہے جو کسی غیر سے حاصل نہ کیا ہو۔

بالعرض:- اگر وصف ہوتا ہے جو کسی کے واسطے اور وسیلے سے حاصل ہو۔

فائدہ:- اللہ تعالے کی تمام صفات ذاتی ہیں اس نے کسی سے حاصل نہیں کیں اور مخلوق کی تمام صفات عرضی ہوتی ہیں۔

## مسائل شتی عقائد اکابر اہل سنت و جماعت

اس عنوان کے ماتحت چند مشہور معروف بزرگان دین کے وہ اقوال پیش کئے جاتے ہیں جس سے ناظرین کرام صحیح طور پر معلوم کر سکیں گے کہ اکابر اسلاف کا مسلک کیا تھا عربی فارسی عبارت کا ترجمہ بامحاورہ کیا گیا ہے

مذہب حق یہ ہے کہ جس طرح خلف وعد جائز نہیں ہے کفار کے حق میں خلف وعید بھی جائز نہیں ہے چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری فرماتے ہیں ان الخلف فی الوعید کرم فیجوز من اللہ تعالی والمحققون علی خلافہ کیف وھو تبدیل للقول وقد قال اللہ تعالی مایبدل القول لدی (شرح فقہ اکبر ص ۵۷-۱۵۶ و شرح عقائد نسفی ص ۸۶) بعض اہلسنت نے کہا ہے کہ خلف وعید کرم ہے پس جائز ہے کہ اللہ تعالی کسی جرم پر وعید فرمائے اور اس کا (۱) خلاف کرے اور محققین اہل سنت اس کے خلاف ہیں اور وہ فرماتے ہیں خلف وعید کیسے جائز ہو سکتا ہے حالانکہ یہ تبدیل قول (وعد و وعید) ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرا قول بدلا نہیں جائیگا۔

(۲) جملہ کتب کلامیہ معتبرہ میں لکھا ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ پر محال ہے پس یہ کہنا کہ اللہ تعالی جھوٹ بول سکتا ہے بالکل باطل ہے اسی طرح یہ کہنا کہ امکان کذب

خلف وعید کی فرع ہے یہ بھی غلط ہے۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جس کا قطعی اجماعی معنی یہ ہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے بعد ہے آپ کے زمانے میں یا آپ کے بعد قیامت تک کوئی جدید نبی نہیں آسکتا پس جو شخص حضور کے بعد کسی کو بالفعل نبی مانے یا کسی نبی کے آنے کو جائز اور ممکن بتائے وہ ختم نبوت کا منکر ہو گا چنانچہ المعتمد فی (۲) المعتقد میں ہے باوجود ان دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے نبی کے آنے کو جائز رکھے باتفاق علماء اسلام کافر ہے یہ ہے شرط ایمان کی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر (ترجمہ تور پشتی ص ۱۰۷) اسی کو مولانا شاہ فضل رسول بدایونی نے المعتقد المنتقد میں یوں فرمایا ہے من یقول انه کان نبی بعده اویکون اوموجود وکذا من قال یمکن ان یکون فهو کافر هذا شرط صحة الایمان بخاتم الانبیاء محمد صلی الله علیه واله وسلم (انتہی ملخصاً مترجماً ص ۱۲۷)

(۴) اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ والہ وسلم کو آسمان و زمین کی ہر چیز کا علم عطا فرمایا

---

(۱) ۔ خلف الوعید فی حق الفساق جائز ہے کیونکہ مادون الشرک والکفر جملہ کبائر کی مغفرت کو مشیت الہی کے ساتھ متعلق کیا گیا ہے تو اگر کسی گنہگار کو اللہ تعالی معاف فرمادے تو یہ درحقیقت خلف الوعید ہے ہی نہیں کیونکہ رب تعالی فرماتا ہے ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر مادون ذلک لمن یشاء اور کفار کے حق میں خلف وعید جائز نہیں ملا علی قادری فرماتے ہیں کہ میں نے اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام القول السدید فی خلف الوعید ہے مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ سبحان السبوح میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث فرمائی ہے اہل علم حضرات اس کی طرف رجوع فرمائیں۔

(۲) ۔ اس کتاب کے مصنف علامہ شہاب الدین تور پشتی متوفی ۶۳۰ھ ہیں امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں تصحیح عقائد کے لئے اس کتاب کو پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے منہ ۱۲ مکتوبات دفتر مکتوب ص ۳۸ ۔ ۹۳

ہے آپ اللہ کے اعلام واطلاع سے ہر جزوی و کلی کا علم رکھتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی حدیث **فعلمت مافی السموت والارض** کے تحت فرماتے ہیں پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا وہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی واحاطہ آں

(۵) حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت شریف جلد اول کے دیباچہ میں فرماتے ہیں **ھوالاول والاخر و الظاھر و الباطن وھو بکل شئی علیم** ایں کلمات اعجاز سمات ہم مشتمل بر حمد ثنائے الہی است تعالی و تقدس کہ در کتاب مجید خطبہ کبریائی خودبدان خواندہ وہم متضمن نعت و صفت حضرت رسالت پناہی است صلی اللہ علیہ وسلم کہ وی سبحانہ اولا رابداں تسمیہ و توصیف نمودہ وچندیں اسمائے حسنہ جل شانہ است کہ دروحی متلو غیر متلو جیب خود ابداں نامیدہ حلیہ جمال وحلی کمال وے ساختہ اگرچہ صلی اللہ علیہ وسلم بتمامہ۔ اسماء وصفات الہی متحلق و متصف است باوجود آں بہ بعضے ازان بخصوص نامزد ونامور گشتہ است مثل نور حق علیم، حکیم، مومن، مہیمن، ولی، ہادی، روف، رحیم وجز آں وایں چہار اسم اول آخر ظاہر، باطن نیز ازاں قبیل است

یہ معجزہ نما تمام کلمات اللہ تعالی و تقدس کی حمد وثنا پر مشتمل ہیں کہ اپنی کتاب مجید میں اپنی کبریائی کا خطبہ ان کلمات سے پڑھا ہے اور یہ کلمات رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و وصف کو بھی متضمن ہیں اللہ تعالی نے ان اسماء سے حضور کی توصیف وتسمیہ فرمایا ہے اور اللہ تعالی کے کتنے ہی اسماء حسنی ہیں کہ وحی متلو (قرآن) اور وحی غیر متلو (سنت) میں اپنے حبیب کو ان سے موسوم کیا ہے اور آپ کے جمال و کمال کا زیور بنایا ہے اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے تمام اسماء وصفات سے متحلق اور متصف ہیں اس کے باوجود بعض اسمائے حسنہ سے حضور کو خاص طور پر نامزد اور نامور کیا ہے مثلاً نور حق، مومن، مہیمن، ولی، ہادی، روف رحیم اور سوائے اس کے یہ چار

نام اول، آخر ظاہر باطن بھی اسی قبیل سے ہیں ان چار اسمائے ظاہر باطن اول آخر کی تشریح فرما کر تحریر فرماتے ہیں وھو بکل شئی علیم و وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دانا است برہمہ چیز از شیونات ذات الہی واحکام صفات حق واسمائے افعال وآثار وجمیع علوم ظاہر وباطن اول وآخر احاطہ نمودہ مصداق وفوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوۃ وافضلھا ومن التحیات اتمھا واکملھا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر چیز کو جاننے والے ہیں ذات الہی کے شیون اور صفات حق کے حکام واسمائے افعال ونشانات اور تمام علوم ظاہر وباطن اول وآخر کا احاطہ فرمایا ہے اور مخلوق میں فوق لک کل ذی علم علیم کے مصداق ہوئے ہیں ان پر افضل درود وسلام اتم واکمل سلام ہو

(۶) حضرت شیخ محقق کے ہاں حقیقت محمدیہ عالم کے ذرے ذرے میں موجود ہے مدارج النبوت جلد اول ص ۱۳۰ میں فرماتے ہیں در بعضے کلام بعضے عرفا واقع شدہ کہ خطاب از مصلی بملاحظہ شہود روح مقدس آنحضرت وسریان وے در ذرارے، موجودات خصوص در ارواح مصلین ست وبا بجملہ دریں حالت از شہود وجود حضور از آنحضرت غافل وذاہل نباید بود بامید ورود فیوض از روح فتوح وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بعض عرفا کے کلام میں واقع ہوا ہے کہ چونکہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ میں موجود ہے بالخصوص نمازیوں کی ارواح میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدس کے بالخصوص نمازیوں کی ارواح میں ساری ہونے کی وجہ سے نمازی نمازمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بصیغہ خطاب سلام کہتا ہے ایسی حالت حضور میں آنحضرت سے غافل اور بے خبر نہیں رہنا چاہیئے آنحضرت صلی اللہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح سے فیضان کے ورود کی امید ہے۔ اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۵۱ ملاخطہ ہو۔

پس آنحضرت در ذات مصلیاں موجود وحاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد،

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود وحاضر ہیں پس نمازی کو چاہیئے کہ اس معنی سے آگاہ رہے۔

## وسعت اختیارات مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خیالات ملاحظہ فرمائیں وازاں جملہ آنست کہ آنحضرت تخصیص می کرد ہر کرا بہرچہ می خواست از احکام ایں جا دو قول است یکے آں کے احکام مفوض بود بوتے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہرچہ خواہد حکم کند دوم آن کہ بہر حکمے وحی خدائی شد چنانکہ تخصیص کرد خزیمہ بن ثابت را بآنکہ شہادت وے حکم دو شہادت دارد (مدارج النبوت ص ۱۳۷)

اور حضور علیہ السلام کے خصائص سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسکو جس حکم سے چاہتے تخصیص فرما دیتے تھے اس جگہ دو قول ہیں ایک یہ کہ احکام حضور کے سپرد تھے جو چاہتے حکم فرماتے دوسرا یہ کہ ہر حکم کے لئے وحی خدا ہوتی جیسا کہ خزیمہ بن ثابت اکیلے کی شہادت کو دو شہادت کے قائم مقام کر دیا وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفہ مطلق و نائب کل جناب اقدس است می کند ومی دہد ہرچہ خواہد باذن وے

فان من جودک الدنیا وضرتھا ومن علومک علم اللوح والقلم (جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق اور نائب کل ہیں جو کچھ چاہیں اللہ تعالے کے اذن سے کرتے ہیں اور مدد دیتے ہیں تحقیق آپ کے جود وکرم سے دنیا وآخرت ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا حصہ ہے۔

اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۳۵ ۱ پر مشہور حدیث ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

از اطلاق سوال کہ بفرمود سل بخواہ و تخصیص نہ کرد بمطلوب خاص معلوم محاشود کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

ہرچہ خواہد باذن اللہ پروردگار خود بدہد

اطلاق سوال سے کہ مطلق سل فرمایا کہ مانگ اور کسی مطلوب کی تخصیص نہ کی معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام ان کے دست ہمت و کرامت میں ہے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جو کچھ چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے عطا فرما دیتے ہیں۔

## پھر قصیدہ بردہ شریف کا اوپر والا بیت نقل فرماتے ہیں

فان من جودک الدنیا

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری　　بدرگاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما　　بلطف خود سروسامان جمع بے سروپا کن

## حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں

ازیں است کہ حضرت امیر و ذریۃ طاہرہ اورا تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر و منت بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیا۔ اللہ ہمیں معاملہ است

ترجمہ:- اور اسی قسم سے ہے جو تمام حضرات امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد طاہرہ کو پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں اور دنیا کے کاموں کو ان کے متعلق جانتے ہیں اور فاتحہ درود و نذر صدقات و منت ان کے واسطے مروج و معمول ہو گئے جیسا کہ تمام اولیا کے ساتھ یہی معاملہ ہے (تحفہ اثنا عشریہ فارسی ص ۲۱۴ اردو ص ۳۷۴)

یاد رہے کہ مانا فارسی عبارت میں وارد لفظ پرستند کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ پرستیدن سے

ماخوذ ہے جس کا معنی ماننا اور غلامی کرنا ہے اسی معنی میں خدمت گار کو فارسی میں پرستار کہتے ہیں (غیاث)

یہی شاہ صاحب تفسیر عزیزی مطبع حیدری پارہ دوم ص ۶۳۶ میں فرماتے ہیں

ویکون الرسول علیکم شهیدا یعنی وباشد رسول شما گواه زیرا که او مطلع است به نور نبوت به رتبه ہر متدین بدین خود که در کدام درجه از دین من رسیده است و حقیقت ایمان او چیست وحجابے که بداں از ترقی محجوب مانده است کدام است پس او مے شناسد گناہاں شمار او درجات ایمان شمار او اعمال نیک وبد شمار او اخلاص شمار لہذا شہادت اور دنیا بحکم شرع درحق امت مقبول وواجب العمل است

اور رسول تم پر گواہ ہوگا کیونکہ وہ نور سے ہر دیندار کے اپنے دین میں مرتبہ پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ حجاب جس کی وجہ سے وہ ترقی سے رکا ہوا ہے کونسا ہے پس وہ تمہارے گناہوں کو پہچانتے ہیں اور تمہارے ایمان کے درجات کو اور تمہارے نیک وبد اعمال کو اور تمہارے اخلاص ونفاق کو اور اسی لیے ان کی شہادت دینا بحکم شرع امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے (انتہی)۔

ملا علی قاری علیہ الرحمتہ الباری شرح شفاء قاضی عیاض میں زیر حدیث مامن احد یسلم علی (الحدیث) وعن ابی هريرة ان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال مامن احد يسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد عليه السلام الحديث رواابوداؤد واحمد والبیهقی وسند حسن

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس سلام کا جواب دوں اس کو ابوداؤد احمد اور بیہقی نے روایت کیا اور ان کی سند

حسن ہے علامہ قاری اس کی شرح میں رقمطراز ہیں

وظاهر الاطلاق الشامل لكل مكان وزمان ومن خص الر دبوقت الذيارة فعليه البيان

اس کا ظاہر اطلاق ہے جو ہر مکان وزمان کو شامل ہے اور جس شخص نے ردسلام کو وقت زیارت سے خاص کیا سو اس کے ذمہ اس کا بیان ہے آگے رد الله روحی کی شرح میں فرماتے ہیں والمعنى ان الله سجانه و تعالى ير درو حه الشريف عن استغراقه المنيف ليرد على مسلمه جبراً لخاطره الضعيف الافمن المعتقد المعتمد انه صلى الله عليه و آله وسلم حى فى قبره كسائر الانبياء فى قبورهم وهم احياء عند ربهم وان لا رواحهم تعلقاً باالعلوى والسفلى كما كانوا فى الحال الدنيوى فهم بحسب القلب عرشيون وباعتبار القالب فرشيون والله سجانه و تعالى اعلم۔

اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی سبحانہ آپ کی روح شریف کو اپنے استغراق منیف سے لوٹاتا ہے تاکہ اپنے سلام بھیجنے والے کی خاطر صغیف کے جبر کیلئے اس کے سلام کا جواب دیں دگرنہ متعمد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر شریف میں اس طرح زندہ ہیں اور تحقیق ان کی ارواح کو عالم علوی اور سفلی سے تعلق ہے جیسا کہ وہ دنیوی حال میں تھے سو انبیاء علیہم السلام قلب کے اعتبار سے عرشی ہیں اور قالب کے اعتبار سے فرشی ہیں۔ واللہ اعلم (شرح شفاج ۲ ص ۱۴۲)

یہی علامہ قاری اسی شرح شفا میں اس عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں ان لم يكن فى البيت احد فقل السلام على النبى ورحمة الله وبركاته

اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کہو۔الخ

لان روحه عليه السلام حاضر فى بيوت اهل الاسلام اس لئے کہ بنی کریم صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم روحانی طور پر اہل اسلام کے گھروں میں جلوہ گر ہیں (شرح شفاج ۲ ص ۱۱۷)

قال الشیخ الکبیر ابو عبد اللہ فی معتقدہ و نعتقد ان العبد ینقل فی الا حوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب و تطوی لہ الارض و یمشی علی الماء و یغیب عن الابصار الخ

شیخ کبیر ابو عبد اللہ نے اپنے عقائد میں بیان کیا ہے کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ بندہ کے احوال میں تبدیلی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ وصف روحانیت سے متصف ہو جاتا ہے پس (اسوقت) وہ غیب جان لیتا ہے اور اس کیلئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ پانی پر چلتا ہے اور آنکھوں سے غائب ہو جاتا ہے (مرقاۃ ج ۱ ص ۶۲)

# اشرف الابحاث فی

# الطلاق الثلاث

## مسائل طلاق

# پیش لفظ

آجکل کے دور میں جبکہ عوام الناس مسائل دینیہ شرعیہ سے ناواقفیت کی بنا پر اکثر حدود اللہ کو پائمال کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک کثیر الوقوع مسئلہ طلاق ثلاثہ کا ہے یعنی بعض لوگ جہالت کی وجہ سے اپنی بیوی کو بیک وقت ایک ہی جملہ میں یا تین مرتبہ ایک مجلس میں طلاق دے دیتے ہیں اور اکثر عرضی نویس بھی مسئلہ شرعی سے بے علمی کی وجہ سے اسی طرح طلاق نامہ تحریر کرتے ہیں اور پھر لوگ اہل علم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بغیر تحلیل شرع کے جواز کے متلاشی ہوتے ہیں

اگرچہ احناف کے ہاں اسطرح اکٹھی طلاقیں دینا خلاف سنت ہے تاہم بلاشبہ اس صورت میں طلاق ثلاثہ مغلظہ واقع ہو جاتی ہے لیکن ابن تیمیہ اور اس کے اتباع اور اس دور حاضر کے غیر مقلدین وہابیہ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہوئے جمہور صحابہ تابعین اور آئمہ اربعہ اہلسنت کے خلاف غلط فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں

لہذا عوام الناس کو گمراہی سے بچانے کیلئے دار العلوم کے شعبۂ نشر و اشاعت کی طرف سے حضرت شیخ القرآن مولانا ابوالفضل مدظلہ العالی کی زیر طبع تصنیف "احکام القرآن" سے ایت کریمہ "الطلاق مرتن" (الایۃ) کی تفسیر و تشریح ایک علیحدہ رسالہ بنام اشرف الابحاث فی الطلاق الثلاث پیش کیا جارہا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اس رسالہ میں مخالفین کے استدلالات واعتراضات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے ان کے جوابات نہایت علمی انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔ **وفقنا اللہ جمیعا بما هو خیر و وقانا عن کل شئی هو شر والحمد للہ رب العلمین**

محتاج دعا:- الراجی الی ربہ الاحد بشیر احمد اشرفی۔ نائب مفتی دار العلوم اشرف المدارس اوکاڑا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ؐ

امابعد :- فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم الطلاق مرتن ۠ فامساک ۝ بمعروف اوتسریح ۝ باحسان ۠ ولا یحل لکم ان تاخذ وامما اتیتمو ھن شیئا الا ان یخافآ الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلاجناح علیہما فیما افتدت بہ ۝ تلک حدود اللہ فلاتعتدو ھا ومن یتعد حدود اللہ فاولک ھم الظلمون ۠ (سورۃ بقر۔ آیت ع ۲۲۹

ترجمہ :- یہ طلاق دوبار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس کرلو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک اپنی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی ظلم لوگ ہیں

تعلق :- پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ طلاق رجعی میں شوہروں کو رجوع کرنے کا حق اب طلاق رجعی کی حد بیان ہو رہی ہے (۲) گذشتہ آیت میں طلاق والی عورتوں کے احکام بیان ہوئے اب طلاق دینے کا طریقہ اور مرد کو کچھ ہدایات فرمائی جارہی ہیں

شان نزول :- علامہ بغوی نے فرمایا کہ عروہ بن زبیر سے روائیت ہے کہ شروع اسلام میں لوگوں کی یہ حالت تھی کہ بے حد و بے حساب طلاقیں دے دیتے تھے کوئی یہ کرتا تھا کہ بیوی کو طلاق دے دی اور جب اس کی عدت ختم ہونے پر آئی تو اس سے رجعت کرلی پھر اسی طرح طلاق دے دی اسے ستانے کے ارادہ سے پھر رجعت کرلی اس پر یہ حکم نازل ہوا کہ (اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ) طلاق دوبار تک ہے اور جب کسی نے تیسری بار بھی طلاق دیدی تو اب کسی اور سے نکاح کئے بغیر یہ عورت اس کے لئے حلال نہ

ہوگی (مظہری)

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ :- (الطلاق) میں الف لام عہدی ہے اور اس سے یا تو طلاق رجعی کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر اس سے پہلی آیت (احق بر دھن) میں اشارۃً ہو چکا یعنی وہ طلاق جس کے بعد رجعت ہو سکتی ہے وہ دو ہیں کہ تیسری کے بعد طلاق مغلظہ ہو جاتی ہے اور شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں رہتا۔

یہ بھی احتمال ہے کہ اس (لام) سے طلاق شرعی کی طرف اشارہ ہو اور طلاق سے طلاق دینا مراد ہو جو مرد کا کام ہے اس صورت میں (مَرَّتٰنِ) سے مراد بار بار ہو گا جیسے (فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ) یعنی طلاق شرعی علیحدہ علیحدہ دینا ہے نہ کہ ایک دم تین یہ خبر بمعنی امر ہے (عامہ تفاسیر) نیز اللہ تعالیٰ کے (مَرَّتٰنِ) فرمانے اور (ثِنْتَانِ) نہ فرمانے میں بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ایک دفعہ ہی دو طلاقیں دے دینا مکروہ ہیں کیونکہ (مَرَّتَانِ) کا لفظ عبارۃ تو تفریق پر دلالت کرتا ہے اور اشارۃ عدد پر بھی (مظہری)

فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ :- (امساک) مسک سے بنا بمعنی روکنا طلاق کا مقابل اس لئے بخیل کو بھی کنایۃً ممسک کہہ دیتے ہیں کہ وہ مال کو روکتا ہے یا بمعنی حفاظت کرنا اسی لئے عقل و قوت کو مسکہ اور بہادر کو ذو مسکہ یا مسیک کہا جاتا ہے کہ عقل برائیوں سے اور قوت ذلت سے روکتی ہے (نعیمی)

(معروف) سے اچھے تعلقات اور نیک سلوک مراد ہے یعنی دو طلاقوں کے بعد تک یا تو بغرض اصلاح نہ کہ بنیت نقصان ان کو روکنا جائز ہے جبکہ دونوں میاں بیوی آزاد ہوں اور اگر دونوں غلام ہوں یا عورت لونڈی ہو تو پھر دو طلاقوں کے بعد بالاتفاق رجعت نہیں ہو سکتی۔

او تسریح باحسان۔ (تسریح) سرح سے بنا۔ بمعنی آزاد چھوڑنا اسی لئے بالوں میں کنگھی کرنے کو تسریح الشعر اور جانور کو چرنے کے لئے چھوڑنے کو تسریح کہا جاتا ہے

(حین تسرحون) پ ۱۴ (مفردات نعیمی کبیر وغیرہ)

(احسان) سے عورت کا مہر اور حقوق عدت ادا کرنا اور اس کی رغبت نہ کرنا مراد ہے

(روح البیان) یعنی دو طلاقوں تک مردوں کو حق حاصل ہے بقصد اصلاح انہیں روک --- لینا اور طلاق سے رجوع کر لینا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

خیال رہے کہ یہاں چھوڑنے سے یا تیسری طلاق دینا مراد ہے اس صورت میں (فان طلقها) اس کا بیان ہے جیساکہ حدیث شریف میں ہے

یا چھوڑنے سے رجوع نہ کرنا مراد ہے یہاں تک کہ عدت گزر جائے اس صورت میں (فان طلقها) الایہ میں صراحتہ تیسری طلاق کا بیان ہے واللہ اعلم پوری تفصیل اسی آیت کے تحت (مظہری) میں ملاخطہ کی جائے

یہاں تک تو طلاق بلا عوض کا ذکر ہوا اب طلاق بعوض مال کا ذکر ہے فرمایا گیا (لا یحل لکم) الخ جمیلہ بنت عبد اللہ ابن ابی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے شوہر ثابت بن قیس کی شکایت کی اور ان سے سخت نفرت کا اظہار کیا اور کسی طرح بھی ان کے پاس جانے میں راضی نہ ہوئیں تو تب حضور علیہ السلام نے ثابت کو بلا کر سب واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر یہ میرے پاس نہیں رہنا چاہتی تو میں نے اس کو حق مہر میں ایک باغ دیا ہے وہ مجھے واپس کر دے تو میں اس کو آزاد کر دیتا ہوں جمیلہ نے کہا مجھے منظور ہے بلکہ کچھ اور زیادہ بھی دوں گی تب یہ (ولا یحل لکم) الخ آیت نازل ہوئی آپ نے فرمایا صرف باغ واپس کر دو زیادہ کی ضرورت نہیں اسلام میں یہ پہلا خلع ہوا (روح البیان کبیر)

ابو داؤد شریف کتاب الطلاق باب الخلع میں ان بی بی صاحبہ کا نام حبیبہ بنت سہل بتایا ان کے خاوند نے اس قدر مارا کہ ان کی ہڈی ٹوٹ گئی تب وہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر طلاق کی طالبہ ہوئیں۔

ولا یحل لکم :- اس میں یا تو خاوندوں سے خطاب ہے کیونکہ آگے مال لینے کا ذکر ہے اور مال شوہر ہی لیتا ہے یا حکام سے خطاب ہے اور لینا دینا انہیں کی طرف منسوب کیا گیا کیونکہ میاں بیوی میں جھگڑا ہو جانے کے وقت آخری فیصلہ وہی کرتے ہیں (روح البیان کبیر وغیرہ)

ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا

ترجمہ ۔ تمہارے لئے روا نہیں جو کچھ عورتوں کو دیا اس سے کچھ واپس لو اتیتم میں یا تو مہر مراد ہے یا مہر میں دی ہوئی چیز

اِلَّا اَنْ یَّخَافَا اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللہِ :-

یہاں شوہر اور بیوی مراد ہیں (روح البیان) اور صیغہ غائب لانے میں التفات ہے (یخافا) میں بطریقہ منع خلو دونوں (میاں بیوی) داخل ہیں (حُدُوْدَ اللہ) سے مراد وہ شرعی حقوق ہیں جو شوہر کے بیوی پر اور بیوی کے شوہر پر ہیں اور حدود قائم کرنے سے مراد حقوق ادا کرنا ہے یعنی اس صورت میں مہر وغیرہ کی واپسی جائز ہے جبکہ میاں بیوی دونوں یا صرف بیوی کو یا شوہر کو یہ اندیشہ ہو کہ یہ دونوں یا ان میں سے کوئی شرعی حقوق ادا نہ کریں گے ۔ بہتر یہ ہے کہ خاوند بیوی کے جھگڑے میں حتی الامکان صلح کرانے کی کوشش کی جائے ۔ بہت ہی ثواب کا کام ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے (حکما من اھلہ وحکما من اھلھا) لیکن جب صلح کی کوئی صورت نہ ہو

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ

ترجمہ تو اگر (اے حاکمو) تمہیں ڈر ہو کہ خدائی قانون پر وہ دونوں قائم نہ رہ سکیں گے تو

عورت مرد کو کچھ دے کر پیچھا چھوڑا لے تو اس میں ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں (افتدت) فدیہ سے بنا بمعنی جانی معاوضہ یعنی جو کچھ مال بطور فدیہ عورت شوہر کو دے کر اپنی جان چھوڑائے تو اس میں زوجین میں سے کسی پر کچھ گناہ نہیں

تلک حدود اللہ :- (حدود) جمع حد کی ہے بمعنی روکنے والی چیز کنارہ کو بھی اسی لئے حد کہتے ہیں وہ آگے بڑھنے سے روکتا ہے تلوار کی دھار اور شرعی سزاؤں کو بھی اسی لئے حد کہا جاتا ہے کہ وہ سرکشی سے روکتی ہیں یعنی یہ قوانین اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں

فلا تعتدوھا :- یعنی ان حدوں سے آگے نہ بڑھو۔

ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون

اور جو کوئی بھی اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے گا خواہ خاوند ہو یا بیوی یا حاکم یا عامۃ المسلمین پس وہی ظالم ہیں

فوائد و مسائل :- (۱) انسان کو چاہیئے کہ اپنی مطلقہ بیوی کی غیبت نہ کرے اور نہ ہی اس کے ظاہری یا پوشیدہ عیب ظاہر کرے بعض لوگ طلاق نامے میں لکھ دیتے ہیں کہ یہ عورت سخت زبان دراز نافرمان ہے یا بدچلن ہے یا مجھے اس عورت سے اپنی جان کا خطرہ ہے شائد مجھے زہر دے کر مار دے یا کسی اور سے مروا دے (وغیرہ وغیرہ) یہ سخت ناجائز ہے ایسے الفاظ لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں صرف طلاق کے الفاظ لکھو ذرا سوچو کہ تم نے تو اس کے عیوب گنا دیے اس نے تمہارے عیب کس کاغذ پر لکھے یہ سب کچھ (تسریح باحسان) سے حاصل ہوا

(۲) لڑنے میں بھی شرعی حدود کا لحاظ چاہیئے دیکھو یہاں چھوڑنے پر بھی احسان کی پابندی لگادی

(۳) سخت ضروری ہے کہ طلاقیں علیحدہ علیحدہ دے ایک دم دو یا تین طلاقیں دے دینا حرام ہے۔ یہاں فرمایا ( اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ) جس سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی الگ الگ ہوں۔ تیسری کے بارے میں آگے ارشاد ہو رہا ہے ( فَاِنْ طَلَّقَهَا )

مسئلہ :- طلاق کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور ہی ہو جائے تو ایک طلاق دیدے پھر اگر رجوع کرنے کا ارادہ نہ ہو تو اسے ویسے ہی رہنے دے یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مباح ( جائز ) چیزوں میں سے طلاق دینی سب سے زیادہ بری ہے اور ضرورت ایک ہی دینے سے پوری ہو جاتی ہے آجکل لوگ یکدم تین طلاق دے دیتے ہیں یا بعض جاہل عرائض نویس ایک دم ہی تین طلاق لکھ دیتے ہیں ایک دم تین طلاق دینے سے تینوں ہی واقع ہو جاتی ہیں ایک ہی جملہ میں یا تین مرتبہ ایک مجلس میں طلاق دینا بدعت اور معصیت ہے اگرچہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک ایک مجلس میں یا یکدم تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہو جاتی ہیں آئندہ ہم اس کو مدلل بیان کریں گے انشاء اللہ مگر اس سے قبل طلاق اور اس کی اقسام کا ذکر کیا کاتا ہے

نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے اس پابندی کے اٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں اور اس کے لئے کچھ الفاظ مقرر ہیں اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اسی وقت نکاح سے باہر ہو جائے اسے بائن کہتے ہیں دوم یہ کہ عدت گزرنے پر باہر ہو گی اسے رجعی کہتے ہیں

مسئلہ :- اصل طلاق میں ( منع ) ہے اور بضرورت ( مباح ) بلکہ بعض صورتوں میں ( مستحب ) مثلاً عورت اس کو یا اوروں کو ایذا دیتی ہے نماز نہیں پڑھتی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اس کا مہر میرے ذمہ باقی ہو اس حالت میں دربار خدا میں میری پیشی ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کے ساتھ زندگی

بسر کروں اور بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کر دیا کہ جماع کرنے پر قادر نہیں اور اس کے ازالہ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے (درمختار وغیرہ)

مسئلہ:- طلاق کی تین قسمیں ہیں (حسن ۱) (احسن ۲) (بدعی ۳) احسن:- جس طہر میں وطی نہ کی ہو اس میں ایک طلاق رجعی دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدت گزر جائے یہ احسن ہے حسن:- غیر موطوءہ کو طلاق دی اگرچہ حیض کے دنوں میں دی ہو موطوءہ کو تین طہر میں تین طلاقیں دیں بشرطیکہ نہ طہروں میں وطی کی ہو نہ حیض میں یا تین مہینے میں تین طلاقیں اس عورت کو دیں جسے حیض نہیں آتا مثلاً نابالغہ یا حمل والی ہے یا ایاس کی عمر کو پہنچ گئی تو یہ سب صورتیں (طلاق حسن) کی ہیں

حمل والی یا سن ایاس والی کو وطی کے بعد طلاق دینے میں کراہت نہیں یونہی اگر اس کی عمر نو سال سے کم کی ہو تو بھی کراہت نہیں اور نو برس یا زیادہ کی عمر ہے مگر ابھی حیض نہیں آیا ہے تو افضل یہ ہے کہ وطی و طلاق میں ایک مہینے کا فاصلہ ہو بدعی یہ ہے کہ ایک طہرین دو یا تین طلاقیں دیدے تین دفعہ میں یا دو دفعہ یا ایک ہی دفعہ میں خواہ تین بار لفظ کہے یا یوں کہہ کہ تجھے تین طلاقیں یا ایک ہی طلاق دی مگر اس طہر میں وطی کر چکا ہے یا موطوءہ کو حیض میں طلاق دی یا یہ سب باتیں نہیں مگر طہر میں طلاق بائن دی سب طلاق بدعی کی صورتیں ہیں (درمختار وغیرہ)

مسئلہ:- حیض میں طلاق دی تو رجعت واجب ہے کہ اس حال میں طلاق دینا گناہ تھا اگر طلاق دینا ہی ہے تو اس حیض کے بعد طہر گزر جائے پھر حیض آکر پاک ہو اب دے سکتا ہے یہ اس وقت ہے کہ جماع سے رجعت کی ہو اور اگر قول یا بوسہ لینے یا چھونے سے رجعت کی ہو تو اس حیض کے بعد جو طہر ہے اس میں بھی طلاق دے سکتا ہے اس کے بعد

دوسرے طہر کے انتظار کی حاجت نہیں ہے (جوہرہ وغیرہا)

## حالت حیض اور نفاس اور موطوءہ فی الطہر کی طلاق کا حکم

اس مسئلہ میں جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے حنفیہ کے ہاں طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ اس طرح طلاق دینا خلاف سنت ہے اور ابن قیم جوزی اور اس کے اتباع نے اس مسئلہ میں شدت سے مخالفت کی ہے جیسا کہ تین طلاقوں کے ایک دفعہ ایقاع میں انہوں نے مخالفت کی مذکورہ صورت میں وقوع طلاق کے ثبوت میں اہلسنت کی طرف سے مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے ہیں

(۱) :- فی الصحیحین ان ابن عمر رضی اللہ عنہ طلق امراتہ وھی حائض علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسئل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن ذالک رسول اللہ علی اللہ علیہ وسلم فقال مرہ فلیراجعھاثم لیمسکھا حتی تطھر ثم تحیض ثم تطھر ثم ان شاء امسکھا بعد ذالک وان شاء طلقھا قبل ان یمس فتلک العدۃ التی امر اللہ ان تطلق لھا النساء ولمسلم مرہ فلیراجعھاثم لیطلقھا اذا طھرت اوھی حامل وفی لفظ ان شاء طلقھا طاہراقبل ان یمس فذالک لطلاق للعدۃ کماامرہ اللہ تعالی فی لفظ للبخاری مرہ فلیراجعھاثم لیطلقھافی قبل عدتھا

صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابن عمر کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے مراجعت کرے پھر اسکو روکے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اسے حیض آئے پھر پاک ہو جائے پھر چاہے تو اس کے بعد

اس عورت کو روکے رکھے اور اگر چاہے تو اسے (حالت طہر) میں قبل از مس طلاق

دیدے پس یہ وہ عدت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اس میں طلاق دینے کا حکم دیا ہے

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ اس کو حکم دے کہ وہ بیوی سے رجوع کرے اور

اس کو طلاق دے جب وہ پاک ہو جائے یا حالت حمل میں طلاق دے اور ایک لفظ میں ہے

اگر چاہے تو اس کو قبل از جماع طہر میں طلاق دے پس یہ طلاق (للعدۃ) ہے جیسا کہ اللہ

تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اس کو رجوع کا حکم

دو پھر وہ اسکو اس کی عدت سے پہلے طلاق دے (زاد المعاد ص ۴۳ جلد ۴)

اس حدیث کو آئمہ ستہ نے ابن عمر سے روایت کیا ہے امام بخاری اس کو طلاق تفسیر

اور احکام میں لائے ہیں اور مسلم میں باب تحریم طلاق الحائض جلد اول میں ہے اور باقی

آئمہ نے طلاق میں اس کا ذکر کیا ہے اس حدیث میں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

ارشاد کہ (فلیراجعھا) اس امر کی دلیل ہے کہ طلاق حالت حیض میں ہو گئی تھی اور حضور

علیہ السلام نے اس سے رجوع کا حکم فرمایا تاکہ دوبارہ ابن عمر طلاق دینا چاہیں تو بطریق

سنت طلاق دیں

(۲) ابن قیم اور اس کے اتباع حالت حیض کی طلاق کو کالعدم قرار دیتے ہیں اور ان کا

استدلال اس روایت سے ہے

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال طلق عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی

عنہ امراتہ وھی حائض فردھا علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم

یرھا شیئا وقال اذا طھرت فلیطلق او لیمسک (الحدیث) رواہ احمد وابو داود ونسائی

ترجمہ :- عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو وہ

عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر کو لوٹا دی اور اس طلاق کو شمار نہ کیا اور

فرمایا جب عورت پاک ہو جائے تو ابن عمر اس کو طلاق دے یا روکے اس حدیث کو

حدیث ابوزبیر کہتے ہیں ابوداؤد نے اس کے ماتحت لکھا ہے کہ ابوزبیر کی یہ روایت دوسری مثبت روایات کے خلاف ہے

چنانچہ ابوداؤد کی عبارت یہ ہے قال ابوداود روی ھذا الحدیث عن ابن عمر یونس بن جبیر وانس بن سلیم وسعید ابن جبیر وزید ابن اسلم وابوزبیر منصور عن ابی وائل معناھم کلھم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یراجعھا حتی تطھر ثم ان شاء طلق وان شاء امسک وکذالک رواہ محمد بن عبدالرحمن عن سالم عن ابن عمر امار وایتہ زھری عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یراجعھا تطھر ثم تحیض ثم تطھر ثم ان شاء طلق اوامسک وروی عن عطاء الخراسانی عن الحسن عن ابن عمر نحو روایت نافع والزھری والاحادیث کلھا علی خلاف ماقال ابوزبیر۔

ابوداؤد کے اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حدیث ابوزبیر میں (لم یر ھاشیئا) کے جو الفاظ ہیں وہ قصہ ابن عمر رضی اللہ عنہ میں وارد تمام حدیثوں کے مخالف ہے لھذا جو ابو زبیر نے کہا ہے وہ شاذ ہے اس کے علاوہ نسائی اور صحیح مسلم میں حدیث ابو زبیر میں جو حجاج بن محمد کے طریق سے مروی ہے (لَم یَرَ ھَا شَیئاً) کے الفاظ مذکور نہیں ہیں اور یہ کہنا درست نہیں ہو گا کہ ابوزبیر ثقہ ہے اور زیادت ثقہ مقبول ہوتی ہے اس لئے کہ زیادت ثقہ اس وقت مقبول ہوتی ہے جب کہ وہ کسی اور ثقہ کی روایت کے منافی نہ ہو جس نے اس زیادت کا ذکر نہ کیا ہو اور یہاں ابو زبیر نے دوسرے بہت سے ثقات کے خلاف روائیت کی ہے لہذا ان کے مقابلہ میں روایت مرجوح ہو گی علاوہ ازیں اس روائیت کو تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ ابن قیم نے (زاد المعاد) میں اس پر زور دیا ہے تو اس کی یہ تاویل ممکن ہے کہ یوں کہا جائے (لم یر ھاشیئا مشروعا) اور (لم یر ھاشیئا مانعا من الرجعۃ)) یعنی حضور نے اس طلاق کو

مشروع نہ جانا یا اس کو رجعت سے مانع نہ سمجھا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (ھا) ضمیر کا مرجع رجعت ہو (ای لم یری الرجعۃ شیئا ممنوعا) یعنی رجعت کو شئے ممنوع نہ جانا علامہ ابن قدامہ حنبلی نے مغنی میں فرمایا۔

(فان طلق للبدعۃ وھو ان یطلقھا حائضا) اور (فی طھر اصابھا فیہ اثم ووقع طلاقہ فی قول عامۃ اھل العلم قال ابن منذر وابن عبد البر لم یخالف فی ذالک الا اھل البدع والضلال۔

پس اگر طلاق بدعت دی اور وہ اس طرح کہ حالت حیض میں طلاق دے یا اس طہر میں جس میں عورت سے وطی کی گنہ گار ہوگا اور تمام اہل علم کے قول کے مطابق یہ طلاق واقع ہو جائے گی اور ابن منذر اور ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں مخالفت کرنے والے صرف بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں۔

رہا یہ مسئلہ کہ نہی منہی عنہ کے فساد کی مقتضی ہے اس کا آئندہ (طلاق ثلاثہ) کی بحث میں جواب دیں گے (انشاء اللہ) اور ابن قیم نے مرہ فلیراجعھا میں مراجعت کی جو تاویلیں کی ہیں وہ احادیث کے ظاہر الفاظ اور جملہ شارحین حدیث کے بالکل خلاف ہیں اگر ابن قیم کے نزدیک ابوداود کی تقلید جائز نہیں تو جمہور اہل اسلام اور عامہ اہل علم کے خلاف ابن قیم اور اس کے اتباع شرذمہ قلیلہ کا قول شاذ کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے اسی لئے معتبر آئمہ اسلام نے انہی قول کے قائلین کو اہل بدعت و ضلال میں شمار کیا ہے کمامر عن المغنی ص ۹۹۔۷

طلاق ثلاثہ کا بیان:- کلمہ (واحدۃ) سے تین طلاق کے وقوع کے بارے میں اختلاف کا بیان اس مسئلہ میں ابن قیم نے چار مذہب نقل کئے ہیں

(۱) اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو بیک وقت ایک کلمہ سے تین طلاق دے یا متفرق کلمات سے ایک مجلس میں تین مرتبہ طلاق۔ طلاق۔ طلاق کہے تو اسی وقت تین

طلاق بائنہ مغلظہ واقع ہو جائیں گی اور وہ شخص اپنی زوجہ سے رجوع نہ کر سکے گا مگر یہ کہ وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرے اور یہ زوج ثانی اس سے وطی کرے پھر اس سے طلاق مل جائے یا نکاح فسخ ہو جائے یا وہ مر جائے ایسی صورت میں عدت ختم ہونے پر فریقین باہمی رضامندی سے نکاح جدید کر سکتے ہیں

ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ مذہب آئمہ اربعہ جمہور تابعین اور کثیر صحابہ کا ہے ہم آگے چل کر انشاللہ ثابت کریں گے کہ یہ مذہب صرف کثیر صحابہ کا نہیں بلکہ تمام صحابہ کا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر جملہ صحابہ کا اجماع سکوتی ثابت ہے

(۲) کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی یہ مذہب شیعہ ہے

(۳) ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ابوداؤد نے ان سے اس کا ذکر کیا ہے ابن تیمیہ اور اس کے اتباع کا یہی مختار ہے

(۴) مدخولہ اور غیر مدخولہ میں فرق ہے مدخولہ کو اس صورت میں تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اصحاب میں سے ایک جماعت کا قول ہے اور اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے محمد بن نصر مروزی نے اختلاف العلماء میں اس کو حکایت کیا ہے

## پہلے مسلک کے دلائل

(۱) عن الحسن قال حد ثنا ابن عمر انہ طلق امراتہ تطلیقۃ وھی حائض ثم ارادان یتبعھا بتطلیقتین اخرتین عند القرئین فبلغ ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ابن عمر ماھکذا امرک واللہ تعالی انک قد اخطات السنتہ والسنتہ ان تستقبل الطھر فتطلق لکل قرء وقال فامرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فراجعتھا ثم قال اذاھی طھرت فطلق عندذالک

او امسک فقلت یا رسول الله ارائیت لو طلقتها ثلاثا اکان یحل لی ان اراجعها قال لا تبین منک وتکون معصیة (رواہ الدار قطنی ص ۳۱ ـ ۴ نیل الاوطار علی المنتقی ص ۲۴۱ ـ ۲ مرقات ص ۲۹۴ ـ ۲ معزیا الی مصنف ابن ابی شیبہ بیہقی ص ۳۳۰ ـ ۷ ایضا ص ۳۳۴)

ترجمہ :- حسن سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی پھر ارادہ کیا کہ اس کے بعد دو اور طلاقیں حیضوں میں دے دوں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اے ابن عمر تجھ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم نہیں فرمایا بے شک تو نے سنت کی خلاف ورزی کی سنت یہ ہے کہ تو آئندہ طہر کا انتظار کرتا اور ہر طہر میں طلاق دیتا اور ابن عمر نے کہا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں نے اس عورت سے رجوع کیا پھر فرمایا جب وہ پاک ہو جائے اس وقت طلاق دے یا روک لے پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خبر دیجئے اگر میں اس کو تین طلاق دے دیتا تو اس صورت میں میرے لئے اس سے مراجعت حلال تھی؟ حضور نے فرمایا نہیں وہ عورت تجھ سے بائن ہو جاتی اور یہ فعل معصیت ہوتا روائنیت کیا اس کو دار قطنی نے (۱) حدیث مذکور حنفیہ کے مدعا میں بالکل صریح ہے کہ یک لخت تین طلاقیں دینا معصیت ہے لیکن بایں ہمہ وہ تین طلاق ہی ہوں گی ان کو ایک نہیں سمجھا جائے گا

---

(۱) ـ اس روایت مذکورہ کی سند میں عطاء خراسانی آتے ہیں جن کے متعلق شوکانی کہتا ہے کہ وہ مختلف فیہ ہے اس لئے اس سے احتجاج جائز نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ عطاء کا مختلف فیہ ہونا اس روایت صحیحہ سے احتجاج میں قادح نہیں اس لئے امام ترمذی نے عطاء کی توثیق کی ہے اور نسائی اور ابو حاتم نے اس کے متعلق (لاباس بہ) کہا ہے کما اقر بہ الشوکانی فی النیل علاوہ ازیں عطاء خراسانی رجال موطا امام مالک سے

بقیہ اگلے صفحہ پر

(۲) ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیث کی تائید بخاری اور مسلم شریف میں بھی ہے حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب حائضہ کی طلاق کے بارے سوال کیا جاتا قال لا حدھم اما انت طلقت امرتک مرۃ اومرتین فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنی بھذا وان کنت طلقتھا ثلاثا فقد حرمت علیک حتی تنکح زوجا غیرک وعصیت اللہ فیما امرک من طلاق امراتک (رواہ مسلم جلد اول ص ۴۷۶ ۔ بیھقی ص ۳۳۰ ۔ ۷ بخاری ص ۷۹۲ ۔ ۲ فی تعلیقاتہ ۔ والدار قطنی ص ۲۸ ۔ ۴ واللفظ المسلم

ترجمہ:- ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سوال کرنے والے سے فرمایا کہ تو نے تو اپنی عورت

---

ہیں سیوطی ان کے متعلق فرماتے ہیں احد الاعلام نزل بالشام وروی عن الزھری وسعید بن المسیب وخلق وروی عنہ ابی حنیفہ ومالک وشعبہ والثوری وحماد بن مسلمہ وعدۃ وثقہ ابن معین وابوحاتم والدار قطنی مات خمس وثلاثین ومارۃ (اسعاف المبطا برجال الموطا ۲۰) اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں قال احمد ویحی وغیرہم وقال یعقوب ابن شیبہ ثقۃ معروف بالفتوی والجھاد وقال ابوحاتم لاباس بہ قال ابوحاتم ثقۃ محتج بہ ثم قال الترمذی ثقۃ روی عنہ مثل ذالک ومعمرولم اسمع ان احداً من المتقدمین تکلم فیہ (میزان الاعتدل ۴، ۳،۷۵) ایضا تہذیب التہذیب ۲۱۳ ،۷، میں منقول ہے قال ابن معین ثقۃ وقال ابن ابی حاتم عن ابیہ ثقۃ صدوق قلت یحتج بہ قال نعم (ایضا کتاب الجرح والتعدیل ۳۳۵ ، ۲ قسم اول) ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا عن عطا الخراسانی فقال لاباس بہ صدوق میں نے کہا اس کی حدیث قابل احتجاج ہے یا نہیں قال نعم یعنی قابل احتجاج ہے پس شوکانی کا (بطل الاحتجاج بہ) کہنا باطل ہوگیا رہا حدیث مذکور میں زیادت (فی محل الحاجۃ سے تفرد عطا اس میں بھی کوئی حرج نہیں اس لیے کہ زیادہ الثقۃ مقبولۃ محرر عندالمحدثین ہے خصوصا جبکہ اس کا متابع موجود ہے قال ابن الھمام تعلیل البیھقی مردود حیث تابعہ شعیب من زدیق سنداً ومتناً (رواہ الطبرانی فتح القدیر ۳،۲۴) اس روایت میں ایک راوی شعیب بن زریق ہے جس کو شوکانی نے ضعیف کہا ہے لیکن شعیب بن زریق کو تقریب میں صدوق یخطی کہا ہے اور تہذیب ۳۳ میں فرمایا قال الدار قطنی ثقۃ وذکرہ ابن حبان فی الثقات

کو ایک یا دو دفعہ طلاق دی ہے اس بارے میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا حکم فرمایا ہے اور اگر تو اپنی عورت کو تین طلاق دے دیتا تو وہ تجھ پر حرام ہو جاتی یہاں تک کہ تیرے سوا کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور تو نے (اس صورت میں) اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی

(۳) نیز اس کی تائید عبد اللہ بن عمر کے اس ارشاد سے ہوتی ہے

عن نافع ان رجلا طلق امراته وهی حائض ثلاثا فسال ابن عمر فقال عصیت ربک لاتحل لک حتی تنکح زوجا غیرک نافع سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں تین طلاقیں دیں تو اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور وہ عورت تجھ سے بائن ہو گئی جب تک وہ تیرے سوا کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے تیرے لئے حلال نہیں ہوگی۔ (مصنف عبد الرزاق ص ۳۱۱ - ۶ حدیث ۱۰۹۶۴)

(۴) حدیث ملاعنہ میں ہے کہ عویمر عجلانی نے اپنی بیوی کو (لعان) کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیک وقت تین طلاقیں دیں پس حدیث لعان کو ذکر کیا قال سهل فلما فرغ من تلاعنهما قال عویمر کذبت علیها یا رسول الله ان امسکتها فطلقها ثلاثا قبل ان یامره النبی صلی الله علیه وسلم - بیهقی ص ۳۲۸ - ۷

اس کے علاوہ یہ حدیث مختلف اسناد و روایات سے سنن ابی داود باب اللعان اور بخاری و مسلم میں کتاب الطلاق باب اللعان کے تحت بیان کی گئی ہے سہل بن سعد ساعدی نے فرمایا کہ جب عویمر اور اسکی بیوی ایک دوسرے پر لعان سے فارغ ہوئے تو عویمر نے کہا اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں نے اس پر جھوٹ باندھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کرنے سے پہلے عویمر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے

دیں اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ تین طلاق بیک وقت دینے سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر پر انکار نہیں فرمایا رہا شوافع کا اس سے یہ استدلال کہ معلوم ہوا تین طلاق بیک وقت دینا ممنوع نہیں احناف کے خلاف حجت نہیں اس لئے کہ شافعی حضرات لعان کو فسخ مانتے ہیں

(۵) عائشہ خشعمیہ حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہما کے نکاح میں تھی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو عائشہ نے حضرت حسن سے کہا آپ کو خلافت مبارک ہو تو حضرت حسن نے کہا تو حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتی ہے اذھبی فانت طالق یعنی ثلاثا چلی جاؤ تجھے تین طلاق ہیں راوی نے کہا کہ اس نے اپنے کپڑے سمیٹے اور بیٹھ گئی یہاں تک کہ اس کی عدت گزر گئی تو حضرت حسن نے اس کی طرف باقی حق مہر اور دس ہزار بطور صدقہ بھیجے جب قاصد اس کے پاس پہنچا تو اس عورت نے کہا ( معاع قلیل من حبیب مفارق ) جدا ہونے والے حبیب کے مقابلے میں یہ سامان تھوڑا ہے ( یعنی اس کی کوئی وقعت نہیں ) جب اسکی خبر حضرت حسن کو پہنچی تو آپ روئے پھر فامایا ( لو لا انی سمعت جدی او حدثنی ابی انہ سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراتہ ثلاثا عند الا قراء او مبہمۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ لراجعتھا ) بیہقی ص ۳۲۶ - ۷ طبرانی درمنثور ص ۹ ۲ ۷ - ۲

ترجمہ اگر میں نے اپنے نانا سے نہ سنا ہوتا یا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اور انہوں میرے نانا ( صلی اللہ علیہ وسلم ) سے سنا کہ حضور فرماتے تھے کہ جو کوئی اپنی عورت کو تین طلاق تین حیض میں یا تین اکٹھی دے دے تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہو گی یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے تو میں ضرور اس سے رجوع کر لیتا۔

اس روایت سے صراحتہ معلوم ہوا کہ تین طلاق اکٹھی دینے سے تین واقع ہو جاتی ہیں

(۶) اس کی تائید حضرت حسن بن علی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے

(سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایما رجل طلق امراتہ ثلاثۃ عند کل طھر تطلیقۃ اوعندر اس کل شھر تطلیقۃ او طلقھا ثلاثا جمیعا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ (دار قطنی ص ۳۱ ۔ ۴) اس کا معنی اور مفہوم سابقہ روائیت کی طرح ظاہر ہے

فائدہ :- اصابہ میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت حسن بن علی کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ثابت کیا ہے اور بعض وہ روایات بھی ذکر کیں جو حضرت حسن نے حضور علیہ السلام سے روایت کیں ہیں اور سنن اربعہ میں موجود ہیں

(۷) عن محمود بن لبید قال اخبر نامخرمۃ عن ابیہ قال سمعت محمود بن لبید قال اخبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امراتہ ثلث تطلیقات جمیعا فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھر کم حتی قام رجل و قال یار سول اللہ الا اقتلہ (روالنسائی ۹۹ ۔ ۲)

مخرمہ نے اپنے باپ سے روائیت کی کہ اس کے باپ نے کہا کہ میں نے محمود بن لبید سے سنا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق اکٹھی دے دی ہیں تو حضور علیہ السلام ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے پھر فرمایا کہ کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب سے کھیلا جاتا ہے ؟ یہاں تک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس کو قتل نہ کروں ؟ قال ابن کثیر اسنادہ جید وقال الحافظ فی بلوغ المرام رواتہ موثقون قیل والتعلیق المغنی

حدیث مذکور سے اکھٹی تین طلاق کا گناہ ہونا تو ہر صورت ظاہر ہے اور تین کا واقع ہو جانا بایں طور پر ہے کہ اس شخص کے اس طرح تین طلاق دینے پر حضور علیہ السلام ناراض تو

ہوتے مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ طلاق واقع نہیں۔ قال ابن العربی فیہ التصریح بان الرجل طلق ثلاثا مجموعة ولم یرده النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن العربی نے فرمایا اس میں تصریح ہے کہ اس آدمی نے اکٹھی تین طلاق دی دیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رد نہیں کیا۔ بل امضاہ واللہ اعلم (فتح الباری ص ۲۷۹-۱۱) عدم رد دلیل امضاء ہے لان السکوت فی معرض البیان بیان اور حدیث ابن عمر عصیت ربک وبانت منک امراتک اور اسی طرح ابن عباس کا فتوی جس میں انہوں نے فرمایا۔ ان اللہ تعالی قال ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا وانک لم تتق اللہ فلا اجدلک مخرجا عصیت ربک وبانت منک امراتک اس حدیث ابن لبید کی موید ہیں۔ واخرج ابو داؤد لہ متابعات عن ابن عباس بنحوہ (فتح الباری ص ۲۷۷-۱۱)

(۸) حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا فیصلہ کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاق تین ہی ہوتی ہیں اور کسی صحابی کا اس پر انکار نہ فرمانا اور آئمہ اربعہ اہلسنت کا اس پر اجماع بالکل ظاہر وعیاں ہے آگے حدیث طاؤس میں بالتفصیل آرہا ہے (انشاء اللہ)

فتاوی صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا فتوی

(۹) عن مجاهد کنت عند ابن عباس فجاءہ رجل فقال انہ طلق امراتہ ثلثا فسکت حتی ظننت انہ رادها الیہ ثم قال ینطلق احدکم فیرکب الحموقة ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس وان اللہ قال ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا وانک لم تتق اللہ فلم اجدلک مخرجا عصیت ربک وبانت منک امراتک وان اللہ قال یایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن فی قبل عدتهن (رواہ ابو داؤد

ونیل الاوطار ص ۲۴۳ - ۴)

مجاہد سے مروی ہے کہ میں ابن عباس کے پاس تھا پس آپ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا کہ اس نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دی ہیں پس ابن عباس خاموش رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسکی عورت کو اس کی طرف لوٹانے والے ہیں پھر فرمایا کہ ایک شخص تم میں سے بے وقوفی پر سوار ہوتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس اور بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے بے شک تو اللہ تعالے سے نہیں ڈرا پس میرے پاس تیرے لئے راستہ نہیں تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو تیری عورت تجھ سے بائن (جدا) ہو گئی اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو انکی عدت کے مقابلہ میں طلاق دو (طہر میں) روائیت کیا اس کو ابوداؤد نے

پس یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت ابن عباس کے پاس کوئی حضور علیہ السلام کا صریح حکم ہوتا اور وہ اس کے خلاف فتویٰ دیتے (الالمرجح ظہر لہ وراوی الخبر بما رواہ)

(۱۰) وعن مجاهد عن ابن عباس انه سئل عن رجل طلق امراته مائته قال عصيت ربک وفارقت امراتک لم تتق الله فيجعل لک مخرجا (نيل الاوطار)

مجاہد ابن عباس سے راوی ہیں کہ ان سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی عورت کو سو طلاق دے دیں تو ابن عباس نے فرمایا تو اپنے رب کی نافرمانی کی اور عورت تجھ سے جدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا اور نہ وہ تیرے لئے کوئی سبیل بنا دیتا (نیل الاوطار ص ۲۴۳ ج ۲

(۱۱) عن سعيد ابن جبير عن ابن عباس ان رجلا طلق امراته الفا قال يكفيك من ذالک ثلاث و تدع تسعماته وسبعا و تسعين (نيل ص ۲۴۳ -

۶) ایضاعن عطار

سعید ابن جبیر ابن عباس سے راوی کہ ایک آدمی نے اپنے بیوی کو ہزار طلاق دے دیں تو ابن عباس نے فرمایا تیرے لئے اس سے تین کافی ہیں اور نو سو ستانوے چھوڑ دے

(۱۲) عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس انہ سئل عن رجل طلق امراتہ عدد النجوم فقال اخطا السنتہ و حرمت علیہ امراتہ (نیل الاوطار بحوالہ دار قطنی ص ۲۴۳ - ۶)

سعید بن جبیر ابن عباس رضی اللہ عنہم سے راوی کہ وہ ایک ایسے آدمی کے بارے میں سوال کئے گئے جس نے اپنی عورت کو ستاروں کے برابر طلاق دی تو فرمایا اس نے سنت کی خلاف ورزی کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی ان روایات کو دار قطنی نے روائیت کیا اور منتقی الاخبار میں ان کی نقل کے بعد ابن تیمیہ نے کہا وھذا کلہ یدل علی اجماعھم علی صحتہ وقوع الثلاث بالکلمۃ الواحدۃ - یہ تمام روایات اس بات پر دال ہیں کہ کلمہ واحدہ سے وقوع طلاق ثلاثہ پر اجماع ہے یہ صاحب منتقی عبد السلام بن عبد اللہ المعروف بابن تیمیہ ہے جس کو شوکانی نے الشیخ الامام علامۃ عصرہ المجتہد المطلق لکھا ہے - (نیل الاوطار ص ۱۳ - ۱) یہ ابن تیمیہ تقی الدین احمد بن عبد الحلیم کا دادا ہے - فافھم

(۱۳) عن عطاء ان رجلا قال لابن عباس طلقت امراتی مائۃ قال تاخذ ثلاثا و تدع سبعا وتسعین -

عطاء سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دے دی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تین شمار کرلے اور ننانوے چھوڑ دے (بیہقی ص ۷ ۳۳)

(۱۴) عن عمر بن دینار ان ابن عباس سئل عن رجل طلق امراتہ عدد

لنجوم فقال انما یکفیک روس الجوزا ( بیہقی ص ۳۴۷ ) عمر بن دینار سے مروی

ہے کہ آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو ستاروں کی

گنتی کے برابر طلاقیں دے دیں تو آپ نے فرمایا کہ تجھے راس الجوزا ( تین ) کافی ہیں

بیہقی نے ابن عباس سے مروی ان تمام روایات کو بیان کرنے کے بعد فرمایا - فھذہ

روایة سعید بن جبیر عطاء بن رباح و مجاهد و عکرمة و عمر بن دینار

مالک بن حارث و محمد بن ایاس بن بکیر ورو یناہ عن معاویہ بن ابی

عیاش الانصاری کلھم عن ابن عباس انہ اجاز الطلاق الثلاث وامضاھن

پس یہ سعید بن جبیر عطا بن رباح اور مجاہد عکرمہ - عمر بن دینار - مالک بن حارث محمد بن

ایاس بن بکیر اور ہم نے معاویہ بن ابی عیاش انصاری سے بھی روایت کیا یہ تمام

حضرات ابن عباس سے راوی ہیں کہ انہوں نے تین طلاق کو جائز رکھا اور ان کو نافذ فرمایا

-

(۱۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود کا فتویٰ :- واسند عبد الرزاق عن علقمة قال جاء

رجل الی ابن مسعود فقال انی طلقت امراتی تسعاو تسعین فقال لہ ابن مسعود

ثلاث تبینھاو سائر ھن عدوان ( مرقات ص ۲۹۴ )

عبدالرزاق نے اپنی سند سے علقمہ سے روائیت کی کہ ایک شخص ابن مسعود رضی اللہ عنہ

کے پاس آیا پس اس نے کہا بیشک میں نے اپنی عورت کو ننانوے طلاقیں دے دی ہیں

تو ابن مسعود نے فرمایا تین طلاقوں سے وہ جدا ہو گئی اور باقی طلاقیں زیادتی ہے

(۱۶) :- وعن مالک بلغہ ان رجلا قال لعبد اللہ ابن عباس انی طلقت امراتی

مائة تطلیقة فماذ اتری علی فقال ابن عباس طلقت منک بثلاث و سبع و

تسعون اتخذت بھاایات اللہ ھزوا ( رواہ فی الموطامرقات ص ۲۹۳ )

امام مالک بسند خود فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبد اللہ ابن عباس سے کہا کہ میں نے

اپنی عورت کو سو طلاقیں دے دی ہیں پس میرے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ عورت تجھ سے تین طلاق کے ساتھ مطلقہ ہو گئی اور (باقی) ستانوے سے تو نے اللہ کی آیتوں سے استہزاء کیا۔

(۱۷) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فتویٰ:- روی وکیع عن الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت قال جاء رجل الی علی بن ابی طالب فقال انی طلقت امراتی الفا فقال لہ علی بانت منک بثلاث واقسم سائرھن علی نسائک (مرقات ص ۲۹۸) (یضاً فتح القدیر ص ۲۶ ج ۳)

وکیع نے اعمش سے انہوں نے حبیب بن ابی ثابت سے روائیت کیا کہ ایک آدمی علی بن ابی طالب کے پاس آیا پس عرض کی کہ میں نے اپنی عورت کو ایک ہزار طلاق دی ہے پس آپ نے فرمایا کہ وہ تجھ سے تین طلاق سے بائن ہو گئی اور باقی طلاقیں اپنی باقی عورتوں پر تقسیم کرلے۔

(۱۸) بیہقی نے اپنی سند سے اعمش سے روائیت کیا کہ کوفہ میں ایک شیخ یہ کہتا تھا کہ میں نے علی ابن ابی طالب کو سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ جب آدمی ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدے تو وہ ایک طلاق کی طرف لوٹائی جاتی ہیں ---- تومیں اس شیخ کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تو نے حضرت علی سے کیسے سنا؟ تو اس نے ویسا ہی جواب دیا۔ (مترجما ملخصا)

تو اس نے اس سے کہا تو نے حضرت علی سے کہاں سنا تو اسنے کہا کہ میں تیرے لئے ایک تحریر نکالتا ہوں سو اس نے ایک تحریر نکالی جس میں لکھا ہوا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما سمعت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ یقول اذا طلق الرجل امراتہ طلاقا ثلاثا فی مجلس واحد فقد بانت منہ ولا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ قال قلت ویحک ھذا غیر الذی تقول قال الصحیح ھو ھنا ولکن

هولاء رادونی علی ذالک (سنن کبریٰ ص ۳۴۰۔۷)

یہ ہے وہ جو میں نے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے جب کوئی شخص اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدے پس تحقیق وہ عورت اس سے جدا ہو جاتی ہے اور اس کے لئے وہ حلال نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس کے سوا کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے میں نے اس بوڑھے سے کہا تجھ پر افسوس ہے یہ تحریر تو جو تو کہہ رہا ہے اس کا الٹ ہے تو اس بوڑھے نے کہا جو صحیح بات ہے وہ تو یہی ہے لیکن ان لوگوں نے مجھے اس کی مخالفت پر لوٹا لیا۔

یونہی امام بیہقی نے آخر باب میں دو روایات امام جعفر صادق سے بھی بیان کیں تھیں کہ من طلق ثلاثا فھو کما قال او من طلق امراتہ ثلاثا بجہالۃ او علم فقد بانت منہ

(۱۹) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:- روی وکیع ایضا عن معاویۃ عن معاویہ ابن ابی یحیٰ قال جاء رجل الی عثمان ابن عفان فقال طلقت امراتی الفافقال بانت منک بثلاث (فتح القدیر ص ۲۶ ج ۳)

ایک آدمی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں نے اپنی عورت کو ہزار طلاق دے دی ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عورت تجھ سے تین طلاق سے بائن ہو گئی

(۲۰) حضرت عمر ابن الخطاب کا فیصلہ:- عن انس لا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ قال وکان عمر ابن الخطاب اذا اتی برجل طلق امراتہ ثلاثا اوجع ظھرہ۔ (طحاوی ص ۳۰۔۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (مطلقہ ثلاثہ دفعتہ اپنے شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہے تا وقتیکہ دوسرے آدمی سے نکاح نہ کرے اور حضرت انس نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکٹھی تین طلاق دینے والے کو

سزا دیا کرتے تھے

(۲۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی عنہما:- **عن عبد اللہ بن عمرو الوحدہ تبینها والثلاث تحرمها** ----------- (طحاوی ص ۳۰-۲) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے باکرہ کو تین طلاق دینے کے حکم کے بارہ میں کہ وہ ایک طلاق سے بائن ہو جاتی ہے اور تین طلاق اسکو حرام کر دیتی ہیں

دوسرا مسلک:- شیعوں کی معتبر کتابوں میں مذکور ہے طلاق ثلاثہ جس میں رجعت کا حق باقی نہ رہے اسی طرح طلاق بحالت حیض اور ایسے طہر میں طلاق جس میں زوجہ سے صحبت کی ہو باطل ہے اور ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ شرائع الاسلام از نجم الدین جعفر مطبوعہ ایران قسم ثالث فقہ جعفری کی مشہور کتاب اس کے علاوہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی نے اپنی مشہور کتاب (المغنی) میں لکھا ہے اور اس کو ابو نصر نے بھی حکائیت کیا ہے ابن علیہ اور ہشام بن حکم اور شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی شیعوں نے اپنے مسلک کی تائید میں جو دلائل پیش کئے ہیں ان کا رد شمس الائمہ امام سرخسی متوفی ۴۸۲ ھجری نے اپنی مشہور کتاب (**المبسوط باب الرو علی من قال اذا طلق بغیر سنة لا یقع**) کے ماتحت لکھا ہے اسیطرح امام کاشانی نے اپنی مشہور تصنیف بدائع صنائع جلد ثالث میں اور ابن قدامہ نے حنبلی فقہ پر اپنی معروف کتاب (المغنی) میں اور ابن حزم ظاہری المتوفی ۴۵۲ھ نے اپنی مشہور کتاب المحلی جلد ۱۰ میں جمہور امت کے مذہب و مسلک کی تائید کی ہے اور شیعہ کے اس قول کا مدلل رد کیا ہے چونکہ شیعہ امامیہ فرقہ کے علاوہ تمام اہلسنت دیوبندی اور غیر مقلدین اس قول کو مردود اور نا مقبول سمجھتے ہیں اور اس پر کبھی کسی نے عمل نہیں کیا ہے اس لئے ہم نے اس مسلک کی تردید کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اہل علم حضرات عند الضرورۃ کتب مذکورہ بالا کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

تیسرا مسلک :- جو لوگ بیک وقت تین طلاق دینے کی صورت میں ایک طلاق رجعی ہونے کے قائل ہیں ۔ ابن تیمیہ، ابن قیم اور ان کے مقلد جو بظاہر اپنے آپ کو غیر مقلد کہتے ہیں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں وہ درج ذیل آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہیں

## آیات قرآنی سے استدلال

(۱) انکی پہلی دلیل یہ ہے کہ تین طلاق بیک وقت قرآن کے خلاف ہے اس لئے ایسی طلاقوں کو سنت طریقے کی طرف لوٹایا جائے گا یعنی صرف ایک طلاق کے واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا یہ لوگ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں (الطلاق مرتن فامساک بمعروف اوتسریح باحسان ۔ آیت نمبر ۲۲۹ ۔ اور اذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ۔ آیت نمبر ۲۳۱ ۔ سے استدلال کرتے ہیں ان کا طریق استدلال یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ایسے طریقے پر طلاق دینے کا حکم صادر فرمایا ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے رجوع کا حق باقی رہے بنا بریں صرف ایک طلاق رجعی ہونے کا حکم دیا جائے گا اور تین طلاق بیک وقت واقع کرنا کتاب اللہ کے خلاف ہے قرآن پاک کی مذکورہ آیات سے اس دعویٰ پر استدلال صحیح نہیں

چنانچہ اہل ظاہر کے امام ابن حزم نے اس کا کافی جواب دیا ہے جس کا ما حصل یہ ہے کہ قرآن پاک کی ان آیات میں طلاق کے احسن طریقے کو بیان فرمایا گیا ہے یہ قرآن پاک کی کسی آیت میں نہیں ہے کہ قرآن تین طلاقوں کو ایک ساتھ دیئے جانے کو غیر نافذ قرار دیتا ہے یا یہ کہ قرآن پاک اگر ایک فعل سے منع کرتا ہے اور وہ فعل کر لیا جائے تو وہ باطل کیونکر قرار پاسکتا ہے؟ اور اس کا وجود وعدم برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ قرآن حکیم نے زنا اور چوری سے منع کیا ہے لیکن اگر کوئی شخص ان افعال کا ارتکاب کرے تو کیا

یہ کہا جائے گا کہ اس کا یہ فعل بایں معنی باطل ہے کہ اس کا وجود و عدم برابر ہے؟ یا یہ کہ وہ فعل وقوع پذیر ہی نہیں ہوا؟ اسی طرح اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت یا مغصوبہ زمین پر نماز پڑھنے کی صورت ہے یعنی ممنوع وقت میں بیع و شرا۔ ممنوع ہے مگر اس فعل مکروہ سے ممنوع ہونے کے باوجود نفس بیع منعقد ہو جائے گی اسی طرح غصب کردہ زمین پر نماز پڑھنا منع ہے مگر فرضیت ادا ہو جائے گی ایسے ہی بیک وقت دو طلاق یا تین طلاق یا حیض میں طلاق باوجود ممنوع ہونے کے واقع ہو جائے گی اور محض قرآن پاک میں ان صورتوں کے مذکور نہ ہونے کی بنا پر طلاق کے عدم وقوع یا صرف ایک طلاق واقع ہونے کا قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا چنانچہ علامہ ابن حزم نے محلی جلد عاشر ۲۰ میں اس مسئلہ پر تقریبا سو بڑے صفحات پر طویل بحث کی ہے اور بالآخر مذہب شافعی کے مطابق تین طلاق بیک وقت کو ثابت کیا ہے اور غیر مقلدین زمانہ جو ابن حزم کے نہائیت مداح ہیں انہیں ابن تیمیہ اور ابن قیم کے مقابلہ میں ابن حزم کے دلائل اور مسلک کی طرف بھی رجوع کرنا چاہیئے۔

(۱) احادیث سے استدلال:- بیک کلمہ تین طلاق کو ایک قرار دینے کے بارے میں مندرجہ ذیل روایات سے استدلال کیا جاتا ہے

(۱) حدیث رکانۃ:- عن ابن عباس قال طلق عبد یزید ابو رکانۃ واخوۃ ام رکانۃ نکح امراۃ من مزینہ فجائت النبی صلی اللہ علیہ و سلم فقالت ما یغنی عنی الا کما یغنی عنی ھذہ الشعرۃ لشعرۃ اخذ تھا من راسھا ففرق بینی و بنیہ فاخذت البنی صلی اللہ علیہ وسلم حمیۃ فدعا بر کانۃ واخوتہ ثم قال لجلسائہ اترون فلانا یشبہ منہ کذا و کذا قالو انعم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعبد یزید طلقھا ففعل قال راجع امر اتک ام رکانۃ واخوتہ فقال ان طلقتھا ثلاثا یا رسول اللہ قال قد علمت راجعھا و تلا یایھا النبی اذا طلقتم

النساء فطلقوھن لعدتھن قال ابو داود و حدیث نافع ابن عجیر و عبد اللہ بن علی ابن یزید بن رکانۃ عن ابیہ عن جدہ ان رکانتہ طلق امراتہ فردھا الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصح لانھم ولد الرجل واھلہ اعلم بہ ان رکانتہ انما طلق امراتہ بتۃ فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم واحدۃ

ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے روائیت کرتے ہیں ابن عباس نے فرمایا عبد یزید نے جو رکانہ اور اس کے بہن بھائیوں کا باپ ہے ام رکانہ کو طلاق دی اور قبیلہ مزنیہ کی ایک عورت سے نکاح کیا۔ تو وہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کے (عنین) ہونے کی شکائیت کی (یہ عورت کے الفاظ کا مفہوم ہے) میرے اور میرے شوہر میں تفریق کر دیں حضور علیہ السلام کو اس کی بات سن کر غیرت آئی آپ نے رکانہ اور اس کے بھائیوں کو بلایا۔ پھر حاضرین سے فرمایا کیا تم دیکھتے ہو کہ اس کے یہ بیٹے عبد یزید شکل وصورت میں ملتے جلتے ہیں یا نہیں تو حاضرین نے عرض کی ہاں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد یزید سے فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دیدے تو انہوں نے طلاق دیدی تو حضور نے فرمایا اپنی پہلی بیوی رکانہ اور اس کے بھائیوں کی ماں سے رجوع کر لو تو اس نے کہا کہ میں اس کو تین طلاق دے چکا ہوں تو حضور نے فرمایا میں جانتا ہوں (یعنی تو نے لفظ بتہ سے طلاق دی ہے) اور لفظ بتہ میں ایک اور تین کی نیت ہو سکتی ہے اور تو نے ایک کی نیت کی ہے جیسا کہ دوسری روایات میں صراحت ہے اور حضور نے یہ آیت پڑھی (اے نبی تم عورتوں کو طلاق دو تو انکی عدت کے وقت میں طلاق دو۔ یہ حدیث تین طلاق کو ایک قرار دینے والوں کی بزعم ایشاں بہت بڑی سند ہے اس کا جواب ابو داؤد نے یہ دیا (کہ اس روایت میں ابن جریج نے بعض بنی ابی رافع سے روائیت کی جو کہ مجہول ہیں) اور حدیث نافع بن عجیر اور

حدیث عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ عن ابی عن جدہ) میں صرف اتنا ہے کہ رکانہ نے اپنی عورت کو طلاق دی اور بعض نسخوں میں لفظ بتہ بھی اس کے ساتھ وارد ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو واپس لوٹا دیا یہ روائیت زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ آدمی کی اولاد اور اس کے گھر والے اس بات کو زیادہ جانتے ہیں کہ رکانہ نے اپنی عورت کو طلاق بتہ دی تھی جس میں ایک کی نیت بھی ہو سکتی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک بنا دیا۔

ما حصل یہ ہے کہ حدیث ابن جریج میں طلاق دینے والا عبد یزید والد رکانہ ہے اور نافع بن عجیر اور عبد اللہ بن علی کی حدیث یہ واقعہ رکانہ بن عبد یزید کا ہے تو ابوداود نے حدیث نافع اور عبد اللہ کو حدیث ابن جریج پر ترجیح دی اس لئے کہ گھر والے دوسروں کی بنسبت اپنے گھر کے حالات بہتر جانتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ طلاق دینے والے نے لفظ بتہ سے ایک طلاق دی ہو اور راوی اس کو تین سمجھا ہو چنانچہ بہت سی صحیح روایات میں صرف لفظ بتہ ہی مروی ہے۔

ایضاً - چنانچہ نووی شرح مسلم جلد اول میں ہے ان رکانة طلق ثلاثا فجعل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واحدة روایت ضعیفة عن قوم مجھولین - وہ روائیت جس میں یہ وارد ہے کہ رکانہ نے تین طلاقیں دیں تو حضور نے اس کو ایک بنا دیا وہ روائیت ضعیفہ ہے اور اس کے بعض راوی مجہول ہیں - جیسا کہ ابوداود کی روائیت میں صراحت ہے کہ (حدثنا ابن جریج اخبرنی بعض بنی ابی رافع) یہ بعض مجہول ہیں اس کے بعد نووی نے لکھا ہے صحیح یہی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ انہوں نے لفظ بتہ کے ساتھ طلاق دی اور یہ لفظ ایک اور تین کا محتمل ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس روائیت ضعیفہ کے راوی نے بتہ کو ثلاثہ کے معنی میں سمجھ کر اس کو بالمعنی روایت کر دیا ہو اور اس میں وہ غلطی کھا گیا ہے (مسلم مع نووی ص ۴۷۸

ابن قیم نے حضرت رکانہ کی اس حدیث کو جس کو نافع بن عجیر نے روائیت کیا ہے اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ کہ نافع بن عجیر جیسے مجہول اور غیر معروف راوی کو ابن جریج وغیرہ پر ترجیح دی جارہی ہے ہم کہتے ہیں کہ نافع بن عجیر کو مجہول کہنا اور غیر معروف کہنا قائل کی جہالت کی دلیل ہے۔ جبکہ وہ ابوداؤد کے راویوں میں سے ہے اور اس کا باپ دادا اور خاندان معروف ہے اور متفرد بھی نہیں اور ابوداؤد نے اس کی روائیت کو ابن جریج کی روائیت پر ترجیح دی ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں بعض بنی ابی رافع صراحتہ مجہول ہیں معلوم نہیں وہ کون ہیں حدیث رکانہ عن نافع بن عجیر کی متعدد طریقوں سے روائیت ہے دار قطنی نے امام شافعی کی تین سندوں سے روائیت کیا ہے اس روائیت میں بھی بتہ کے الفاظ ہیں اس کے بعد چار سندوں سے عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ سے روائیت کیا ہے ان میں بھی بتہ کے الفاظ ہیں نیز دار قطنی نے ص ۳۳۔۴ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی سند روائیت شدہ حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام قرطبی نے جامع لاحکام القرآن میں امام شافعی کی روائیت کو واجب القبول قرار دیتے ہوئے لکھا ہے

والشافعی وعمہ وجدہ اھلبیت رکانۃ من بنی عبد المطلب بن عبد المناف وھم اعلم بالقصۃ التی عرضنت لھم۔ (احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۲۸ تا ص ۱۳۰ امام شافعی آپ کے چچا اور دادا سب مطلبی ہیں اور رکانہ کے اہل بیت سے ہیں اور وہ اپنے گھر میں پیش آنے والے قصہ کو زیادہ جانتے ہیں

(۲) ایضاً مسند امام احمد میں روائیت اس طرح ہے۔ انبانا عن سعد بن ابراھیم قال انبانا ابی عن محمد ابن اسحاق قال حدثنی داؤد بن حصن عن عکرمۃ عن ابن عباس انہ قال طلق رکانۃ زوجتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیھا حزنا شدید افسئال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتھا؟ قال طلقتھا ثلاثا فی مجلس واحد قال انما تلک واحدۃ فراجعھا ان شئت امام احمد سعد بن ابراہیم سے

وہ اپنے باپ سے وہ محمد بن اسحاق سے روائیت کرتے ہیں انہوں نے کہا مجھ سے داؤد بن حسین نے حدیث بیان کی انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روائیت کی کہ ابن عباس نے فرمایا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے دیں پھر اس پر سخت غمگین ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تو نے اپنی بیوی کو کیسے طلاق دی ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں ہیں تو حضور نے فرمایا یہ ایک ہی طلاق ہے اگر تو چاہتا ہے تو اس سے رجوع کرے۔

جواب :- اس حدیث کے راویوں پر جرح مفسر ہے اور جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہے۔ محمد بن اسحق صاحب مغازی کو امام مالک سلیمان تیمی یحییٰ قطان اور ہشام بن عروہ نے کذاب کہا ہے ان کہ یہ اقوال کتب اسمائے رجال میں تفصیلا موجود ہیں اگرچہ ذہبی نے سب قیل و قال کے بعد اس کو حسن الحدیث صالح الحال صدوق قرار دیا ہے لیکن بایں ہمہ متکلم فیہ ہے اور ضعفاء سے اس کی تدلیس [1] معروف ہے

---

(۱) ابن قیم کا یہ کہنا کہ قد زالت علة تدلیس محمد بن اسحق بقولہ حدثنی داؤد بن حصین کافی نہیں ابن اسحق کا اخبرنی اور حدثنی کہنا امام احمد کے نزدیک اس کی ثقاہت کی دلیل نہیں۔ چنانچہ میزان میں ہے فقال احمد ھو کثیر التدلیس جدا فقیل لہ فاذا قال اخبرنی و حدثنی فھو ثقة؟ قال ھو یقول اخبرنی و یخالف فقیل لہ ارواہ عنہ یحیٰی بن سعید؟ قال لا و قال ابوداود الطیالسی حدثنی بعض اصحابنا قال سمعت ابن اسحق یقول حدثنی ثقة فقیل لہ من قال یعقوب الیھودی (میزان ترجمہ محمد بن اسحق) علاوہ ازیں میزان الاعتدال میں مسند امام احمد کی روایت میں عن ابن اسحق حدثنی داود بن حصین نہیں ہے بلکہ عن ابن اسحق عن داؤد بن حصین عن عکرمہ عن ابن عباس فقد اتی بعنعنة و معنعنة المدلس مردودة بالاتفاق نیز اگر کسی نسخہ میں حدثنی داود بھی ہو تو اس سے علت تدلیس رفع نہیں ہوتی ہے کیونکہ داود بن الحصین کے بعد بھی عن عکرمہ ہے اور مدلس کبھی فوق از شیخ کو نیز ساقط کرتا ہے تو معنعن مدلس کا مظنہ مرتفع نہ ہو قال السید السندی فی رسالتہ بما لم یسقط المدلس شیخہ ولکن یسقط من بعدہ رجلا ضعیفا او صغیرا انتھی اسی طرح تقریب نووی میں ہے وربما لم یسقط شیخہ ادا سقط غیرہ ضعیفا او صغیرا تحسینا للحدیث (تقریب مع التدریب)۔

داود بن حصین کے بارے میں سفیان عیینہ نے کہا ہے کذا نتقی حدیثہ ہم اس کی حدیث سے بچتے ہیں علی بن مدینی نے کہا ہے کہ مارواہ عن عکرمہ فمنکرۃ ابوداود نے کہا ہے احادیث عن عکرمہ مناکیر اور یہ روایت اس نے عکرمہ سے ہی بیان کی ہے معہذا ہم کہتے ہیں امام بیہقی نے فرمایا کہ رکانہ کے لفظ ثلاثہ سے طلاق دینے کے متعلق یہ سندیں اس قابل نہیں کہ ان سے استدلال کیا جائے کیونکہ ان کے مقابلہ میں آٹھ راوی ایسے ہیں جنہوں نے ابن عباس سے انکی روایت کے خلاف انکا تین طلاق واقع ہونے کا فتوی اور مسلک بیان کیا ہے۔ (بیہقی سنن کبری ۳۳۹ جلد ۷)

فائدہ :- اکثر محدثین مثلاً یحییٰ بن معین اور یحی بن سعید قطان اور امام احمد بن حنبل اور ابن المدینی کا مسلک ہے کہ جب راوی حدیث صحابی کا مذہب اس روایت کے خلاف ہو تو وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے پس یہ حدیث کس طرح صحیح ہو گی جبکہ یہ صرف مذہب ابن عباس اور ان کے فتویٰ ہی کے خلاف نہیں بلکہ عامہ صحابہ اور تابعین کے مذہب کے بھی مخالف ہے بلکہ اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث صحیحہ مروی ہیں ان کے بھی خلاف ہے اور یہی جواب روایات طاوس عن ابن عباس کا ہے ابن قیم جوزی نے اعلام الموقعین میں حدیث طاوس سے دفاع کرتے ہوئے اجلہ محدثین اور آئمہ مجتہدین پر سوء ظن کا اظہار کیا ہے۔ ان حضرات کا مقام اس سے نہایت بلند ہے سوء ظن تو عام مسلمانوں کے خلاف بھی ممنوع ہے

(ایضاً) یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت ابن عباس جیسے فقیہہ اور مجتہد ایک ہی واقعہ کو بیان کرنے میں ایک دوسرے کے منافی اور متضاد عبارات کیسے اختیار کر سکتے ہیں بلکہ حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ عبارت عکرمہ عن ابن عباس کی روائیت میں عکرمہ کی اپنی ہے جس کو انہوں نے اپنے نظریے کے مطابق مختلف انداز میں بیان کیا ہے چنانچہ ابوداؤد جلد اول میں اسماعیل بن ابراہیم عن ایوب کے واسطہ سے اس کا قول

عکرمہ ہونا نقل کیا ہے ۔ ورواہ اسمعیل بن ابراھیم عن ایوب عن عکرمہ ھذا قول داؤد بن حصین عن عکرمہ لم یذکر ابن عباس وجعلہ قول عکرمہ ۔

(عن بذل المجھود جزء عاشر ص ۲۹۵)

امام جصاص رازی نے حدیث طاؤس کو جو آگے آرہی ہے منکر قرار دیا ہے (جلد ۱ ۔ ص ۴۰۹) اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ زادالمعاد میں ابن قیم نے خود ان روایات کو بوجہ اضطراب ضعیف مانا ہے ترمذی اور بخاری کا سہارا لیا ہے ۔

(۳) ایضاً ۔ عن الزبیر قال سالت ابن عمر عن رجل طلق امراتہ ثلاثا وھی حائض فقال لی انعرف ابن عمر رضی اللہ عنہ قالت نعم قال طلقت امراتی ثلاثاً علی عھد رسول اللہ صلی علیہ وسلم وھی حائض فردھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السنۃ (سنن دار قطنی ص ۴۲۷ ۔ ۲)

زبیر سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو زوجہ کو حیض کی حالت میں تین طلاقیں دے دے ۔ ابن عمر نے فرمایا ۔ تم ابن عمر کو جانتے ہو میں نے کہا ہاں فرمایا میں نے اپنی زوجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین طلاقیں دے دیں اسوقت وہ حائضہ تھی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (تین طلاق) کو سنت طریقے کی طرف لوٹا دیا تھا ۔

مندرجہ بالا حدیث کے متعلق علامہ قرطبی نے اپنی مشہور تفسیر (الجامع لاحکام القرآن) میں لکھا کہ اس روائیت کے متعلق خود دار قطنی نے فرمایا ہے کہ اس روائیت کی سند کے تمام راوی شیعہ ہیں در حقیقت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محفوظ روائیت وہی ہے جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی زوجہ کو حیض کی حالت میں ایک طلاق رجعی دینا مذکور ہے جس پر اکثر آئمہ اور محدثین کا اتفاق ہے ۔

(۴) حدیث طاؤس جو کہ اپنی تین سندوں سے صحیح مسلم میں مذکور ہے ۔ عن ابن طاؤس

عن ابیہ عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وثنتین من خلافتہ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر ابن الخطاب ان الناس قد استعجلوافی امر کانت لھم فیہ اناء ۃ فلوا مضیناہ علیہم فامضاہ علیہم ۔ ترجمہ ابن طاؤس اپنے باپ سے اور وہ ابن عباس سے روائیت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور ابوبکر صدیق کے دور خلافت اور حضرت عمر کی دور خلافت کے دو سال تک تین طلاقیں ایک تھی (تین کو ایک سمجھا جاتا تھا یا تین کا کام ایک سے لیا جاتا تھا) تو حضرت عمر ابن خطاب نے فرمایا کہ لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کی جس میں ان کے لئے مہلت تھی پس اگر ہم اس کو ان پر نافذ کردیں (تو کوئی حرج نہیں) پس آپ نے اس کو ان پر نافذ کردیا۔ (رواہ مسلم واحمد بحوالہ نیل الاوطار)

(۵) ابن طاؤس عن ابیہ ان ابا صہباء قال لابن عباس اتعلم انما کانت الثلاث تجعل واحدۃ علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وثلاثامن امارۃ عمر قال ابن عباس نعم ۔ اس روائیت میں طاؤس نے ابوصہباء سے روائیت کی اور انہوں نے ابن عباس سے اور اس روائیت میں امارۃ عمر کے دو کی بجائے تین سال مذکور ہیں۔

(۶) عن طاؤس ان ابا صہباء قال لابن عباس ہات من ہناتک الم یکن الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ وسلم وابی بکر واحدۃ فقال قد کان ذالک فلما کان فی عہد عمر تتابع الناس فی الطلاق فاجازہ علیہم ۔

ترجمہ :- طاؤس سے مروی ہے کہ ابوصہباء نے ابن عباس سے کہا اپنی عجیب وغریب باتیں بیان کرو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے عہد میں تین طلاق ایک نہیں تھیں ؟ تو ابن عباس نے فرمایا ایسا ہی تھاپس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

زمانہ آیا تو لوگوں نے پے در پے طلاقیں دینی شروع کر دیں تو حضرت عمر نے اس کو ان پر نافذ کر دیا۔

## بعض الفاظ مشکلہ کی شرح

اناءة بفتح الہمزہ ای مہلة تتابع الناس فی الطلاق جمہور کی روائیت یہی ہے اور بعض نے اس لفظ کو باء کے ساتھ تتابع ضبط کیا ہے اور وہ دونوں ایک معنی میں ہیں یعنی (اکثروا منہ واسرعوا الیہ) اس کا ترجمہ۔ ہم پے در پے سے کیا ہے ہاں (یاء) کے ساتھ ہو تو یہ لفظ شر میں استعمال کیا جاتا ہے اور باء کے ساتھ ہو تو خیر د شر میں اور اس جگہ یاء سے زیادہ موزوں ہے واللہ اعلم هات من هناتک هات اسمائے افعال سے ہے لایے اور ھناۃ سے مراد اخبار اور امور مستغربہ ہیں کما قال النووی فی شرح هذالحدیث۔ واللہ اعلم

ان روایات کے عینی۔ مظہری۔ فتح الباری، نووی، اور احکام القرآن وغیرہ میں متعدد جوابات دیئے گئے ہیں جن میں سے بعض کا ہم بقدر کفایت ذکر کرتے ہیں

(۱) ابو صہباء کی حدیث سے مطلق طور پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور حضرت صدیق اکبر کے دور خلافت اور حضرت عمر فاروق کے ابتدائی دور میں لوگ تین طلاق دیا کرتے تھے اور یہ طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں شمار ہوتی تھیں۔ الفاظ حدیث سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ تین طلاق کو ایک طلاق قرار دینے کا حکم مدخولہ کے بارے میں تھا یا غیر مدخولہ کے بارے میں جہاں تک غیر مدخول بہا کا تعلق ہے بلاشک ایک طلاق اس کے لئے (۱) کافی ہے اگر انت طالق

---

اس کی تائید اسی روائیت سے ہوتی ہے کہ ابو صہبا نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ آپ

(بقیہ اگلے صفحہ پر

طالق طالق کے ساتھ طلاق دی گئی ہو کیونکہ پہلی طلاق سے ہی وہ بائن ہو گئی اور محل طلاق نہ رہی۔ کیونکہ اس پر عدت واجب نہیں ہے اور دوسری صورت میں اگر کسی نے اپنی مدخول بہا کو اس طرح کہ انت طالق انت طالق انت طالق۔ تو حضور علیہ السلام کے زمانے میں اس صورت میں پہلی طلاق سے طلاق اور دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید مقصود تھی نئے سرے طلاق دینا مقصود نہیں تھا اس لئے اس کو ایک طلاق کے حکم میں داخل کیا جاتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس طرح تین طلاقیں بہ نیت استیناف دی جانے لگیں تو حضرت عمر نے ان تینوں کے نفاذ کا حکم دیدیا اور

---

کو معلوم نہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی ابتدائی خلافت میں ان تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق قرار دیا جاتا تھا تو جواب میں ابن عباس نے فرمایا۔ بلی کان رجل اذا طلق امراتہ ثلاثا قبل ان ید خل بھا جعلوھا واحدۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وصدر امن امارۃ عمر فلما رای الناس قدتتا بعوا فیھا قال اجیزوھن علیھم (ترجمہ) ہاں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اس کے پاس جانے سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور ابوبکر کے دور خلافت اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی زمانہ میں ان تین طلاق کو ایک ہی قرار دیتے تھے پس جب حضرت عمر نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ پے در پے طلاقیں دینے لگے ہیں تو فرمایا انکو ان پر نافذ کرو۔ (ابوداؤد مع البذل جز عاشر۔ ص ۲۹۷)

اس روائیت پر بعض لوگوں نے یہ جرح کی ہے کہ یہ ضعیف ہے اس لئے کہ ایوب سختیانی نے اس کو مجہولین سے روائیت کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ مسلم شریف میں ان بعض کی تعیین بھی آئی ہے عن ایوب سختیانی عن ابراھیم ابن میسرۃ عن طاؤس لہذا بعض طرق میں جہالت راوی مضر نہیں کہ دوسری روائیت میں اتصال موجود ہے۔ مسلم شریف ص ۴۷۸۔ ا۔

نیز اس روائیت کے اہم ترین راوی ابوصہبار کو امام نسائی نے ضعیف کہا ہے اس کے علاوہ مسلم شریف کی روائیت میں یہ بھی ہے کہ ابوصہبار نے ابن عباس سے عرض کیا ھات من ھناتک۔ اور نووی نے ھنات کی تفسیر امور منتغر بہ سے کی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر غریب تھا اور اسلام میں شائع نہیں تھا فلا یکون محتجابہ سمجھنے لگے۔

فرمایا کہ لوگوں کے لئے طلاق دینے میں مہلت تھی مگر انہوں نے جلدی کی اور پے در پے طلاقیں دینی شروع کر دیں اس لئے ہم نے ان کو نافذ کر دیا اس صورت میں اس مسئلے کا اختلاف لوگوں کی عادت کے بدل جانے کی وجہ سے ہوا اس مسئلے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اسی لئے امام قرطبی وغیرہ نے فرمایا ۔ **فحدیث ابن عباس اذا اخبار عن اختلاف عادۃ الناس لا عن تغیر الحکم فی المسئلۃ** ۔ ص ۱۲۸ ۔ ۱۳۰ جلد ۳) اور اسی کے قریب نووی شرح مسلم میں ہے ۔

(۲) اس روائیت میں (**تجعل الثلاث واحدۃ**) جس کے بظاہر یہ معنی ہیں کہ تین طلاقیں ایک کر دی جاتی تھیں جس سے مفہوم نکال لیا گیا کہ تین طلاقیں ایکدم تین نہ ہوں گی بلکہ ایک ہوگی ۔ یہ مفہوم مخالف ہے کیونکہ اس میں تاکید و غیر تاکید کا احتمال ہے مگر چونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دور صدیقی اور اوائل خلافت فاروقی میں تاکید زیادہ رائج تھی اس لئے اس پر عمل کیا گیا اور حضرت فاروق اعظم کے ابتدائی دور کے بعد تاکید کا رواج ختم ہو گیا اور لوگوں کا عرف بدل گیا ۔ یعنی لوگ اس طرح تین طلاق دینے کو تاکید نہیں سمجھتے تھے بلکہ تاسیس یعنی معنی جدید سمجھتے تھے یعنی تین طلاقوں کو تین ہی سمجھنے لگے لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس جدید معنی میں تین کو تین ہی سمجھا اور کسی صحابی نے اس پر انکار نہ کیا اور یہ بھی صرف وہ صورت ہے جس میں تین طلاق الگ الگ دی جائیں اور اگر ایک ہی جملہ سے تین طلاق دی جائیں مثلاً کوئی یوں کہے کہ میری عورت کو تین طلاق ہے تو اس میں تاکید کا کوئی احتمال ہی نہیں اور مدخولہ یا غیر مدخولہ ہر دو کو اس صورت میں تین طلاق واقع ہو جائیں گی ۔

(۳) تیسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (**تجعل الثلاث واحدۃ**) کے معنی یہ ہیں کہ پہلے زمانہ میں تین کی بجائے ایک طلاق ہوتی تھی یعنی لوگ اس زمانہ میں صرف ایک ہی طلاق دیا کرتے تھے ۔ اس معنیٰ کی تائید حدیث کے ان الفاظ سے ہوتی ہے ۔ **فقال عمر ابن**

الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لھم فیہ اناۃ کیونکہ حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ لوگ اس امر میں عجلت کرنے لگے جس میں ان کے لئے مہلت اور تاخیر تھی یہ اس امر پر دال ہے کہ پہلے لوگ طلاق میں تاخیر سے کام لیتے تھے۔ یعنی یک لخت تین طلاقیں نہیں دیتے تھے اور بعد میں لوگوں نے جلدی کی اور تین طلاقیں دینے لگے اس معنیٰ کی تائید دوسری روائیت کے ان لفظوں سے بھی ہوتی ہے۔ فلما کان فی عھد عمر تتایع الناس فی الطلاق۔ اور بعض نسخوں میں تتابع ہے۔ یعنی حضرت عمر کے زمانے میں لوگ پے در پے (یعنی ایک ہی مجلس میں) یکے بعد دیگرے دینے لگے لہذا چونکہ عرف بدل گیا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقیں نافذ کر دیں حدیث کے اس معنی کی تائید میں قرآن پاک کی ایک آیت کا یہ حصہ پیش کیا جاسکتا ہے (اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا) یعنی کیا اس نے تمام خداؤں کی بجائے ایک خدا کر دیا اس آیت کا مفہوم یہی لیا جائے گا کہ سب خداؤں کی بجائے ایک خدا کو ماننے کا حکم دیا نہ کہ سب خداؤں کو ملا کر ایک خدا کر دیا گیا اسی طرح حدیث میں تجعل الثلاث واحدۃ کے قریب تر معنی یہ لئے جائیں گے کہ تین طلاق کی بجائے ایک طلاق دی جاتی تھی نہ کہ تین طلاقیں ملا کر دی جاتی تھیں اور وہ ایک کر دی جاتی تھیں حاصل کلام یہ ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں لوگ بالعموم ایک طلاق دیا کرتے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر کے دور میں بھی پھر حضرت عمر کے ابتدائی دور خلافت کے بعد لوگوں میں بالعموم پے در پے طلاق دینے کا رواج ہو گیا جنہیں حضرت فاروق اعظم نے نافذ کر دیا۔

(۴) :- امام جصاص رازی نے اس روائیت کے بارے میں فرمایا کہ یہ منکر ہے اسی طرح ابن عبد البر نے روائیت طاؤس کو وہم اور غلط سے تعبیر کیا (ضوابطۃ المصلحت بحوالہ قرطبی)

نیز جناب طاؤس کے بارے میں امام جصاص رازی نے فرمایا۔ فکان کثیر الخطاء مع

جلالتہ وفضلہ وصلاحہ یروی اشیاء منکرۃ منہاانہ روی عن ابن عباس

انہ قال من طلق ثلاثا کانت واحدۃ وقد روی من غیر وجہ عن ابن عباس

انہ قال من طلق امراتہ عدالنجوم بانت منہ بثلاث۔

ترجمہ۔ اور طاؤس اپنی بزرگی اور فضل وصلاح کے باوجود غلطیاں کرنے والے تھے اور کئی منکر چیزیں انہوں نے راوئت کی تھیں انہیں میں سے یہ روائیت کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کو تین طلاق دے وہ ایک ہی ہوگی۔ حالانکہ ابن عباس سے کئی طریقوں سے مروی ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو ستاروں کی تعداد کے مطابق طلاق دے دے وہ اس سے تین طلاق سے بائن ہو جائے گی۔ اسی طرح ایوب طاؤس کی کثرت خطا پر تعجب کرتے تھے اور ابن ابی نجیح نے طاؤس کے بارے میں ذکر کیا کہ اس نے کہا (خلع) طلاق نہیں ہے۔ اہل مکہ نے اس پر انکار کیا تو اس نے کچھ لوگوں کو جمع کیا اور ان سے معذرت کی اور کہا کہ میں نے ابن عباس سے ایسا سنا ہے۔ (احکام القرآن ص ۴۶۸۔ ۱)

## تین طلاق بیک وقت دیئے جانے کی صورت میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہونے کے ثبوت میں دیے گئے دلائل کا تفصیلی جواب

(۱) تین طلاق کو حرام اور معصیت کہنا۔ خود اس امر کا ثبوت ہے کہ مجموعی طور تین طلاقیں واقع نہیں ہونی چاہئیں

جواب:- یہ ایک قیاسی دلیل ہے جس کی بنا اس بات پر ہے کہ تین طلاق جمع کرنا حرام اور بدعت ہے اور باعث مردود ہے کیونکہ یہ رسول اللہ علیہ صلی اللہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے اس لئے مجموعی طور پر تین طلاق واقع نہیں ہونی چاہیئے۔ ابن قیم اور اس کے اتباع کی یہ دلیل خود ان کے اپنے مسلک کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر تین طلاق بیک

وقت دینا بوجہ بدعت ہونے کے مردود ہے تو چاہیئے کہ اس صورت میں ایک طلاق بھی واقع نہ ہو حالانکہ یہ لوگ ایک طلاق کے وقوع کے قائل ہیں ۔ دراصل ایقاع طلاق اور وقوع طلاق میں فرق ہے ۔ ایقاع ممنوع ہے اور وقوع ہو جائے گا اس کی مثالیں پہلے گزر چکی ہیں ۔

(۲) :- ابن عباس کا فتویٰ روائیت کے مقابلہ میں رد کیا جائے گا کیونکہ صحابی غیر معصوم ہوتا ہے یہ بات محدثین کے نزدیک مسلم ہے کہ جب صحابی کا کوئی قول ایسا ہو کہ شارع علیہ السلام کے سوا کوئی دوسرا اس کو نہیں کہہ سکتا خواہ صحابی اس کو حضور علیہ السلام کی طرف منسوبؑ نہ کرے مگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تصور کیا جائے گا ۔ اصول حدیث کا مشہور قاعدہ ہے ۔ (قول الصحابی فی مالا یعقل فی حکم المر فوع) یہ مسئلہ شوہر پر بیوی کے حرام یا حلال قرار دینے کی صورت ہے جس کا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی شخص کو نہیں پہنچتا ۔

جواب :- اس اصول کا اطلاق بعض ان صورتوں میں تو ہو سکتا ہے جہاں راوی روائیت کرنے کے بعد روائیت کے خلاف رائے یا عمل میں منفرد ہو یا معدود ۔ چند افراد نے اس کا ساتھ دیا ہو لیکن جب تمام فقہاء صحابہ اس کے ساتھ ہوں تو ایسی صورت میں روائیت متروک قرار دی جائے گی ۔ کیونکہ جمہور صحابہ کا روائیت کے خلاف عمل کرنا اس بات کی دلیل ہو گا کہ وہ روائیت ان کی نظر میں ضعیف یا ناقابل احتجاج قرار پا گئی ہے ۔ اور اس کے مقابلے میں انکے پاس کوئی دوسری روائیت یا اس روائیت کی حقیقت اس طرح واضح ہو گئی ہے جس طرح ہم نے رکانہ اور طاؤس کی روایات پر پہلے مکمل تبصرہ کیا ہے اور یہ بھی ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ روائیت نہ صرف ابن عباس کے فتویٰ کے خلاف ہے بلکہ فقہاء صحابہ اور خود احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی خلاف ہے ۔ اصول فقہ میں یہ بات طے شدہ ہے چنانچہ حسامی میں ہے

يسقط العمل بالحديث اذاظهر مخالفته قولا اوعملا من الراوى بعد الرواية اومن غيره من آئمة الصحابة والحديث ظاهر لا يحتمل الخفاء عليهم و يحمل على الانتساخ ونحوه فى نور الانوار۔

(۳) ابن قیم نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں قرآن پاک کی آیت ( اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ) کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے ایک ہی کلمہ سے تین دفعہ دی ہوئی طلاق کے ایک ساتھ واقع نہ ہونے کے ثبوت میں شہادت لعان، زنا اور قسامت والے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔

جواب:- ( اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ) کی صحیح تفسیر ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور شہادت لعان وغیرہ سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ فاعل کبھی ایک شے کو متعدد اوقات میں یکے بعد دیگرے عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ اور کبھی ایک ہی وقت میں چند اشیاء کو وجود میں لے آتا ہے مثلاً ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے آدمی کو ایک روپیہ دیتے ہوئے کہے کہ میں تمہیں ایک روپیہ دیتا ہوں اور تیسرے وقت تیسرا روپیہ بھی دیتے ہوئے یہی الفاظ ادا کرے دوسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں یہ تین روپے جمع کر کے دیتے ہوئے کہے کہ میں تمہیں تین روپیہ دیتا ہوں پہلی صورت میں فعل اور مفعول متعدد ہیں اور دوسری صورت میں فعل تو ایک ہے لیکن اس فعل سے جو اشیاء وجود میں آتی ہیں وہ متعدد ہیں فعل کے ایک ہونے سے اشیاء یعنی روپیہ کا بھی ایک ہونا لازم نہیں آتا شوہر شریعت کی جانب سے تین طلاق کا مالک ہے

وہ اپنے فعل سے ان طلاقوں کو علیحدہ علیحدہ متفرق اوقات میں عدم سے وجود میں لاسکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی کرسکتا ہے کہ ایک وقت میں دو یا تین کو جمع کر کے وجود میں لے آئے۔ جیسے کہ ایک شخص کو جو تین روپے کا مالک ہے اس کو حق ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو متفرق اوقات میں ایک ایک کر کے یہ تین روپے دیدے یا ایک ہی

وقت میں تین مجموعی طور پر دیدے ۔ فرق صرف اسقدر ہو گا کہ پہلی صورت میں روپے کی تعداد کے دینے کی تعداد بھی تین ہوگی جبکہ دوسری صورت میں اگرچہ دینے کا فعل ایک ہو گا لیکن اس فعل سے صادر ہونے والی اشیاء تین ہونگی یہ کیونکہ ممکن ہے کہ محض ایک مرتبہ دینے کے فعل سے روپے کی تعداد میں کمی ہو جائے یا وہ تین سے گھٹ کر ایک رہ جائے بلکہ اس کی تعداد وہی رہے گی جس تعداد میں وہ شے دی جارہی ہے چنانچہ ۔ اگر کوئی شخص کہے تجھے طلاق تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کوئی کہے کہ تجھے دو طلاق تو دو طلاقیں ہونگی اور اگر کہے تین طلاق تو تین طلاق ہی واقع ہونگی ۔ دوسری مثال ۔ ایک شخص دوسرے کو تین روپے کا مالک بنا کر کہے کہ یہ تین روپے آپ کسی مسکین کو دے سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہو گا کہ آپ ان تین روپیوں کو تین متفرق اوقات میں ایک ایک کر کے دیں لیکن دوسرا شخص تین روپوں (کسی بنا پر) بیک وقت ایک ساتھ ہی (ایک وقت میں) کسی مسکین کو دے دیتا ہے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اس نے ایک روپیہ دیا؟ ظاہر ہے کہ اس نے تین روپے دیئے ۔ البتہ اس نے پہلے شخص کے کہنے کے مستحسن طریقے کے خلاف عمل کیا ۔ لیکن اس خلاف عمل سے روپے دینے کے اثر فعل میں روپے کی تعداد کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں آئے گا ۔ اس مثال کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر (اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ) والی ایت پر آخر تک غور کیا جائے تو اس آیت سے جو بات واضح ہوگی وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں مرد کو تین طلاق کا مالک قرار دیتے ہوئے یہ فہمائش کی ہے ۔ کہ ان تین طلاق کے حق کو استعمال کرنے کا یہ احسن طریقہ ہے (جیسا کہ آیت کی تفسیر میں پہلے بیان ہو چکا) اس سے یہ سمجھنا کہ احسن طریقے کے خلاف اس شخص کو اپنی ملکیت تعداد طلاق میں تصرف کرنا طلاق کو عدم سے وجود میں نہ لائے گا (کما قالت الرافضة یا صرف ایک طلاق ہی وجود میں آئے گی (جیسا کہ غیر مقلدین کا قول) صحیح نہ ہوگا، اگرچہ تین طلاق کا ایک

ساتھ واقع کرنا ممنوع ہے

(عند الحنفیہ) لیکن یہ ممانعت اس طلاق کے معتبر یا نافذ ہونے سے منع نہیں کرتی۔

(مجموعہ قوانین اسلام)

اور حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔ طلاق کو لعان کی گواہیوں اور رمی کے پتھروں اور درود شریف پر قیاس کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ وہاں فعل مقصود نہ کہ فعل کا اثر لعان کی یہ قسم ایک گواہ کے قائم مقام ہے جب زنا میں گواہیاں چار چاہئیں تو اس کا قائم مقام یعنی قسمیں بھی چار ہی ہوں۔ ایسے جمروں کے پتھر میں سنت کی پیروی ہے چونکہ حضور علیہ السلام نے ایک ایک کر کے سات بار مارے ہیں تو چاہیئے کہ ہم بھی ایسا ہی ماریں اور درود شریف میں ثواب بقدر محنت ملتا ہے۔ ہزار بار درود پڑھنے میں زیادہ محنت ہے اور ایک دفعہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ کہہ دینے میں اتنی محنت نہیں لہذا ان کا اثر بھی مختلف اور طلاق میں فعل مقصود نہیں اور نہ اس پر کوئی ثواب ہے۔ پھر اسے ان مسئلوں پر قیاس کیوں کرتے ہو (نعیمی)

(۴):- ابن قیم اور اس کے اتباع کا یہ پر زور مطالبہ ہے کہ روایت طاؤس کا جس روایت سے منسوخ ہونا بیان کیا جاتا ہے وہ روایت کہاں ہے؟

جواب:- ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ ہمارے علم میں صراحتہ کوئی ایسی روایت نہیں جو بالخصوص روایت طاؤس کو منسوخ کرتی ہو لیکن اس کے مقابلے میں حضرت عویمر اور حضرت ابن عمر والی احادیث مع فیصلہ فاروق اعظم اور فقہائے صحابہ پیش کی جاسکتی ہیں عین ممکن ہے کہ رکانہ والی حدیث حضرت ابن عباس کو ثلاثہ کے لفظ سے پہنچی ہو اور بعد ازاں آپ کو یہ علم ہوا ہو کہ رکانہ نے بتہ کے لفظ سے طلاق دی تھی اس لئے رکانہ والی حدیث جس کو عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کیا تھا۔ خود حضرت ابن عباس نے موقعہ پر اپنی موجودگی یا حضور سے سماعت کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف حضور کے وصال کے وقت صرف تیرہ سال بیان کی جاتی ہے۔

(۵) :- ابن قیم اور اس کے اتباع کی یہ دلیل کہ حضرت ابو بکر صدیق کے عہد میں اس مسئلے پر اجماع ہو چکا تھا۔ لہذا اس اجماع کی خلاف ورزی صحیح نہیں

جواب :- ہم کہتے ہیں کہ اولاً تو یہ اجماع ثابت ہی نہیں اگر بالفرض تصور کر لیا جائے تو کیا یہ کہنا صحیح نہ ہو گا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں جو اجماع منعقد ہوا تھا اس نے پہلے اجماع کو منسوخ کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سے جو اجماع ثابت ہے وہ آج بھی اسی طرح قائم ہے جس طرح آپ کے زمانے میں تھا۔ بنابریں امت مسلمہ کے لئے یہ حکم آج بھی واجب الاتباع ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے ایک نہیں بلکہ تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

(۶) جب تین طلاق کو ایک قرار دیا جانا حدیث مرفوع سے ثابت ہے تو حضرت عمر یا دوسرے صحابہ کے قول یا اجماع کو قول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے ترجیح دی جا سکتی ہے۔

جواب :- ہم کہتے ہیں حضرت فاروق اعظم کے فیصلے پر صحابہ کا اجماع سکوتی اس بات پر دلیل ہے کہ صحابہ کے پاس یقیناً کوئی ناسخ ہو گا۔ ہم اجماع کو ناسخ نہیں مان رہے ہیں بلکہ یوں کہتے ہیں کہ اجماع دال علی النسخ ہے۔ یا ان روایات میں وہ توجیہات کی جائیں گی جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ شوکانی کا نیل الاوطار میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا (این یقع المسکین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ای مسلم من المسکمن یستحسن عقلہ وعلمہ ترجیع قول صحابی علی قول المصطفی ؟ حضرت عمر اور صحابہ پر خواہ مخواہ ناپاک حملہ ہے۔ کیا کوئی مسلمان یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صریح غیر منسوخ قول کے

خلاف اجماع کر سکتے ہیں۔

دراصل اس مسئلہ طلاق کی صورت بالکل مسئلے متعہ کی طرح ہے جیسا کہ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں متعہ کے بارے میں یہ حدیث مروی ہے (عن جابر قال نستمتع بالقبضة من الدقيق والتمر الايام على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابی بكر و صدرا من خلافة عمر حتى نهانا عنه عمر۔ (مسلم) نیل الاوطار ص ۱۴۸۔ ۶ السادس

یہ روائیت بالکل اسی طرح مرفوع حکمی ہے جیسے روائیت طاؤس اور اس کا جواب نووی وغیرہ بلکہ خود شوکانی نے یہ دیا ہے۔ قد اجيب عن حديث جابر هذا بانهم فعلوا ذالک فی زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم لم يبلغ النسخ حتى نهى عنها عمر جیسا متعہ کے بارے میں حضور کے زمانے میں ابو بکر صدیق کے زمانے اور حضرت عمر کی خلافت کے اوائل میں یہ کام ہوتا رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو منع کر دیا اور تمام صحابہ نے اس پر اتفاق کر لیا گویا کہ ان کو پہلے اس کا ناسخ نہیں پہنچا تھا۔

متعہ کے بارے میں اس حدیث جابر کا جو جواب شوکانی اور ابن قیم وغیرہ دیتے ہیں وہی جواب طلاق ثلاثہ کے نفاذ کے بارہ میں ہم دے سکتے ہیں۔ اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ معاذ اللہ حضرت ابو بکر صدیق کے زمانہ میں ایک غلط کام پر اجماع رہا بلکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کا دور مختصر تھا اور اہم جنگی مہمات اور امور مسلمین میں مصروفیات کی وجہ سے ان مسائل پر تحقیقی توجہ دینے کا موقع نہ ملا اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی دور میں پھر جب کچھ سکون ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحقیق و تفتیش کے بعد یہ فیصلے کئے اور کسی صحابی نے انکار نہ فرمایا۔

ماحصل یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق کے زمانے میں ناسخ معلوم نہیں ہوا تھا اور حضرت

عمر کو ناسخ پہنچ گیا۔ ورنہ وہ فاروق اعظم جن کی رائے کے مطابق بعض مرتبہ وحی بھی نازل ہوئی۔ قول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔

(۴):- بعض روایات میں یہ آیا ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے والوں کو حضرت عمر سزا دیتے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا یہ فیصلہ تعزیری اور سیاسی نکتہ نگاہ سے تھا

جواب :- ہم کہتے ہیں اس میں ہماری تائید ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینا چونکہ بدعت اور ممنوع ہے اس لئے اس طرح تین طلاق دینے والے پر تعزیر قائم کی جائے گی۔ کیونکہ ایسا کرنے والا خلاف سنت فعل کا مرتکب ہے۔ اس لئے گنہگار ہے لہذا جزاً اسے قابل تعزیر قرار دیا جائے گا۔ مگر تین طلاق اس صورت میں واقع ہو جائیں گی جیسا کہ حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت سے تمام اکابر صحابہ، تابعین، آئمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین اور محدثین کا اس مسئلہ میں تین طلاق واقع ہونے کا مذہب ہے ہم اس بات کے قائل اور پابند ہیں کہ جب امت میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ہم نے کتاب و سنت کی روشنی اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی گفتگو کر دی ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ آئمہ اربعہ کے اجماع کے بعد امت مسلمہ کے نزدیک راجح مفتی بہ اور واجب العمل یہی مذہب ہے کہ دفعتہ تین طلاق دئے جانے کی صورت میں تین طلاقیں ہی واقع ہوں گی۔ اور آئمہ اربعہ کے علاوہ اہل ظاہر وہابیہ کے امام ابن حزم کا بھی یہی قول ہے البتہ آٹھویں صدی ہجری میں ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ اور اس کے شاگرد ابن قیم ۷۵۱ھ نے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی اور اس کے بعد شوکانی اور بعد کے غیر مقلدین نے اس کو اپنایا۔ چونکہ ہمارے ملک پاکستان میں احناف کی واضح اکثریت ہے اس لئے حکومت اور عوام کو امت کے اجماعی فیصلے پر ہی عمل درآمد کرنا چاہیئے ہاں شیعہ اور غیر مقلدین اپنے مسلک پر عمل

کریں تو اس مسئلہ میں ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ملک کا پبلک اور (عام قانون) فقہ حنفی کے مطابق ہونا چاہیئے اور شخصی طور پر اقلیتوں کو اپنے قوانین پر عملدرآمد کی محدود اجازت ہونی چاہیئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

خلع کا بیان :- بفضلہ تعالیٰ (طلاق ثلاثہ) کا مسئلہ تفصیلاً بیان ہو جانے کے بعد آیت مذکورہ کے دوسرے حز (وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا) الخ میں خلع کا مسئلہ ہے اب ہم بقدر کفایت اس کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ ابتداءً آیت کے شان نزول میں بیان ہوا کہ شوہر اور زوجہ میں نااتفاقی رہتی ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہ کر سکیں کے تو مال کے بدلے نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں

مسئلہ :- خلع یہ ہے کہ عورت کچھ مال دے کر یا اپنے حقوق زوجیت کے عوض شوہر سے طلاق حاصل کرے مگر اس میں خلع کا لفظ بولنا ضروری ہے۔ مثلاً عورت کہے کہ تو مجھ سے ہزار روپے کے عوض خلع کرلے اگر مال کا ذکر تو ہو اور خلع کا ذکر نہ آیا تو وہ طلاق بالمال کہلائے گی نہ کہ خلع (احمدی)

مسئلہ :- زوجین جب خلع کرلیں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی جو مال ٹھہرا ہے عورت پر اس کا دینا لازم ہے (ہدایہ) امام محمد نے اپنی کتاب (موطا) میں لکھا ہے کہ خلع ایک طلاق بائنہ کے حکم میں ہے اس کی نیت تین طلاق دینا ہو یا تین طلاق کا نام لے۔ (موطا امام محمد باب الخلع)

مسئلہ :- اگر ظلم و زیادتی مرد کی طرف سے ہو تو اسے خلع کے عوض پیسہ لینا سخت منع اور مکروہ تحریمی ہے (ہدایہ) ہاں اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر دیا اس سے زیادہ لینا مکروہ پھر بھی زیادہ لیگا تو قضا جائز ہے (عالمگیری) یعنی اگرچہ زیادہ گناہ تھا تاہم اس گناہ کے باوجود خلع ہو جائے گا۔ (کما فی مسئلۃ الطلاق) چاہیئے کہ مہر سے زیادہ پر خلع نہ کیا جائے جیسا کہ ہم ثابت بن قیس کی زوجہ کا واقعہ نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے

اپنے خاوند کو باغ کے علاوہ اور مال بھی دینا چاہا مگر حضور علیہ السلام نے صرف باغ ہی دلوایا۔ اس آیت میں بھی (مما اتیتموھن) فرما کر اس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

مسئلہ:- جو چیز مہر ہو سکتی ہے وہ بدل خلع بھی ہو سکتی ہے اور جو چیز مہر نہیں ہو سکتی وہ بھی بدل خلع ہو سکتی ہے مثلاً دس درہم سے کم کو بدل خلع کر سکتے ہیں مگر مہر نہیں کر سکتے (در مختار)

خیال رہے کہ دس درہم دو تولے سات ماشے چار رتی چاندی کے وزن کے برابر ہے جسکی قیمت بازار میں کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ رائج الوقت قیمت کا خیال رکھنا چاہئے۔

مسئلہ:- چونکہ شوہر کی جانب سے خلع طلاق ہے۔ لہذا شوہر کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے۔ نابالغ یا مجنون خلع نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اہل طلاق ہی نہیں۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ عورت محل طلاق ہو لہذا اگر عورت کو طلاق بائن دیدی تو اگرچہ عدت میں ہو اس سے خلع نہیں ہو سکتا۔ یونہی اگر نکاح ہو گیا یا عورت مرتدہ ہو گئی جب بھی خلع نہیں ہو سکتا کہ نکاح ہی نہیں ہے خلع کس چیز کا ہو گا اور رجعی کی عدت میں ہے تو خلع ہو سکتا ہے (در مختار ورد المحتار)

مسئلہ:- نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق زوجین کے ایک دوسری پر تھے وہ خلع سے ساقط ہو جاتے ہیں

خلع طلاق ہے یا کہ فسخ نکاح؟ اس بارے میں فقہاء میں اختلاف ہے لیکن احناف کے نزدیک خلع طلاق ہے نہ فسخ نکاح۔ کیونکہ اس آیت میں رب تعالیٰ نے دو رجعی طلاقوں کے ساتھ خلع کا ذکر فرمایا۔ پھر آگے ارشاد فرمایا (فَاِنْ طَلَّقَھَا الخ جس میں (فا) سے معلوم ہوا کہ وہ تیسری طلاق طلاق رجعی یا خلع کے بعد ہی ہے۔ اگر خلع فسخ نکاح ہوتا تو اس کے بعد طلاق واقع نہ ہو سکتی۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ طلاق رجعی دو طلاقیں ہیں اور

بصورت خوف خلع بھی جائز ہے پھر اگر ان دو طلاقوں یا خلع کے بعد شوہر تیسری طلاق بھی دے دے تو بغیر حلالہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ فسخ نکاح اصل سے ہی اٹھ جانے کا نام ہے جس کے بعد طلاق نہیں ہو سکتی اور طلاق نکاح کے ٹوٹ جانے کا نام ہے جس کے بعد عدت کے اندر اور طلاق بھی واقع ہو سکتی ہے جبکہ طلاق رجعی ہو۔

فائدہ:- یوں تو ہبہ یعنی کسی کو کچھ دے کر لوٹا لینا ہمیشہ ہی منع ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی کسی کو کچھ دے کر واپس لے وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لے۔ (بخاری و مشکوٰۃ) مگر شوہر بیوی میں سے جو کوئی دوسرے کو کچھ دیدے وہ ہرگز واپس نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شوہر بیوی کو دے کر کچھ نہ لے سوائے خلع کے۔

مسئلہ:- چند چیزیں ہبہ کی واپسی ناجائز کر دیتی ہیں (۱) زیادتی (۲) موت (۳) عوض (۴) ملک سے نکل جانا (۵) زوجیت (۶) قرابت داری جس کو (دمع خزقہ) میں جمع کر دیا گیا۔

زوجین آپس میں ہبہ واپس نہیں کر سکتے۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہی آیت ہے کہ یہاں فرمایا گیا (ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن)۔

مسئلہ:- کسی کو کچھ دینے کی چند صورتیں ہیں۔ مال کے عوض مال دینا یہ تجارت ہے کام کے عوض مال دینا یہ اجارہ ہے بلا معاوضہ کچھ دینا محض رضائے الٰہی کے لئے یہ صدقہ ہے بلا عوض دینا اسے راضی کرنے کے لئے یہ ہبہ ہے پہلے تین قسم میں واپس لینا جائز نہیں۔ یعنی تجارت، اجارہ، صدقہ واپس نہیں لے سکتا مگر چوتھی صورت یعنی ہبہ کی واپسی جائز ہے (الا ان یمنع مانع) پھر ہبہ کی تین قسمیں ہیں (۱) نذرانہ (۲) عطیہ (۳) ہدیہ چھوٹے کا بڑے کو کچھ دینا نذرانہ ہے جیسے پیر کا مرید کو شاگرد کا استاد کو اولاد کا ماں باپ

کو کچھ دینا۔ برابر والے کا اپنے برابر والے کو کچھ دینا ہدیہ ہے جیسے بھائی کا بھائی کو کچھ دینا (عینی شرح کنز بحوالہ نعیمی)۔

مسئلہ :- دفع ظلم کے لئے رشوت دینا جائز (شامی مرقات وغیرہ) دیکھو مظلومہ عورت شوہر کے ظلم سے بچنے کے لئے خلع کر سکتی ہے جو کہ گویا رشوت ہے۔ ہم رشوت لینے دینے کے متعلق زیر آیت (ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل) کی بالتفصیل بحث ہماری تفسیر "احکام القرآن" میں دیکھیں روایات صحیحہ کی رو سے خلع کی اجازت اور جواز صرف شدت ضرورت کے وقت ہے ورنہ بغیر کسی سبب کے خاوند سے طلاق مانگنے والی عورت کے لئے وعید شدید وارد ہے۔

فان طلقها فلا تحل لہ من بعد (الایۃ) سورہ بقر۔ آیت نمبر ۲۳۰)

ترجمہ :- پھر اگر تیسری طلاق اسے دیدی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند سے وطی نہ کرے۔ پھر وہ دوسرا اگر طلاق دیدے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانشمندوں کے لئے

تعلق :- پچھلی آیت میں فرما گیا تھا کہ صرف دو طلاقوں تک شوہر کو رجوع کا حق ہے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ تیسری طلاق کے بعد عورت نکاح سے بالکل ہی علیحدہ ہو جائے گی۔ زمانہ جاہلیت کی طرح مرد طلاق میں آزاد نہ ہوں گے کہ جتنی چاہیں دیتے رہیں اور رجوع کرتے رہیں

شان نزول :- عائشہ بنت عبد الرحمن رفاعہ ابن وہب کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے اس کو تین طلاقیں دیں انہوں نے عدت گزار کر عبد الرحمن ابن زبیر قرظی سے نکاح کرلیا۔ وہ کچھ دنوں کے بعد حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دوسرے شوہر کی شکایت کرنے لگیں کہ یہ نامرد ہیں آپ نے فرمایا کہ کیا رفاعہ کی طرف لوٹنا چاہتی

ہو اس نے عرض کی ہاں ۔ تب یہ آیت اتری اور حضور علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا کہ جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کرے تب تک تم پہلے شوہر کے پاس نہیں جا سکتی ۔ اور چونکہ بقول تمہارے یہ نامرد ہیں لہذا تم ابھی رفاعہ کے لئے حلال نہیں ۔ (در منشور ۔ روح المعانی ۔ واللفظ للنعیمی)

تفسیر :- (فا) تعقیبیہ ہے اور اس کا تعلق رجعی اور خلع کی دو طلاقوں سے ہے اور ممکن ہے کہ (تسریح باحسان) کا بیان ہو ۔ یعنی پس اگر شوہر نے دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق بھی دے دی خواہ دو طلاقیں بعوض مال ہوں ۔ (خلع) یا بلا مال (فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ) یعنی تیسری طلاق کے بعد وہ عورت اس شوہر کے لئے حلال نہیں، نہ تو رجوع سے اور نہ دوبار نکاح سے (حتّٰی تنکح زوجًا غیرہٗ) (حتّٰی) حرمت کی حد ہے تنکح کا مادہ نکح ہے جس کا لغوی معنی صحبت کرنا اور شرعی معنی عقد کے ہیں ۔ جیسا کہ پہلے ہم تفسیر کبیر کے حوالہ سے بیان کر آئے کہ (تنکح) کا مفعول اگر اجنبی ہو تو بمعنی نکاح ہوتا ہے اور اگر اس کا مفعول زوج یا زوجہ تو بمعنی صحبت (نکح امرأتہٗ) اور (نکح زوجتہٗ) میں فرق ہے یہاں چونکہ (زوجًا) مفعول ہے اس لئے صحبت کے معنی میں ہے ممکن ہے کہ (تنکح) بمعنی نکاح ہی ہو اور صحبت کی قید حدیث شریف سے لگائی جائے ۔ مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کہ شان نزول کے مطابق ہیں یعنی طلاق والی عورت اس شوہر کو اس وقت تک حلال نہیں جب تک کہ دوسرے شوہر سے صحبت نہ کرے ۔ (فان طلّقہا) یہاں (طلّق) کا فاعل دوسرا شوہر (اِنْ) فرما کر ادھر اشارہ کیا کہ اس کی طلاق مشکوک چاہیئے نہ کہ یقینی (نعیمی) یعنی عقد نکاح میں طلاق دینا مشروط نہ ہو (فلا جناح علیہما ان یتراجعا) (علیہما) کا مرجع یہ عورت اور اس کا پہلا شوہر اور (یتراجعا) کا مادہ (رجعٌ) بمعنی لوٹنا یہاں عورت کا مرد کی طرف اور مرد کا عورت کی طرف نئے نکاح سے لوٹنا مراد ہے ۔ یعنی اگر شوہر ثانی بھی بعد صحبت

اسے طلاق دیدے تو اب شوہر اول اور اس عورت کو پھر کچھ گناہ نہیں کہ نکاح ثانی کر کے پھر مل جائیں (مظہری)، مگر بشرطیکہ (اِنْ ظَنَّآ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللہِ) (دونوں کو غالب گمان ہو کہ ہم اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے)۔ یہاں (ظن) اپنے حقیقی معنی میں ہے۔ یعنی گمان اگرچہ کبھی بمعنیٰ علم کے بھی آتا ہے کیونکہ آئندہ کا کسی کو یقین نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ (اَنْ) ناصبہ توقع کے لئے ہے اور توقع یقین کے منافی ہے (مظہری) (حُدُوْدَ اللہ) سے مراد زوجیت کے شرعی حقوق ہیں۔ یعنی اگر وہ دونوں یہ گمان کریں کہ آئندہ شرعی حقوق ادا کر سکیں گے۔ خیال رہے کہ یہ جواز رجوع کی شرط نہیں بلکہ گناہ سے بچنے کی شرط ہے۔ اگر بدنیتی سے بھی رجوع کر لیا تو نکاح تو ہو جائے گا مگر بدنیت گنہ گار ہو گا۔ (وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللہِ) اور یہ (مذکورہ احکام) اللہ کی حدیں ہیں۔ اور ہر چیز کی خیر اسی میں ہے کہ وہ اپنی میں رہے آج مسلمانوں پر وبال اسی کا ہے کہ وہ (حُدُوْدُ اللہ) کو توڑ چکے ہیں (یُبَیِّنُھَا لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ) (یُبَیِّنُ) تبیین سے بنا جس کے معنی ہیں خوب بیان کرنا آہستہ آہستہ بیان کرنا۔ واقعی طلاق کے احکام خوب وضاحت سے بیان ہوئے اور آہستگی سے آئے تاکہ لوگوں کو کوئی دشواری نہ ہو کیونکہ عرب عورتوں کے معاملہ میں بہت آزاد واقع ہوئے تھے۔ وہ ایکدم پوری پابندی برداشت نہیں کر سکتے تھے نیز جتنی تفصیل سے طلاق و نکاح کے احکام بیان ہوئے اتنی تفصیل سے دوسرے احکام بیان نہ ہوئے کیونکہ نکاح و طلاق پر نسل انسانی کا بقا ہے (لقوم) کا (لام) نفع کا ہے اور ممکن ہے کہ صلہ کا ہو۔ اور (یعلمون) سے علماء یا سمجھدار مسلمان لوگ مراد ہیں۔ کیونکہ احکام سمجھنا علماء کا ہی کام ہے لہذا عوام کو چاہیئے قرآنی آیات سے خود مسائل نکالنے کی بجائے علماء سے پوچھ کر عمل کریں۔ ارشاد باری ہے (فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) (؟)

فوائد و مسائل:- اس آیت سے چند فوائد حاصل ہوئے (۱) طلاقیں الگ الگ ہونی

چاہیئں نہ کہ ایکدم جیسا کہ (فاء تعقیبیہ) سے معلوم ہوا (۲) حلالہ دوسرے شوہر کی صحبت سے ہو گا نہ کہ غیر شوہر کی صحبت سے جیسا کہ (زَوجاً غیرہٗ) سے معلوم ہوا (۳) بالغہ عورت کے نکاح میں ولی کی شرط نہیں جیسا کہ (تَنکحَ) میں نکاح کا فاعل عورت ہے۔ لہذا یہ آیت احناف کی دلیل ہے (۴) حلالہ میں دوسرے شوہر کا وطی کرنا بھی ضروری ہے جیسا کہ (تنکح) کے بعد زَوجاً فرمانے سے معلوم ہوا (۵) نکاح بشرط طلاق کرنا سخت مکروہ بلکہ امام مالک واحمد کے نزدیک فاسد ہے جیسا کہ (اِن طَلَّقَ) کے (ان) سے معلوم ہوا۔ (۶) قیاس کرنا جائز ہے جیسا کے (ان ظَنّا) سے معلوم ہوا۔

مسئلہ :- طلاق تین طرح کی ہیں (۱) رجعی (۲) بائنہ (۳) مغلظہ۔ ایک یا دو طلاقیں رجعی ہیں کہ دوران عدت شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہے خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں مبہم طلاق (کنایۃ) طلاق بائنہ ہے ایسے ہی بائنہ کہنے سے بھی طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے کہ اس میں صرف رجوع جائز نہیں بلکہ دوران عدت یا بعد العدۃ دوبارہ نکاح کرنا لازم ہے حلالہ کی شرط نہیں۔ تین طلاقیں مغلظہ ہیں اس میں حلالہ ضروری ہے۔

مسئلہ :- حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت مدخولہ ہے تو طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد عورت کسی دوسرے بالغ یا قریب بلوغ مرد سے نکاح کرے اور یہ شوہر ثانی اس عورت سے وطی بھی کرے اب اس شوہر ثانی کے طلاق دینے یا موت کے بعد عدت پوری ہونے پر شوہر اول سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر عورت مدخولہ نہیں ہے تو پہلے شوہر کے طلاق دینے کے فوراً بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ اس کے لئے عدت نہیں (عامہ کتب)

مسئلہ :- لونڈی کی دو طلاقیں ہی مغلظہ ہیں (مسئلہ) بشرط التحلیل نکاح جس کے بارے میں حدیث میں لعنت آئی ہے وہ یہ ہے کہ عقد نکاح یعنی ایجاب وقبول میں حلالہ کی

شرط لگائی جائے اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے زوج اول و ثانی اور عورت تینوں گنہگار ہوں گے مگر عورت اس نکاح سے بھی بشرائط حلالہ شوہر اول کے لئے حلال ہو جائے گی ۔ اور شرط باطل اور شوہر ثانی طلاق دینے پر مجبور نہیں کیونکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ۔ (لعن الله المحلل والمحلل له) لعنت تو فرمائی مگر محلل کہہ کر اگر یہ حلالہ درست نہ ہوتا تو اسے محلل کیوں کہا جاتا اور اگر عقد میں شرط نہ ہو اگرچہ نیت میں ہو تو کراہت اصلاً نہیں اگر نیت خیر ہو تو مستحق اجر ہے (درمختار وغیرہ)

لقوله علیه السلام انما الاعمال بالنیات ۔

مسئلہ :- متعہ اور دیگر انکحہ فاسدہ باطلہ سے حلالہ درست نہیں کیونکہ ان نکاحوں میں خاوند شرعاً صحیح زوج ہی نہیں بنتا ۔ (مسئلہ) حلالہ کے بعد جب عورت زوج اول کے پاس آئے گی تو مثل نکاح اول کے پھر شوہر کو تین طلاقوں کا حق حاصل ہو گا ۔

مسئلہ :- اگر شوہر نے دو طلاقیں دے کر رجوع کر لیا تو اب ایک ہی طلاق کا اختیار رہے گا یعنی اب ایک ہی طلاق سے مغلظہ ہو جائے گی ۔

## حقوق الزوجین (صاحبزادہ محمد فضل الرحمن قادری)

آج کل عام شکایت ہے کہ خاوند بیوی میں نا اتفاقی ہے ۔ مرد کو عورت کی شکایت ہے تو عورت کو مرد کی ۔ ہر ایک دوسرے کے لیئے بلائے جان ہیں اور جب اتفاق نہ ہو تو زندگی تلخ اور نتائج نہایت خراب نکلتے ہیں زن و شوہر کی آپس کی نا اتفاقی علاوہ دنیا کی خرابی کے دین بھی خراب کرنے والی ہوتی ہے اور اس نا اتفاقی کا اثر بد انہیں تک محدود نہیں رہتا بلکہ اولاد پر بھی اثر پڑتا ہے ۔ اولاد کے دل میں نہ باپ کا ادب رہتا ہے نہ ماں کی عزت اس نا اتفاقی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ طرفین میں سے ہر ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتا اور باہم رواداری سے کام نہیں لیتے ۔ مرد چاہتا ہے کہ عورت کو

باندی سے بھی بدتر کر کے رکھے اور عورت چاہتی ہے کہ مرد میرا غلام بن کر رہے جو میں چاہوں وہی ہو چاہے کچھ بھی ہو جائے مگر بات میں فرق نہ آئے جب ایسے خیالات فاسدہ طرفین میں پیدا ہوں گے تو کیوں کر نباہ ہو سکے گا یہ دن رات کی لڑائیاں اور گھروں کی بربادیاں اور طلاقیں اسی کا نتیجہ ہیں قرآن حکیم میں جس طرح یہ حکم آیا کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَآءِ جس سے مردوں کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھی معاشرت کرو اس موقعہ پر ہم کتاب و سنت کی روشنی میں کچھ زوجین کے حقوق بیان کرتے ہیں تاکہ خاوند بیوی کو اپنے اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کی معرفت حاصل ہو اور ہر ایک انھیں پورا کرنے کی کوشش کرے مرد کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کے ذمہ عورت کے کیا حقوق ہیں اور انھیں ادا کرے اور عورت شوہر کے حقوق دیکھے اور پورے کرے یہ نہ ہو کہ ہر ایک اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور دوسرے کے حقوق سے کچھ سروکار نہ رکھے اور یہی فساد کی جڑ ہے۔ زمانہ قبل از اسلام میں عرب و عجم میں عورت مثل مال مویشی کے سمجھی جاتی تھی خاوند صرف اپنی خدمت کے لئے کھانا کپڑا دے کر ان سے غلاموں جیسا سلوک کرتے تھے اسلام نے عورت کو اس پستی سے نکالا اور ہر دو کے حقوق بھی قائم کیئے۔

ان میں سے بعض حقوق تو مشترک ہیں اور بعض خاص۔ پھر حقوق مشترکہ دو قسم کے ہیں ایک حقوق شرعی جن کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے اور انکے ادا کرنے پر مجبور کرسکتا ہے دوسرے حقوق اخلاقی کہ جن کا ادا کرنا ضروری ہے مگر ان کا عدالت میں دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ عورت کے حقوق شرعی مرد پر چار قسم کے ہیں (۱) کھانا جیسا کہ خود کھائے اسے بھی کھلائے (۲) کپڑا جیسا خود پہنے اسے بھی پہنائے اور حسب حیثیت اسے آرام میں رکھے (۳) حسب حیثیت اسے رہنے کے لیے مکان مہیا کرے (۴) مجامعت کرنا، عمر میں

ایک بار جماع کرنا ضروری ہے ۔ اگر نہ کرے تو عورت کو طلاق لینے کا حق حاصل ہے ۔ اسی لئے نامرد کی بیوی حاکم کے ذریعے طلاق حاصل کر سکتی ہے اور اگر کوئی مانع نہ ہو تو ہر چار مہینے میں کم از کم ایک دفعہ مجامعت کرنا بھی ضروری ہے ۔ ہاں ہر ہفتہ میں ایک بار صحبت مستحب ہے ۔ جمعہ کی شب میں زیادہ افضل ہے ۔

ایسے ہی مرد کے بھی عورت پر کچھ شرعی حقوق ہیں جن کے ادانہ کرنے پر مرد عورت کا نان ونفقہ بند کر سکتا ہے (۱) عورت کو ضروری ہے کہ مرد کو اپنے پر قابو دے بشرطیکہ کوئی مانع شرعی حیض وغیرہ نہ ہو (۲) عورت کے لئے لازم ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ جائے (۳) عورت کو لازم ہے کہ شوہر کے گھر میں اسے نہ آنے دے جس کے آنے سے شوہر ناراض ہو ۔ یہ حقوق شرعی تھے رہے اخلاقی حقوق وہ بیشمار ہیں ۔ مثلاً عورت مرد کے لیے کھانا تیار کرے بوقت ضرورت اس کے کپڑے سیئے اور دھوئے بلکہ ہر طرح سے راضی کرنے کی کوشش کرے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں ۔ اس کے گھر کو آراستہ رکھے اس کی رضا کے لیئے بناؤ سنگھار کرے اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے اور نفلی نماز میں مشغول نہ ہو غرضیکہ اس کی ہو کر رہے مرد کے لیئے ضروری ہے کہ بیماری میں اس کا علاج کرائے کبھی کبھی اس کو میکے والوں سے ملاتا رہے ۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیئے اچھا لباس پہنتا ہوں کہ جب وہ مجھے میلے کپڑے میں بری معلوم ہوتی ہے تو میں اسے کب اچھا معلوم ہوں گا اور آپ نے قرآن پاک کی آیت پڑھی وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق) (نعیمی)

(۱) :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا " اکمل المومنین ایمانا واحسنھم خلقا وخیار کم خیار کم لنساءھم "
(ترمذی) کامل مومن وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو اور اچھے لوگ تم میں سے وہی ہیں جو اپنی بیویوں سے اچھی طرح رہیں

(۲) حاکم نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پر سب آدمیوں سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر اس کی ماں کا۔

(۳) :- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آدمی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کہ اس کا اس کے ذمے بہت بڑا حق ہے قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر قدم سے سر تک شوہر کے تمام جسم میں زخم ہوں جن سے پیپ اور کچ لہو بہتا ہو پھر عورت اسے چاٹے تو پھر بھی حق شوہر ادا نہ کیا (مسند امام احمد)

(۴) :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شوہر نے عورت کو بلایا اس نے انکار کر دیا اور مرد نے غصہ میں رات گذار دی تو صبح تک اس عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ جب تک شوہر اس سے راضی نہ ہو اللہ عزوجل اس عورت سے ناراض رہتا ہے (متفق علیہ)

(۵) :- ابو نعیم میں انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عفت کی محافظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو

(۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ میں تم کو عورتوں کے بارہ میں بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں تم میری اس نصیحت کو قبول کرو

وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی ہے اگر اسے سیدھا کرنے چلو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر ایسے ہی رہنے دو تو ٹیڑھی باقی رہے گی (متفق علیہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) مسلم شریف کی ایک دوسری روائیت میں ہے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے وہ تیرے لئیے کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی اگر تو اسے برتنا چاہے تو اسی حالت میں برت سکتا ہے اور اگر سیدھا کرنا چاہے تو توڑ دیگا اور توڑنا طلاق دینا ہے

(۷) :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مرد مومنہ عورت کو مبغوض (ناپسند) نہ رکھے اگر اس کی ایک عادت بری معلوم ہوتی ہے تو دوسری پسند ہوگی (مسلم) یعنی تمام عادیتں خراب نہیں ہوں گی جبکہ اچھی اور بری ہر قسم کی باتیں ہونگی تو مرد کو یہ نہ چاہیے کہ خراب عادات کو ہی دیکھتا رہے بلکہ بری عادات سے چشم پوشی کرے اور اچھی عادت کی طرف نظر کرے۔

(۸) :- ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل (بیوی) کے ساتھ اچھی طرح رہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل (بیویوں) سے اچھی طرح رہتا ہوں (ترمذی، دارمی، ابن ماجہ عن ابن عباس) لہذا مرد کو چاہیئے کہ وہ بیوی کی خوشنودی کے لئے اس کے میکے والوں بلکہ اس کی سہیلیوں سے بھی اچھا سلوک کرے۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ خدیجہ کبریٰ کی وفات کے بعد ان کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے اور گوشت حضرت خدیجہ کی سہیلیوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ لہذا خاوند کو چاہیئے کہ بیوی کے انتقال کے بعد تیجہ دسواں، چالیسواں اور دیگر صدقہ وغیرہ اس کے ایصال ثواب کے لیے کرے۔ بعد موت اچھائی سے یاد کرے اس کے لیے دعائے مغفرت کرے اس کے ماں باپ اور اہل قرابت کا احترام کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ میاں بیوی ہر دو خدا اور رسول کے احکام کے مطابق ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں اور ہر دونوں ایک دوسرے کو حدود اللہ میں رہتے ہوئے خوش رکھنے کی انتہائی کوشش کریں۔ یہی خوش گوار زندگی گزارنے کا راز ہے۔

# فقہ واجتہاد، رائے

# اور

# امامِ اعظم ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ)

قال اللہ تعالی : لیتفقھوا فی الدین الایۃ (ترجمہ) تاکہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن معاویۃ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین، و انما انا قاسم واللہ یعطی، ولا تزال عصابۃ من المسلمین یقاتلون علی الحق (الحدیث مسلم)

ترجمہ : امیر معاویہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی پاک نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ بخاری و مسلم شریف میں مزید مروی ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ حق کے لیے جہاد کرے گی۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (رواہ الترمذی و ابن ماجہ) (قال فی المقاصد الحسنۃ اسانیدہ ضعیفۃ لکنہ یتقوی بعضھا ببعض۔ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور مقاصد حسنہ میں فرمایا (سخاوی شاگرد امام سیوطی) اس حدیث کی سندیں ضعیف ہیں لیکن بعض کو بعض سے تقویت ہوتی ہے۔ (ایسی حدیث حسن لغیرہ کہلاتی ہے)۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس رضی اللہ عنہ اللھم فقھہ فی الدین ترجمہ : حضور علیہ السلام نے ابن عباس کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما

وعن ابی ھریر قال' قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصلتان لا یجتمعان فی منافق' حسن سمت ولا فقہ فی الدین۔ رواہ الترمذی

ترجمہ : ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوتیں' اچھی صورت اور دین کی سمجھ۔ (سمت' ھیئۃ حسنہ کو کہتے ہیں۔ مجمع البحار)۔ وقال ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ' الفقہ معرفۃ النفس مالھا وما علیھا

ترجمہ : فقہ معرفت نفس کا نام ہے' وہ چیزیں جو اس کے نفع کے لیے ہیں اور وہ چیزیں جو اس کے نقصان کے لیے ہیں۔

وقال ابو ھریرۃ لان اجلس ساعۃ فافقھا احب الی من ان احیی لیلۃ القدر (الطریقۃ المحمدیہ اقوال صحیحہ ص ۳۶)

ترجمہ : اور حضرت ابو ھریرہ فرماتے ہیں فقہ حاصل کرنے کے لیے ایک گھڑی بیٹھنا مجھے لیلۃ القدر کے احیاء سے زیادہ محبوب ہے۔

سلیمان اعمش نے امام ابو حنیفہ سے فرمایا: انتم الاطباء و نحن الصیادلہ وانت اخذت بکلا الطرفین' مناقب موفق' الخیرات الحسان (موفق بن احمد مکی)

ترجمہ : سلیمان اعمش نے ابو حنیفہ سے فرمایا: تم فقہا طبیب ہو اور ہم محدثین ہیں اور تو نے فقہ اور حدیث دونوں طرفوں کو حاصل کیا۔

## اجتہاد اور رائے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر و عامل بنا کر بھیجنا چاہا تو ان سے دریافت فرمایا' کس طرح فیصلے کرو گے؟ انہوں نے عرض کی اللہ کی کتاب سے۔ فرمایا اگر تو اس میں نہ پائے تو؟ عرض کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کتاب و سنت سے مسئلہ نہ ملنے کی صورت میں معاذ بن جبل نے عرض کیا: قال اجتھد برائی ولا الو فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ فقال

الحمدللہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما یرضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ابو داؤد ج ۲، ترمذی، داری، سنن کبری، مشکوۃ شریف)

ترجمہ : کہا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اپنی طرف سے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑوں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا، پس فرمایا سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ کی رائے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق کر دیا۔ یہ حدیث، اجتہاد اور قیاس علی الاصول کے لیے اصل اور مدار ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اتباع کو کیوں اہل الرائے کہا جاتا تھا؟ اس باب میں اکثر لوگوں نے غلطی کی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے شہرت عام کے مقابلے میں تحقیق کی پرواہ نہ کی۔ اس بحث کے تصفیہ کے لیے سب سے پہلے یہ پتا لگانا چاہئے کہ یہ لقب کب ایجاد ہوا اور کن لوگوں پر اطلاق کیا گیا؟ جہاں تک ہم کو معلوم ہے اس لقب کے ساتھ اول جس کو یہ امتیاز حاصل ہے وہ ربیعۃ الرائے ہیں، جو امام مالک کے استاد اور شیخ الحدیث تھے۔ رائے کا لفظ ان کے نام کا جزو بن گیا ہے اور تاریخ و اسماء الرجال میں ہمیشہ ان کا نام ربیعۃ الرائے لکھا جاتا ہے، یہ مشہور محدث اور فقیہ تھے اور بہت سے صحابہ سے ملے تھے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کا ذکر ان لفظوں سے کیا ہے تمام اصحاب کتب (یعنی صحاح ستہ) نے ان سے احتجاج کیا ہے۔ عبدالعزیز ماجشون کا قول ہے کہ واللہ میں نے ربیعہ سے زیادہ کسی کو حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔

اسی زمانہ میں اور اس کے بعد کے اور لوگ بھی اس لقب سے پکارے گئے۔ محدث بن قتیبہ نے کتاب المعارف میں اہل الرائے کی سرخی سے ایک باب باندھا ہے اور عنوان کے نیچے یہ نام لکھے ہیں: ابن ابی لیلی، ابو حنیفہ، ربیعۃ الرائے، زفر، اوازعی، سفیان ثوری، مالک بن انس، ابو یوسف قاضی، محمد بن حسن ابن قتیبہ نے ۲۷۶ھ میں وفات پائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم تیسری صدی تک مذکورہ بالا لوگ، اہل الرائے کے لقب سے مشہور تھے۔ اگرچہ یہ سب لوگ درحقیقت (زفر کے سوا) محدث ہیں لیکن امام مالک، سفیان

ثوری، امام اوزاعی کی شہرت تو محتاج بیان نہیں۔

اصل یہ ہے کہ جو لوگ علم حدیث کی درس و تدریس میں مشغول تھے، ان میں دو فرقے قائم ہو گئے تھے، ایک وہ جن کا کام صرف حدیثوں اور روایتوں کا جمع کرنا تھا، وہ حدیث سے صرف من حیث الروایہ بحث کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کو ناسخ و منسوخ سے بھی کچھ سروکار نہ تھا۔ دوسرا فرقہ حدیثوں کو استنباط احکام اور استخراج مسائل کے لحاظ سے دیکھتا تھا اور اگر کوئی نص صریح نہیں ملتی تھی تو قیاس سے کام لیتا تھا، اگرچہ یہ دونوں حیثیتیں دونوں فریق میں کسی قدر مشترک تھیں لیکن وصف غالب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز تھا۔ پہلا فرقہ اہل الروایہ اور اہل حدیث اور دوسرا فرقہ مجتہد اور اہل الرائے کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی اسی لیے اہل الرائے کہلائے کہ وہ محدث ہونے کے ساتھ، مجتہد مستقل اور بانی مذہب تھے، لیکن چوں کہ ان لوگوں میں بھی معلومات حدیث اور قوت اجتہاد کے لحاظ سے اختلاف مراتب تھا، اس لیے اضافی طور پر کبھی کبھی اس فرقہ میں سے ایک کو اہل الرائے اور دوسرے کو اہل حدیث کہتے تھے، مثلاً امام مالک کی بہ نسبت امام ابو حنیفہ پر مجتہد اور اہل الرائے کا لقب زیادہ موزوں تھا۔ امام احمد بن حنبل سے ایک بار نضر بن یحیٰی نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو ابو حنیفہ پر کیا اعتراض ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "رائے"۔۔۔ نضر نے کہا کہ کیا امام مالک رائے پر عمل نہیں کرتے؟ امام احمد بن حنبل بولے کہ ہاں لیکن ابو حنیفہ رائے کو زیادہ دخل دیتے ہیں۔ نضر نے کہا تو حصہ رسدی کے موافق دونوں پر الزام آنا چاہئے، نہ صرف ایک پر۔ امام احمد بن حنبل کچھ جواب نہ دے سکے اور چپ ہو گئے۔ (رحمتہ اللہ علیہ)۔ (سیرۃ النعمان ج ۲ ص ۱۳۹)

## فقہ حنفی کی تدوین اور اس کا طریق کار

عصر صحابہ میں جو مجتہد پائے جاتے تھے، وہ اپنے فتاوی اور اجتہادات کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے حدیث نبوی کی جمع اور تدوین بھی نہیں کی، بعد میں فقہاء مدینہ،

حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس اور ان کے بعد تابعین کے فتاوی جمع کرنے لگے اور ان کو دیگر پیش آمدہ مسائل کے لیے مبنی وماخذ قرار دیتے تھے' عراقی فقہاء حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتاوی شریح اور دیگر قضاۃ کوفہ کے فیصلوں کو جمع کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے امام اعظم کے دادا استاذ ابراہیم نخعی نے بھی کچھ فتاوی کو ایک مجموعے میں جمع کیا تھا۔ امام صاحب کے استاد جناب حماد کا بھی ایک مجموعہ تھا' تاہم ان کی حیثیت ایک مذکرہ یعنی ذاتی ڈائری کی تھی کہ مجتہد عند الضرورت اس کی طرف رجوع کرتا تھا۔ فقہ کی باقاعدہ جمع و تدوین کا سہرا حضرت امام اعظم ہی کے سر پر ہے۔ صدر الائمہ موفق بن احمد مکی نے مناقب میں فرمایا' امام ابو حنیفہ اولین شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون و مرتب فرمایا' آپ سے قبل یہ شرف و فخر کسی کو حاصل نہ ہوسکا' ان کا تمام تر اعتماد قوت فہم پر تھا' ان حضرات کے قلوب ہی علم کے صندوق تھے' امام ابو حنیفہ نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ اوراق علم بکھرے ہوئے ہیں' ان کے دل میں آیا کہ مبادا بعد میں آنے والے انہیں ضائع کردیں' بنابریں امام ابو حنیفہ نے تدوین علم کا بیڑا اٹھایا۔ (مناقب مکی بحوالہ ابو زہرہ)۔ فقہ حنفی کی تدوین میں امام اعظم کی حیثیت بانی و قائد اور راہ نما کی ہے تاہم اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ امام اعظم کی براہ راست فقہ حنفی میں کوئی تصنیف نہیں بلکہ آپ کے تلامذہ نے آپ کی زیر سرپرستی آپ کے اقوال مدون کیے اور حضرت امام نے کبھی کبھی ان پر نظر ثانی فرمائی۔ چناں چہ فقہ حنفی کی کتب کی تدوین میں امام ابو یوسف ورنہ تقریبا مکمل فقہ حنفی کی تدوین امام محمد نے کی' اس لیے ان کو "محرر المذہب" کہتے ہیں۔ امام اعظم کی باقاعدہ فقہی تصنیف نہ ہونے کی ایک وجہ ابو زہرہ نے یہ لکھی ہے' آپ کے عہد کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات روح عصر اور رفتار زمانہ کے بالکل مطابق ہے کیوں کہ کتابیں تصنیف کرنے کا رواج آپ کی وفات کے بعد یا آپ کی زندگی کے آخری دور میں ہوا جب کہ آپ بوڑھے ہو چکے تھے۔ فقہ حنفی کی ایک اہم اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تدوین شورائی طریق کار پر ہوئی' چناں چہ علامہ مکی' مناقب میں رقم طراز ہیں' آپ نے اپنے مسلک کی اساس اپنے

تلامذہ کے شوری پر رکھی اور ان پر اپنی رائے ٹھونسی نہیں' اس سے آپ کا مقصد دینی کاوش اور خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق خلوص میں امکانی حد تک کوشاں رہنا تھا' آپ ایک ایک مسئلہ پیش کر کے تلامذہ کے جوابات سنتے تھے اور پھر اپنا مافی الضمیر بیان فرماتے' ضرورت کا تقاضا ہوتا تو ان سے تبادلہ افکار بھی کرتے جب ایک قول پر بات ٹھہر جاتی تو ابو یوسف اسے اصول میں درج کر لیتے' اس طرح انہوں نے سب اصول طے کر لیے۔ (مناقب مکی' ابو زہرہ ص ۳۱۱) مجلس شوری میں شریک تلامذہ کس پائے کے تھے اور علم و فضل کے کس مقام پر فائز تھے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے دامن سے وابستہ تلامذہ کے متعلق فرمایا: اصحابنا ھولاء ستة و ثلاثون رجلا منھم ثمانیة و عشرون یصلحون للقضاء و منھم ستة یصلحون للفتوی و منھم اثنان یصلحان یودبان للقضاة واصحاب الفتوی و اشار الی ابی یوسف وزفر۔ ترجمہ : ہمارے یہ اصحاب چھتیس آدمی ہیں' ان میں سے اٹھائیس آدمی قضا کے لیے صلاحیت رکھتے ہیں اور ان میں سے چھ فتوی کے لیے بالخصوص قابل ہیں اور ان میں سے دو اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ قاضیوں اور مفتیوں کی اصلاح و تادیب کریں اور یہ ابی یوسف اور زفر کی طرف اشارہ کیا۔ (تاریخ بغداد ترجمہ یعقوب بن ابراہیم ابو یوسف القاضی ص ۲۴۸ ج ۱۴)

ان میں امام محمد کا ذکر نہیں آیا' اس لیے کہ آپ کی عمر اس وقت چھوٹی تھی' امام اعظم کے وصال کے وقت ان کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔ امام محمد نے جن کتب کی تدوین کی ان کی دو قسمیں ہیں' پہلی قسم وہ ہے جو ثقہ راویوں نے امام محمد سے روایت کی ہے' انہیں کتب ظاہر الروایت اور مسائل اصول کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم وہ جو ظاہر الروایتہ کی طرح ثقہ راویوں سے روایت نہیں کی گئی' ان کو کتب یا مسائل نوادر کہا جاتا ہے۔ کتب ظاہر الروایتہ چھ ہیں اور دراصل انہی پر فقہ حنفی کا مدار ہے۔ (۱) المبسوط (۲) الجامع الکبیر (۳) الجامع الصغیر (۴) کتاب السیر الکبیر (۵) کتاب السیر الصغیر (۶) زیادات۔ چھ کتب کا مجموعہ کتاب الکافی ہے اور علامہ سرخسی نے تیس جلدوں میں کتاب المبسوط کی شرح کافی

لکھی ہے۔

# فقہ حنفی کے چند ضروری اصول

☆ مالم یثبت بالتواتر لیس بقرآن (جو تواتر سے ثابت نہ ہو وہ قرآن نہیں۔)

☆ الزیادۃ نسخ زیادت نسخ ہے۔

☆ لا یجوز الزیادۃ علی القرآن بخبر الواحد (خبرواحد سے قرآن پر زیادتی جائز نہیں۔)

☆ حمل المطلق علی المقید زیادۃ علی النص (مطلق کو مقید پر محمول کرنا نص پر زیادتی ہے۔)

☆ عموم القرآن لا یتخصص بالاحاد (عموم قرآن کی اخبار احاد سے تخصیص جائز نہیں۔)

☆ العام قطعی کالخاص (عام خاص کی طرح قطعی ہے (عام دلالت میں خاص کی طرح قطعی ہے)

☆ الخاص ان کان متاخرا خصص العام وان کان متقدما فلا بل کان العام ناسخا للخاص وان جھل التاریخ تساقطا ویطلب دلیل اخر۔

(خاص اگر متاخر ہو تو عام کی تخصیص کر دیتا ہے اور اگر متقدم ہو تو نہیں بلکہ عام اس خاص پر ناسخ ہو جاتا ہے اور اگر تقدم و تاخر کی تاریخ مجہول ہو' معلوم نہ ہو تو دونوں ساقط ہو جاتے ہیں (کسی سے استدلال جائز نہیں) اور دوسری دلیل طلب کی جاتی ہے۔)

☆ مفہوم الصفۃ لا یحتج بہ مفہوم صفت سے احتجاج جائز نہیں۔

☆ النھی لا تدل علی البطلان (نہی' منہی عنہ کے بطلان پر دلالت نہیں کرتی۔)

(سیرت النعمان ۲۔ ۲۱۴)

فقہ حنفی کا کماحقہ تعارف نہیں ہو سکتا جب تک اس کے بانی کے ضروری حالات و کوائف ذکر نہ کیے جائیں' اس لیے اب ہم امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق مختصر طور پر کچھ ضروری گزارشات پیش کرتے ہیں۔

امام الائمہ، سراج الامہ، کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

مختصر تعارف : اسم گرامی، نعمان بن ثابت بن زوطی، کنیت ابو حنیفہ، لقب امام اعظم، مولد کوفہ (عراق) سال ولادت ۸۰ ھ اور بعض نے ۷۰ ھ بھی لکھا ہے۔ آپ کے دادا مشرف باسلام ہو کر کوفہ میں سکونت پزیر ہوئے، ایک غریب آزاد عرب کی حیثیت سے عربی قبیلہ بنی تیم بن ثعلبہ میں رضا کارانہ طور پر شریک ہو گئے اور اپنا رشتہ ان سے منسوب کر لیا۔ (مشکل الاثار طحاوی)

آپ کے دادا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اچھے مراسم اور روابط تھے، جو کہ اپنے دور خلافت میں مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل ہو گئے وہ بچپن میں امام صاحب کے والد "ثابت" کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں لے گئے انہوں نے اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے دعائے برکت فرمائی۔ امام صاحب کے پوتے اسماعیل بن حماد فرماتے ہیں کہ ہم ابناء فارس میں سے ہیں۔ واللہ ماوقع لفارق قط۔ بخدا ہمارا خاندان کبھی غلام نہیں رہا۔ اور آپ کا نسب اس طرح بیان کرتے ہیں : نعمان بن ثابت بن طاؤس بن ھرمز بن نوشیروان (واللہ اعلم)۔ آپ درمیانہ قد، درازی مائل، گندم گوں، روشن چہرہ، نہایت خوبصورت، صاحب سمت حسن، خوش کلام اور فصیح اللسان تھے۔

حصول تعلیم : آپ کی سیرت اور مناقب کی کتب میں آپ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بیان کی گئی، مناقب مکی اور کردری میں ان میں سے مشہورین اسماء کی فہرست حروف تہجی کے حساب سے دی گئی، عظمت نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان حضرات کا نام پہلے تحریر کیا گیا ہے جن کا اسم گرامی "محمد" تھا۔

عبادت : چالیس سال تک عشاء کی نماز کے لیے جو وضو کیا اس سے صبح کی نماز ادا کی۔ (یعنی تمام رات عبادت میں مشغول رہے)

نماز : پینتالیس سال تک ایک وضو سے پانچ نمازیں ادا کیں، رات کو بعض اوقات دو رکعت میں قرآن کریم ختم کرتے تھے۔ کعبہ مکرمہ میں داخل ہو کر ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نصف قرآن پڑھا، پھر دوسرے پاؤں پر کھڑے ہو کر باقی نصف ختم کیا۔ رمضان شریف میں

اکسٹھ مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے، جس مکان میں وفات ہوئی وہاں سات ہزار قرآن کریم ختم کیے۔

روزہ : تیس سال تک صوم الدھر رکھا۔

حج : پچپن حج فرمائے اور حج کے موقع پر مسجد حرام میں بیٹھ کر تمام دنیائے اسلام سے آنے والے لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے اور بے مثال علمی اجتماع ہوتا۔

ورع و تقویٰ : جس شخص سے قرض لینا ہوتا، اس کی دیوار کے سایہ میں بھی نہ بیٹھتے، فرماتے: کل قرض جر نفعا فھو ربوا۔ (جس قرض سے نفع حاصل ہو، پس وہ سود ہے۔)

خشیت الٰہی : کوفے کی بکریوں میں غلطی سے باہر کی کوئی بکری مل گئی تو سات سال تک بکری کا گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ نوکر نے غلطی سے کسی خریدار سے چھ سو درہم زائد لے لیے، اس کو لوٹانے کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ خادم نے غلطی سے نقصانی کپڑا، گاہک کو بغیر عیب بتائے فروخت کردیا تو امام اعظم نے سارے دن کی آمدنی خیرات فرمادی۔ خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات تمام رات، ایک آیت قرآن کو پڑھتے رہتے اور روتے رہتے، اتنا روتے کہ پڑوسیوں کو ان پر رحم آجاتا۔ (یہ جملہ امور باسند ہیں اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں، کما بینہ العلماء الکرام)

## امام اعظم رحمتہ اللہ کی فراست اور ذہانت کی چند مثالیں

☆ : ایک عورت مجنونہ تھی، اس کا ایک ایسا لقب تھا کہ جب وہ اس لقب سے بلائی جاتی تھی، وہ اس کو گالی سمجھتی تھی۔ ایک شخص نے اس عورت کو اسی لقب سے پکارا، عورت نے جواب میں اس شخص کے والدین پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ دونوں زندہ تھے مقدمہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس لے جایا گیا، انہوں نے اس عورت پر ایک مجلس میں دو حدیں قائم کیں، حد مسجد میں ماری گئی اور اقامت حد کے وقت عورت کو کھڑا کیا گیا۔ جب امام اعظم رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: کہ ابن ابی لیلیٰ نے اس فیصلہ میں کئی غلطیاں کی ہیں۔

(۱) حد کا مطالبہ اس آدمی کے والدین کا تھا کیوں کہ وہ زندہ تھے' وہ شخص حقیقتاً خصم نہیں تھا۔

(۲) دو حدیں ایک جگہ جمع کرنی درست نہیں تھیں۔

(۳) اگر قاذف ایک آدمی تھا تو اس پر ایک حد آتی تھی' ولو قذف قوما کثیرا۔

(۴) عورت کو کھڑا کر کے حد قائم کرنی ناجائز تھی۔

(۵) مجنونہ پر اقامت حد جائز نہیں تھی' لان القلم مرفوع عنها۔

☆ : ایک آدمی نہایت پریشانی کے عالم میں امام اعظم علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا' کہا کہ رات کو چور میرے مکان میں داخل ہوئے اور جتنا مال اٹھا سکتے تھے اٹھا لیا اور ان میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا کیوں کہ وہ میرے اہل محلہ سے تھا' جب اس چور کو پتا چلا کہ میں نے اس کو پہچان لیا ہے' اس نے مجھے پکڑ کر باندھ لیا اور مجھے طلاق' عتاق اور ما ملک کے صدقہ کی قسم دی ہے' اگر میں اس کا نام لوں یا اس کے چور ہونے کی کسی کو خبر دوں یا ہاتھ یا سر سے اشارہ کروں تو میری قسم ٹوٹ جائے گی۔ شخص مذکور سے امام صاحب نے فرمایا کہ جا اور میرے پاس ایک قابل اعتماد آدمی کو بلا کر لا۔ اس شخص نے اپنے بھائی کو بھیجا تو امام صاحب نے اس کے بھائی سے فرمایا: کہ سلطان کے پاس جاؤ اور اپنے بھائی کا سارا قصہ سناؤ اور سلطان سے کہو کہ پولیس کو بھیج کر جملہ اہل محلہ کو مسجد میں جمع کر لو۔ ایک ایک آدمی کو مسجد سے نکالے اور اس شخص سے دریافت کرے کہ کیا یہ تیرا چور ہے؟ جو چور نہ ہو وہ یہ کہتا رہے' یہ چور نہیں اور جب چور آئے تو چپ رہے' نہ کلام کرے نہ اشارہ۔ بس اسی کو گرفتار کر لیا جائے اور بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا جائے چناں چہ ایسے ہی کیا گیا اور چور گرفتار ہو گیا اور اس نے چوری کا اعتراف کر لیا اور باقی ساتھی بھی گرفتار ہو گئے۔

☆ : امام اعظم علیہ الرحمہ حمام میں داخل ہوئے اور حمام میں شیطان الطاق (رافضیوں کا ایک گمراہ ترین ملا تھا) ننگا بیٹھا ہوا تھا۔ امام صاحب نے فوراً آنکھیں بند کر لیں تو شیطان الطاق نے کہا منذ کم اعمی اللہ بصرک۔ یعنی کب سے اندھا کر دیا اللہ کریم نے

تیری بصر کو؟ قال منذهتک الله سترک۔ فرمایا جب سے پھاڑ دیا اللہ تعالیٰ نے تیرے ستر کو۔

☆ : کوفہ میں دو بھائیوں نے دو بہنوں سے نکاح کیا اور اچھے مال دار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے' لہٰذا انہوں نے بہت خرچ کر کے کھانے کا وسیع انتظام کیا۔ رات کو عورتوں کی غلطی سے ان دونوں کی بیویاں اپنے شوہر کے سوا دوسرے کے پاس بھیج دی گئیں اور دونوں نے اپنی غیر منکوحہ سے غلطی سے وطی کی۔ اس مشکل کے حل کے لیے انہوں نے امام اعظم علیہ الرحمہ کی طرف رجوع کیا' آپ نے دونوں لڑکوں کو الگ الگ بلا کر دریافت کیا کہ کیا تم نے اپنی بیوی سے خلوت صحیحہ کی؟ دونوں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنی سابقہ منکوحہ عورتوں کو ایک طلاق دے دو' وہ تم سے بائن ہو جائیں گی اور عدت بھی نہیں ہوگی اور نصف حق مہر ادا کرنا پڑے گا' پھر دوسری عورت سے نکاح کر لو جس سے خطاء شب باشی کی تھی اور دوبارہ دعوت ولیمہ کرو۔

☆ : مناظرۃ الامام الاوزاعی مع الامام الاعظم فی مسئلۃ رفع الیدین

امام ابو حنیفہ اور اوزاعی علیہما الرحمہ' دار الحناطین مکہ میں اکٹھے ہوئے' امام اوزاعی نے امام ابو حنیفہ سے کہا کہ تم رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟ (فقال له الاوزاعی مالکم لا ترفعون ایدیکم عند رفع الراس من الرکوع وعند الرکوع)

امام اوزاعی کے جواب میں امام اعظم نے فرمایا : لا جل انه لم یصح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فیه شیئ فقال وکیف وقد حدثنی الزهری عن سالم عن ابیه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة وعند الرکوع وعند رفع الراس من الرکوع فقال ابو حنیفه حدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمة والاسود عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنهما کان لا یرفع یدیه الا عند افتتاح الصلوة ولا یعود بشی من

ذلک الخ ترجمہ : اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ رفع صحیح طور پر ثابت نہیں تو اوزاعی نے کہا کیسے صحیح نہیں، حالانکہ مجھ سے زھری نے، انہوں نے سالم سے، انہوں نے اپنے باپ ابن عمر سے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح صلوۃ اور رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے، پس امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہم سے حماد نے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ و اسود سے، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف افتتاح صلوۃ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔ امام اوزاعی نے قلت وسائط سے استدلال کیا اور امام اعظم نے تفقہ روایت سے۔ امام صاحب کا ایک ایسا ہی واقعہ ابن جریج کے ساتھ بھی پیش آیا۔

☆ : سلیمان اعمش اور اس کی بیوی میں ایک رات کسی بات پر سخت جھگڑا ہو گیا تو اعمش نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو آج رات مجھ سے بات نہ کرے گی تو تجھے طلاق بتہ۔ بیٹی نے ماں سے کہا کہ بات کرے مگر اس نے جواب دے دیا اور اعمش غمگین اور نادم ہوئے، بالاخر رات کا کافی حصہ گزرنے پر امام ابو حنیفہ کی خدمت میں آئے اور بے وقت آنے پر امام صاحب سے معذرت کرنے لگے، آپ نے فرمایا دع الاعتذار و تکلم فیما جئت لہ۔ یہ عذر معذرت چھوڑ اور جس مطلب کے لیے آئے ہو، وہ بات کرو۔ تو اعمش نے کہا کہ میری بیوی سے ایسی سخت کلامی ہوئی کہ اس نے ناراض ہو کر مجھ سے کلام بند کر دی تو میں نے یہ قسم کھالی ہے ان لم تکلمنی ھذہ اللیلۃ فھی طالق البتۃ۔ یعنی اگر وہ مجھ سے اس رات کلام نہ کرے تو اس کو بتہ (بائن) طلاق ہے۔ اب اس نے کلام سے انکار کر دیا ہے اور مجھے خوف ہے کہ صبح ہونے پر اس کو طلاق ہو جائے گی، مدت تک وہ میرے گھر رہی ہے اور اولاد والی ہے، فھل من حیلۃ؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا پریشان نہ ہو، انشاء اللہ مشکل حل ہو جائے گی۔ پھر مسجد اعمش کے موذن کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ جب اعمش گھر میں داخل ہو اور صبح کا وقت قریب ہو تو طلوع فجر سے پہلے ہی

اذان کہہ دینا' اس سے اعمش کا غم دور ہو جائے گا۔ جب عورت نے اذان سنی تو اس نے اعمش سے کہا: اے بد خلق بوڑھے' الحمد للہ کہ اللہ نے مجھے تجھ سے نجات دی' تو اعمش نے کہا صبح نہیں ہوئی ہے' تجھے قبل از صبح بات کروانے کا ایک حیلہ تھا' اللہ کریم اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے یہ حیلہ تعلیم فرمایا۔ (مناقب للموفق ج ۱ ص ۱۳۳)

☆ : قرات خلف الامام کے بارے میں مکالمہ من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ (احمد بن منیع فتح القدیر صحیح)

☆ : دہریوں سے مکالمہ' کشتی کا بغیر محافظ و ملاح کے چلنا۔

☆ : چاندی کے پیالے کے کناروں پر چاندی لگی ہو تو اس سے پانی پینا جائز ہے جیسے انگوٹھی پہنے ہوئے ہاتھ سے پانی پی سکتا ہے۔

☆ : ایک رافضی نے کہا اے ابو حنیفہ تمہارا استاد حماد بن ابی سلیمان اب فوت ہو گیا ہے آپ نے فرمایا مگر تمہارے استاد کو قیامت تک مہلت ملی ہوئی ہے' یعنی شیطان کو۔

☆ : امام اعظم اور امام محمد باقر میں مکالمہ۔ وراثت' عورت' نماز' روزہ' نجاست' پیشاب و منی۔

☆ : محمد بن اسحٰق صاحب المغازی سے مکالمہ۔ وکان یحسدہ قسم میں استثناء موصول اور مقطوع کا حکم۔ ابن اسحٰق کو گرفتار کیا گیا اور اس کے گلے میں کپڑا ڈال کر جیل میں بھیج دیا گیا' ایسا ہی منصور کے وزیر ربیع کا بھی واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ امام اعظم نے تراسی ہزار مسائل فقہی بیان فرمائے ہیں' اڑتیس ہزار کا عبادات سے تعلق ہے اور پینتالیس ہزار معاملات وغیرہ سے متعلق ہیں۔ (☆)

(☆) یہ مقالہ حضرت شیخ الاسلام قبلہ نے کراچی میں یوم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک اجتماع میں پڑھا۔ حضرت نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ واقعات کے صرف اشارے تحریر فرمائے' اسی لیے صرف یہاں وہ اشارے تحریر کیے گئے ہیں' حالاں کہ حضرت قبلہ نے اجتماع میں تمام تفصیلی واقعات بیان فرمائے تھے' اہل علم ان واقعات کی تفصیل کتابوں میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔۔۔ (مرتب)

ہیں---(مرتب)

☆ : رومی بادشاہ نے اپنے ایک خلیفہ کو خاصی رقم دے کر بھیجا اور کہا کہ اپنے ہاں علماء سے تین مسئلے دریافت کرو' اگر وہ جواب دے دیں تو مال ان کو دے دے اور اگر عاجز رہ جائیں تو الٹا ان سے بطور خراج مال وصول کرنا۔ خلیفہ نے حسب الحکم' علماء کو اکٹھا کیا' تینوں مسائل پیش کیے' لیکن ان میں سے کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ حضرت امام ابو حنیفہ ابھی خورد سال تھے' اپنے والد کے ہمراہ مجلس میں بیٹھے تھے' آپ نے خلیفہ سے فرمایا اگر اجازت ہو تو جواب دوں؟ خلیفہ نے کہا ضرور' آپ نے فرمایا تم سائل ہو' منبر سے نیچے اترو اور نیچے بیٹھ جاؤ' پھر میں جواب دوں گا۔ وہ نیچے اتر آیا' آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: اب سوال کرو' اس نے کہا پہلا سوال: اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا چیز تھی؟ جواب: ایک سے پہلے کیا ہوتا ہے؟ دوسرا سوال: اللہ کا رخ کس سمت پر ہے؟ جواب: نور مجازی' چراغ کا رخ کدھر ہوتا ہے؟ تیسرا سوال: اللہ کیا کرتا ہے؟ جواب: کل یوم ھو فی شان' معترض کو منبر سے اتارتا ہے اور مجیب کو بلند کرتا ہے۔ (وہ مبہوت ہو گیا اور رقم دے کر چلتا بنا)

☆ : ایک عورت نے میراث کا مسئلہ پوچھا اور کہا کہ میرے بھائی کی میراث سے مجھے ایک روپیہ ملا ہے۔ فرمایا مسئلہ کس نے بتایا؟ اس نے کہا داؤد طائی نے۔ فرمایا' درست جواب دیا۔

صورۃ المسئلہ　　اصل ۲۴　　ترکہ و تصحیح ر (۶۰۰)

| بنتین | ام | زوجہ | اخوۃ' ۱۲ | اخت |
|---|---|---|---|---|
| ثلثان | سدس | ثمن | ۲۵ | ۲۵ |
| ۱۶ | ۴ | ۳ | ۲۴ | |
| ۴۰۰ | ۱۰۰ | ۷۵ | ۲-۲ (۲۴) | ۱ =۶۰۰ |

☆ : ایک آدمی کی عورت سیڑھی پر کھڑی تھی تاکہ اوپر چڑھے' اس کے شوہر نے کہا انت طالق ثلاثا ان صعدت و انت طالق ثلاثا ان نزلت۔ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے

اس قسم سے بچنے کا حل دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا: وہ عورت نہ اوپر چڑھے نہ نیچے اترے، بلکہ اپنی جگہ کھڑی رہے اور ایک جماعت سیڑھی اور عورت کو اٹھا کر زمین پر رکھ دے۔ فلا یحنث الرجل لانھا لم تصعدولم تنزل۔ مرد کی قسم نہیں ٹوٹے گی، اس لیے کہ اس صورت میں عورت نہ اوپر چڑھی، نہ نیچے اتری۔

## امام اعظم پر جرح و تنقید کرنے والوں کا مسکت جواب (دفع مطاعن)

(قاعدۃ فی الجرح والتعدیل) جرح : اعتراض کرنا کہ فلاں راوی قابل حجت نہیں ہے۔ تعدیل : اس کو عادل اور ثقہ ثابت کرنا۔

قاعدۃ ضروریۃ نافعۃ لا تراھا فی شئی من کتب الاصول فانک اذا سمعت ان الجرح مقدم علی التعدیل ورایت الجرح والتعدیل و کنت غرا بالامور...... حسبت العمل علی جرحہ فایاک ثم ایاک والحذر کل الحذر من ھذا الحسبان بل الصواب عندنا ان من ثبت امامتہ وعدالۃ و کثر مادحوہ و مذکوہ وندر جارحہ وکانت ھناک قرینۃ دالۃ علی سبب جرحہ من تعصب منھبی اوغیرہ فانا لا نلتفت الی الجرح فیہ ونعمل فیہ بالعدالۃ والا لو فتحنا ھذا الباب اواخذنا تقدیم الجرح علی اطلاقہ لما سلم لنا احد من الائمۃ اذا مامن امام الا وقد طعن فیہ طاعنون وھلک فیہ ھالکون...... الی ان قال...... ثم قال ابو عمر بعد ذلک الصحیح فی ھذا الباب ان من ثبت عدالتہ و صحت فی العلم امامتہ وبالعلم عنایتہ لم یلتفت الی قول احد الا ان یاتی فی جرحہ بینۃ عادلۃ تصح جرحۃ علی طریق الشھادات......

قیل لابن المبارک فلان تکلم فی ابی حنیفۃ فانشد۔ حسدوان راوک فضلک اللہ بما فضلت بہ النجباء۔ وقال ابو الاسود الدولی

حسدوا الفتی اذالم ینالوا سعیه فالقوم اعداء له و خصوم
والحال فی حق شیخنا الذهبی ازید مما وصف وهو شیخنا و
معلمنا غیر ان الحق احق ان یتبع وقد وصل من التعصب المفرط
الی حد یسخر منه وانا اخشی علیه یوم القیامة من غالب علماء
المسلمین و ائمتهم الذین حملوا الینا الشریعة النبویة فان غالبهم
اشاعرة (علامہ ذہبی ابن تیمیہ کا تلمیذ تھا)

یعنی ایک ضروری نافعہ جرح اور تعدیل کا قاعدہ جسے تو کتب اصول میں نہیں دیکھے گا جب تو نے یہ بات سنی کہ جرح' تعدیل پر مقدم ہوتی ہے اور تو نے (بعض ائمہ کے حق میں) جرح اور تعدیل دیکھی اور تو بعض امور کی وجہ سے دھوکا کھا گیا اور تو نے جرح پر عمل کرنے کا گمان کیا' تو اپنے آپ کو بچاؤ' پھر بچاؤ اور اس گمان سے بھی پرہیز کرو' بلکہ ہمارے نزدیک درست یہ ہے کہ جس شخص کی امامت اور عدالت ثابت ہو اور اس کے مدح سرا اور مزکی زیادہ ہوں اور جرح کرنے والے کم اور وہاں پر تعصب مذہبی وغیرہ کوئی ایسا نہ ہو' جو اس کی جرح کے سبب پر دلالت کرتا ہو تو' ہم اس کے بارے میں جرح کی طرف التفات نہیں کریں گے اور اس کے بارے میں عدالت پر کار بند ہوں گے' ورنہ اگر ہم اس دروازے کو کھول دیں اور مطلقاً جرح کو تعدیل پر مقدم سمجھیں' تو ہمارے لیے کوئی امام سلامت نہیں رہے گا' اس لیے کہ ہر امام کے بارے میں طاعنین نے طعن کیا ہے اور ہلاک ہونے والے اس میں ہلاک ہوئے...... یہاں تک کہ فرمایا.....

پھر ابو عمر (ابن عبدالبر) نے اس کے بعد فرمایا' اس بارے میں صحیح یہ ہے کہ جس کی عدالت ثابت ہو اور علم میں اس کی امامت صحیح ہو اور اسی طرح اس کا علمی اشتغال (معروف ہو) اس کے بارے میں کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کی جائے گی' مگر یہ کہ وہ اپنی جرح کے ثبوت میں کوئی عادل گواہ پیش کرے' تو اس کی جرح صحیح ہوگی' جیسا کہ شہادت کا طریقہ ہے.....

ابن مبارک سے کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابو حنیفہ کے بارے میں کلام کرتا ہے' تو

آپ نے شعر کہا، جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ نے تجھے ایسی فضیلت دی ہے جیسی کہ شرفاء کو دی جاتی ہے تو انہوں نے حسد کیا۔ اور ابو الاسود دؤلی کہتے ہیں کہ انہوں نے اس جوان سے حسد کیا کیوں کہ اس کی کوشش کو وہ نہ پا سکے، پس لوگ ایسے (اصحاب فضل) کے دشمن ہوا کرتے ہیں...... اور امام سبکی نے فرمایا اور ہمارے استاد ذہبی کا حال مذکورہ امور سے زیادہ ہے حالانکہ وہ ہمارے شیخ و معلم ہیں، مگر حق کی پیروی زیادہ ضروری ہے، وہ اس قدر زیادہ متعصب ہیں کہ ان کی باتوں سے ہنسی آتی ہے اور مجھے ڈر ہے، غالب علماء مسلمین اور ائمہ جنہوں نے ہمارے لیے شریعت نبویہ کو اٹھایا تھا، قیامت کے دن ان کے دامن گیر ہوں گے کیوں کہ ان میں غالب، اشعری عقیدے کے تھے۔ (اور ذہبی، اشاعرہ سے ہی تعصب رکھتے تھے)۔ تقریر مذکورہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امام اعظم پر طعن کرنے والے یا تو متعصب تھے یا ان کے کمالات سے بے خبر اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ جارح، جرح کی وجہ بیان کرے کہ جرح مبہم مقبول نہیں ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مسیح موعود اور مسیح کذّاب

مرزا قادیانی کے تمام دعاوی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ اس امر کا مدعی ہے کہ احادیث میں جس عیسیٰ ابنِ مریم کے آخر زمانے میں نزول کا ذکر ہے وہ مسیح مَوعود میں ہی ہوں اور گزشتہ اسرائیلی مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ احادیثِ صحیحہ میں جس مسیح موعود کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا ہے ان کی خصائل مذکورہ فی الاحادیث کا خلاصہ یہ ہے :۔

۱۔ مسیح موعود ابنِ مریم ہو گا یعنی اس کا نام عیسیٰ علیہ السلام ہے اور ان کی والدہ کا نام مریَم ہے۔

۲۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ وہ فقط مرسل نہیں بلکہ مرسل اور منزل ہوں گے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ینزل فیکم اور من السماء کا لفظ ہماری طرف سے زیادتی نہیں ہے بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کمافی حدیث اخرجه البیهقی فی کتاب الاسماء والصفات عن ابی هریرة رضی الله عنه انه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم (ص ۳۰۱) اسی طرح کنز العمال جلد ۷ ص ۲۶۸ حدیث نمبر ۳۰۱۵ میں ہے قال ابن عباس قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فعند ذالک ینزل اخی عیسی ابن مریم من السماء (اسحٰق ابن بشیر ک ر) ان روایات میں "من السماء" کا لفظ اس امر کی دلیل ہے کہ نزول کا معنی یہاں پر ظہور درست نہیں۔ اسی طرح قادیانیوں کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ لفظ من السماء صحیحین میں نہیں ہے۔ اصل حدیث صحیحین میں موجود ہے اور زیادۃ الثقتہ مقبولتہ عند المحدثین اور خطیب بغدادی نے اس پر اجماع کی حکایت کی ہے اور لفظ من السماء نزول کے مناقض اور منافی بھی نہیں بلکہ اس کے بالکل موافق ہے۔ اور مزید یہ

ہے کہ مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں خود لکھا ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا اس لفظ کو ظاہر لباس پر حمل کرنا کیسا لغو خیال ہے۔ (انتھی ص ۸۱)

۳۔ عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے شرقی جانب آسمان سے منارہ بیضا کے پاس اتریں گے اور نزول کے وقت دو زرد چادروں میں ملبوس ہوں گے اور دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اتریں گے۔ (مسلم' ابو داؤد' ترمذی وغیرہ)

۴۔ ان کے نزول کے وقت سب کافر مر جائیں گے کما قال علیہ السلام فلا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الامات و نفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ (مسلم' ابو داؤد' ترمذی وغیرہ)

۵۔ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو حاکم عادل ہوں گے نہ کہ محکوم۔ (بخاری)

۶۔ صلیب کو توڑیں گے اور اس کی عبادت کی بیخ کنی کریں گے اور دنیا میں نصرانیت باقی نہیں رہے گی۔ (مسلم)

۷۔ خنزیر کے قتل کا حکم دیں گے۔ (مسلم)

۸۔ سب لوگوں کو دینِ اسلام پر جمع کریں گے۔ اسلام کے سوا کوئی دین باقی نہیں رہے گا۔ (ابن ماجہ اسنادہ قوی و ابو داؤد' ابن خزیمہ' حاکم)

۹۔ دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔ یدرکہ عند باب لد الشرقی دمشق فیقتلہ (ابن ماجہ' ابن خزیمہ' حاکم' مسلم وغیرہ)

۱۰۔ آپ کے زمانے میں مال بہت ہو جائے گا۔ برکات و خیرات کے نزول کی اس قدر کثرت ہوگی کہ کوئی فقیر سائل باقی نہیں رہے گا۔ (یفیض المال حتی لا یقبلہ احد) (بخاری' مسلم)

۱۱۔ نزول عیسیٰ کے وقت لوگ اللہ کی عبادت میں راغب ہوں گے اور ایک سجدے کو دنیا اور ما فیہا سے بہتر سمجھیں گے۔ (حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا و مافیھا) (بخاری' مسلم)

۱۲۔ زمین پر ایسا امن قائم ہوگا کہ شیر اونٹوں کے ساتھ اور گائیں چیتوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بھیڑ بکریوں کے ساتھ اکٹھے پھریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور سانپ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ (حوالہ حدیث نمبر۸)

۱۳۔ نزول کے بعد حج کریں گے یا عمرہ کریں گے یا دونوں کو جمع کریں گے۔ ینزل روحاء فیحج منها او یعتمر او یجمع هما۔ اخرجه الحاکم وصححه کما فی الدر المنثور ج ۲ ص ۲۴۵، وقال الذهبی صحیح - ایضا مسلم ص ۲۳۴ کتاب الحج، احمد ج ۲ ص ۲۹۰)

۱۴۔ زمین میں چالیس سال رہیں گے پھر وصال ہوگا۔ (ابو داؤد طیالسی)

۱۵۔ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ بتخریج ابن جوزی) قطع نظر حدیث کی سند کے خود مرزا قادیانی نے اس کا اقرار کیا ہے کہ یہی بھید ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود پر میری قبر میں دفن ہوگا۔ (کشتی نوح ص ۱۵ نسخہ قدیمی)

اس کے علاوہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے بہت سے خصال اور اوصاف احادیث میں مذکور ہیں، ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ چند باتیں ذکر کی ہیں۔ اب اس کے مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات کا جائزہ لیں تو یہ امر بالکل واضح ہو جائے گا کہ قادیانی مسیح موعود نہیں بلکہ کذاب ودجال تھا۔ امور مذکورہ کو ہم بالترتیب ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ کتب حدیث میں نازل ہونے والے کا نام عیسیٰ ابن مریم ہے اور مرزا صاحب نے خود کہا ہے کہ میرا نام غلام احمد ہے اور میرے باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور میرے دادے کا نام عطا محمد ہے (حاشیہ کتاب البریۃ ص ۱۳۴) اور اسی طرح مرزا قادیانی کی والدہ کا نام مریم نہیں ہے بلکہ اس کا نام چراغ بی بی تھا (کماھو المشھور المکتوب فی کتب سیرتہ) جب نصوص ظاہرہ میں عیسیٰ ابن مریم کے نزول کا ذکر قادیانی نے صراحتہً دیکھا تو اس کی عجیب و غریب تاویلیں کیں۔ چناں چہ لکھتا ہے کہ براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہینِ احمدیہ سے ظاہر ہے، دو برس تک صفتِ مریمیت میں مَیں نے پرورش پائی اور

پردے میں نشوونما پاتا رہا پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ نمبر ۴۹۶ میں درج ہے' مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم کے صفحہ نمبر ۵۵۶ میں درج ہے' مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔ (کشتیِ نوح ص ۴۶' ۴۷ حقیقتہ الوحی ص ۳۳۹) اس کے علاوہ حقیقت الوحی ص ۳۳۸' ۳۳۷ کے حاشیہ پر لکھا کہ براہین احمدیہ میں اول خدا نے میرا نام مریم رکھا۔ الی ان قال اس امت میں بجز میرے کسی نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا اور اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی.......... اور دنیا میں تلاش کرلو قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں پس یہ پیشین گوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لیے ہے....... اور میرے سوا تیرہ سو برس میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ (کمامرانفا)

۲۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور قادیانی آسمان سے نازل نہیں ہوا بلکہ مشرقی پنجاب قادیان میں پیدا ہوا' وہیں اس کا مولد اور وہیں اس کا مدفن ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول منارہ بیضاء کے پاس شرقی دمشق میں ہوگا اور یہ بات معروف ہے کہ مرزا غلام احمد مشرقی دمشق میں نہیں اترا بلکہ قادیان میں پیدا ہوا' یہاں تک کہ اس نے اپنی حیات میں دمشق کو دیکھا بھی نہیں' لیکن مرزا صاحب کی ڈھٹائی ملاحظہ فرمائیں' حدیث کا صراحتہً تو انکار نہ کرسکا اور تاویلاتِ فاسدہ سے اس کے صریح مفہوم کا انکار کیا۔ کہیں تو یوں لکھا کہ قادیان کو بطور استعارہ دمشق کہا گیا ہے چناں چہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ الہام کے ذریعے مجھ پر یہ بات کھولی گئی کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر من جانبِ اللہ ظاہر کیا گیا ہے اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں۔ جو بغیر یزیدیۃ الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں۔ (ازالۂ اوہام' حاشیہ ص ۶۶) اور کہیں لکھا اگرچہ میرا یہ دعویٰ تو نہیں اور نہ اسے کامل تصریح سے خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا ہے کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ

آئندہ زمانے میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے۔ (ازالۂ اوہام حاشیہ ص ۷۲، ۷۳)۔ پھر مرزا صاحب نے یہ چالاکی کی کہ دعوائے مسیحیت کے بارہ سال بعد ۱۹۰۳ء میں قادیان میں ایک منارۃ المسیح بنوایا اس کا نام منارۃ رکھ دیا اور چوں کہ حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دو زرد چادروں میں مذکور تھا مرزا صاحب نے اس کی یہ تاویل کر دی کہ چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں اور میں نے بھی جب مسیح موعود کا دعویٰ کیا تو مرض بول اور مرض دوران سر میں مبتلا تھا۔

اور ذمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۲۰۱ پر لکھا کہ میں پیشاب کا ایسا مریض ہوں کہ دن میں بعض اوقات ایک دن میں ۱۰۰ دفعہ پیشاب کرتا ہوں اور دوران رائس کی شدت کی وجہ سے کبھی کبھی زمین پر گر جاتا ہوں۔ یہ تو مرزا صاحب کا حال تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ وہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفاء دیتے اور مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتے تھے اور یہ مسیح کذاب ساری عمر اپنا بھی علاج نہ کر سکا لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے یہ اوصاف بھی اس پر کسی طرح منطبق نہیں ہوتے۔ (فثبت انہ کذاب فی دعواہ)

۴۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ کے وقت تمام کفار کی موت کی خبر دی اور قادیانی کے زمانے میں اس کے قول کے مطابق کفار کی تعداد بڑھ گئی کیوں کہ وہ کہتا ہے جو مجھ پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳) اور اس کے زمانہ میں تو درکنار آج تک بھی قادیانیوں کی تعداد معدود ہے۔ اس کے قول کے مطابق اس کے آنے سے کروڑوں مسلمان کافر ہو گئے۔

۵۔ مسیح موعود کی اہم ترین علامات سے یہ ہے کہ وہ نزول کے وقت حاکم عادل ہوں گے، کسی کے محکوم نہیں ہوں گے۔ کما بینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نہ صرف محکوم بلکہ ذلیل خائن اور خائف تھا۔ حکومت برطانیا کا غلام تھا اور انگریزوں کی محکومیت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتا تھا اور انگریزوں کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے حکومت انگلیشیہ کے خلاف جہاد کو جائز نہیں سمجھتا

تھا اور ساری عمر انگریزوں کی مدح سرائی اور خوشامد درآمد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ انگریز کے خود کاشتہ اس پودے نے لکھا، کہ میں نے انگریزوں کی حمایت میں اتنی کتابیں رسالے اور اشتہارات چھاپے ہیں کہ اس سے پچاس الماریاں بھر جائیں۔ (تریاق القلوب ص ۲۵)

مرزا قادیانی کے پاس حکومت نہیں تھی، چناں چہ لکھتا ہے : ''اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانے میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیوں کہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔'' (ازالۂ اوہام ص ۲۰۰)

۶۔ علامات مسیح سے یہ بڑی علامت ہے کہ وہ صلیب کو توڑیں گے یہاں تک کہ کوئی صلیب پرست باقی نہیں رہے گا اور قادیانی نے خود ازالہ اوہام میں اس کا اعتراف کیا ہے اور پھر حسب معمول اس کی تاویلاتِ فاسدہ بیان کی ہیں، اب اس بات پر غور کریں کہ کیا اس مسیح کذاب کے آنے کے بعد نصرانیت ختم ہو گئی ہے؟ یا بدستور باقی ہے بلکہ مسیحی پروپیگنڈے کے مطابق نصاریٰ کی تعداد مرزا قادیانی کے اعلان مسیحیت کے بعد کئی گنا زیادہ ہو گئی۔

۷۔ مسیح موعود کی تشریف آوری کے موقعہ پر خنزیر قتل کر دیئے جائیں گے یعنی خنزیر کا کھانا بالکل موقوف کر دیا جائے گا۔ کیا یہ بات قادیانی کے لیے حاصل ہوئی؟ کیا ابھی تک خنزیر نہیں کھایا جا رہا ہے؟

۸۔ مسیح موعود کے اوصاف سے یہ ہے کہ وہ سب لوگوں کو دینِ واحد دین اسلام پر جمع کریں گے اور کوئی محارب دین باقی نہیں رہے گا۔ کما قال علیہ السلام ویضع الحرب اور اسی کی طرف ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا فی قولہ واقرء وان شئتم وان من اھل الکتاب الالیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا (رواہ البخاری و مسلم و ابوداود و ابن ماجہ و احمد) پس کیا مرزا قادیانی کے دعوی مسیحیت کے بعد ملتِ اسلام کے سوا تمام ملت ختم ہو گئے؟ اور کیا تمام لوگ ایک دین پر جمع ہو گئے؟ جواب ظاہر ہے کہ بجائے کم ہونے کے باطل پرست زیادہ ہو گئے اور

قادیانی کذاب کی ملت باطلہ کا مزید اضافہ ہوگیا۔

۹۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف سے یہ بات ہے کہ وہ دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیطلب الدجال بباب لد فیقتلہ اور خود قادیانی متنبی نے حضرت مسیح موعود کے اس وصف کا اقرار و اعتراف کیا ہے۔ چناں چہ ازالہ اوہام ص ۲۲۰ پر ہے 'پھر حضرت ابن مریم دجال کی تلاش میں لگیں گے اور لد کے دروازے پر جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے' اس کو جا پکڑیں گے اور قتل کرڈالیں گے۔ اس اقرار کے باوجود کہ لُد' بیت المقدس کے دیہات میں ایک گاؤں ہے پھر قادیانی نے مسیحیت کے دعوے کے بعد حدیث کی یہ تاویل کی کہ لد سے مراد لدھیانہ ہے۔ اور قادیانی نے وہاں ایک پادری کو ایک مناظرے میں شکست دی جو دجال کی مانند تھا۔

۱۰۔ مسیح موعود علیہ السلام کا دسواں وصف ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کے عہد مبارک میں مال کی کثرت ہو جائے گی یہاں تک کہ کوئی فقیر سائل نہ رہے گا۔ کما بینہ الرسول الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد مسیح موعود کے عہد میں اس قدر برکت ہوجائے گی۔ تو کیا مرزا قادیانی کے زمانے میں مال میں ایسی برکت اور فراوانی ہوئی؟ کیا مسیح قادیانی نے لوگوں کو مال کی طرف بلایا اور کسی نے اس کو قبول نہ کیا؟ اس کے برعکس جب ہم قادیانی کی تاریخ اور اس کے حالات کو دیکھتے ہیں تو معاملہ اس کے بالکل برعکس نظر آتا ہے۔ متنبی قادیانی نے لوگوں کو مال تو کیا تقسیم کرنا تھا' وہ تو ساری عمر خود ان سے مال مانگتے رہے اور اپنے مریدوں سے اس قدر زور دار سوال کرتے رہے کہ میرے ماننے والے ہر مرید پر اپنے مال سے ماہانہ چندہ میرے پاس بھیجنا ضروری ہے اور ہم اس اعلان کا تین ماہ تک انتظار کریں گے جو شخص ان تین مہینوں میں اپنے مال کا ایک حصہ نہیں بھیجے گا ہم اس کا نام مریدوں سے محو کردیں گے (سیرۃ مہدی ص ۱) صرف چندہ مانگنے پر ہی اکتفا نہیں تھی بلکہ مرزا قادیانی اپنے مریدوں کے لیے دعا مانگنے پر بھی اجرت طلب کرتا تھا۔ (الفضل ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۳ء)

اور مانگنے میں قادیانی متنبی یہاں تک پہنچ گیا کہ قبریں بیچنے لگا اور اپنے مریدین سے قبر فروشی کی تجارت شروع کی اور پہلے اعلان کیا کہ میں نے ایک بہشتی مقبرہ دیکھا اور پھر مریدین کو شوق دلایا کہ اس زمین کے نیچے جنت ہے جو اس میں دفن کیا جائے گا جنت میں داخل ہوگا۔ الحاصل مسیح کذاب پہلے بالکل فقیر آدمی تھا اور اس کی کوئی خاص آمدنی نہیں تھی اور اس کے باوجود اس کے بھائی نے اس کو اس کے باپ کی میراث سے بھی محروم کردیا تھا، جیسا کہ قادیانی کا سالا مرزا شیر علی، قادیان آنے والوں کو یہ بتاتا تھا کہ غلام احمد کذاب اور لٹیرا ہے اور لوگوں کا مال چھیننے کے لیے اس نے یہ دکان کھولی ہے۔ (خطبہ محمود احمد الفضل ۱۷/اپریل ۱۹۴۶ء)

۱۱۔ حضرت مسیح موعود عیسیٰ علیہ السلام کے عہد معدلت مہد میں لوگ اللہ کی عبادت میں نہایت رغبت کریں گے اور عبادت الٰہی کو دنیا اور ما فیہا پر ترجیح دیں گے اور یہ بات غلام احمد قادیانی کے زمانے میں متحقق نہیں ہوئی۔ اس نے خود اعتراف کیا کہ اس پر صرف تھوڑے سے لوگ ایمان لائے اور اس کی موت کے کئی سال بعد قادیانیوں نے جو اعداد و شمار شائع کیے اس کے مطابق کل تعداد برِ صغیر پاک و ہند میں پچھتر ہزار تھی۔ (الفضل ۲۱/ جون ۱۹۳۴ء) لہٰذا یہ وصف بھی مرزا صاحب پر منطبق نہیں ہوا۔

۱۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت زمین پر ایسا امن قائم ہوگا کہ شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائیوں کے ساتھ اور بھیڑیے بھیڑ بکریوں کے ساتھ اکٹھے پھریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ سانپ ان کو کوئی نقصان نہیں دیں گے۔ کما ورد فی الحدیث الصحیح۔ اور یہ بات مرزا قادیانی کے زمانہ میں متحقق نہیں ہوئی اور نہ اس کے بعد اور اس پر بڑی دلیل یہ ہے کہ زمین میں امنِ عامہ کا قیام تو در کنار خود مرزا صاحب اس قدر خائف تھے کہ بیت اللہ شریف کے حج پر نہ جا سکے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ مریض ہیں اور حاکم حجاز ان کا مخالف ہے اور وہاں جانے میں جان کا خطرہ ہے۔ (الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۲۹ء)

۱۳۔ حضرت مسیح موعود نزول من السماء کے بعد حج کریں گے الخ کما ذکرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مرزا قادیانی نے نہ حج کیا اور نہ ہی عمرہ کیا' یہاں تک کہ اسے بلاد مقدسہ کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی۔ پس یہ وصف بھی قادیانی پر منطبق نہ ہوا حالانکہ مرزا قادیانی نے اس حدیث کی صحت کا خود اقرار کیا ہے (ایام صلح ص ۱۶۹ للغلام قادیانی)

۱۴۔ روایات صحیحہ کے مطابق مسیح علیہ السلام زمین پر چالیس سال رہیں گے پھر ان کا وصال ہوگا اور غلام احمد قادیانی جو ۱۸۳۹ء یا ۴۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۰۸ء میں مرا اس بنا پر اس کی عمر ۶۸ یا ۶۹ سال ہوئی لیکن اس نے تاویل کی کہ حدیث میں عمر سے مقصود عمر بعثت ہے (ازالتہ الاوھام) لیکن یہ بات بھی متحقق نہ ہوئی اس لیے کہ بقول مرزا بشیر احمد دعوی مسیحیت ۱۸۹۱ء میں کیا گیا (سیرت المہدی ج ۱ ص ۳۱) اس بنا پر بھی مرزا صاحب کو دعوی مسیحیت پر سترہ سے زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور دعوی کے بعد چالیس سال زندہ نہیں رہا۔ لہٰذا یہ وصف بھی اس پر منطبق نہیں ہوا۔

۱۵۔ صاحب مشکوۃ المصابیح نے ابن جوزی کی تخریج سے یہ حدیث ذکر کی کہ مسیح موعود روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیے جائیں گے (باب نزول عیسیٰ علیہ السلام ص ۴۸۰) اور خود مرزا قادیانی نے اقرار کیا کہا یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا۔ (کشتی نوح ص ۸۵)

مرزا قادیانی کا روضہ رسول میں دفن تو درکنار اس کو تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی۔ وہ لاہور میں مرا اور اس کی نعش قادیان میں منتقل کی گئی اور وہیں دفن کیا گیا اور چوں کہ یہ وصف بھی قادیانی پر منطبق نہیں ہوا حسب عادت اس کی بھی تاویلات فاسدہ کیں اور کہنے لگا کہ قبر سے مراد قبر حقیقی نہیں قبر روحانی ہے کیوں کہ اس سے اہانت رسول لازم آتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ عربوں میں یہ بات شائع اور ذائع ہے کہ وہ کبھی لفظ قبر بولتے ہیں اور اس سے مقبرہ مراد لیتے ہیں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز میں ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ادفنونی فی قبر عثمان ابن مظعون ایضا قالت عائشۃ لما حضرتھا الوفاۃ ادفنونی مع ازواج

النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایضا ان عمر قال لعبد اللہ ابن عمر اذھب الی عائشہ وسلم وقل ۔ یستاذن عمر ابن الخطاب ان یدفن مع صاحبیہ (ج ۳ ص ۳۴۹) طبع جدید کراچی۔

خود قادیانی مبلغ خادم نے اپنی کتاب میں ملا علی قاری کی یہ روایت درج کی ان عیسی بعد لبثہ فی الارض ویعود فیموت بین مکہ والمدینہ فیحمل الی المدینۃ فیدفن فی الحجر الشریفۃ (احمدیہ پاکٹ بک ص ۲۸۲) ایضا ضروری نہیں کہ فی، ہمیشہ ظرفیت کے لیے ہو بلکہ بعض اوقات قرب کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ کما فی قولہ تعالی بورک من فی النار (نمل آیت ۸) یعنی بورک من کان قریبا من النار (کبیر للرازی) لہذا حدیث کا معنی یہ ہوگا فیدفن فی قبری۔ ای قریبا من قبری اور اس معنی کی تائید ترمذی شریف کی اس روایت سے ہوتی ہے جو عبد اللہ بن سلام سے مروی ہے انہ قال وعیسی بن مریم یدفن معہ قال ابو مودود وقدیقی فی البیت موضع قبر (ترمذی) (رواہ ترمذی وقال حدیث حسن ۲۰۲/۲) (ایضا مشکوۃ ص ۵۱۴) ان دلائل قاطعہ ۔ سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی دعوی مسیحیت میں بالکل کذاب تھا اور احادیث صحیحہ میں جو اوصاف مذکور ہیں اس میں سے کوئی وصف بھی مرزا میں نہیں پایا جاتا تھا۔

اوکاڑا — استکتبہ الفقیر

۲۷/ رجب المرجب ۱۴۰۷ھ — ابو الفضل غلام علی اوکاڑوی غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مورخہ 19.2.88 بروز جمعۃ المبارک، تقریباً ساڑھے چھ بجے صبح، ریڈیو پاکستان، اسلام آباد سے پروگرام "حی علی الفلاح" میں پروڈیوسر، سرفراز قریشی نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اُمتِ مُسلمہ کے اجماعی عقیدہ کے خلاف اپنا موقف پیش کیا، جسے ملک بھر کے ریڈیو پاکستان کے سامعین نے سنا، اسی ضمن میں صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک تحریر کا بھی حوالہ، طنزیہ طور پر دیا۔ چناں چہ اس پروگرام کے نشر ہونے کے بعد بہت سے لوگوں نے پروڈیو سرمذکور کے پیش کردہ گمراہ کُن موقف کے بارے میں حضرت شیخ الاسلام مولانا ابو الفضل غلام علی اوکاڑوی کی خدمت میں استفسارات پیش کئے۔ جس کی وضاحت خطباتِ جمعہ میں کی گئی، مزید افادۂ عوام کے لیے حضرت نے یہ مختصر مقالہ قلمبند کروایا جو کہ ہدیہ ناظرین کیا جارہا ہے، اس میں کتاب وسنت اور اقوال ائمۂ امت کی روشنی میں اس مسئلہ کو تحقیقی طور پر بیان کیا گیا ہے۔

ڈائریکٹر جنرل ریڈیو پاکستان اور وزارت اطلاعات کے کارپردازان سے گزارش ہے کہ آئندہ کسی شخص کو ابلاغِ عامہ کے ذرائع غلط استعمال کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور امتِ مسلمہ میں اس طرح افتراق وانتشار برپا کرنے والے غیر ذمہ دار اشخاص کو الگ کردیا جائے۔

والسلام

بشیر احمد اشرفی، نائب مفتی

دار العلوم اشرف المدارس، اوکاڑا

۱۵۔ رجب المرجب ۱۴۰۸ ہجری

5.3.88

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# حیاتِ انبیاء و شہداء

جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ شہداء بحیات جسمانی اور روحانی زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی حیات ان سے بھی اعلیٰ ہے اور اولیائے کاملین بھی شہداء سے ملحق ہیں۔ کتاب و سنت اور مستند اکابر علماء حق سے اس کا ثبوت ذکر کیا جاتا ہے۔

(ا) قرآن حکیم میں ہے: ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ اور جو لوگ اللہ کے راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے ہو۔ اس کے ماتحت قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ : بعض علماء کے نزدیک یہ حیات شہداء کے ساتھ خاص ہے اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ شہداء سے مختص نہیں بلکہ انبیاء کی حیات ان سے زیادہ قوی ہے اور خارج میں اس کے آثار کا ظہور حیات شہداء سے بہت زیادہ ہے' یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے آپ کے وصال کے بعد نکاح جائز نہیں بخلاف شہید کے اور صدیقوں کا درجہ بھی شہداء سے بلند ہے اور صالحین یعنی اولیاء شہداء سے ملحق ہیں جیسا کہ قرآنی ترتیب اس پر دال ہے: قال اللہ تعالیٰ من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ اور اسی لیے صوفیاء علیہ نے فرمایا ارواحنا اجسادنا واجسادنا ارواحنا ہماری روحیں ہمارے جسموں کا کام کرتی ہیں اور ہمارے اجسام ہماری ارواح کا کام کرتے ہیں۔ اور بہت سے اولیاء سے بطریق تواتر ثابت ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور جسے اللہ چاہے اس کو ہدایت دیتے ہیں۔ حیات شہداء کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ یہ حیات جسمانی اور روحانی ہے اس لیے کہ صرف روحانی زندگی تو عامہ مومنین کو بھی حاصل ہوتی ہے پھر شہداء کی مزیت اور فضیلت کیوں (انتھی)۔

(۲) چناں چہ روح المعانی میں علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں واختلف فی هذه الحیاۃ فذهب کثیر من السلف الی انها حقیقة بالروح والجسد---- اس حیات میں اختلاف ہے، بہت سے سلف اس طرف گئے ہیں کہ روح اور جسم کے ساتھ حقیقی حیات ہے، مگر حواس اور مشاعر سے اس کا احساس اور ادراک نہیں ہو سکتا بلکہ وحی یا اس فراست صحیحہ سے اس کا پتہ چلتا ہے جو وحی سے ہی حاصل کی گئی ہو۔ (انتہی)

(۳) اسی طرح علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون۔ جو لوگ اللہ کے راہ میں قتل کیے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔ (آل عمران آیت نمبر ۱۶۹) جب یہ حیات اور رزق شہید کے بارے میں ثابت ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی کئی وجوہ سے ثابت ہے۔

(الف) یہ رتبہ شریفہ شہید کو اس کی کرامت کے لیے عطا فرمایا گیا ہے اور انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی کا رتبہ نہیں ہو سکتا اور اس امر میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء کا حال تمام شہداء کے حال سے اعلیٰ اور اکمل ہے، پس یہ امر محال ہے کہ شہداء کو ایک کمال حاصل ہو، اور انبیاء کو حاصل نہ ہو، خصوصا ایسا کمال جو زیادت قرب اور نعمت کا موجب ہو۔

(ب) شہداء کے لیے یہ رتبہ اس لیے حاصل ہے کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور اپنی جانیں اللہ کی راہ میں خرچ کیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کو ہمارے لیے جاری کیا اور ہمیں اس کی طرف دعوت دی اور اس کے لیے ہم کو ہدایت فرمائی باذن اللہ تعالیٰ وتوفیقہ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی اچھا طریقہ جاری کرتا ہے اس کے لیے اس کا اجر ہے اور ان لوگوں کا اجر جو قیامت تک اس پر عمل کریں گے۔ (الحدیث) نیز فرمایا جو کسی کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے اس کی پیروی کرنے والے تمام لوگوں کے اجر کے برابر اس داعی کو بھی ثواب ملے گا اور اس سے عاملین کے اجر میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ اور اس بارے میں بہت سی احادیث صحیحہ مشہورہ وارد ہیں۔ اسی لیے ہم

کہتے ہیں کہ امت کے تمام حسنات اور اعمال صالحہ اور ہر مسلمان کی عبادات ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحائف میں لکھے جاتے ہیں بلکہ وہ اجر و ثواب حضور علیہ الصلوۃ والسلام تک پہنچنے پر اس درجہ زیادہ ہو جاتا ہے کہ عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے۔

الحاصل جو ثواب تمام امت کو حاصل ہے اور قیامت تک حاصل ہوگا وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہوگا اور اس کے اندر اس قدر اضافہ ہوتا چلا جائے گا کہ وہ حد و شمار سے باہر ہے۔

(ج) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی بھی شہید ہیں کہ آپ کو خیبر میں زہر دیا گیا اور آپ نے مسمومہ بکری کا گوشت کھایا اور یہ زہر اس قدر قاتل تھا کہ بشر بن براء صحابی رضی اللہ عنہ اس کے کھاتے ہی شہید ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا فوری اثر نہ ہوا اور یہ حضور کے حق میں معجزہ تھا۔ اور وصال کے وقت وہی زہر پھر عود کر آیا۔ لہٰذا علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبوت اور شہادت کو جمع فرمایا۔ شہداء کے لیے جو حیات ثابت ہے وہ صرف ان لوگوں کے ساتھ خاص نہیں ہے جو میدانِ جنگ میں مارے جائیں بلکہ شریعت نے شہادت کی اور بھی بہت قِسمیں بیان کی ہیں اور اس طرح زہر سے وصال پانے والا بھی شہید ہوتا ہے۔ (شفاء السقام ملخصا)

## احادیث

(۱) امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے اور وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

(۲) ابو نعیم نے حلیہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے وھو قائم یصلی فیہ (اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے)۔

(۳) ابو یعلی نے اپنے مسند میں اور بیہقی نے اپنی کتاب حیاۃ الانبیاء میں روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون) انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

(۴) ابوداؤد اور بیہقی نے اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا : جمعہ کا دن تمہارے افضل ایام سے ہے۔ لہٰذا جمعہ کے روز مجھ پر درود شریف کی کثرت کیا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ہمارا درود اس وقت آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب وصال کے بعد آپ کا جسم بوسیدہ ہو جائے گا؟ پس حضور نے فرمایا ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (تحقیق اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔) احادیث مذکورہ سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کے اجساد شریفہ بالکل محفوظ ہیں اور وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ وصال کے بعد وہ اس نماز کے مکلف تو نہیں ہیں' مگر لذت اور سرور حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔

(۵) بیہقی نے شعب الایمان میں اصبہانی نے ترغیب میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر پر درود شریف پڑھتا ہے اسے میں بلاواسطہ سنتا ہوں اور غائبا مجھ پر پڑھا جاتا ہے وہ بھی مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔

(۶) امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کی کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک ایسا فرشتہ مقرر فرمایا ہے جو تمام مخلوقات کی باتیں سنتا ہے پس جو کوئی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے وہ اس کو مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔

(۷) بیہقی' حیاۃ الانبیاء اور اصبہانی' ترغیب میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں' انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا علم میرے وصال

کے بعد ایسا ہی ہے جیسا کہ حیات میں اور بیہقی کے لفظ یہ ہیں کہ فرشتہ مجھ کو درود پڑھنے والے کے نام اور نسب سے خبر دیتا ہے پس میں اس کو نورانی صحیفہ میں ثبت کرلیتا ہوں۔

اس کے علاوہ مزید احادیث بھی حیات انبیاء پر شاہد ہیں جنہیں بیہقی نے جز حیاۃ الانبیاء اور امام جلال الدین سیوطی نے انباء الاذکیاء میں ذکر کیا ہے۔

## اقوال ائمہ دین

۱۔ بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں فرمایا: الانبیاء بعد ماقبضوا ردت الیھم ارواحھم فھم احیاء عند ربھم کشھداء (انبیاء علیہم السلام کی ارواح قبض کے بعد ان کی طرف لوٹادی جاتی ہیں پس وہ اپنے رب کے ہاں شہداء کی طرح زندہ ہیں۔)

۲۔ قرطبی نے تذکرہ میں فرمایا' فی حدیث نقلا عن شیخہ۔ موت عدم محض نہیں وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال ہے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل اور موت کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' رزق دیے جاتے ہیں اور خوش ہیں اور اپنے سے پیچھے آنے والوں کے لیے بھی بشارت کے طلب گار ہیں اور یہ ہی صفت دنیا میں زندوں کی ہوتی ہے۔ جب یہ باتیں شہداء کے بارے میں ثابت ہیں تو انبیاء اس کے زیادہ مستحق اور لائق ہیں۔ اور یہ بات صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی ہے۔ اور معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس میں تمام نبیوں کے ساتھ جمع ہوئے اور ان کی امامت فرمائی۔ اسی طرح آسمانوں میں نبیوں سے ملاقات فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا۔ اور حضور نے خبر دی کہ وہ ہر سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں....

تو ان تمام امور سے یہ بات یقیناً معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت صرف بایں معنی ہے کہ وہ ہماری ظاہری نظروں سے پوشیدہ ہیں' ہم ان کا ادراک نہیں کرسکتے ہیں اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں۔ جیسا کہ ملائکہ زندہ موجود ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو وصال کے بعد ہم میں سے کوئی آدمی نہیں دیکھ سکتا ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ اپنے

دوستوں سے اس اکرام واحسان سے خاص فرمالے۔

(۳) استاد ابو منصور عبدالقاہر بغدادی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلمین نے فرمایا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصال زندہ ہیں اور اپنی امت کی طاعت سے خوش ہوتے ہیں اور گناہ گاروں کے گناہوں سے مغموم ہوتے ہیں۔

(۴) شیخ عفیف الدین یافعی نے فرمایا کہ اولیاء پر ایسے احوال وارد ہوتے ہیں کہ وہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ولا ینکرہ الا جاھل

(۵) علامہ زرقانی شارح مواہب فرماتے ہیں کہ انبیاء اپنی قبروں میں حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں، کھاتے پیتے ہیں اور قبروں میں نفع اٹھاتے ہیں۔ کما یلیق بشانھم (زرقانی ج ۶ ص ۷۳) ایضا امام سبکی نے اپنے طبقات میں ابن فورک سے نقل فرمایا انه علیه السلام حی فی قبرہ رسول اللہ ابد الاباد علی الحقیقة لا المجاز۔ یعنی حضور علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ تک حقیقۃً اللہ کے رسول ہیں نہ مجازاً اس لیے کہ وہ اپنی قبر میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

ابن عقیل حنبلی نے فرمایا ویضاجع ازواجه ویستمتع بهن اکمل من الدنیا وحلف علی ذالک وھو ظاھر ولا مانع منه (زرقانی ج ۶ ص ۱۶۹)۔ (حیات انبیاء کے مسئلہ میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں اور دیگر علمائے اہلسنّت پر اعتراض کرنے والے حضرات بنظر انصاف ان عبارات کو ملاحظہ کریں اور اہل حق پر بے جا اعتراض اور تنقید سے اجتناب کریں۔)

(۶) شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں : باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر۔ یعنی اتنے اختلافات اور کثرت مذاہب کے باوجود جو کہ علمائے امت میں واقع ہیں، اس مسئلہ میں کسی شخص کو بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ

وسلم بلا شائبہ مجاز اور توہم تاویل، بحیات حقیقی زندہ اور باقی ہیں اور اعمال امت پر حاضرو ناظر۔۔۔ (مکتوب اقرب السبل برحاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۶۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی وہ نامور محدث ہیں جنہوں نے برصغیر میں اپنے دور میں حدیث شریف کی بے مثال خدمت کی ہے اور تھانوی صاحب نے اپنے ملفوظات میں لکھا ہے کہ حضرت محدث دہلوی صاحب، حضوری تھے اور ہر شب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ شیخ نے اس مسئلے کو شرح مشکوۃ اور مدارج، جذب القلوب وغیرہ اپنی تصنیفات میں اس طرح صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شیخ کے زمانے تک حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں امت کا اجماع تھا۔ منکرین بعد ان کے بعد پیدا ہوئے۔

بانی دیو بند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "آب حیات" کے نام سے لکھا ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ انبیاء کی حیات شہداء سے بڑھ کر ہے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کا نکاح حضور سے بدستور قائم ہے اور آپ کے اموال آپ ہی کی ملک میں باقی ہیں اور ورثاء کو اختیار تقسیم اموال نہیں۔ بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہاں (انبیاء) میں استتار حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں (عوام) میں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے......اور شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جناب باری نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جدا خطاب کر کے فرمایا انک میت اور سوائے آپ کے اوروں کو بھی جدا ارشاد فرمایا انھم میتون یعنی حضور کی موت اور دوسرے لوگوں کی موت ایک جیسی نہیں ہے جیسا کہ حضور کی نیند اور مومنین کی نیند میں فرق ہے اور نیند کو موت کی بہن کہا گیا ہے۔ (ص ۲۸) اور دوسری جگہ لکھا ہے، حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مومنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے، اس لیے وقت موت حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زائل نہ ہوگی ہاں مستور ہوجائے گی.......... استتار حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مذہب حکماء اس کا نور مستور ہوجاتا ہے، زائل نہیں ہوتا یا مثل شمع چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس کو کسی ہنڈیا اور مٹکے میں رکھ کر اوپر

سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے' زائل نہیں ہو جاتا۔

اب آیات قرآنی اور احادیث نبویہ اور مذکورہ اقوال علماء کو پیش نظر رکھ کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدہ کو ملاحظہ فرمائیں اور پھر سوچیں حیات انبیاء کے مسئلے میں فاضل بریلوی نے قرآن حدیث بدلا ہے یا ان پر ناجائز اعتراض کرنے والے ناقدین نے؟

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے    مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات    مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا    جسم پر نور بھی روحانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح    اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا    صدق وعدہ کی قضاء مانی ہے

(حدائق بخشش دوم)

فقیر ابو الفضل غلام علی اوکاڑوی غفرلہ
(شیخ الحدیث دار العلوم اشرف المدارس اوکاڑا)
۳ر مارچ ۱۹۸۸ء

وسلم بلا شائبہ مجاز اور توہم تاویل، بحیات حقیقی زندہ اور باقی ہیں اور اعمال امت پر حاضر و ناظر۔۔۔ (مکتوب اقرب السبل بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۶۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی وہ نامور محدث ہیں جنہوں نے برصغیر میں اپنے دور میں حدیث شریف کی بے مثال خدمت کی ہے اور تھانوی صاحب نے اپنے ملفوظات میں لکھا ہے کہ حضرت محدث دہلوی صاحب، حضوری تھے اور ہر شب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ شیخ نے اس مسئلے کو شرح مشکوۃ اور مدارج، جذب القلوب وغیرہ اپنی تصنیفات میں اس طرح صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شیخ کے زمانے تک حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں امت کا اجماع تھا۔ منکرین بعد ان کے بعد پیدا ہوئے۔

بانی دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "آب حیات" کے نام سے لکھا ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ انبیاء کی حیات شہداء سے بڑھ کر ہے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کا نکاح حضور سے بدستور قائم ہے اور آپ کے اموال آپ ہی کی ملک میں باقی ہیں اور ورثاء کو اختیار تقسیم اموال نہیں۔ بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہاں (انبیاء) میں استتار حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں (عوام) میں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے......... اور شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جناب باری نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جدا خطاب کر کے فرمایا انک میت اور سوائے آپ کے اوروں کو بھی جدا ارشاد فرمایا انھم میتون یعنی حضور کی موت اور دوسرے لوگوں کی موت ایک جیسی نہیں ہے جیسا کہ حضور کی نیند اور مومنین کی نیند میں فرق ہے اور نیند کو موت کی بہن کہا گیا ہے۔ (ص ۲۶۸) اور دوسری جگہ لکھا ہے، حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مومنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے، اس لیے وقت موت حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زائل نہ ہوگی ہاں مستور ہو جائے گی......... استتار حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مذہم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے، زائل نہیں ہوتا یا مثل شمع چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس کو کسی ہنڈیا اور مٹکے میں رکھ کر اوپر

سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے' زائل نہیں ہو جاتا۔

اب آیات قرآنی اور احادیث نبویہ اور مذکورہ اقوال علماء کو پیش نظر رکھ کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدہ کو ملاحظہ فرمائیں اور پھر سوچیں حیات انبیاء کے مسئلے میں فاضل بریلوی نے قرآن حد ت ۔ بدلا ہے یا ان پر ناجائز اعتراض کرنے والے ناقدین نے؟

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے ۔۔۔ مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات ۔۔۔ مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا ۔۔۔ جسم پر نور بھی روحانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح ۔۔۔ اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا ۔۔۔ صدق وعدہ کی قضاء مانی ہے

(حدائق بخشش دوم)

فقیر ابوالفضل غلام علی اوکاڑوی غفرلہ ۔۔۔ ۳ر مارچ ۱۹۸۸ء

(شیخ الحدیث دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑا)

# نبوت کی ذاتی اور عرضی کی طرف تقسیم باطل ہے

## نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

★ اہلِ سنت اس بات کے قائل ہیں کہ ہر صاحبِ کمال کو جو کمال ملا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملا ہے لیکن واسطے اور عرض میں فرق ہے مثلاً ادراک کلیات و جزئیات انسان کو بواسطہ نطق عارض ہے تو ناطق عارض نہیں بلکہ واسطہ ہے یونہی ماشی ہونا انسان کو بواسطہ حیوان عارض ہے تو حیوان واسطہ ہے عارض ہے۔

★ نبوت کی ذاتی، عرضی کی طرف تقسیم بالکل خود ساختہ ہے، کتاب و سنت اور اہلِ سنت کی معتبر دینی کتابوں میں یہ تقسیم موجود نہیں ہے۔ چناں چہ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی نے خود اس کا رد کیا ہے، انہوں نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام ص ۲۰۶ پر لکھا ہے:

و اما الختم بمعنی انتهاء ما بالعرض الی ما بالذات فلا یجوز ان یکون ظهر هذه الایة لان هذا المعنی لا یعرفه الا اهل المعقول و الفلسفة والتنزیل نازل علی متفاهم لغة العرب لا علی الذهنیات المخرجة (بحوالہ التنویر لدفع ظلام التحذیر)

لیکن ختم کے یہ معنی کہ ما بالعرض کا قصہ ما بالذات پر ختم ہو جاتا ہے پس نہیں جائز کہ یہ آیت کا ظاہر ہو کیوں کہ یہ معنی صرف اہل معقول اور اہل فلسفہ کے ہاں ہی معروف ہیں اور قرآن لغت عرب کے متفاهم پر اترا ہے نہ کہ ذہنیات مخرجہ پر۔

یہی دیوبندی علامہ اپنی کتاب خاتم النبیین کے ص ۳۸ پر رقم طراز ہیں:

واراده مابالذات وما بالعرض عرف فلسفه است نه عرف
قرآن مجید وحوار عرب و نظم را ہیچگونہ ایماء و
دلالت بر آن۔ اور مابالذات اور مابالعرض کا ارادہ عرف فلسفہ ہے
نہ عرف قرآن مجید اور محاورہ عرب اور نظم قرآن کی نانوتوی کے اس
من گھڑت معنی پر دلالت ہے نہ ایماء۔

★ اگر نانوتوی صاحب اور اس کی اس کفریہ عبارت کی تاویل کرنے والے اس کے نادان دوستوں کی بات تسلیم کرلی جائے تو اس پر ایسے صریح مناقضات وارد ہوتے ہیں جنہیں تسلیم کے بعد دین اسلام سے کچھ تعلق ہی نہیں رہتا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا صرف نبوت بالعرض ہی نبوت بالذات پر جاکر ختم ہوجاتی ہے یا ہر کمال حضور کی ذات پر ختم ہوجاتا ہے؟ اس کی مثال اولاً تو ہم نانوتوی کے مسلمہ اصول ہی سے پیش کرتے ہیں کہ ہر مومن ایمان کے ساتھ بالعرض موصوف ہے اور مومن بالذات صرف حضور ہی کی ذات ہے' تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضور کے بعد کوئی مومن نہیں ہے۔ کیوں کہ موصوف بِالعرض کا قصہ موصوف بِالذات پر ختم ہوجاتا ہے' اس طرح تقویٰ' دیانت' امانت' عدل و انصاف جملہ کمالات کا اصل و منبع باصطلاح نانوتوی موصوف بالذات حضور علیہ السلام ہی ہیں۔ لہٰذا نانوتوی اور اس کے تمام اَذناب و اَتباع کے نزدیک حضور کے بعد نہ کوئی مومن ہوسکتا ہے' نہ متقی' نہ قطب و غوث وغیرہ اور نہ کوئی اور صاحبِ کمال' غور سے پڑھو اور سمجھو کذالک العذاب ولعذاب الاخرۃ اشد وابقی......

★ علامہ فاسی کی جو عبارت خالد محمود نے نقل کی ہے اس عبارت میں نبوت ذاتی اور عرضی کا مطلقاً کوئی ذکر نہیں ہے۔ فقط اتنا ہے کہ داعی حقیقی حقیقت احمدیہ ہے اس سے باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا عرضی ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔

ایضا مسئلہ حاضر ناظر میں اہل سنت' شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اور بعض دوسرے حضرات کی جو عبارات پیش کرتے ہیں کہ حقیقتِ محمدیہ عالم کے ذرے ذرے میں موجود ہے اور اس سے ثابت کرتے ہیں کہ روحانی اور نورانی طور پر ہر جگہ حضور کی

جلوہ گری ہے تو مولوی منظور سنبھلی نے کئی مقامات پر جواب سے عاجز آکر اس مقام پر یہ گوہر افشانی فرمائی ہے کہ، حقیقتِ محمدیہ مرتبہ وجوب سے ہے مرتبہ امکان سے نہیں۔ تو ہم بھی دریافت کرتے ہیں کہ علامہ فاسی کی ذکر کردہ حقیقت احمدیہ درجہ وجوب سے ہے یا امکان سے؟ بینوا بالدلیل وان لم یکن عندکم دلیل فتوبوا الی الرب الجلیل

★ تحذیر الناس کی حمایت کرنے والوں میں سے سنبھلی اور اس کے رفقاء نے لکھا ہے کہ تحذیر الناس کی ص ۳ کی عبارت میں صرف خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کے حصر کا انکار کیا گیا ہے، ختم زمانی کا انکار نہیں کیا گیا ہے۔ یہ وہابیہ کا سراسر تحکم اور زیادتی ہے۔ تحذیر الناس اردو زبان میں لکھی ہوئی کتاب ہے۔ کوئی عامی سے عامی اردو پڑھنے والا شخص بھی اس سے حصر نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی اس میں حصر کا کوئی لفظ ہے، علاوہ بریں حامیانِ تحذیر نے جو یہ لکھا ہے کہ یہاں عوام سے مراد غیر انبیاء اور غیر صحابہ ہیں، اس کی بھی کتاب میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہم پشاور سے لے کر کلکتہ تک رہنے والے تمام وہابیہ دیابنہ سے دریافت کرتے ہیں کہ جب تمہارے نزدیک خاتم النبیین کے تین معنے ہیں، رتبی، مکانی، زمانی تو آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین قطعی الثبوت تو یقیناً ہے لیکن وہ تمہارے معانی کے مطابق قطعی الدلالتہ نہ رہی، تو قرآن پاک سے حضور کے لیے خاتم النبیین ہونے کا ثبوت قطعی نہ رہا اس سے بڑھ کر بے دینی کیا ہے؟ کہ وہی آیت جس سے قادیانیوں کے مقابلہ میں یہ ثابت کرتے ہو کہ حضور علیہ السلام کی ختم نبوت قطعی اور اجماعی ہے، تمہارا یہ دعویٰ کیسے صحیح رہا؟ اور قرآن حکیم کی کوئی دوسری آیت اس دعویٰ کے ثبوت پر تم پیش نہیں کرسکتے۔ رہا معاملہ جناب پیر کرم شاہ ازہری اور خواجہ قمر الدین صاحب سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کا، تو ان ہر دو حضرات نے تمہارے ذکر کردہ سابق موقف سے رجوع کر لیا ہے۔ خواجہ صاحب مرحوم نے ایک تحریر مفتی ظفر علی صاحب نعمانی کو دی اور ایک خط حافظ نعمت علی صاحب سیالوی (مالک مکتبہ فریدیہ ساہیوال) کو تحریر فرمایا اور اس کی متعدد نقول حافظ صاحب نے بعض علماء کو بھیجیں۔ اس خط کی نقل کتاب ''دعوتِ فکر'' (مرتبہ مولانا محمد منشا تابش صاحب) اور یہاں مجموعہ رسائل میں بھی

چھپ گئی ہے۔ رہا معاملہ بعض لوگوں کا لفظ بالفرض دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ قضیہ فرضیہ وہمیہ ہے، اس کا ردِ بلیغ ہم اپنے رسالے "التنویر لدفع ظلام التحذیر" میں کر چکے ہیں، اسے ملاحظہ فرمائیں۔ نانوتوی نے بالفرض کا لفظ خواہ مخواہ بلا ضرورت یا فریب دہی کے لیے ذکر کیا ہے، چناں چہ امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی پر اعتراض فضول ہے۔ نانوتوی کی اس عبارت کا ماسبق دیکھو کہ اگر ختم بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے ذکر کیا ہے....

نیز شرح مطالع کی جو عبارت ذاتی کے معنی بیان کرتے ہوئے آٹھ معنوں میں سے صرف ایک چھٹا معنی جو علامہ خالد محمود صاحب نے تحریر کیا ہے وہاں پر صرف کلی ذاتی اور عرضی کے معانی بیان کیے گئے ہیں۔ مذکورہ وجہ میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس میں نبوت کی دو قسمیں کی گئی ہوں، نبوت ذاتی اور نبوت عرضی۔ ہمارا مطالبہ بدستور باقی ہے کہ کتاب و سنت یا دیگر کتبِ معتبرہ دینیہ سے یہ ثابت کرو کہ نبوت کی ایک قسم عرضی بھی ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام کو جملہ کمالات حضور کے واسطے سے ملے ہیں، مگر ان سب کی نبوتیں ذاتی ہیں کسی کو عرضی نہ کہا گیا ہے، نہ کہا جاسکتا ہے۔ چناں چہ ہم اس سے پہلے، واسطے اور عرض کا فرق بیان کر چکے ہیں، علاوہ ازیں اس سے پہلے یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ دیوبندی علامہ انور شاہ نے بھی نبوت کی ایسی تقسیم پر شدید طنز کیا ہے۔

نانوتوی صاحب تو خاتم کا معنی ختم رتبی بیان کر رہے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہی معنی حضور کے شایانِ شان ہے۔ اور تحذیر الناس کے مؤلین کہتے ہیں کہ یہاں پر جو لکھا ہے کہ خاتمیتِ محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا" اس سے مراد وہی خاتمیت ہے جو نانوتوی صاحب کی مختار ہے، تو اب بتاؤ یہاں بالفرض کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ خاتمیت رتبی تو بغیر بالفرض کے بھی باقی رہتی ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ جب نانوتوی کے نزدیک ختمِ زمانی، ختمِ رتبی کو لازم ہے تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر بالفرض کوئی اور نبی تجویز کیا جائے تو پھر ظاہر ہے کہ خاتمیتِ زمانی باطل ہو جائے گی اور لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہوتا ہے۔ کما لا یخفی علی من لہ ادنی علم بھذا الاصطلاح۔

اس بارے میں بھی ہم اپنے رسالہ التنویر میں بالتفصیل لکھ چکے ہیں اور نانوتوی کی اس عبارت کو قضیہ وہمیہ کہہ کر جان چھڑانے والوں کی پوری علمی سرکوبی کر چکے ہیں۔ مزید طالبانِ تحقیق اس رسالے کو غور سے پڑھیں اور خدا سے ڈریں اور عقائد کفریہ صریحہ سے بصدقِ قلب توبہ کریں، آخر ایک دن خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ یوفقنا اللہ وایاکم ان نخاف اللہ و نستغفرہ و نتوب الیہ وصلی اللہ علی حبیبہ محمد خاتم النبیین والہ واصحابہ اجمعین۔

استکتبہ الفقیر، ابوالبیان غلام علی غُفرلہٗ اشرفی اوکاڑوی

خادم التفسیر والحدیث

جامعہ حنفیہ دارالعلوم اشرف المدارس، اوکاڑا

۹ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

کتبہ بشیر احمد اشرفی

نائب مفتی،

دارالعلوم اشرف المدارس،

اوکاڑا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تلخیص المسائل (مسائلِ ضروریہ)

○ ہوائی جہاز میں نماز جائز ہے گو ہوا میں میں اڑتا ہے مگر پھر بھی نمازی تو جہاز کے تختوں پر ہوتا ہے اور قطب نما وغیرہ سے قبلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے اور جہاز کا سرکاری عملہ بھی تعاون کرتا ہے۔ (فتاوی نوریہ ج ۱ ص ۱۹)

○ کشتی پر نماز جائز ہے کیوں کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے بعض علماء نے چلتی ہوئی ریل گاڑی پر بھی نماز کے ادا کرنے کو جائز قرار دیا ہے اس لیے کہ چلتی ریل، ٹرین پر سوار کے لیے بمنزلہ زمین اور کمرہ کے ہو گی لان السفینة بمنزلة الارض (فتاویٰ نوریہ ص ۸۷، ج ۱)۔ (ریل گاڑی میں نماز کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے، احتیاط یہ ہے کہ چلتی گاڑی میں جو فرض ادا کئے جائیں وہ گاڑی سے اترنے کے بعد دُہرا لیے جائیں)۔

○ جو شخص اپنی داڑھی حدِ شرع یعنی ایک مُشت سے کم کرا دیتا ہے وہ فاسقِ مُعلن ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور اس کو امام بنانا گناہ ہے، جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں ان کا اعادہ (دہرانا) واجب ہے۔ کالر دار قمیص اور پتلون کٹ پاجامہ فاسقوں کی وضع ہے اس سے امام کو پرہیز کرنا چاہئے۔ (فتاوی فیض الرسول ص ۲۹۳) اور اسی طرح فتاوی رضویہ جلد ثانی ص ۲۱۹ پر زید کے استفتاء میں ہے کہ جو شخص اپنی داڑھی مقدار سے کم رکھتا ہے، ہمیشہ ترشواتا ہے اس کا امام کرنا شرعی کیا حکم رکھتا ہے؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں، وہ (یعنی داڑھی حدِ شرع سے کم رکھنے والا) فاسق معلن ہے اور اسے امام کرنا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ غنیہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون۔ ایضا فتاوی فیض الرسول ص ۳۰۳۔

○ صدقات واجبہ اور زکوۃ کے صحیح مصارف فقراء و مساکین وغیرہ ہیں کما قال اللہ

تعالیٰ' انما الصدقات للفقراء والمساکین (پ ۱۰) اور غرباء و مساکین جو علم دین حاصل کرتے ہیں ان کو دینے میں ایک کے بدلے کم سے کم سات سو کا ثواب ہے ھکذافی الجزء الرابع من الفتاوی الرضویہ (ص ۵۰۰) لہٰذا ایسے طلباء کو دینے کے لیے (اہل سنت کے) تمام مدارسِ دینیہ میں زکوٰۃ وغیرہ بھیجنا جائز بلکہ افضل ہے' خواہ وہ مدارس یتیم خانہ سے موسوم ہوں یا نہ ہوں بلکہ جن مدارس میں غریب طلباء نہ پڑھتے ہوں ان میں بھی حیلۂ شرعی کے بعد زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جائز ہے۔ ھکذا فی الجزء الثانی من ردالمحتار' فتاوی فیض الرسول' ص ۲۸۶

○ علماء کی عزت و توقیر ارشاداتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یستخف بحقھم الا منافق۔ (ترجمہ) علماء کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسری حدیث میں ہے' فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' لا یستخف بحقھم الا منافق بین النفاق (ترجمہ) ان کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا منافق رواہ ابو الشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس من امتی من لم یعرف لعالمنا حقہ۔ (ترجمہ) جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔ رواہ احمد والحاکم والطبرانی فی الکبیر عن عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ (فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۲۰)

○ نمازِ جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت حدیثِ نبوی سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً ہے اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔ (ترجمہ) یعنی جب میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔ (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۰۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۰' سنن ابن ماجہ ص ۱۰۹' مرقات ج ۴ ص ۵۹) میں ہے۔ قال ابن حجر و صححہ ابن حبان۔ یعنی ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ بدائع صنائع ج ۱ ' ص ۳۱۱ میں ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ پر نماز پڑھا چکے تو حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی، دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصلوۃ علی الجنازۃ لا تعادواولکن ادع للمیت واستغر لہ۔ (ترجمہ) یعنی جنازہ پر دوبارہ نماز نہیں پڑھی جاتی مگر اس میت کے لیے (جس پر ابھی ابھی نمازِ جنازہ پڑھی گئی ہے) دعا و استغفار کرلو۔ (وھذا نص فی الباب کما قال ملک العلماء علیہ الرحمہ) نیز بدائع کہ اسی صفحہ اور مبسوط سرخسی ج ۲، ص ۶۷ میں ہے کہ حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک جنازہ پر نماز سے رہ گئے تو اسی جنازہ پر حاضر ہو کر اس کے لیے استغفار کیا۔ نیز ان دونوں کتابوں کے انہیں صفحات میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ سے رہ گئے تو حاضر ہو کر بولے ان سبقتمونی بالصلوۃ علیہ فلا تسقبونی بالدعاء لہ۔ (ترجمہ) آپ لوگوں نے اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز میں مجھ سے پہل کرلی ہے تو ان کے لیے دعا کرنے میں تو مجھ سے پہل نہ کرو۔ اس سے صاف صاف ثابت ہے کہ صحابہ کرام بعد از نمازِ جنازہ دعا کیا کرتے تھے۔

○ متولی، امام اور خادم مسجد کے گھروں کے لیے مسجد کی چیز استعمال کرنا ناجائز ہے یعنی آباد مسجد کے لیے وقف شدہ شئی مثلاً چراغ، پنکھا وغیرہ جو مسجد میں استعمال کی جاتی ہو وہ کسی اور جگہ استعمال کرنی جائز نہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد مبین ہے : ان المسجد للہ۔ (ترجمہ) کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں تو بلا اجازتِ شرعیہ کوئی شخص بھی مسجد کی کسی چیز کو کسی جگہ استعمال نہیں کرسکتا۔ فقہاء کرام نے بطور تمثیل تصریح فرمادی ہے کہ کوئی شخص مسجد کا چراغ اپنے گھر نہیں لے جاسکتا۔ خلاصہ الفتاوی ج ۱ ص ۲۲۹، فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۳۴۹ میں بالفاظ متفقہ ہے۔ والنظم منھما ولا یحمل الرجل سراج المسجد الی بیتہ بلکہ یہاں تک بھی تصریح فرمادی کہ متولی مسجد کو بھی یہ حق حاصل نہیں۔ فتاوی قاضی خاں ص ۷۱۳، خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص ۴۲۳، بحرالرائق ج ۲ ص ۲۵۰، فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۳۴۹ بالفاظ متقاربہ ہے۔ متولی المسجد لیس لہ ان یحمل سراج المسجد الی

بیته.........

○ مسجد میں گم شدہ چیز کے تلاش کرنے کی ممانعت میں حدیثیں۔

مسند امام الائمہ، سراج الامہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع المسانید ص ۴۴۲ میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا ینشد بعیرا فی المسجد فقال لا وجدت ان المسجد لمابنی لہ

ترجمہ : بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا ایک آدمی کو جو دریافت کر رہا تھا گم شدہ اونٹ کو مسجد میں، پس فرمایا نہ پائے تو۔ بے شک مسجدیں اسی چیز کے لیے ہیں جو بناء کی گئی ہیں واسطے اسی کے۔ سنن ابن ماجہ ص ۵۶، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۰، سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۴۴۷ میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا مروی ہے اور کتاب الاثار قاضی الشرق والغرب امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۱۹۹ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا مروی ہے والنظم من صحیح مسلم۔ ان رجلا نشد فی المسجد فقال من دعا الجمل الاحمر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا وجدت انما بنیت المساجد لمابنیت لہ

ترجمہ : بے شک ایک مرد نے دریافت کیا مسجد میں، پس کہا کون پتا دیتا ہے مجھے اونٹ سرخ کا؟ پس فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پائے تو۔ جز ایں نیست کہ بنا کی گئیں ہیں مسجدیں واسطے اس کے جو بناء کی گئی ہیں واسطے اسی کے۔ ج ۱ ص ۴۴ نوریہ (یعنی جس مقصد اور کام کے لیے مسجدیں بنائی گئی ہیں، اسی کام اور مقصد کے لیے ہیں)

سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۴۴۷، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۶، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۶۸، صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۲۱۰ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے من صحیح مسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المسجد لم تبن لھذا

ترجمہ : فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سنے کسی مرد کو دریافت کرتا اپنی گم شدہ

چیز کو مسجد میں، پس چاہئے کہ کہے نہ واپس کرے اللہ تعالیٰ تجھ پر، اس لیے کہ بے شک مسجدیں نہیں بناء کی گئی ہیں واسطے اس کے۔

○ تعمیر مسجد کے بعد ضروریات مسجد سے امام اول نمبر پر ہے، نیز تعمیر مسجد سے فارغ رقم سے امام کا مکان بنانا جائز ہے، یونہی دیگر ضروریات پانی چٹائی وغیرہ میں بھی وہ رقم صرف کی جاسکتی ہے، کیوں کہ مسجد کی صرف ظاہری تعمیر کا کوئی اعتبار نہیں، جب تک کہ اس کی معنوی اور حقیقی تعمیر نہ ہو۔ فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۰ میں ہے : الذی یبداء من ارتفاع الوقف عمارتہ شرط الواقف ام لاثم الی ماھوا قرب الی العمارۃ واعم للمصلحۃ کالامام للمسجد والمدرس للمدرسۃ یصرف الیھم بقدر کفایتھم ثم السراج والبسط کذلک الی آخر المصالح۔ فتاوی شامی ج ۳ ص ۳۷۶ میں ہے وھو عمارتہ المعنویۃ التی ھی قیام شعائرہ (ثم کما فی الھندیہ) بحر الرائق ج ۵ ص ۲۱۳۔

○ ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں درود شریف اور تیسری رکعت کی ابتدا میں ثنا اور تعوذ نہ پڑھا جائے اور باقی سنتوں اور نفلوں میں پڑھا جائے۔

منیتہ المصلی نیز غنیتہ المستملی ص ۳۲۲ ص ۳۲۷ ص ۳۷۷، بحرالرائق ج ۱ ص ۳۲۷، ج ۲ ص ۴۹ ج ۲، حاشیتہ الطحاوی ص ۲۳۵ والنظم من البحر بخلاف النوافل سنۃ کانت اوغیر ھافانہ یاتی بالثناء والتعوذ فیہ کالاول لان کل شفع صلوۃ علیحدۃ ولذا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعود الاول الخ

○ رہن میں کسی طرح کے نفع کی شرط بلاشبہ حرام اور خالص سود ہے بلکہ ان دیار میں مرتہن کا مرہون سے انتفاع بلا شرط ہی حقیقتاً بحکم عرف انتفاع بالشرط ربائے محض ہے۔

○ حدیث پاک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : ایۃ المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعد خلف واذا اتمن خان او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم، فان الحدیث فی المعنی کثیرہ

ترجمہ : منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے جھوٹ کہے اور جب وعدہ کرے

خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے۔ اگر اس حالت میں مرگیا اور دین لوگوں کا اس پر باقی رہا، اس کی نیکیاں ان کے مطالبہ میں دی جائیں گی اور کیوں کر دی جائیں گی تقریبا تین پیسہ دین کے عوض سات سو نمازیں باجماعت کما فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار و العیاذ باللہ العزیز الغفار۔ جب اس کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی، ان کے گناہ اس کے سر پر رکھے جائیں گے (ویلقی فی النار) اور آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ حکم عدل ہے اور اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرتا جب تک بندے خود معاف نہ کریں۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۳۔)

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ملعون من سال بوجہ اللہ و ملعون من سئل بوجہ اللہ ثم منع سائلہ یسال ھجرا

(ترجمہ): ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگے اور ملعون ہے جس سے اللہ کا واسطہ دے کر مانگا جائے پھر اس سائل کو نہ دے جبکہ اس نے کوئی بے جا سوال نہ کیا ہو۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جس سے خدا کا واسطہ دے کر کچھ مانگا جائے اور وہ دے تو اس کے لیے ستر نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تم سے اللہ کا واسطہ دے کر مانگے اسے دو اور اگر نہ دینا چاہو تو اس کا بھی اختیار ہے۔ (رواہ امام ترمذی عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے سے سوا جنت کے کچھ نہ مانگا جائے۔ (رواہ ابوداؤد عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔سند صحیح)

○ مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننا منع ہے۔ (رواہ مسلم عن ابی ھریرہ کا باب)

حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ

نھی عن خاتم الذھب۔ مزید تاکید کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، آپ نے اس کو اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے کو اپنے ہاتھ میں لینے کا قصد کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا، جاؤ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور اس سے نفع حاصل کرو، اس نے کہا خدا کی قسم جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہو، اس کو میں کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔ (مسلم شریف)

○ مسجد کو چونے اور گچ سے منقش کرنا جائز ہے، سونے اور چاندی سے نقش و نگار کرنا بھی جائز ہے، جب کہ کوئی شخص اپنے مال سے ایسا کرے۔ مال وقف سے ایسا نہیں کرسکتا بلکہ متولی مسجد نے اگر مال وقف سے سونے چاندی کا نقش کرایا تو اسے تاوان دینا ہوگا۔ ہاں اگر بانی مسجد نے نقش کرایا تھا، جو خراب ہوگیا ہے تو متولی مسجد، مالِ مسجد سے بھی نقش و نگار کراسکتا ہے۔

○ مسئلہ : مسجد میں درس دینا جائز ہے اگرچہ بوقت درس کی جانمازوں اور چٹائیوں کو استعمال کرتا ہو۔ مسجد میں کھانا کھانا، سونا، معتکف کو جائز ہے، غیر معتکف کے لیے مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد میں کھانا یا سونا چاہتا ہو تو وہ بہ نیت اعتکاف مسجد میں داخل ہو اور ذکر کرے یا نماز پڑھے، اس کے بعد وہ کام کرسکتا ہے۔ (عالمگیری)

○ مسئلہ : جامع مسجد میں تعویذ بیچنا، ناجائز ہے، جیسا کہ تعویذ والے کیا کرتے ہیں کہ اس کا ہدیہ یہ ہے، اتنا دو اور تعویذ لے جاؤ۔ (عالمگیری)

○ مسئلہ : مسجد میں عقد نکاح کرنا مستحب ہے (عالمگیری) مگر یہ بات ضروری ہے کہ بوقت نکاح شور و غل اور ایسی باتیں جو احترام مسجد کے خلاف ہیں، نہ ہونے پائیں، اگر ایسا اندیشہ ہو پھر عقد نکاح مسجد میں نہ ہو کیوں کہ یہ آداب مسجد کے خلاف ہے۔

○ جس کے بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو، وہ مسجد میں نہ جائے۔ (عالمگیری)

○ مسئلہ : جب مسجد میں داخل ہو تو سلام کرے بشرطیکہ جو لوگ وہاں موجود ہیں ذکر و

درس میں مشغول نہ ہوں اور اگر وہاں کوئی نہ ہو یا جو لوگ وہاں موجود ہیں وہ مشغول ہیں تو یوں کہے السلام علینا من ربنا و علی عباداللہ الصالحین۔

○ مسئلہ : وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔ جب گھر میں داخل ہو اور کوئی گھر میں نہ ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرے (شفا)۔ اس لیے کہ حضور کی روح اہل اسلام کے گھر میں حاضر ہوتی ہے۔ (شرح شفاء، ملا علی قاری)

○ مسئلہ : مسجد میں لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔ گم شدہ اشیاء کو مسجد میں نہ ڈھونڈے۔ ذکر کے سوا آواز بلند نہ کرے، دنیا والی باتیں نہ کرے، جگہ کے متعلق کسی سے جھگڑا نہ کرے، اس طرح نہ بیٹھے کہ دوسروں کے لیے جگہ میں تنگی ہو، نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔

○ مسئلہ : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینے میں تین سانس لیتے تھے۔ (بخاری و مسلم) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں برتن سے منہ علیحدہ کر کے تین سانس لیتے تھے، پہلی سانس پینا شروع کرتے وقت، پھر کچھ پی کر سانس لیتے، یہ دوسرا سانس شریف ہوا، پھر کچھ پی کر تیسرا سانس لیتے، یہ تیسرا سانس ہوا۔ یعنی دوران پینے میں دو سانس لیتے تھے اور کل تین سانس، یہ عمل شریف ہر پینے میں ہوتا تھا خواہ پانی ہو یا دودھ یا شربت ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور (حلال) چیز اور یہی سنت ہے۔ اور ایک سانس میں پانی وغیرہ پینا شیطان کا طریقہ ہے اور اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

○ مسئلہ : کھانے اور پینے کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آخر میں الحمد للہ پڑھنا بھی سنت سے ثابت ہے۔

○ مسئلہ : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر پیئے۔ (مسلم شریف بحوالہ مشکوۃ)

○ مسئلہ : کوئی چیز کھڑے ہو کر پینا ممنوع ہے، پانی ہو یا دودھ یا شربت اور یہ حکم استحبابی ہے۔ یعنی بیٹھ کر پینا مستحب (پسندیدہ) ہے، اس حکم سے تین پانی مستثنیٰ ہیں۔

(۱) آب زم زم شریف، (۲) وضو کا بچا ہوا پانی (۳) اور بزرگوں کا پس خوردہ پانی، ان تینوں پانیوں کو کھڑے ہو کر پینا مستحب (و مستحسن) ہے۔ (مراۃ ج ٦)

○ مسئلہ : فقہاء کی عبارات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً کسی چیز کو جسم میں داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، مثلاً آنکھوں میں سرمہ یا دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بلکہ روزہ ٹوٹنے کا مدار اس بات پر ہے کہ کوئی چیز معدہ یا دماغ میں داخل کی جائے۔ بنا بریں روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ رگ میں انجکشن لگوایا جائے یا گوشت میں۔ (شرح صحیح مسلم کتاب الصیام ج ۳ ص ۱۰۷) حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب مرحوم لاہوری اور دیگر اکابر ائمہ علماء دین کا یہی فتویٰ تھا۔

نوٹ : مسلم شریف کے ایک جدید شارح کا انجکشن اور وجوبِ لحیہ کے قول سے جلد ششم کے دیباچہ میں رجوع کرنا اس کی علمی ناپختگی کی صریح دلیل ہے، پہلے ایک مسئلے کو دلائل سے ثابت کرنا اور پھر پکی پکی دلیلیں ذکر کر کے اس سے رجوع کرنا دین کو بازیچہء اطفال بنانا ہے، اللہ تعالیٰ جملہ اہلِ علم اور تحقیق کے مدعیوں کو مسلکِ حق اہلِ سنت پر استقامت عطا فرمائے۔

○ مسئلہ : سعودی عرب کی رویتِ ہلال کمیٹی کے بذریعہ ریڈیو اور ٹی وی رویت ہلال کے اعلان سے روزہ رکھنا اور عید منانا، اہلِ پاکستان کے لیے جائز نہیں ہے۔ (تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۷۴۷) اگرچہ شرعاً اور عقلاً اس زمانے میں مجتہد مطلق کا پایا جانا ممکن ہے مگر تاریخ شاہد ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد عملاً کوئی مجتہد مطلق نہیں پایا گیا ہے اور علماء اہل سنت کے نزدیک ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید (عامی کے لیے) واجب ہے۔

○ مسئلہ : اس دورِ پُرفتن میں کتاب و سنت سے بے خبر اور اجتہاد کی شرائط سے کورے بعض (بزعمِ خود) متجدد، ائمہ دین کے مقابل اور فریق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس طرح بعض فضلاء کو شیطان نے دھوکا دیا ہے اور وہ اپنی علمی انانیت کی وجہ سے بے دھڑک ائمہ

اربعہ کے متفقہ مسائل کا رد کرتے ہیں اور معاذ اللہ ائمہ اربعہ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ان سے ہم کتاب و سنت، بہتر جانتے ہیں، اس لیے ہمیں بعض مسائل میں ان کی مخالفت کا حق ہے، حالانکہ ان میں سے بعض کی اپنی حالت یہ ہے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا صحیح ترجمہ تک نہیں کر سکتے۔

## صلاۃ السنن فی السفر

قدا تفق الفقهاء علی استحباب النوافل المطلقة فی السفر واختلفو فی استحباب النوافل الراتبة فترکها ابن عمر و آخرون واستحبها الشافعی واصحابه والجمهور۔

ودلیلهم اولا۔ الاحادیث العامة الواردة فی ندب مطلق الرواتب و حدیث صلوته صلی اللہ علیه وسلم الضحی فی یوم الفتح ورکعتی الصبح حین ناموا حتی طلعت الشمس۔ واحادیث اخر ذکرها اصحاب السنن۔ وثانیا ۔ القیاس علی النوافل المطلقه۔ واما مافی الصحیحین عن ابن عمر۔ انه قال : صحبت النبی صلی اللہ علیه وسلم لم اره یسبح۔ ای یتنفل۔ فی السفر، وفی روایة : صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، وکان لا یزید فی السفر علی رکعتین، وابابکر و عمر عثمان کذلک۔ فقال النووی لعل النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یصلی الرواتب فی رحله، ولا یراه ابن عمر، فان النافلة فی البیت افضل ولعله ترکها فی بعض الاوقات تنبیها علی جواز ترکها۔

وقال الحنفیة ۔ ویاتی المسافر بالسنن الرواتب ان کان فی حال امن وقرار۔ ای نازلا مستقرا۔ والا بان کان فی حال خوف وفرار، ای فی السیر لا یاتی بها، وهو المختار۔

(ترجمہ) فقہاء نے سفر میں نوافل مطلقہ کے استحباب پر اتفاق کیا ہے اور نوافل راتبہ کے استحباب (یعنی سفر) میں اختلاف کیا ہے' ابن عمر اور دوسروں نے سنن موکدہ کو سفر میں ترک کر دیا ہے اور امام شافعی اور ان کے اصحاب اور جمہور نے سفر میں سنن موکدہ کی ادائی کو مستحب جانا ہے۔ اور ان کی پہلی دلیل یہ ہے' وہ عام حدیثیں جو مطلق روایت کے استحباب میں وارد ہیں' اسی طرح وہ حدیث جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ کے دن نماز ضحی ادا کرنا ہے' اسی طرح (لیلۃ التعریس) میں صبح کی دو رکعتیں ادا فرمانا جبکہ حضور مع صحابہ سو گئے یہاں تک کہ سورج نکل آیا----اور دوسری حدیثیں جنہیں اصحاب سنن نے ذکر کیا ہے----دوسری دلیل نوافل مطلقہ پر قیاس یعنی جس طرح سفر میں مطلق نوافل جائز ہیں' سنن راتبہ بھی جائز ہیں----ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دلائل کا جواب :

بخاری اور مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور حضور' سفر میں دو رکعت (فرض) سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور ابو بکر اور عمر اور عثمان کو بھی اسی طرح دیکھا۔ علامہ نووی نے اس کے جواب میں فرمایا: ہو سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنن موکدہ اپنی رہائش گاہ میں پڑھ لیتے ہوں اور ابن عمر اس کو نہ دیکھ سکے ہوں' اس لیے کہ نفل گھر میں پڑھنے زیادہ افضل ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات حضور نے سفر میں ترک رواتب کے جواز پر تنبیہ کے لیے ان کو نہ پڑھا ہو۔ وقال الحنفیہ اگر مسافر حالت امن اور قرار میں ہے تو سنن رواتب ادا کرے اور اگر حالت خوف و فرار یعنی سیر میں ہے تو انہیں ادا نہ کرے' وھو المختار۔

(الدر المختار ج ۱ ص ۷۴۲۔ الشرح الکبیر ج ۱ ص ۳۶۸ ۔ مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۷۱)

○ مسافر کے لیے ادائے سنن : ویاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن و قرار والا بان کان خوف و فرار لا یاتی بھا۔ ھو المختار لانہ ترک لعذر (تجنیس) قبل الا سنتہ الفجر ۔ اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے۔ ویاتی

المسافر بالسنن الرواتب ولم يتعرض للقراة لذكره لها فی قصل القراة حیث قال فی المتن ولیس فی السفر مطلقا الفاتحة وای سورة شاء و تقدم انه فرق فی الهدایه۔ بین حالة القراز و الفرار و تقدم الکلام فیه۔

قوله هو المختار و قیل الافضل الترک ترخیصا و قیل الفعل تقربا۔ وقال الهندوانی الفعل حال النزول والترک حال السیر و قیل یصلی سنته الفجر خاصته وقیل سنته المغرب ایضا (الفتاوی الهندیه ج ا ص ۱۳۹ ۔ رد المحتار ج ا ص ۵۳۲ ۔ حاشیه الطحاوی ج ا ص ۲۳۵ ۔ تبیین الحقائق ج ا ص ۲۱۱ ۔ الفتاوی تاتار خانیه ج ۲ ص ا' وفی المبسوط

وتکلموا فی الافضل قیل الترک ترخصا وقیل الفعل تقربا وقال الهندوانی الفعل افضل جالة النزول والترک فی حالته السیر انتهی وهنا هو الاعدل۔

کبیری ص ۵۰۶۔ صغیری ص ۲۱۱

(ترجمہ) کہا گیا ہے کہ سفر میں سنن موکدہ کا ترک' رخصتہ' افضل ہے اور کہا گیا ہے کہ تقربا' ادا کرنا افضل ہے۔ اور ہندوانی نے کہا کہ حالت نزول میں ادا کرنا اور حالت سیر میں ترک کرنا۔ اور کہا گیا ہے کہ فجر کی سنتیں خاص طور پر پڑھے۔ اور کہا گیا ہے کہ مغرب کی سنتیں بھی ------ اور افضل میں فقہاء نے کلام کیا ہے کہ ترک رخصتہ' اور کہا گیا' فعل تقربا -- ہندوانی نے کہا کہ حالت نزول میں فعل افضل ہے اور حالت سیر میں ترک افضل ہے' انتھی و ھذا ھوالاعدل۔

## مسئلہ نور

حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۱۳۱ السیرۃ الحلبیہ' ایضا ص ۱۴۷ سیرۃ حلبیه وجاء اول ماخلق الله نوری وفی روایة اول' خلق الله العقل۔ شیخ علی خواص نے فرمایا ان دونوں روایتوں کا معنی ایک ہے' اس لیے کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی عقل اول سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی نور سے۔ فارواح الانبیاء والاولیاء

مستمدة من روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص ۴۷، السیرۃ الحلبیہ

المور دالروی فی مولود النبی ص ۴۷، ملا علی قاری۔ عن عمر بن

خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما اقترف آدم، ورواہ الحاکم و صححہ کے تحت

ولا عبرة بقدح الذہبی فانہ مسرف فی الحکم علی الاحایث بالنکارۃ

والوضع دون مراعاۃ للطرق والشواہد۔ ایضاص ۴۸

کتبہ السید محمد محمود الحق شاہ

ناظم شعبہ دارالافتاء

دارالعلوم اشرف المدارس،

اوکاڑا۔

۴ ستمبر ۱۹۹۵ء

الٰہی لا تعذبنی فانی

مقر بالذی قد کان منی

فکم من زلة لی فی الخطایا

غفرت وانت ذو فضل ومن

# شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی

# کی طرف سے فتوائے کفر پر تقریظ و تائید

کچھ عرصہ پہلے سرگودھا سے ایک پمفلٹ شائع ہوا تھا، جس میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی تھی کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ، مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند اور مصنف "تحذیر الناس" کے مداح اور معتقد ہیں اور یہ کہ "تحذیر الناس" میں عقیدۂ ختمِ نبوت کا انکار کرنے پر انہیں نانوتوی صاحب پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہی مضمون ماہنامہ الرشید دیوبند نمبر میں شائع کیا گیا، حالانکہ یہ سفید جھوٹ تھا۔

ذیل میں ہم حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے مکتوبِ گرامی کا عکس پیش کر رہے ہیں جس میں انہوں نے دیوبندیوں کی فریب کاری کا پردہ چاک فرمایا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلیٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین - اما بعد ! کچھ عرصہ ہوا فقیر کے پاس ایک استفتاء پہنچا کہ زید یہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی اگر نہ بھی لیا جائے بلکہ یہ معنی بھی کر لیا جائے کہ تمام انبیاء کرام حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار و فیوض سے مقتبس ہیں تو نہایت مناسب ہوگا کیا زید پر فتوی کفر لگایا جا سکتا ہے یا نہ ؟ جواب میں لکھا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائیگا بعد میں سنا گیا کہ بعض علماء اہل سنت نے فقیر کے اس فتوی کو اس وجہ سے ناپسند کیا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے رسالہ تحذیر الناس کی اس نوعیت کی عبارت پر علمائے اہل سنت نے کفر کا فتوی دیا ہے - چنانچہ رسالہ مذکور کا مطالعہ کیا تو تحذیر الناس کی عبارت اور اس استفتاء کی عبارت میں فرق بعید ثابت ہوا کہ رسالہ مذکور کی تمہید ہی مندرجہ ذیل تصریحات پر مبنی ہے -

(۱) خاتم النبیین کا معنی لا نبی بعدہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ لینے پر مُصر ہے - حالانکہ یہ معنی احادیث صحاح سے ثابت ہے - اس پر اجماع صحابہ ہے ومن بعدہم الیٰ یومنا ہذا متواتر متوارث یہی معنی کیا جا رہا ہے -

(۲) رسالہ مذکورہ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیاء کرنے سے کلام ماقبل لکن ومابعد لکن یعنی مستدرک منہ ومستدرک کے مابین کوئی تناسب نہیں رہتا -

(۳) رسالہ میں موجود ہے کہ یہ معنی کرنے سے کلام الٰہی میں حشو و زوائد کا قول کرنا پڑے گا یعنی لکن زائد حرف ماننا پڑے گا.

(۴) کہتا ہے کہ یہ مقام مدح ہے اور آخر الانبیاء ماننے سے مدح ثابت نہیں ہوتی بلکہ عام انسانوں کے عام حالات ذکر کرتے ہیں اور یہ معنی لینے میں کوئی فرق نہیں وغیرذالک من التّھافۃ الفَیْئیلۃ الخبرویۃ اس فقیر نے ضروری خیال کیا کہ اس صورت واقعیہ اور اس فرضی استفتاء میں فرق کی بنا پر رسالہ مذکورہ کی عبارت کے بارے میں اپنی ناقص رائے ظاہر کرے .

(۱) تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیین کا معنی خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں لیا گیا تاکہ دو معانی مانعۃ الجمع کی تاویل کی جا سکے - بلکہ آخر الانبیاء کے معنی کو غیر صحیح ثابت کرنے کے الفاظ لائے گئے ہیں لہٰذا احادیث صحیحہ سے انکار اور اجماع صحابہ سے فرار اور باقی امت کے متفق عقیدہ و اجماع سے تضاد قطعی طور پر ثابت ہے

(۲) مصنف رسالہ کے ذہن میں کلام ماقبل لکن و بعد لکن میں تناسب کی نفی بیٹھ گئی ہے اگر اپنے کیے ہوئے معنی پر نظر ڈالتے تو اس صورت میں کبھی اس کو یہ نہیں نظر آتا۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کو فیض رساں ہیں۔ اب بتائیے کہ اس مستدرک منہ اور مستدرک میں فرق لکن نے کیا کیا۔ اور کیا مناسبت اس استدراک کی وجہ سے پیدا ہوئی؟

(۳) اور معنی کے اعتبار سے یہ حرف لکن زائد ثابت نہ ہو تو کیا ہوا۔ واو عاطفہ یہ کام نہ کر سکتی تھی؟ استدراک کی ترکیب کیوں استعمال فرمائی گئی؟ اس کو دیکھ نادان کو سمجھ ہوئی تو معنی لا نبی بعد صلے اللہ علیہ وسلم کرنے سے مدح بالذات اس موصوف بالذات کیلئے اظہر من الشمس اور ابین من الامس موجود ہے۔ احادیث صحیحہ کے انکار کی بھی ضرورت پیش نہ آتی۔ شذوذ عن الجماعۃ بھی نہ کرنا پڑتا۔ خود فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۝ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن تم یہ مت خیال کرو کہ باپ کی سی شفقت و رافت و رحمت سے تم محروم ہو کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین کافۃ الناس کیلئے مبعوث تک آخری رسول ہیں جن کی شفقت و رحمت باپ سے ہزاروں درجہ زیادہ ہے جو ہمیشہ کیلئے تمہیں نصیب رہے گی وہ تو عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ کا رتبہ رکھنے والے رسول ہیں۔ اب بتائیے موصوف بالذات و مقام مدح والا اشکال حل ہوا یا نہ؟ اور مستدرک منہ اور مستدرک کے مابین مناسبت سمجھ میں آئی یا نہ؟ اور مستدرک منہ اور زوائد خارج ہوا یا نہ؟ اور مصنف کے دماغ سے حشو و لغو بھی بالکل بے محل اور بے ربط گرتے ہوئے مصنف تحذیر الناس ان چند علمی مصطلحات کا ذکر کر کے اپنا عامیانہ نظر و فکر پر پردہ نہ ڈال سکا اور النزاما منکر احادیث صحیحہ و نصوص متواترہ قطعیہ ثابت ہونے کے علاوہ شاذ عن الجماعۃ و خارق اجماع ثابت ہوا۔ لہٰذا فقیر کا فتویٰ عدم تکفیر اس فرضی زید کے متعلق ہے نہ کہ مصنف تحذیر الناس کیلئے۔ والحق ما قد قیل فی حقہ من قبل العلماء والاعلام

فقیر محمد قمر الدین السیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

اے اشرف زمان زمانے مدد نما
درہائے بستہ را بہ کلید کرم کشا